مثنوی مولوی معنوی

رحمۃ اللہ علیہ

دفتر چہارم

مترجم

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل
۳۸ اردو بازار لاہور

باسمہٖ سبحانہٗ

دفتر چہارم

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

ناشر

حامد اینڈ کمپنی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴ر دسمبر ۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک ۳ روزہ سیمنار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اُس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اُس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومتِ ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں۔ چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، مصر، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آگیا۔

میں ۱۰ر کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۰ر کا پورا دن بمبئی میں گذار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ ۱۱ر کا سارا دن تہران اور اُس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبد العظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹرکونٹینٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲ر کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لئے روانہ ہوگیا۔ ۱۳ر کو استنبول کے مقدس مقامات کی

کی زیارت کی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے
مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثارِ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۲ر کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر
استنبول سے قونیہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی
اڈے پر جا اُترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمنار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میز بانوں نے میرا
قیام درگاہ ہوٹل میں کرادیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا اُس کے سامنے وسیع سڑکیں اور
چمن زار تھے اور اُن کے دوسری جانب حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس
تھا اور مزارِ اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ر کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمنار ۱۵ر کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے
۱۴ر کو آرام لیا اور ۱۵ر سے سیمنار میں شرکت شروع کردی۔ یہ سیمنار تین روز مسلسل چلا
اُس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اُس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی
تھی۔ مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ر کو اپنا مقالہ پڑھا یہ فارسی میں تھا اور اُس کا موضوع روح اور بقائے
عالم تھا اور اُس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کئے تھے جن میں علامہ نے
مولانا روم اور اُن کے بعض خیالات کا ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام میں سیمنار کی شرکت
کے علاوہ میرا معمول مولانا روم کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر
رہی۔ مولانا صدرالدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی
رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار
پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا
تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کرلیا۔ حضرت
مولاناؒ کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے اُن تمام
اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی

مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپی،
زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار
مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اُس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند　　وز جدائیہا شکایت می کند

اُس نسخہ میں یہ شعر اس طور پر ہے۔

بشنو ایں نے چوں شکایت میکند　　از جدائیہا حکایت می کند

اسی طرح مثنوی کے مروج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے اُن کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاءاللہ عنقریب رسالہ "جامعہ" میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دورانِ قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع "الازہر" دیکھی اور اُس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں "حسین" دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، رابعہ بصریہ، حضرت زینبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؒ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ دسمبر کو مصر سے

روانہ ہوکر جدہ جا اُترا۔ جناب محمد انعام الرحمان صاحب قلبوائی
فرسٹ سکریٹری انڈین امبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں
اُن کے یہاں قیام کر کے ۳۱ ردسمبر روز جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔
عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجدِ حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف
کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمان مجھے جدہ واپس لے آئے۔
شب میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم جنوری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کیلئے روانگی شروع کردی
ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشار کی نماز
کے وقت میں مقامِ بدر میں پہنچ گیا۔ مسجدِ عریش میں عشار کی نماز باجماعت ادا کی
اور شہدائے بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تھوڑے وقفہ کے
بعد مدینہ طیبہ کا گنبدِ خضرار جو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ کی آخری آرامگاہ ہے، نظر
آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محبِ مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیامگاہ
پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے
آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے
فارغ ہوکر قیام گاہ پر آگیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذرتا۔
احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا
صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہوجاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں
میں گذار کر جدہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا
بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہونچونگا۔

۱۰ر جنوری ۱۹۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچا اور
جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ بیت اللہ شریف
میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا

اکثر حصہ طواف اور نوافل میں گزار کر ۱۱ر کی شام کو جدہ واپس آگیا۔ ۱۲ر کی شام کو جدہ سے عراق کے کے لئے روانہ ہوگیا۔

عراق کے ہوائی اڈے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سکریٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کی بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کرلیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہوگیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سہروردی، امام غزالی رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقامِ شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہوکر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑ گیا تھا۔

مدائن کسریٰ سے میں نجفِ اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گزار کر کربلائے معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدارؓ، حضرت علی اصغرؓ، حضرت علی اکبرؓ اور حضرت قاسمؓ اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ر کی شام کو بغداد سے روانہ ہوکر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس

گزار کر دہلی واپس آگیا۔

اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاءاللہ سفرنامہ کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفترِ سوم کے بارے میں

خدا کے فضل و کرم سے دفترِ سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آچکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اُس کا دسمبر ہی میں اجراء کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسب سابق یومِ رومی کے موقع پر اِس کا اجراء کرایا جائے۔ میرے سفر کے دَوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہوگیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی اور اُن انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوگیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس ۳۰ سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اُس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اُس کو مکمّل شکست ہوگئی۔ اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہوسکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یومِ رومی منایا جاسکے اور دفترِ سوم کا اجراء عمل میں آسکے مجبوراً اُس کی فروختگی شروع کردی گئی۔

اب جبکہ میں دفترِ چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفترِ چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجراء عمل میں آجائے گا۔

میں بفضلہ تعالیٰ دفترِ پنجم کا اکثر حصّہ لکھ چکا ہوں اور اب اُس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفترِ چہارم سے متعلق

طیّ الارض۔ زمین کا لپٹ جانا، اولیاء اللہ کے لئے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کرلیتے ہیں اُن کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کرلیتا ہے جس طرح دل

ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے۔ ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابۂ کرام بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا کہ آپ کے لئے زمین پٹتی چلی جا رہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

دل بکعبہ می رَود در ہر زماں　　جسم طبع دل بگیرد ز امتنان

دل ہر لمحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے　　اللہ کے کرم سے جسم، دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائفِ عشرہ دس لطیفے، صوفیاء کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزوں سے ہے جن کو وہ لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ اِن دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلب[1]، روح[2]، سر[3]، خفی[4]، اخفی[5]۔ اور پانچ کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفس[1]، آگ[2]، پانی[3]، مٹی[4]، ہوا[5]۔ مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزاء ذکرِ الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجددِ امثال ہر چیز کا اُسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع و مخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذات واحد سے کسبِ فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قویٰ اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اُس کے قویٰ اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اُس ذاتِ واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز، ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوّت کو فنا کر دیتی ہے اور اُسی جیسا ایک جدید وجود اور قوّت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اِس کی مثال اِس طور پر سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور اُن میں ہر آن

پہلا کرنٹ ختم ہو کر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "ہم سب خدا ہی کے ہیں اور اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" سے اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

مولانائے رومؒ نے فرمایا ؎

حاصل اندر یک زماں از آسماں
می رود می آید ایدر کارواں

مسئلۂ سماع

یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سُننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیرِ بحث رہا ہے۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے :-

نغمات کا سماع دل میں رِقّت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اُس جذبہ کو اُبھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اُس کے دل میں عشقِ خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اُس کا جذبہ مزید قوّت حاصل کر لیتا ہے اور آتشِ عشق تیز ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اِسی لئے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لئے سماع کو جائز اور نا اہل کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لئے حرام ہے اور منتہی کو اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لئے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحبِ دل کے لئے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے

نزدیک اُس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اُس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہر حال موجودہ زمانے میں عُرسوں کے موقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سُننا کسی اعتبار سے بھی دُرست نہیں ہے۔

مسجدِ اقصٰی یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضورؐ کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضورؐ نے ۱۶، ۱۷ مہینے اسی کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اِس اعتبار سے اُس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجدِ حرام مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجدِ حرام کہلاتا ہے۔ آنحضورؐ کے زمانے میں اِس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں اُس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اُس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دَوروں میں اِس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حلیمہ سعدیہ یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضورؐ کے بچپن میں اُنھوں نے آنحضورؐ کو دودھ پلایا ہے۔ لٰہذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضورؐ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضورؐ نے اپنی چادر اُن کے لئے بطور فرش کے بچھادی۔

بایزید بسطامیؒ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن کا اصل نام طیفور تھا۔ اِسی لئے اُن کا تصوف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور

تصوف کے دیگر سلسلے بھی اُن تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیل ؑ کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ر شعبان ۲۳۲ھ کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانی رح

اُن کی اگرچہ بایزید بسطامی رح سے ملاقات نہیں ہوئی اُن کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت اُن کو فیض اُنھیں سے حاصل ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشائ کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ اُن کی وفات ۱۰ر محرم الحرام ۲۲۴ھ کو خرقان میں ہوئی۔

شقِّ صدر

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اُس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے یہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضورؐ کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اُسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لِٹا کر آپ کا مبارک سینہ چاک کیا، قلب کو نکالا اور اُس کو چیر کر اُس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلب مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اُس کو سینہ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے اور سارا قصہ سُنایا۔ حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے پاس پہنچیں اور آنحضورؐ کو گود میں اُٹھا لیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔

اِس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضورؐ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں اور محدثین نے اِس روایت کی تصیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اِس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کی جائے۔ لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی صَرف کی جائیگی اس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں اُٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بنارِ ابراہیمی کا یہ حصّہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اُس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو از سرِ نو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اِس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضورؐ کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصّہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا۔ لیکن جب وہ عبدالملک ابن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے اُن کی تعمیر کردہ عمارت کو گروا دیا اور پھر بیت اللہ کو اُسی حالت

میں کر دیا جس حالت میں آنحضور کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل وقابیل

یہ دونوں حضرت آدمؑ کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام لبودا تھا۔ اُس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیئے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی۔ اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیئے تھی جو حسین تھی۔ اِس رشک وجلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تاکہ اُس کی منسوبہ سے اُس کی شادی ہو جائے۔ قرآنِ پاک نے اِس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اُٹھاؤں گا۔ چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اُس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اِس دنیا میں سب سے پہلے اُس نے جاری کی ہے۔

سجّاد حسین

۱۰ر جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ —— م —— ۲۹ر اپریل ۱۹۷۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی[51] | کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے | کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالیِ تو اے مرتجا | می کشد ایں را خدا داند کجا
اے امید گاہ! تیری بلند ہمت | خدا جانے اس کو کہاں لے جائے گی؟

گردنِ ایں مثنوی را بستۂ | می کشی آں سو کہ تو دانستۂ
تو نے اس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے | (اس کو) اس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی[52] پویاں کشندہ ناپدید | ناپدید از جاہلے کش نیست دید
مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے | پوشیدہ اس ناواقف کے لئے ہے جس کی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا بودۂ | گر فزوں گردد تو اش افزودۂ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے | اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اس کو بڑھایا ہے

چوں[53] چنیں خواہی خدا خواہد چنیں | می دہد حق آرزوئے متقیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے | اللہ (تعالیٰ) پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کانَ لِلّٰہ بودۂ در ما مضیٰ | تا کہ کانَ اللہُ لَہٗ آمد جزا
تو پہلے "کانَ لِلّٰہ" بنا | یہاں تک کہ "کانَ اللہُ لَہٗ" بدلہ آیا

۵۱ اے ضیاء الحق حسام الدین جو مولانا کے دوسرے خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ مگر آفتاب چاند کا نور اجسام پر پڑتا ہے مثنوی کا نور ارواح پر پڑ رہا ہے۔ جو ہمت مرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے۔ مرتجیٰ وہ شخص جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن مثنوی کے معارف کا رخ تو جدھر چاہتا ہے ادھر کو موڑ دیتا ہے۔

۵۲ مثنوی۔ بظاہر مولانا حسام الدین مثنوی کی کشش کا سبب ہیں لیکن حقیقتاً اس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ کشندہ یعنی حضرت حق، ناپدید۔ جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ ہیں۔ بظاہر سبب چونکہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی کی طوالت انہی کی جانب سے سمجھی جائے گی۔

۵۳ چوں چنیں۔ جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کانَ لِلّٰہ یعنی مقام فنا۔ کانَ اللہُ بقا باللہ کے بعد انسان فعل خداوندی فعل مقصود ہوتا ہے۔

مثنوی[۱] از تو ہزاراں شُکر داشت ۔۔۔ در دُعا و شُکر کفہا بر فراشت

مثنوی، تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی ۔۔۔ دعا اور شکریے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شُکرِ تو دید ۔۔۔ فضل کرد و لُطف فرمود و مزید

خدا نے اسکے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا ۔۔۔ اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است ۔۔۔ آنچناں کہ قُرب مُزدِ سجدہ است

کیونکہ شکر کرنے والے کیلئے زیادتی کے وعدے ہیں ۔۔۔ جیسا کہ سجدوں کی اُجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یزدانِ ما ۔۔۔ قُربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما

ہمارے خدا نے فرمایا ہے "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا" ۔۔۔ ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا (سبب) بنا

گر[۲] زیادت می شود زیں رو بود ۔۔۔ نز برائے بوش و ہای و ہُو بود

اگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اس وجہ سے ہے ۔۔۔ نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

با تو ما چوں رز بتابستاں خوشیم ۔۔۔ حکم داری ہیں بکش ما می کشیم

ہم تجھ سے اسطرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل موسم گرما میں ۔۔۔ تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کاروان را تا بحج ۔۔۔ اے امیرِ صبر و مفتاح الفرج

اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا ۔۔۔ اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حجِ زیارت کردنِ خانہ بود ۔۔۔ حجِ ربُّ البیت مردانہ بود

حج خانۂ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے ۔۔۔ بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں[۳] ضیاء گفتم حُسام الدیں ترا ۔۔۔ کہ تو خورشیدی وایں دو وصفہا

اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اسلئے کہا؟ ۔۔۔ کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (اسکی) صفتیں ہیں

کایں حُسام وایں ضیاء یک ست ہیں ۔۔۔ تیغِ خورشید از ضیاء باشد یقیں

کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے ۔۔۔ سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد وایں ضیاء ۔۔۔ آنِ خورشید ایں فرو خواں از نبا

نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا ۔۔۔ سورج کی ملکیت ہے، اسکو قرآن میں پڑھ لے

---

۳ زاں ضیا۔ ضیا، روشنی کو کہتے ہیں اور حُسام، قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اُس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے۔ لہٰذا تم جس طرح حُسام ہو اسی طرح ضیا ہو۔ نبا۔ قرآن پاک میں ہے هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیاء سے تعبیر فرمایا ہے۔ نبا۔ نبأ، قرآن پاک۔

۱ مثنوی۔ مثنوی چونکہ مولانا حُسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اُس کے اوراق اُس کے ہاتھ ہیں جو شکر گذاری میں اُٹھے ہوئے ہیں۔ مزید۔ شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے جیسا کہ فرمایا گیا۔ وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَأَزِیْدَنَّکُمْ اور اگر تم شکر کرو گے ہم تم کو زیادہ دینگے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر یعنی سجدہ قربِ خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔

۲ گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حُسام الدین کا جذب ہے نہ کہ عوام میں اُس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ شان شوکت۔ با تو تابستاں یعنی موسمِ بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشو و نما کا سبب مولانا حُسام الدینؒ ہیں۔ خوش بکش جس طرح کارواں حج کے لئے جاتا ہے اور اُس کے لئے ایک امیرِ حج ہوتا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح اِن معارف کا کارواں ربّ الکعبہ کی زیارت کے لئے رواں ہے اور مولانا حُسام الدینؒ اُس کے سالار ہیں۔ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اُس کا مقصد خانۂ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اِس قافلہ کا مقصد ربِّ کعبہ کی زیارت ہے

شمس[1] را قرآں ضیا خواند اے پدر
اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے

واں قمر را نور خواند ایں را نگر
اور اس چاند کو نور فرمایا ہے، اس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود ز ماہ
چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے

پس ضیا از نور افزوں داں بجاہ
پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نورِ مہ منہج ندید
بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھتے ہیں

چوں برآمد آفتاب آں شد پدید
جب سورج نکل آتا ہے وہ (راستہ) نظر آجاتا ہے

آفتاب اعراض را کامل نمود
سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے

لاجرم بازارہا در روز بود
لامحالہ بازار، دن میں لگتے ہیں

تا کہ[2] قلب و نقد نیک آید پدید
تاکہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے

تا بود از غبن و از حیلہ بعید
تاکہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تا کہ نورش کامل آید در زمیں
یہاں تک کہ اس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے

تاجراں را رحمۃٌ للعالمیں
تاجروں کے لئے رحمۃٌ للعالمین بن کر

لیک بر قلاب مبغوض ست سخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے

زانکہ زو شد کاسد و رانقد و رخت
کیونکہ اس کی وجہ سے اس کا نقد اور سامان کھوٹا بنتا ہے

پس[3] عدوِ جانِ صراف ست قلب
تو کھوٹا، صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے

دشمنِ درویش کہ بود غیرِ کلب
کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں بر می تنند
انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں

پس ملائک ربِّ سلِّم می زنند
تو فرشتے "خدا سلامت رکھے" کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نور دار
کہ اس چراغ کو جو روشن ہے

از پف و دمہائے دزداں دور دار
چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

دزد و قلاب ست خصمِ نور و بس
چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے

زیں دو اے فریاد رس فریاد رس
اے فریاد کو پہنچنے والے ان دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال

کآفتاب از چرخِ چارم کرد خیز
کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جوشِ بیان کا آفتاب چرخِ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اس چہارم دفتر پر انوارِ معرفت کی روشنی ڈال دے۔

---

[1] شمس۔ جس طرح سورج افاضہ میں بڑھا ہوا ہے تو تم چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی افاضہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ بس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آجاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر مال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لئے بازار دن میں لگتے ہیں۔

[2] تاکہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آجاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لئے سورج کی روشنی رحمت کا حکم ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیاء ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لئے رحمت ہیں۔ لیکن جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی مشیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔

[3] پس۔ کھوٹا مال پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیا۔ انبیاء کا مقابلہ دنیا داروں سے ہوتا ہے جو ان کے دشمن ہوتے ہیں فرشتے ان انبیاء کی سلامتی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کایں۔ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغِ ہدایت انہوں نے کر آئے ہیں اس کو دشمن بجھا سکیں۔

هیں ز چارم[1] نور دہ خورشید وار ‌ ‌ ‌ ‌ تا بتابد بر بلاد و بر دیار
ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا کر ‌ ‌ ‌ ‌ تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

ہر کش افسانہ بخواند افسانہ است ‌ ‌ ‌ ‌ وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
جس نے اُس کو قصہ سمجھا وہ (خود) قصہ ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اور جس نے اُس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آب نیل ست و بقبطی خوں نمود ‌ ‌ ‌ ‌ قوم موسیٰؑ را نہ خوں بُود آب بُود
(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا ‌ ‌ ‌ ‌ (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

دشمنِ ایں[2] حرف ایں دم در نظر ‌ ‌ ‌ ‌ شُد ممثل سرنگوں اندر سقر
اس وقت اِس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں ‌ ‌ ‌ ‌ دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حالِ اُو ‌ ‌ ‌ ‌ حق نمودت پاسخِ افعالِ اُو
اے ضیاء الحق بجز تم نے اُس کی حالت دیکھی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں اُس کے کارناموں کا جواب دکھایا ہے

دیدۂ غیبت چو غیب ست اُوستاد ‌ ‌ ‌ ‌ کم مبادا زیں جہاں ایں دید و داد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے ‌ ‌ ‌ ‌ خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت را کہ نقدِ وقتِ ماست ‌ ‌ ‌ ‌ گر تمامش می کُنی اینجا رواست
یہ حکایت جو ہمارا ماحضر ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اگر تم اُس کو اِس جگہ پورا کردو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کُن بہرِ کساں ‌ ‌ ‌ ‌ قصہ را پایاں بَرو مخلص رساں
نالائقوں سے لائقوں کی خاطر قطع نظر کر لو ‌ ‌ ‌ ‌ قصہ کو پورا کردو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گر نہ شُد آنجا تمام ‌ ‌ ‌ ‌ چارمیں جلدست آرش در نظام
یہ قصہ اگر اُس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ (یہ) جو چوتھا دفتر ہے اُس کو لڑی میں پرو دو

تمامیِ[3] حکایتِ آں عاشق کہ از عَسَس بگریخت در باغے مجہول

اُس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور

و معشوق را در آں باغ یافت و عَسَس را از شادی دعائے خیر میکرد

اُس نے معشوق کو اُس باغ میں پایا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کیلئے دعائے خیر کرتا تھا

و می گفت کہ عَسیٰ اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

اور کہتا تھا کہ بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے"

اندریں بُودیم کاں شخص از عَسَس ‌ ‌ ‌ ‌ راند اندر باغ از خوف اُو فرس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اُس شخص نے کوتوال کی وجہ سے ‌ ‌ ‌ ‌ ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

[1] ز چارم - یعنی دفتر چہارم سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش - جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور فضول ہے۔ آب نیل - ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے

[2] ایں حرف - یعنی مثنوی۔ سقر - جہنم۔ اے ضیاء الحق - مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں۔ پاسخ - جواب۔ دیدہ - مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔ ایں - یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا۔ ناکساں - یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد - یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[3] تمامی - یہ عاشق رات کو معشوق کے فراق میں گھوم رہا تھا راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ عسیٰ - انسان کسی چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔

بُود اندر باغ آں صاحب جمال — کز غمش ایں در عنا بُد ہشت سال
وہ حسینہ باغ میں تھی — جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ اُو را نبُود امکانِ دید — ہمچو عنقا وصفِ اُو را می شنید
اُس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا — عنقاء کی طرح اُس کی خوبیاں سنتا تھا

جز یکے لُقیہ کہ اوّل از قضا — بر وے افتاد و شُد اُو را دلربا
سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں مقدر سے — اُس سے ہوگئی تھی اور وہ اُس کی دلربا ہوگئی تھی

بعد ازاں چندانکہ می کوشید اُو — خود مجالش می نداد آں تُند خُو
اُس کے بعد اُس نے جتنی بھی کوشش کی — اُس کو اُس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بُودش نے بمال — سیر چشم و بے طمع بُود آں نہال
نہ خوشامد سے اُس کی کوئی تدبیر تھی، نہ مال سے — وہ بُوٹا، سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشقِ ہر پیشہ و ہر مطلبے — حق بیالود اوّلِ کارش لبے
ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے — ابتداءِ کار میں اللہ (تعالیٰ) اُسکے ہونٹ آلودہ کر دیتے ہیں

چوں بداں آسیب در جست آمدند — پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند
جب اُس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں — اُن کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جستجو — بعد ازاں در بست و کابیں جُست اُو
وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں — اُس کے بعد دروازہ بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجست و جوئے کار — بعد ازاں در بست کہ کابیں بیار
جب اُس کو معاملہ کی جستجو میں مبتلا کر دیا — اُس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم براں بُو می تنند و می روند — ہر دمے راجی و آئس می شوند
وہ اسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں — ہر سانس میں امیدوار اور نااُمید ہوتے ہیں

ہر کسے را ہست امیدے برے — کہ کشادندش دراں روزے درے
ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے — حتیٰ کہ اُس معاملہ میں ایک روز اُسکے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں

باز در بستندش و آں در پرست — بر ہماں اُمید آتش پا شُدست
پھر اُس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری — اُسی اُمید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش دراں باغ آں جواں — خود فرو شُد پا بگنجش ناگہاں
جب وہ نوجوان خوشی سے اُس باغ میں آیا — اچانک اُس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

۱؎ حاصل مطلب یہ ہے۔ محبوب کا وجود اگرچہ کنارے پر تھا اُس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکا رہا تھا۔ عنقا۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سنی ہیں کسی نے اُس کو دیکھا نہیں ہے۔ لُقیہ۔ ملاقات
۲؎ بعد ازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تُند خو یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداء پھنساتا ہے پھر تڑپاتا ہے در بست یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ آئس۔ یعنی عشق کے مصائب جھیلتا
۳؎ ہم براں۔ ابتداء جو خوشبو کا چسکا لگتا ہے اُس کی وجہ سے امید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔ چوں۔ جب وہ عاشق، کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اُس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فرو شد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔

مر عسس را ساختہ یزداں سبب
اللہ (تعالٰی) نے کوتوال کو سبب بنا دیا

تا ز بیمِ اُو دود در باغ شب
تاکہ اُس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند[۵۱] آں معشوقہ را اُو با چراغ
وہ اُس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے

طالبِ انگشتری در جُوی باغ
باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

پس قرین میکرد از ذوق آں نفس
اُس وقت وہ ذوق (وشوق) سے ملاتا تھا

باثنائے حق دُعائے آں عسس
اللہ (تعالٰی) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کیلئے دعا کو

گر زیاں کردم عسس را از گریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے

بیست چنداں سیم و زر بر وے بریز
بیس گنا سونا اور چاندی اُس پر بہا دے

از عوانی مر ورا آزاد کن
اُس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے

آنچناں کہ شادم اُو را شاد کن
جیسا میں خوش ہوں اُس کو خوش کر دے

سعد دارش ایں جہان و آں جہاں
اِس جہان اور اُس جہان میں اُس کو نیک بخت بنا دے

از عوانی و سگی اش وارہاں
سپاہی پن اور کتے پن سے اسکو نجات دیدے

گرچہ خُوئے آں عواں ہست اے خدا
اے خدا! اگرچہ اُس کوتوال کی عادت ہے

کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر آید[۵۲] کہ شہ جُرمے نہاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا

بر مسلماناں شود اُو زفت و شاد
مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا

از مسلماناں فگند اُو را بجود
مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش و عطا کی

ماتمی در جانِ اُو افتد ازاں
اُس سے اُس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے

گیر دش قولنج زیں غم در زماں
فوراً اِس غم سے اُس کے (درد) قولنج ہو جاتا ہے

صد چنیں ادبار[۵۳] ہا دارد عواں
سپاہی اِس طرح کی سینکڑوں خرابیاں رکھتا ہے

زیں بلا فریاد رس اے مستعاں
اے مددگار! اِس مصیبت سے فریاد رسی کر

اُو عواں را در دُعا در می کشید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا

کز عواں اُو را چناں راحت رسید
کیونکہ کوتوال سے اُس کو ایسی راحت ملی تھی

بر ہمہ زہر و بر اُو تریاق بود
(وہ کوتوال) سب پر زہر اسکے لئے تریاق تھا

آں عواں پیوندِ آں مشتاق بود
وہ کوتوال اُس عاشق کا دوست تھا

[۵۱] بیند۔ وہ اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے ہوئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔ قرین۔ ساتھی۔ باثنائے۔ یعنی اللہ کی تعریف کیساتھ کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال اگر اُس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ حاصل کرتا۔ از عوانی۔ پولیس کے آدمیوں میں ظلم و ستم کا مادہ ہوتا ہے۔ سگی۔ سپاہیوں میں کتوں کی سی درندگی ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ۔ پولیس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں تاکہ ان سے منافع حاصل کریں۔

[۵۲] گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی ملزم کو مجرم قرار دیا ہے تو اُس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کر دینے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے کہ بجود یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

[۵۳] ادبار۔ بھلائی سے دور ہونا۔ اُو عواں۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اُس کو محبوبہ کا دیدار نصیب آیا تھا اس لئے اُس کو دعائیں دے رہا تھا۔ بر ہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لئے باعث مصیبت تھا لیکن اس کے لئے باعث راحت تھا۔ پیوند۔ عزیز، قریب، دوست۔

پس[1] بدِ مطلق نباشد در جہاں
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی بُرا نہیں ہے

بد بہ نسبت باشد ایں راہم بداں
بُرا، نسبت سے ہوتا ہے اسکو بھی سمجھ لے

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست
زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے

کہ یکے را پا دگر را بند نیست
کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

مر یکے را پا دگر را پائے بند
ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کیلئے پاؤں کی بیڑی

مر یکے را زہر و دیگر را چو قند
ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کیلئے شکر ہے

زہر[2] مار آں مار را باشد حیات
سانپ کا زہر، سانپ کی زندگی ہے

نسبتش با آدمی باشد ممات
اُس کی آدمی کے ساتھ نسبت، موت ہے

خلقِ آبی را بود دریا چو باغ
دریائی مخلوق کے لئے، دریا باغ جیسا ہے

خلقِ خاکی را بود آں مرگ و داغ
خشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں بر می شمر اے مردِ کار
اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کرلے

نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار
اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حقِ آں شیطاں بود
زید اُس کے حق میں شیطان ہے

در حقِ شخصِ دگر سلطاں بود
دوسرے کے حق میں بادشاہ ہے

آں بگوید زید صدیق و سنی ست
وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے

ویں بگوید زید گبر و کشتنی ست
اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذات است بر آں یک جناں
زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے

او بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں
اور وہ دوسرے کے لئے مجسم رنج اور بربادی ہے

گر[3] تو خواہی کو ترا باشد شکر
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو

پس وُرا از چشمِ عشاقش نگر
تو اُس کو اُس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر از چشمِ خودت آں خوب را
اُس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ

بیں بچشمِ طالباں مطلوب را
معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشم تو
اُس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کرلے

عاریت کن چشم از عشاقِ او
اُس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کن عاریت چشم و نظر
بلکہ آنکھ اور نگاہ اُس سے مانگ لے

پس زِ چشمِ او بروی او نگر
پھر اُس کی آنکھ سے اُس کے چہرے کو دیکھ

[1] یعنی مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بُری چیز بہمہ وجوہ بُری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اس میں بُرائی ہوتی ہے زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مُفید اور مُضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔

[2] زہرِ مار، سانپ کا زہر، سانپ کے لئے باعثِ زندگی ہے انسان کی موت کا سبب ہے۔ خلقِ آبی، آبی جانور کی زندگی ہے خاکی کے لئے موت ہے۔ ہمچنیں کسی چیز کا نسبت کے اعتبار سے صرف مفید اور مُضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اُس کے مُفید اور مُضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔ آں جس کے لئے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کریگا جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اُس کو کافر اور گردن زدنی کہیگا۔

[3] گر۔ اگر تو زید کو اپنے لئے شکر بنانا چاہتا ہے تو اُس کے عاشقوں کی نظر سے اُس کو دیکھ پھر تجھے اُس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔ منگر۔ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید۔ چشم خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ بلکہ عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ بلکہ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اُس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

تا شوی[1] ایمن ز سیری و ملال
تاکہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے

گفت کان اللہ لہٗ زیں ذوالجلال
اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "اللہ اُس کا ہو گیا"

چشمِ او من باشم و دست و دلش
میں اُس کی آنکھ اور ہاتھ اور اُس کا دل ہو جاتا ہوں

تا رہد از مدبریہا مقبلش
تاکہ اُس کی خوش نصیبی بد نصیبیوں سے نجات پا جائے

ہرچہ مکروہ است چوں او شد دلیل
جو ناپسندیدہ ہے جب وہ راہنما ہوتا ہے

سوی محبوبت حبیب است و خلیل
تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایت آں واعظ کہ در آغاز ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر
اُس واعظ کی حکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں

ظالماں و سخت دلاں و خبیثاں و مفسداں و بے اعتقاداں کردے
اور سخت دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بے اعتقادوں کے لئے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ[2] چو بر تخت آمدے
ایک واعظ جب تخت پر آتا

قاطعانِ راہ را داعی شدے
ڈاکوؤں کا دعا گو ہوتا

دست بر می داشت یا رب رحم راں
ہاتھ اٹھاتا تھا اے خدا! رحم فرما

بر بدان و مفسدان و طاغیان
بُروں اور مفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ[3] تسخر کنان و اہلِ ضیر
سب مذاق اُڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں پر

بر ہمہ کافر دلان و اہلِ دیر
سب کافر دل اور بُت خانہ والوں پر

می نکردے او دعا بر اصفیا
وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا

می نکردے جز خبیثاں را دعا
خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

مر ورا گفتند کایں معہود نیست
لوگوں نے اُس سے کہا یہ معمول نہیں ہے

دعوتِ اہلِ ضلالت جود نیست
گمراہوں کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی ازینہا دیدہ ام
اُس نے کہا میں نے اُن سے بھلائی دیکھی ہے

من دعاشاں زیں سبب بگزیدہ ام
اِس لئے میں نے اُن کو دعا دینا اختیار کیا ہے

---

[1] تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اُس کو کان اللہ لہٗ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اُس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشمِ او۔ حدیث قدسی ہے۔ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ یعنی جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ہرچہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوق کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا

[2] واعظ۔ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اُس کا مال لوٹا تو اُس نے خدا سے دعا میں اور گریہ و زاری شروع کر دی اس پر اُس کو ہاتف غیبی نے کہا مال کے لٹ جانے پر تو اس قدر گریہ و زاری کرتا ہے اور عمر کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں۔ اس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ قاطعانِ راہ۔ راہ زن۔ درست۔ چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب تھے تو وہ اُس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ اُن کا دعا گو ہو گیا تھا

[3] بر ہمہ۔ یعنی دنیا کے بُرے انسانوں کیلئے دعائے خیر کرتا تھا اور نیکوں کیلئے دعا نہ کرتا تھا۔ مر ورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ بُرے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم اُن کے لئے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اُس نے جواب دیا کہ اُن لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں اُن کے مظالم سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور اُن کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

خُبثِ ظلم و جور چنداں ساختند
انھوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی

کہ مرا از شر بخیر انداختند
کہ مجھے بُرائی سے بھلائی میں لا ڈالا

ہر گہےؔ کہ رُو بدنیا کردمے
جب کبھی میں دنیا کا رُخ کرتا

من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے
میں اُن سے تکلیف اُٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ
تکلیف سے میں اُس جانب پناہ پکڑتا

بازؔ آوردندمے گرگاں براہ
بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب ساز صلاحِ من شدند
جب وہ میری نیکی کا سبب بنانیوالے ہوئے

پس دعاشاں بر منست اے ہوشمند
تو اے ہوشمند! اُن کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہؔ می نالد بحق از درد و نیش
بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے

صد شکایت می کُند از دردِ خویش
اپنی تکلیف کی سو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے

مر ترا لابہ کُناں و راست کرد
تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایںؔ گلہ زاں نعمتے کُن کت زند
یہ شکوہ اُس نعمت کا کر جو تجھے راہ سے ورغلائے

از درِ ما دور و مطرودت کُند
تجھے ہمارے دروازے سے دُور اور مردود کرے

در حقیقتؔ ہر عدو داروئے تست
حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے

کیمیائے نافع و دلجوئے تست
تیرے لئے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

کہ ازو اندر گریزی در خلا
کیونکہ تو اُس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے

استعانت جوئی از لطفِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے مدد چاہتا ہے

در حقیقت دوستانتؔ دشمنند
حقیقتاً تیرے دوست، دشمن ہیں

کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند
کیونکہ تجھے (خدا کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

ہست حیوانے کہ نامش اُسغرؔ است
ایک جانور ہے جس کا نام اُسغر ہے

کو بزخمِ چوب زفت و لمترست
جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود
تو اُس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہوگا

اُو ز زخمِ چوب فربہ می شود
وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہوگا

نفسِ مومن اُسغرے آمد یقیں
مومن کا نفس یقیناً اُسغر ہے

کو بزخم و رنج زفت ست و سمیں
جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

ل؎ ہر گہے - جب میں اُن کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو وہ اِس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ باز - وہ ان کو ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔ بندہ می نالد - مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اس مصیبت کا شکوہ بیجا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے۔

ل؎ ایں شکوہ تو تیری اس نعمت سے ہونا چاہیے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔ در حقیقت - چونکہ دشمن اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لئے نافع اور کیمیا ہے۔ دوستانت - انسان کے دوست اُس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔

ل؎ اُسغر - بالضم و فتح سوم مضموم، خارپشت - اسی کو اردو میں سیہی کہا جاتا ہے اُس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بجائے کمزور زیادہ مضبوط اور موٹا کر دیتا ہے۔ تو مومن کا نفس ہے مومن کی روح مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے۔ سمین، موٹا۔

زیں[1] سبب بر انبیا رنج و شکست ‏ ‏ از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست
اسی وجہ سے انبیاء پر رنج اور تکلیف ‏ ‏ دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا ز جانہا جانِ شاں شد زفت تر ‏ ‏ کہ ندیدند آں بلا قومے دگر
حتیٰ کہ اُن کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئی ‏ ‏ کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارو بلا کش می شود ‏ ‏ چوں ادیمِ طائفی خوش می شود
چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے ‏ ‏ طائف کی نری کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ورنہ تلخ و تیز مالیدی دروُ ‏ ‏ گندہ گشتے ناخوش و ناپاک بُو
اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اُس پر نہ ملتا ‏ ‏ گندہ اور بُرا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی را پوستِ نامدبوغ داں ‏ ‏ از رطوبت ہا شدہ زشت و گراں
آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ ‏ ‏ جو رطوبتوں سے بھدّا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ[2] و تیز و مالشِ بسیار دہ ‏ ‏ تا شود پاک و لطیف و بامزہ
اُس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل ‏ ‏ تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمی تانی رضا دہ اے عیار ‏ ‏ کہ خدا رنجت دہد بے اختیار
اے کھرے! اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا ‏ ‏ کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کر دے

کہ بلائے دوست تطہیرِ شماست ‏ ‏ علمِ اُو بالائے تدبیرِ شماست
کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے ‏ ‏ اُس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود ‏ ‏ خوش شود دارو چو صحت بیں شود
جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے ‏ ‏ جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات ‏ ‏ پس بگوید اُقتلُونی یا ثِقات
وہ بعینہ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے ‏ ‏ تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں[3] عواں در حقِ غیرے سود شد ‏ ‏ لیک اندر حقِ خود مردود شد
یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا ‏ ‏ لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

رحمِ ایمانی ازو بریدہ شد ‏ ‏ کینِ شیطانی برو پیچیدہ شد
ایمانی رحم اُس سے منقطع ہو گیا ‏ ‏ شیطانی کینہ اُس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کیں وری ‏ ‏ کینہ داں اصلِ ضلال و کافری
وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا ‏ ‏ کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

---

[1] زیں سبب۔ چونکہ انبیاء کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا اُن کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پوست کچے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اُس کو مالیدہ کیا جاتا ہے تو وہ نرم بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ ادیم طائفی۔ طائف کی بنی ہوئی نری مشہور تھی۔ ورنہ اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ ملی جائیں تو وہ سڑ جائے۔ آدمی۔ انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔

[2] تلخ و تیز۔ انسانی روح کی اصلاح کیلئے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادات کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ور نمی تانی۔ اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدے نہیں کر سکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیے وہ مصائب اُس کیلئے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے کہ بلائے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ خدا کی طرف سے اُس کا ابتلاء اُس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ چوں صفا جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی محسوس کرتا ہے تو مصیبت اُس کیلئے شیریں بن جاتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ برد بیند پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

[3] ایں عواں۔ یہ حکمت خداوندی ہے کہ ظالموں کو اُن کے ظلم کی پاداش

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰ کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعب ہا صعب تر چیست وجواب گفتن عیسیٰ علیہ السلام

ایک شخص کا حضرت عیسیٰ سے دریافت کرنا کہ اے روح اللہ وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰ کا جواب دینا

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر[1] ۔۔۔ چیست در ہستی ز جملہ صعب تر

ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰؑ سے کہا ۔۔۔ وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا ۔۔۔ کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما

انھوں نے اس سے فرمایا اے جانی! خدا کا غصہ ۔۔۔ کہ اس سے دوزخ (بھی) ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بود اماں ۔۔۔ گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں

اس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ ۔۔۔ فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ غیظ[2] ست اے پسر خط اماں ۔۔۔ خشمِ حق یاد آور و درکش عناں

اے بیٹا! غصہ کو پی جانا امن کا فرمان ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کا غصہ یاد کرے اور باگ کھینچ لے

پس عواں کہ معدنِ ایں خشم گشت ۔۔۔ خشمِ زشتش از سبع ہم در گذشت

تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے ۔۔۔ اس کا برا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ امید ستش برحمت جز مگر ۔۔۔ باز گردد زاں صفت آں بے ہنر

اُسکو رحم کی کیا امید ہے؟ سوائے اسکے ۔۔۔ کہ وہ بے ہنر اُس عادت سے باز آ جائے

گرچہ[3] عالم را از یشاں چارہ نیست ۔۔۔ ایں سخن اندر ضلال افگندنیست

اگرچہ دنیا کو اُن سے بے نیازی نہیں ہے ۔۔۔ یہ بات گمراہی میں مبتلا کرنا ہے

چارہ نبود ہم جہاں را از چمیں ۔۔۔ لیک نبود آں چمیں مارِ معیں

دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے ۔۔۔ لیکن وہ پیشاب، جاری پانی نہیں ہوتا ہے

باز گو احوال آں خستہ جگر ۔۔۔ درمیانِ باغ با رشکِ قمر

اُس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر ۔۔۔ باغ میں رشکِ قمر (محبوبہ) کے ساتھ

قصدِ خیانت کردنِ عاشق و بانگ زدن معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ کر چلانا

چونکہ تنہا یش بدید آں سادہ مرد ۔۔۔ زود او قصدِ کنار و بوسہ کرد

چونکہ اُس سادہ لوح انسان نے اُس کو اکیلا دیکھا ۔۔۔ جلد اُس سے بغلگیر ہونے اور اُس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

---

[1] ہشیار سر: عقلمند۔ ہستی: وجود۔ صعب تر: زیادہ سخت۔ کہ ازاں: کہ غضب خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔ گفت: خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی قوت غضبیہ ترک کر دے۔

[2] کظم غیظ: غصہ کو پی جانا۔ کظم اور اس کا مشتقات قرآن پاک میں مومنوں کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ۔ اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ سبع: درندہ۔ چہ امید: حدیث شریف ہے من لا یرحم لا یُرحم ۔ جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

[3] گرچہ: انتظام قائم کرنے کے لئے سپاہیوں کا وجود ضروری اور یہی بات انکے لئے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھ کر ظلم پر جرات کرتے ہیں حالانکہ انکی یہ ضرورت انکے بے تکلیف کا سبب نہیں ہو سکتی ہے۔ بہت سی گندی چیزوں کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کی وجہ سے انکو پاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جیسے پیشاب۔ مار معین: جاری پانی۔ قصد خیانت: یعنی اُس عاشق کا اُس محبوب سے بوسہ و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد: یعنی بھولا عاشق۔

بانگ[1] بر وے زد بہیبت آں نگار . کہ مرو گستاخ ادب را ہوش دار

وہ معشوقہ کڑک کر اُس پر چیخی ۔ گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت است و خلق نے ۔ آب حاضر تشنہ ہمچون منے

اُس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے ۔ پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جُنبد دریں جا جز کہ باد ۔ کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد

یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے ۔ کون موجود ہے؟ اِس بے تکلفی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ اَبلہ بودہٗ ۔ اَبلہی وز عاقلاں نشنودہٗ

اُس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے ۔ تو احمق ہے اور تو نے عقلمندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

باد را دیدی کہ می جُنبد بداں ۔ باد جُنبانیست اینجا باد راں[2]

تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے، سمجھ لے ۔ یہاں کوئی ہوا کو چلانیوالا ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مِروحہ تصریفِ صُنعِ ایزدش ۔ زد بریں باد و ہمی جُنباندش

اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے تصرف کا پنکھا ۔ اِس ہوا پر لگتا ہے اور اُس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ ما درست ۔ بادبیزن تا نجنبانی نجست

تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے ۔ جب تک تو پنکھا نہ ہلائے وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جنبشِ ایں جزوِ باد اے سادہ مرد ۔ بے تو و بے بادبیزن سر نکرد

اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اِس جزو کی حرکت ۔ تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جنبشِ بادِ نفس کاندر لب است ۔ تابعِ تصریفِ جان و قالب است

سانس کی ہوا کی حرکت جو ہونٹ میں ہے ۔ (وہ) روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

گاہ[3] دم را مدح و پیغامے کُند ۔ گاہ دم را ہجو و دشنامے کُند

کبھی وہ (روح اور جسم) سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے ۔ کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا ۔ کہ ز جزوے کُل ہمی بینند نُہا

تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے ۔ کیونکہ عقلیں جزو سے کُل سمجھ لیتی ہیں

باد را حق گہ بہاری می کُند ۔ در دَیش زیں لطف عاری می کُند

اللہ (تعالیٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے ۔ ماگھ کے مہینہ میں اُس کو اِس لطف سے خالی کر دیتا ہے

[1] بانگ۔ یعنی معشوقہ نے اُس عاشق کو اس بیباکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔ گشاد۔ خوشی کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوقہ نے کہا۔ باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانیوالا موجود ہے۔

[2] باد راں۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ یعنی وہی قادرِ مطلق ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دیدیں۔ مِروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے والے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اسی طرح کُل ہوا کو سمجھ وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہاں بات کی کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے، سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

[3] گاہ۔ یہی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور برائی کا تصرف کرتے ہیں کبھی اُس کو گالی بنا دیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ بنا دیتے ہیں۔ نُہا۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اُس کو بادِ بہاری بنا دیتا ہے کبھی بادِ سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔

بر گروہِ عادؑ صرصر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے
باز بر ہودؑ ش معطر می کند
پھر ہودؑ کے لئے اُس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کند یک باد را زہر و سموم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لُو بنا دیتا ہے
مر صبا را می کند خرم قدوم
پُروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دم را بر تو بنہاد اُو اساس
سانس کی ہوا کو اُس نے تیری بنیاد بنا دیا
تا کُنی ہر باد را بروے قیاس
تاکہ تو ہر ہوا کو اُس پر قیاس کرے

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کلام نہیں بنتا ہے
بر گروہے شہد و بر قومے ست زہر
وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحہ۲ جنباں پے انعامِ کس
پنکھا کسی کی نعمت رسانی کیلئے ہلتا ہے
وز برائے قہر بر پشہ و مگس
مچھر اور مکھی پر قہر کے لئے (ہلتا ہے)

مروحہ تقدیرِ ربانی چرا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں
پُر نباشد ز امتحان و ز ابتلا
امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہوگا؟

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مروحہ
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا
نیست الا مفسدہ یا مُصلحہ
نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور
یہ شمالی ہوا اور یہ پُروا اور یہ پچھوا
کے بُوَد از لطف و از انعام دور
مہربانی اور انعام سے دور کب ہو گی؟

یک کفِ گندم ز انبارے بہ بیں
ڈھیر میں سے ایک مُٹھی گیہوں دیکھ لے
فہم کن کاں جملہ باشد ہمچنیں
سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کُلِ باد از برجِ بادِ آسماں
آسمان کے ہوائی برج سے کُل ہوا
کے جہد بے مروحہ آں باد راں
اُس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقاد۳
گہانے کے وقت کھلیان پر
نے کہ فلاحاں ز حق جویند باد
کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد ز گندم کاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسا جُدا ہو جائے
تا بانبارے رود یا چاہہا
تاکہ (گیہوں) ڈھیر میں جائے یا کھتیوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے
جملہ را بینی بحق لابہ کناں
تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

۱ے عاد۔ قوم عاد کے لئے وہ آندھی تھی اور اُس نے ان کو ہلاک کیا حضرت ہودؑ کے لئے وہ خوشگوار تھی۔ سموم۔ لُو۔ خرم۔ مبارک۔ بادِ دم۔ سانس کی ہوا سے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو جو انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لئے اسکو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لئے زہر۔ اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اُس کو کسی کے لئے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لئے اُس کو قہر بنا دیتا ہے۔

۲ے مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اُس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ۔ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو لا محالہ کُل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہوگی اور اُس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

۳ے انتقاد یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں کاشتکاراں۔ کاہہا بھوسہ۔ چاہہا یعنی غلہ کی کھتیاں۔

ہمچنیں در طلقِ[1] آں بادِ ولاد
اسی طرح دردِزہ میں وہ پیدائش کی ہوا

گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد
اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

گر نمی دانند کش رانندہ اُوست
اگر لوگ نہیں جانتے (کہ کوئی اُس کا) چلانیوالا ہے

بادرا پس کردنِ زاری چہ خُوست
تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب؟

اہلِ کشتی ہمچناں جُویائے باد
اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں

جُملہ خواہانش ازاں ربّ العباد
اُس رب العباد سے اُس کے خواہاں ہیں

ہمچنیں بر دردِ دندانہا زباد
اسی طرح دانتوں کی چبھن میں دم کے ذریعہ

دفع میخواہی بسوز و اعتقاد
سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو مدافعت چاہتا ہے

از خدا لابہ کناں آں جُندیاں
خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں

کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں
کہ اے کارساز! کامیابی کی ہوا چلا دے

رُقعۂ تعویذ می خواہند نیز
نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں

در شکنجہ طلقِ زن از ہر عزیز
عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

پس[2] ہمہ دانستہ اند ایں را یقیں
تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں

کہ فرستد باد ربّ العالمیں
کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے

پس یقیں در عقل ہر دانندہ ہست
پس ہر جانکار کی عقل کو یقین ہے

اینکہ با جنبندہ جنبانندہ ہست
کہ چلنے والی (ہوا) کا کوئی چلانے والا ہے

گر تو اُو را می نہ بینی در نظر
اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے

فہم کُن آں را باظہارِ اثر
اثر کے ظاہر کرنے سے تو اُس کو سمجھ لے

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں
جسم، روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے

لیک از جنبیدنِ تن جاں بداں
لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

گفت[3] اُو گر ابلہم من در ادب
اُس نے کہا اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں

زیرکم اندر وفا و در طلب
تو جستجو اور وفاداری میں عقلمند ہوں

گفت ادب ایں بُود کہ خود دیدہ شد
اُس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا

آں دگر را خود ہمیدانی تو لُد
دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

---

[1] طلق - دردِزہ، ولادت کے وقت اللہ تعالےٰ رحمِ مادر کو ہوا سے پھیلا دیتا ہے تب بآسانی ولادت ہوتی ہے۔ گر نمی دانند۔ جبکہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اُس ہوا کا چلانے والا خدا ہے تو اُس کے سامنے گریہ وزاری کی جاتی ہے، ورنہ محض ہوا کے سامنے کون گریہ وزاری کرے۔ اہلِ کشتی۔ کشتی والے بھی بادِ موافق کے لئے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ دردِ دنداں۔ دانتوں میں درد کے وقت لوگ بزرگوں سے دم کراتے ہیں۔ جُندیاں۔ فوج کامیابی کی ہوا کی دعا کرتی ہے۔

[2] پس ہمہ۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یقیں۔ سب عقلمندوں کا یقین ہے کہ حرکت کرنے والے کے لئے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو۔ اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اُس کے حرکت دینے سے اُس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔ تن بجاں۔ انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اُس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔

[3] گفت اُو۔ عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو اُس سے درگذر کیجئے اور میری وفاداری اور جستجو کی قدر کرکے مجھے مقرب بنالیجئے۔ ادب ایں بود۔ محبوبہ نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہ تھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اُس کو بھی اِس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ لُد۔ اَلَدّ کی جمع ہے، جھگڑالو۔

خود ادب ایں بُود و آں دیگر دفیں ... زیں بتر باشد کہ دیدیمش یقیں

خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں) ... اِس سے بدتر ہوگی کیونکہ ہم نے یقین کیساتھ اُسکو دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ تراود بعد ازیں ... یک نمط خواہد بُدن جملہ چنیں

اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد ... سب اِسی طرح کا ہو گا

قصۂ صوفی کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اُس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اُس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسُوئے خانہ روز ... خانہ یک دَر بود و زن با کفش دوز

دن میں ایک صوفی گھر میں آیا ... گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کیساتھ تھی

جُفت گشتہ با حریفِ خویش زن ... اندراں یک حجرہ از وسواسِ تن

بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی ... اُس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجِدّ در چاشتگاہ[۱] ... ہر دو درماندند نے حیلت نہ راہ

جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے سختی سے دروازہ پیٹا ... دونوں عاجز ہو گئے، نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش نہ بُد کو آں زماں ... سُوئے خانہ باز گردد از دکاں

اُس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اُس وقت ... دُکان سے گھر کو لوٹ آئے

قاصداً[۲] آں روز بیوقت آں مروع ... از خیالے کرد با خانہ رجوع

اُس روز اُس خوفزدہ نے قصداً بے وقت ... کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتمادِ زن براں کو ہیچ بار ... ایں زماں تا خانہ نامد اُو ز کار

بیوی کو اِس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی ... اِس وقت کام سے (فارغ ہو کر) گھر نہیں آیا ہے

آں قیاسش راست نامد از قضا ... گرچہ ستار ست ہم بد ہد سزا

تقدیر سے اُس کا وہ قیاس درست نہ ہوا ... اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے سزا بھی دیدیتا ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش ... زانکہ تخم ست و برویاند خداش

جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو ... کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اُس کو اُگا دیتا ہے

چند گاہے[۳] اُو بپوشاند کہ تا ... آید آخر زاں پشیمانی حیا

بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ ... بالآخر اُس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر جبیل جمیل

حکایت

---

[۱] قفتہ تحرفی۔ اِس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود ڈھٹائی کا ثبوت دیا اِسی طرح صوفی کی اِس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ موچی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ وسواس تن۔ یعنی جسمانی شہوت۔ معہود۔ یعنی صوفی کا اُس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔

[۲] قاصداً۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع خوفزدہ یعنی اُس کو بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔ گرچہ۔ حضرتِ حق انسان کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رُسوا بھی کر دیتا ہے۔

[۳] چند گاہے۔ خدا کی ستاری اِس لئے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود بُرائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرتبہ پہلی مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

چوں عمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں
جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمرؓ نے

دادِ دزدے را بجلّادؔ و عواں
ایک چور کو جلّاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دُزد کاے میرِ دیار
وہ چور چیخا، کہ اے ملک کے حاکم!

اوّلیں بارست جُرمم زینہار
میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجئے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا
اُس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا

بارِ اوّل قہر راند در جزا
پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پئے اظہارِ فضل
وہ فضل کے اظہار کے لئے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے

باز گیرد از پئے اظہارِ عدل
پھر عدل ظاہر کرنے کیلئے گرفت کرتا ہے

تاکہؔ ایں ہر دو صفت ظاہر شود
تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں

آں مبشّر گردد ایں مُنذر شود
وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانیوالی بنجائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بُود
صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدی کی تھی

سَہل بگذشت آن و سَہلش می نمود
جو آسانی سے گذر گئی اور اُس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پای سُست
وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی

کہ سبو دائم ز جو ناید درست
کہ ٹھلیا نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانشؔ تنگ آورد آں قضا
اُس کو قضا نے ایسا تنگ کیا

کہ منافق را کُند مرگ فجا
جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

نے طریق و نے رفیق و نے اماں
نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ امان

دست کردہ آں فرشتہ سوی جاں
فرشتے نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حُجرہ خفا
جیساکہ عورت اُس خلوت کے حجرے میں

خُشک شُد او و حریفش ز ابتلا
وہ اور اُس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونیسے خشک ہو گئے

گفت صوفی با دلِ خود کاے دو گبر
صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو!

از شما کینہ کَشم لیکن بصبر
میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس
لیکن اِس وقت ناواقف بن جاؤں گا

تا نگردد مُطلع زیں حال کس
تاکہ اِس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں محِق
حقدار تم سے خفیہ بدلہ لے گا

اندک اندک ہمچو بیماریِ دِق
آہستہ آہستہ جیساکہ دق کی بیماری

---

۱ جلّاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار یعنی ملک۔ اوّلیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کردیجئے۔ بارہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ فضل کے اظہار کے لئے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہارِ عدل کے لئے گرفت کرتا ہے۔

۲ تاکہ۔ اللہ تعالےٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لئے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اُسکا عدل مجرم کو خوف دلانیوالا ہے۔ بارہا۔ بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کرچکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اُس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔

۳ آنچنانش۔ اُس بیوی کو قضاء خداوندی نے اسطرح لاچار کردیا جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اُسکو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃ، اچانک۔ نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کرنیکا بیان ہے۔ حجرہ خفا۔ وہی حجرہ جسمیں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم یعنی تم دونوں سے بدلہ لونگا لیکن صبر کے ساتھ لونگا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اِس فعل کو اَن دیکھا بناؤں گا تاکہ شور و شغب نہ ہو اور محلہ والوں کو اُس کا پتہ نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اُس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

مردِ دق باشد چو ثلجؔ ہر لحظہ کم — لیک پندارد بہر دم بہترم

مدقوق، برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے — لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں

ہمچو گفتارے کہ می گیرند شس اُو — غرّہ آں گفت کایں گفتار کُو

بجّو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں، وہ — وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجّو کہاں ہے؟

نیست در سوراخ گفتار اے عمو — گشتہ اُو مغرور تر زیں گفتگو

اے چچا! بھٹ میں بجّو نہیں ہے — وہ اس گفتگو سے (اور) زیادہ دھوکے میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند — اُو خوش و آسودہ کز من غافل اند

وہ یہ کہتے ہیں اور اُس کو پکڑ لیتے ہیں — وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ پنہاں خانہ آں زن را نبود — کنجؔ و دہلیز و رہِ بالا نبود

اُس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی — نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ درو پنہاں شود — نے جوالے کہ حجاب آں شود

نہ کوئی تنور کہ اُس میں چھپ جائے — نہ کوئی بورا کہ اُس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصۂ پہن روزِ رستخیز — نے گوے نے پشتہ نے جائے گریز

حشر کے دن میدان کی طرح سپاٹ — نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

گفت یزداں وصفِ آں جا حرجؔ — بہرِ محشر لَا تَرٰی فِیْھَا عِوَج

اُس تنگی کی جگہ کے لئے خدا نے فرمایا — محشر کے لئے "تو اُس میں کجی نہ دیکھے گا"

معشوقہ عاشق را زیر چادر پنہاں کردن جہت تلبیس و بہانہ

[illegible]

وَ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ

[illegible]

چادرِ خود را برو افگند زود — مرد را زن کرد و در را بر کشود

اُس نے جلدی سے اُس پر چادر ڈال دی — مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھول دیا

زیرِ چادر مرد رسوا و عیاں — سخت پیدا چوں شتر بر نردباں

چادر میں مرد رسوا اور کھلا ہوا — پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں — ہرگز ایں را من ندیدم کیست ایں

صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟ — میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

---

۱ ثلج - برف۔ آہستہ آہستہ پگھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ گفتارے - بجّو کے شکاری بجّو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجّو بھٹ میں نہیں ہے۔ بجّو اُنکی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ ہیچ - اُس گھر میں بیوی کے چھپنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔

۲ کنج - پہاڑ کی کھوہ۔ خانہ۔ رہ بالا - زینہ۔ جوال - بورا۔ گو - گڑھا۔ پشتہ یعنی دیوار۔ گریز - قرآن پاک میں ہے۔ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا۔ اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہدو میرا پروردگار انکو اڑا دیگا اور زمین کو ہموار میدان کر دیگا جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

۳ حرج - تنگی، گناہ۔ عوج - ٹیڑھ۔ چادر یعنی بیوی نے اُس موچی کو چادر اڑھا دی تاکہ صوفی اُسکو مرد کی بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھولکر اُسکو نکال دیا۔ زیر چادر - چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اسطرح اُسکا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو ان دیکھا بنا دیگا تو تعجب سے بیوی سے دریافت کیا کہ یہ کون عورت تھی۔

گفت خاتونیست از اعیانِ شہر
مَرُورا از مال و اقبال ست بہر
اُس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے
جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصّہ ہے

دَر بہ بستم تا کسے بیگانہ
در نیاید زود نادانانہ
میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر
نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آجائے

گفت صوفی چیستش ہیں خدمتے
تا بر آرم بے سپاس و منّتے
صوفی نے کہا ہاں اُس کا کام کیا ہے؟
تاکہ میں بغیر شکر گذاری اور احسان کے کردوں

گفت میلش خویشی و پیوستگی ست
نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست
اُس نے کہا اُس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہے
بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست
خوب و زیرک چابک و مکسب گئیت
اُس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے
خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را بہ بیند زیر دست
اتفاقاً دختر اندر مکتب ست
اُس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے
اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

باز گفت ار آرد باشد یا سبوس
می کنم اُو را بجان و دل عروس
پھر اُس نے کہا، وہ آٹا ہے یا بھوسی
میں اُس کو جان و دل سے دُلہن بنالونگی

گفت صوفی ما فقیر و زاد کم
قوم خاتون مالدار و محتشم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں، اور مال کم ہے
بی بی کی قوم مالدار اور باعزت ہے

کے بُوَد ایں کفوِ ایشاں در زِواج
یک دَرے از چوب و دیگر زِ عاج
یہ لڑکی، نکاح میں اُن کا جوڑ کہاں ہے؟
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو جفت اندر نکاح
ورنہ تنگ آید نماند ارتیاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیئے
ورنہ شرم آئے گی، آسودگی نہ ہوگی

کے بُوَد ہمرنگ فقر و احتشام
چوں شود ہمجنس یاقوت و رُخام
دولتمندی اور فقر ہمرنگ کب ہوتے ہیں؟
یاقوت اور سنگِ مرمر ہم جنس کہاں ہیں؟

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس
عیب باشد نزدِ اصحاب شناس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شُد ہم نفس
کے شود ہمراز عنقا با مگس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

۱؎ اعیانِ شہر۔ شہر کے بڑے لوگ۔ مرورا۔ یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ در ز۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آجائے اور اُسکی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔ گفت۔ صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اُس کا کام کر دوں۔

۲؎ میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لیکر آئی تھی۔ خواست۔ اُسکے آنیکا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔ باز گفت چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اسکو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی۔ صوفی نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ لکڑی کا اور ایک کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔

۳؎ ورنہ۔ اگر میاں، بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بُوَد۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقر اور دولت مندی کا جوڑ یا یاقوت اور سنگِ مرمر کا جوڑ۔ جامہ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک بُرا ہے۔ با کبوتر۔ کبوتر اور باز کا عنقا اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

گفتنِ زن کہ او در بندِ جہاز نیست مرادِ او ستر و صلاح است

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کی فکر میں نہیں ہے اُس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

و جواب گفتنِ صوفی آن سترِ پوشیده را

اور صوفی کا اُس پوشیدہ بات کا جواب دینا

گفت گفتم من چنیں عذرے و اُو | گفت نے من نیستم اسباب جُو

اُس (بیوی) نے کہا، میں نے اِس طرح کا عذر کیا اور اُس نے | کہا، نہیں، میں سامان کی جُستجو میں نہیں ہوں

ما ملولیم از قماش و زر و سیم | فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم

ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اُکتا گئے ہیں | ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ما ز مال و زر ملول و تخمہ ایم | ما بحرص و جمع نے چوں عامہ ایم

ہم مال اور سونے سے اُکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں | ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

قصدِ ما[2] سترست و پاکی و صلاح | در دو عالم خود بداں باشد فلاح

ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے | دونوں جہان میں اِسی سے نجات ہے

باز صوفی عذرِ درویشی بگفت | واں مکرر کرد تا نہ بُود نہفت

صوفی نے پھر اِفلاس کا عذر کیا | اور اُس کو دُہرایا، تاکہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مکرر کرده ام | بے جہازی را مقرر کرده ام

بیوی نے کہا میں بھی دُہرا چکی ہوں | بے سروسامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتقادِ اُوست راسخ تر ز کوه | کہ ز صد فقرش نمی آید شکوه

اُس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے | سَو اِفلاس سے بھی اُس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مُرادم عِفّت است | از شما مقصود صدق و ہمت است

وہ بھی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاکدامنی ہے | تم سے (میرا) مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت[3] صوفی خود جہاز و مالِ ما | دید و می بیند ہویدا بے خفا

صوفی نے کہا اُس نے ہمارا سامان اور مال | دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانۂ تنگے مقامِ یک تنے | کہ در و پنہاں نماند سوزنے

تنگ گھر، ایک شخص کی جگہ | کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

[1] گفتن زن۔ عورت نے کہا کہ وہ لوگ جہیز کے طالب نہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں۔ اور صوفی نے اُسکو طنزاً جواب دیا۔ ما ملولیم۔ بیوی نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آگئے ہیں ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی کافی ہے بلکہ ضرورت سے زیادہ ہے۔ ما ز مال۔ بیوی نے کہا وہ عورت یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔

[2] قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں انہی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی غربت خوب بیان کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر پکی ہوئی ہے۔ اور ہماری غربت سے نہیں گھبراتی ہے۔ او ہمی گوید۔ وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیشِ نظر رشتہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری سچائی اور دعاؤں کی وجہ سے کر رہے ہیں۔

[3] گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرزِ کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اُس کی خباثت سے باخبر ہو گیا ہے اب آخر گفتگو میں اُس نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کئے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہو گیا ہے۔ خانہ۔ یعنی اُس نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔

بازِ[1] ستر و پاکی و زہد و صلاح — اُو زما بہ داند اندر انتصاح
پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی — نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ زما می داند اُو احوالِ ستر — وز پس و پیش و سر و دُنبالِ ستر
پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے — اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خور ست — وز صلاح و سترِ اُو واقف ترست
بے سروسامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے — نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہر اُو بے جہاز و خادم ست — وز صلاح و سترِ اُو خود عالم ست
ظاہر ہے کہ وہ (لڑکی) بغیر جہیز اور خادم کے ہے — اور اُسکی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

شرحِ[2] مستوریٔ زبابا شرط نیست — چوں بر اُو پیدا چو روزِ روشن ست
(اُس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کیجانب سے ضروری نہیں ہے — چونکہ اُس (بی بی) پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا — لاف کم بافی چو رسوا شد خطا
یہ قصہ میں نے اِس لئے کہہ دیا ہے، تاکہ — جب غلط کاری رسوا ہوگئی ہو تو شیخی نہ بگھارے

مر ترا ہم اے بدعویٔ مستزاد — ایں بُد ست اجتہاد و اعتقاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی — یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودۂ — دامِ مکر اندر دغا بکشودۂ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے — تونے دغا بازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کہ ز ہر ناشستہ روئی گپ زنی — شرم داری وز خدای خویش نی
کہ ہر بُرائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے — تو شرم کرتا ہے اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیانِ[3] آنکہ غرض از البصیر و سمیع و علیم گفتن حق [illegible]

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر [illegible] سمیع [illegible] علیم [illegible]

از پئے آں گفت حق خود را البصیر — کہ بُوَد دیدِ وَیت ہر دم نذیر
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو بصیر اسی لئے فرمایا ہے — تاکہ اُس کا تجھے دیکھنا ہر وقت نذیر رہے

از پئے آں گفت حق خود را سمیع — تا بہ بندی لب ز گفتارِ شنیع
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو سُننے والا اسلئے فرمایا ہے — تاکہ تو بُری گفتگو سے ہونٹ بند کرے

نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اسکی بصارت سے کوئی چیز نہیں چُھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسمار کی بحث شروع کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسمار صفاتی جن صفات کے بنے ہیں وہ صفت حضرتِ حق تعالیٰ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ سمیع - اللہ کا نام سمیع ہو وہ سب کچھ سُنتا ہے تو اسکا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بُری بات نہ نکالے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو سُنتا ہے۔

[1] باز۔ اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اُسکو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔ مجاز۔ جہاد اُسکو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے۔ بے جہازی۔ ہماری بے سروسامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہوچکی ہے ظاہر لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادم کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہوگئی ہوگی۔
[2] شرحِ مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اُس سے وہ خود واقف ہوچکی ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح اُس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت باغ والی معشوقہ نے عاشق کو یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اسلئے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مر ترا۔ اُس معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اُسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کیطرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال بچھا رہا ہے اور ہر عیب کا اپنے آپ کو بری ظاہر کررہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے۔
[3] بیان۔ چونکہ عاشق نے معشوقہ کو تنہا قرار دیا اور اسکا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اُسکے احاطۂ علمی سے کوئی واقعہ باہر

از پئے آں گفت حق خود را علیم | **تا نیندیشی فسادے تو زبیم**
اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لئے فرمایا | تاکہ ڈر کر تو کوئی بُری بات نہ سوچے

نیست اینہا بر خدا اسمِ علم۱ | **کہ سیہ کافور دارد نام ہم**
یہ نام خدا کی (محض) شناخت کے لئے نہیں ہیں | کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

اسمِ مشتق ست زاوصافِ قدیم | **نے مثالِ علتِ اُولیٰ سقیم**
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں | (اللہ تعالیٰ) علتِ اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ۲ **تسخر باشد و طنز و دہا** | **کر را سامع ضریراں را ضیا**
ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہو گا | بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا علم باشد حیی نامِ وقیح | **یا سیاہ و زشت را نامِ صبیح**
یا کسی بے شرم کا نام، حیادار ہو | یا کالے اور بدصورت کا نام حسین (ہو)

طفلکِ نوزادہ را حاجی لقب | **یا لقب غازی نہی بہر نسب**
نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب | یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھدے (مناسب ہے)

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح | **چوں ندارد آں صفت نبود صحیح**
(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان کریں | جبکہ اُس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں | **پاک حق عما یقول الظالمون**
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہو گا | اللہ (تعالیٰ) اُس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال | **کہ نکو روئی و لیکن بد خصال**
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی | کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بدعادت ہے

من۳ **ہمی دانستمت پیش از لقا** | **کز ستیزہ راسخی اندر شقا**
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی | کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشمم سرخ باشد در عمش | **دانمش زاں درد گر کم بینمش**
جب آنکھیں دکھنے میں میری آنکھیں سرخ ہوں | میں اُسکو اُس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اُسکو نہیں دیکھتی ہوں

بے حیا۔ صبیح حسین۔ طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لئے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اُس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہوگا ــــــ ۳ من ہمی۔ معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا میں ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو بد شقی ہے۔ چونکہ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اُس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے، آنکھیں دکھنے میں جب سرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سرخ ہیں۔

۱ اسمِ علم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مسمّٰی کی شناخت کیلئے رکھ دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اُس مسمّٰی میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے جیسے حبش کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اُس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔ اسمِ مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اُس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں اُن صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفتِ سمع سے بنا ہے اور اُس میں قوتِ سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفتِ علم سے بنا ہے اللہ تعالیٰ صفتِ علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ فلاسفہ حضرت حق سبحانہٗ کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اُس سے صرف معلولِ اوّل کا ثبوت بطریق وجوب مانتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرتِ حق علتِ اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اُس سے صرف معلولِ اوّل کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیلِ وجوب بلکہ تمام اشیاء کا صرف وہی خالق ہے اور اپنی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اُسکی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔

۲ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اُس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تمسخر ہوگا۔ بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو ضیاء کہنا مذاق ہے۔ حیی حیادار۔ وقیح۔

تو مرا[۱] چوں برہ دیدی بے شُباں — تو گماں بُردی ندارم پاسباں
تو مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا — تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از درد زاں نالیدہ اَند — کہ نظر نا جائگہ مالیدہ اَند
عاشق درد میں اِسی وجہ سے روتے ہیں — کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

بے شُباں دانستہ اند آں ظبی را — رائگاں دانستہ اند آں سبی را
اُنھوں نے اُس ہرنی کو بے محافظ سمجھا — اُنھوں نے اُس قیدی کو مفت جانا

تا ز غیرت تیر آمد بر جگر — کہ منم حارس گزافہ کم نگر
یہاں تک کہ غیرتِ (خداوندی) سے جگر پر تیر لگا — کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از برہ کم از بز غالہ ام — کہ نباشد حارسے از دُنبالہ ام
میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں — کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہوگا

حارسے[۲] دارم کہ مُلکش می سزد — داند آں بادے کہ بر من می وزد
میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت عزادار ہے — وہ اُس ہوا کو (بھی) جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سرد بُود آں، باد یا گرم آں علیم — نیست غافل نیست غائب اے سقیم
وہ جانتا ہے، کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم — اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نفسِ شہوانی ندارد نورِ جاں — من بدل کوریت می دیدم عیاں
شہوت والا نفس رُوح کا نور نہیں رکھتا ہے — میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی

نفسِ شہوانی ز حق کر ست و کور — من بدل کوریت می دیدم ز دُور
شہوت والا نفس اللہ (تعالےٰ) سے بہرا اور اندھا ہے — میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ لیا تھا

ہشت[۳] سالت زاں نپرسیدم بہیچ — کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ
اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا — کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور پیچ پیچ سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پُرسم زانکہ اُو باشد تنوں — کہ تو چُونی چوں بُود اُو سر نگوں
جو بھٹی میں ہو اُس کے بارے میں کیا پوچھوں — کہ تو کیسا ہے؟ جبکہ وہ اوندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقویٰ حمّام و توانگراں سرگیں کشانند
اِس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقویٰ حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

کاہل کچیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیا دار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور متقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔

[۱] تو مرا۔ معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا کہ تُو نے مجھے بے رکھوالا۔۔۔۔ بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا۔ کہ نظر۔ نظر بازوں کا رونا دھونا اُنکے گناہ کی سزا ہے۔ ظبی۔ یعنی معشوقہ۔ سبی۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرتِ خداوندی۔ حارس۔ نگہبان۔ برہ۔ بکری کا بچہ۔ بز غالہ۔ پہاڑی بکری۔
[۲] حارسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم و خبیر ہے وہ اُس ہوا کو بھی جان لیتا ہے جو میرے اوپر سے گذرتی ہے۔ نفسِ شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔
[۳] ہشت۔ تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہوا اُس کے احوال معلوم کرنا بے وقوفی ہے۔ تون۔ بھٹی کا دُھندلکا۔ مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لئے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے حمام کے خدمتگار اُس بھٹی میں گوبر وغیرہ لاکر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست — کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست
دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے — جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیکؔ[1] قسمِ متقی زیں تُوں صفاست — زانکہ در گرمابہ است و در نقاست
لیکن اس بھٹی سے متقی کا حصہ، صفائی ہے — کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

اغنیا ماننده سرگیں کشاں — بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں
مالداروں کو، اُپلے لانے والوں کی طرح — حمام کو گرمانے کے لئے، سمجھ

اندر ایشاں حرص بنہادہ خدا — تا بُوَد گرمابہ گرم و بانوا
اللہ (تعالیٰ) نے اُن میں حرص رکھدی ہے — تاکہ حمام گرم اور بارونق ہو

ترکِ ایں تُوں گیر و در گرمابہ راں — ترکِ تُوں را عینِ آں گرمابہ داں
اس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا — بھٹی کو چھوڑنا، بعینہٖ حمام سمجھ

ہر کہؔ[2] در تون ست اُو چوں خادم ست — مر وُرا کہ صابر ست و حازم ست
جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے — اُس شخص کے لئے جو صابر اور محتاط ہے

ہر کہ در حمام شد سیمائے اُو — ہست پیدا بر رُخِ زیبائے اُو
جو شخص حمام میں چلا گیا، اُس کی علامت — اُس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

تونیاں را نیز سیما آشکار — از لباس و از دُخان و از غبار
بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے — کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ور نہ بینی رُوش بُویش را بگیر — بُو عصا آمد برائے ہر ضریر
اگر تو اُس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اُسکی بو لے — بُو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گر نداریؔ[3] بُو در آرش در سخن — از حدیثِ نو بداں رازِ کہن
اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا، اُس سے بات کرا — نئی بات سے پُرانا راز سمجھ لے

پس بگوید تونیِ صاحب ذہب — بست سلہ چرک بُردم تا بشب
سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے — میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے (گھر) لے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں — باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں
دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے — ہر شعلہ نے سو منہ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست — گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست
عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے — اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

---

۱ لیک۔ متقی اس دنیا کے حمام سے پاک و صاف بنکر نکلتا ہے۔ گرمابہ۔ حمام۔ اندر ایشاں۔ دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی۔ ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رُخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔

۲ ہر کہ۔ دنیاداروں نے اہلِ تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے فارغ کردیا ہے ورنہ اُن کو خود مصروف ہونا پڑتا تو گویا دنیادار متقیوں کے خدمت گذار اور خادم ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ تونیاں۔ دنیاداروں کے احوال اُن کی علامتوں سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ ور نہ۔ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیاداروں کے چہرے سے اُن کے احوال پڑھ لو۔ بُویش۔ یعنی اُنکی عادتوں سے اُن کے احوال سمجھ لو۔ بُو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

۳ گر نداری بُو۔ اگر تم اُن کی عادتوں سے اُنکے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو اُنکی گفتگو سے اُنکے احوال سمجھ لو۔ پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرص تو۔ حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اُپلوں سے۔ پیشِ عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی آتشِ حرص کو اسیطرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا

ہے اور اس کا حرص گو فروغ دنیا داروں کی آتش کا سبب ہے

آفتابے کہ دم از آتش زند — **چرکِ تر را لائقِ آتش کند**

سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے — تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب[۱] آں سنگ را ہم کرد زر — **تا بتونِ حرص افتد صد شرر**

سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے — تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام — **چیست یعنی چرک چندیں بردہ ام**

جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے — کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ رسوائی فزاست — **درمیانِ تونیاں زیں فخر ہاست**

یہ بات اگرچہ رسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے — بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلّہ کشیدی تا بشب — **من کشیدم بست سلّہ بے کرب**

کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کئے — میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[۲] در توں زاد و پاکی را ندید — **بوئے مشک آرد بر و رنجے پدید**

جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اس نے پاکی نہیں دیکھی — مشک کی خوشبو اس میں مرض پیدا کر دے گی

گر بتوں انباز خواہی بود تو — **زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو**

اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا — اس نقصان کی بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کریگا

قصہ[۳] آں دبّاغ کہ در بازارِ عطّاراں از بوئے عطر بیہوش شد

اس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دبّاغ در بازار شد — **تا خرد آنچہ ورا درکار بد**

ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا — تاکہ جو اسے درکار تھا وہ خریدے

چونکہ در بازارِ عطّاراں رسید — **ناگہاں افتاد بیہوش و خمید**

جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا — اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا

بوئے عطرش زد ز عطّارانِ راد — **تا بگردیدش سر و بر جا فتاد**

سخی عطاروں کی طرف سے اسکو عطر کی خوشبو لگی — یہاں تک کہ اس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مردار اوفتاد و بے خبر — **نیم روز اندر میانِ رہگذر**

مُردے کی طرح گر گیا اور بیہوش — دوپہر میں سڑک کے درمیان

---

[۱] آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہے۔ سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیا دار یہ کہ رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اس نے دراصل آتشِ حرص کے لئے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے۔ وہ فخریہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کئے ہیں، یہی دنیا داروں کی حالت ہے۔

[۲] آنکہ جس شخص کا نشوونما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کیلئے گوبر کی بدبو خوش کن ہوگی اگر تم اس کو مشک سونگھاؤ گے تو اس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ گر بتوں۔ اگر تم بھی اس کے اس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے، دنیا داروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان دنیا داروں کی ہے۔

[۳] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جیسی صحبت ہوتی ہے اسی طرح کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ دبّاغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطّار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم، سخی، عقلمند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

جمع آمد خلق بر وَے آں زماں
اُسوقت لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے

جملگاں لاحول خواں درماں[1] کُناں
سب لاحول پڑھتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ اُو می براند
ایک اُس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا

وز گلاب آں دیگرے بر وَے فشاند
دوسرا اُس پر گلاب چھڑکتا تھا

اُو نمی دانست کاندر مَرتعہ
وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں

از گلاب آمد وُرا آں واقعہ
یہ حادثہ اُس کو گلاب سے پیش آیا ہے

آں یکے دستش ہمی مالید و سَر
ایک اُس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا

واں دگر کہگل ہمی آورد تر
دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں بخور و عُود و شکر زد بہم
ایک دھونی اور اگر اور شکر ملاتا تھا

واں دِگر از پوششش می کرد کم
دوسرا اُس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد
دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے

واں دِگر بُو از دہانش می شمُد
دوسرا اُس کے مُنہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں[2] دگر نبضش گرفتہ از خرد
دوسرا عقلمندی سے اُس کی نبض پکڑے ہوئے

منتظر تا نبضِ اُو چوں می جہد
منتظر تھا کہ اُس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خورد ست یا بنگ و حشیش
تاکہ (معلوم کرے) اُس نے شراب پی ہے یا بھنگ حشیش

خلق درماندند اندر بیہشیش
لوگ اُس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آ گئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب
تو اُنھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی

کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب
کہ فلانہ اُس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مَصروع گشت
کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے

یا چہ شُد کُو را فتاد از بام طشت
یا کیا ہوا ہے، کہ اُس کا راز فاش ہو گیا ہے

یک برادر داشت آں دبّاغ زفت
اُس چمڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا

گربز و دانا بیامد زود تفت
چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سرگرمی سے آیا

اندکے سرگینِ[3] سگ در آستیں
تھوڑا سا کُتّے کا پاخانہ آستین میں

خلق را بشگافت و آمد با حنیں
لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمیدانم ز چیست
بولا میں اُس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟

چوں سبب دانی دوا کردن جلی ست
جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

[1] درماں۔ علاج۔ مَرتعہ۔ چراگاہ، یہاں عطّاروں کا بازار مُراد ہے۔ واقعہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گِل سے مرکّب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اُس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی... سونگھانے سے بیہوش کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ بخور۔ دھونی۔ پوششش۔ کپڑے کم کر دینے سے فرحت کے سبب بیہوش ہوش میں آجاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ مُنہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔

[2] واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بیہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس، بھنگ۔ خویشاں۔ یعنی دباغ کے رشتہ دار۔ مصروع۔ مرگی کا بیہوش، بے ہوش۔

[3] سرگینِ سگ۔ کُتّے کا پاخانہ۔ حنیں۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست — داروی رنج و در وصد محمل ست
جب سبب معلوم نہو، مشکل ہے — مرض کی دوا اور اس میں سَو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب آسہل شد — دانشِ اسباب دفعِ جہل شد
جب تونے سب جان لیا، آسان ہو گیا — اسباب کا جاننا، ناواقفیت کا دفعیہ ہوگیا

گفت[1] با خود ہستش اندر مغز و رگ — توئے بر تو بوئے آں سرگینِ سگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے — کتے کے پاخانے کی بو۔ تہ بہ تہ

تا میاں اندر حدث او تا بشب — غرقِ دباغی ست او روزی طلب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک — چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا

با حدث کردست عادت سال و ماہ — بوئے عطرش لاجرم سازد تباہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے — اس کو عطر کی خوشبو لامحالہ تباہ کردے گی

پس چنیں گفت ست جالینوس مہ — آنچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
تو اسی لئے جالینوسِ اعظم نے کہا ہے — جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز[2] خلافِ عادت ست آں رنجِ او — پس دوائے رنجش از معتاد جو
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے — تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیزوں کر

چوں جُعل گشت ست از سرگیں کشی — از گلاب آید جُعل را بیہشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبرونڈے کی طرح ہو گیا ہے — تو گبرونڈے کو گلاب سے بے ہوشی ہوگی

ہم ازاں سرگینِ سگ داروی او ست — کہ بداں او را ہمی معتاد و خو ست
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے — کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے

اَلْخَبِیْثٰتُ اَلْخَبِیْثِیْنَ[3] را بخواں — رو و پشتِ ایں سخن را باز داں
اَلْخَبِیْثٰت اور اَلْخَبِیْثِیْن کو پڑھ — اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحاں او را بعنبر یا گلاب — می دوا سازند بہرِ فتحِ باب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا — علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لئے

---

[1] گفت۔ اس دباغ کے بھائی نے سوچا کہ دراصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ باحدث جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کرے گی۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

[2] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثے سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دینے سے زائل ہو جائیگا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جُعل۔ گبرونڈا گبرونڈے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بیہوش ہو جائے گا۔۔۔۔ داروی اوست۔ گبرونڈے کا علاج گوبر سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

[3] اَلْخَبِیْثٰت۔ قرآن میں ہے۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ مولانا نے اَلْخَبِیْثٰت سے بری عادتیں اور اَلطَّیِّبٰت سے پاکیزہ اخلاق مراد لئے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھی باتیں سناتے ہیں جو اُن کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا اُن کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

مُرِ خبیثاں را نسازد طیبات[1]
بھلی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں
درخور و لائق نباشد اے ثقات
اے معتمدو! یہ باتیں انکے مناسب اور لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں زعطرِ وحی کژ گشتند و گم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور مبہوت ہوگئے
بد فغاں شاں کہ تطیرنا بکم
اُن کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیماریست ما را ایں مقال
ہمارے لئے یہ گفتگو، مرض اور بیماری ہے
نیست نیکو وعظِ تاں ما را الفال
تمہارا وعظ ہمارے لئے اچھی فال نہیں ہے

گر بیاغازید نصحے آشکار
اگر تم نے علی الاعلان نصیحت شروع کی
ما کنیم آں دم شما را سنگسار
تب ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے

ما بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم[2]
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں
در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ ما دروغ و لاف و لاغ
ہمارا غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے
شورشِ معدہ ست ما را زیں بلاغ
ہمیں اس تبلیغ سے متلی ہوتی ہے

رنج را صد تو و افزوں می کنند
مرض سو گنا اور زیادہ کرتے ہیں
عقل را دارو بافیوں می کنند
عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گندِ کفر و شرکِ ایشاں بے حد ست
اُن کے شرک اور کفر کی گندگی بے حد ہے
ہیں کہ دباغ اوفتادہ بیخود ست
خبردار، وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردن برادرِ دباغ، دباغ را بخفیہ بوئے سرگیں

کتے کے پاخانہ کی بُو سے پوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا

خلق را می راند از وے آں جواں[3]
اُس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا
تا علاجش را نبینند آں کساں
تاکہ وہ لوگ اُس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش برد ہمچوں راز گو
اُسنے راز کہنے والے کی طرح سر اسکے کان کے قریب کیا
پس نہاد آں چیز بر بینیِ او
پھر اُس نے وہی چیز اس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگینِ سگ سائیدہ بود
اسلئے کہ اُس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ ملا تھا
داروی مغزِ پلید آں دیدہ بود
ناپاک دماغ کا علاج اُس کو سمجھا تھا

چونکہ بوئے آں حدث را وا کشید
جب اُس نے اس ناپاکی کی بُو سونگھی
مغزِ تشویش بوئے ناخوش را سزید
اُس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

---

[1] مُرِ خبیثاں۔ بھلی نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ چوں جبکہ وحی کا عطر اُنکے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ اُس سے گھبراتے ہیں اور اُنکو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گر بیاغازید۔ انبیاء کو دھمکیاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔

[2] ما۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔ رنج۔ ان کفار پر افسوس ہے یہ اپنے مرض میں اضافہ کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں ان کفار کی حالت کو چھوڑو دباغ بیہوش پڑا ہے اسکے قصہ کی تکمیل کرو۔

[3] خلق را۔ دباغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اُسکے معالجہ سے واقف نہ ہو سکے۔ سر بگوشش۔ اُسنے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اُس کی ناک پر کتے کا پاخانہ مل دیا۔

ساعتے[1] شد مُردہ جُنبیدن گرفت — خلق گفتند ایں فسونے بُد شگفت

تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کر دی — لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید — مُردہ بود افسوں بفریادش رسید

کہ اُس نے منتر پڑھا اور اُس کے کان میں پھونکا — وہ مُردہ تھا، منتر اُس کی مدد کو آگیا

جُنبشِ اہلِ فساد آں سُو بُوَد — کہ زنا و غمزہ و ابرو بُوَد

مُفسدوں کی حرکت اُس جانب کو ہوتی ہے — جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا مُشک نصیحت سُود نیست — لاجرم با بُوئے بد خُو کرد نیست

جس کو نصیحت کے مُشک سے فائدہ نہیں ہے — لامحالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاں[2] را زاں نجس خواندست حق — کاندرونِ پُشک زادند از سبق

اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے — کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوگئے ہیں

کِرم کو زادست از سرگیں ابد — می نگرداند بعنبر خُوئے خود

وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی — اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بر وے نثارِ رشِّ نور — او ہمہ جسم است بے دل چوں قشور

کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے — وہ چھلکوں کی طرح مجسّم جسم ہے نہ کہ دل

ور زِ رشِّ نورِ حق قسمیش داد — ہمچو رسمِ[3] مصر سرگیں مُرغ زاد

اگر اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا — تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مُرغِ خسیس خانگی — بلکہ مُرغِ دانش و فرزانگی

لیکن گھریلو کمینہ مُرغ نہیں — بلکہ عقل و دانش کا مُرغ

تو بداں مانی کزاں نُور تہی — زانکہ بینی بر پلیدی می نہی

تو بھی اُس (دبّاغ) کیطرح ہو کہ اُس نور سے خالی ہے — کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

از فراقت زرد شد رُخسار و رُو — برگِ زردی میوۂ ناپختہ تو

فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہوگیا ہے — تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

---

[1] ساعتے۔ جب اُس دبّاغ نے بدبو سونگھی تو اُسکو ہوش آنا شروع ہوگیا لوگ حیران ہوگئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اُس کو ہوش آنے لگا۔ جُنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصّے سناؤ تو اُن کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اُس نے بُری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[2] مُشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ مشرک نجس ہیں چونکہ اُن لوگوں کی نشوونما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لئے قرآن نے اُن کو نجس کہا ہے۔ کِرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اُس کا مزاج نہ بدلے گا۔ چوں۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْہِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ فَقَدِ اھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاہُ فَقَدْ غَوٰی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر اُن پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا۔

[3] رسمِ مصر۔ مصری لوگ انڈے کو گوبر میں دبا کر اُس سے بچّہ نکال لیتے تھے یہ اُن کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ لیک۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ الاصل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ معشوق نے عاشق سے کہا تو بھی اُس دبّاغ کی طرح ہے اسی لئے گندے اخلاق کا عادی ہے۔ از فراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔

دیگ ز آتش شد سیاہ و دُود فام[1]
دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہوگئی
گوشت از سختی چنیں ماندست خام
گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق
میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا
کم نشد یک ذرّہ خامیت از نفاق
نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم ہوئی

خامی و ہرگز نخواہی پُخت تو
تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا
گر ہزاراں بار جوشی اے عتو
اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورۂ تو سنگ بستہ از سقام
بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھرا گیا ہے
غورہا اکنوں مویز اند و تو خام
خوشے منقیٰ بن گئے اور تو کچا ہے

عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را بتلبیس و روپوش و فہم کردنِ معشوق آں را نیز[2]

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوقہ کا اس کو بھی سمجھ جانا

گفت عاشق امتحاں کردم مگیر
عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا
تا ببینم تو حریفی یا ستیر
تاکہ سمجھ لوں کہ تو یارِ مجلس ہے یا پردہ نشین

من[3] ہمی دانستمت بے امتحاں
میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا
لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں
لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

آفتابی نامِ تو مشہور و فاش
تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے
چہ زیانست ار بکردم ابتلاش
کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں
تو میں ہوں، میں اپنا امتحان
می کنم ہر روز در سُود و زیاں
نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیا را امتحاں کردہ عُدات
دشمنوں نے انبیاء کا امتحان لیا ہے
تا شدہ ظاہر از ایشاں مُعجزات
حتیٰ کہ اُن سے معجزے ظاہر ہوئے

امتحانِ چشمِ خود کردم بہ نور
میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا
ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دُور
اے وہ (محبوبہ)! کہ تیری آنکھوں سے چشمِ بد دُور رہے

بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔

[1] دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھویں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کچا رہا۔ ہشت۔ میں نے تجھے آٹھ سال تک فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی تبدیلی نہ پیدا ہوئی۔ خامی۔ اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے جوش دیا جائے گا پھر بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ مویز۔ انگور پختہ ہو جانے کے بعد منقیٰ بنتا ہے۔

[2] عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہہ شروع کر دی۔ گفت عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار۔ ستیر۔ مستور، پردہ نشین۔

[3] من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا تھا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ تیری نیکی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے، آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیاء۔ دشمنوں نے انبیاء کو آزمایا اور اُن سے معجزے طلب کئے تو ان کی نبوت اور پختہ ہوگئی۔ تو منی۔ تجھ اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا امتحان ہے اس میں تیرے

این[1] جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے
گر تفحص کردم از گنجت مرنج
اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کر لی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف
میں نے اس لئے ایسی لغو بے عقلی کی
تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کر سکوں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے
چشم از ایں دیدہ گواہی ہا دہد
آنکھ، اس چشم دید کی گواہیاں دے

گر[2] شدم در راہ حرمت راہزن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں
آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آ گیا ہوں

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر
جز بدست خود مبرم پا و سر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹ
کہ ازیں دستم نہ از دست دگر
کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں، نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے
ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن آباد ایں دم راہ شد
بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا
گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
(لیکن) بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بے وقت ہو گیا ہے

پوستہا[3] گفتیم و مغز آمد دفیں
ہم نے چھلکے بیان کر دیئے اور مغز چھپا رہ گیا
گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں
اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائیگا

گر خطائے آمد از ما در وجود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے
چشم می داریم در عفو اے ودود
اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ
چوں ز فعل خویش گشتم شرمسار
جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

رد کردن معشوق عذر عاشق را و تلبیس او را
معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کر دینا

در جوابش بر گشاد آں ماہ لب
اُس کے جواب میں اُس چاند نے لب کشائی کی
کہ سوئے ما روز و سوئے تست شب
کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

[1] ایں جہاں۔ اس عالم خراب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ زاں۔ یہ میری بیہودگی اس لئے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کر سکوں۔ تا زبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

[2] گر شدم۔ اگر میں نے آپکی آبرو ریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں دوسرے کے ہاتھ کا مملوک نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لئے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔ در سخن۔ یعنی میں اپنے اور عذر بھی بیان کر سکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔

[3] پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں، لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اُس کو معاف کر دے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کر دے۔ کہ سوئے۔ یعنی بجائے میرے ساتھ

اور تیری جانب ۔

حیلہ[۱] ہائے تیرہ اندر داوری — پیشِ بینایاں چرا می آوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر — عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز — پیشِ ما رسوا و پیدا ہمچو روز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے — ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بپوشیمش ز بندہ پروری — تو چرا بے رُوئی از حد می بری
اگر ہم انکو بندہ پروری کی وجہ سے چھپاتے ہیں — تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

از پدر آموز کآدمؑ در گناہ — خوش فرود آمد بسُوئے پائگاہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ (حضرت) آدم گناہ کے بارے میں — خوشی سے جوتوں کی جگہ اُتر آئے

چوں[۲] بدید آں عالم الاسرار را — بر دو پا استاد استغفار را
جب اُنھوں نے اُس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا — تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سرِ خاکسترِ اندُہ نشست — وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے — اور بہانہ کیلئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و بس — چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس
بس اُنھوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا — جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جانداراں پنہاں ہمچو جاں — دُور باشِ ہر یکے تا آسماں
اُنھوں نے رُوح کیطرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا — ہر ایک کا دوشاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ ہلا[۳] پیشِ سلیمانؑ مُور باش — تا نہ بشگافد ترا ایں دُور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا — تاکہ تجھے یہ دوشاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جُز مقامِ راستی یکدم مایست — ہیچ لالا مَرد را چوں چشم نیست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر — انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کور اگر از پند پالودہ شود — ہر دمے اُو باز آلودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک صاف بنجائے — وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر — لیک اِذَا جَاءَ الْقَضَا عَمِیَ الْبَصَر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو — لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہوجاتی ہو

عُمرہا باید بنا در گاہ گاہ — تا کہ بینا از قضا اُفتد بچاہ
عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہی (اور) کبھی کبھی — کہ آنکھوں والا قضا سے کنوئیں میں گرے

---

[۱] حیلہ۔ عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ گر۔ اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ از پدر۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدمؑ سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔

[۲] چوں۔ حضرت آدمؑ سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کی بجائے فوراً معافی کے لئے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔ وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانے سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔ جانداراں یعنی ملائکہ۔ دور باش۔ دوشاخہ نیزہ جو چاووش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔

[۳] کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا۔ غلام۔ چوں چشم۔ جو نگاہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لئے آمادہ کر دے۔ کور یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اُس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدمؑ کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاء خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمرہا۔ چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

ل کور را خود ایں قضا ہمراہِ اوست — کہ مر او را اوفتادن طبعِ خوست
اندھے کی یہ قضا خود اُس کے ساتھ ہے — کیونکہ گرنا اُس کا مزاج اور عادت ہے

در حدث اُفتد نداند بُوی چیست — از من ست ایں بُوی یا ز آلودگیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے — یہ بدبُو مجھ میں سے ہے یا سننے کی وجہ سے ہے

ور کسے بر وے کند مُشکے نثار — ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار
اگر کوئی اُس پر مُشک چھڑکے — وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

۲ پس دو چشمِ روشن اے صاحب نظر — بہتر از صد مادر ست و صد پدر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں — سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ چشمِ دل کہ آں ہفتاد توست — ویں دو چشمِ حس خوشہ چینِ اوست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستّر تہیں ہیں — اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اُسکی خوشہ چین ہیں

اے دریغا رہزناں بنشستہ اند — صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں — جنھوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہیں لگا دی ہیں

پای بستہ چوں رود خوش راہوار — بس گراں بندیست ایں معذور دار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟ — معذور رکھو! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دِلا — کایں سخن دُرست و غیرت آسیا
اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے — کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکّی ہے

۳ دُر اگرچہ خُرد و اشکستہ شود — توتیای دیدۂ خستہ شود
موتی، خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو — بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُر از اشکستِ خود بر سر مزن — کز شکستن روشنی خواہی شدن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ — اس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست — حق کند آخر دُرستش کو غنی ست
اسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے — بالآخر اللہ (تعالیٰ) اُسکو درست کر دیگا وہ بے نیاز ہے

ل کور۔ اگر چشمِ بصیرت نہیں ہے تو پھر اُس کا اندھا پن ہر وقت اُس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ در حدث۔ پھر اُس کی یہ حالت ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اِس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی۔ ور کسے۔ اندھے پر مُشک بچھا ور کرو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

۲ پس۔ خدا کسی کو آنکھیں عطا فرما دے تو وہ اُس کی تربیت کرنے میں سینکڑوں ماں باپ سے بھی بہتر ہیں ہر خطر اور بُرائی سے اُس کو بچا سکتی ہیں۔ خاصہ۔ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہو گئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اُس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اسرار کے بیان کے لئے بہت سے موانع پیش آ گئے ہیں۔ پائے بستہ۔ تیز رَو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیئے جائیں تو اُس کی خوش رفتاری ختم ہو جاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت اُن کے لئے بمنزلہ چکّی کے ہے، غیرتِ خداوندی اُن کو پیس ڈالتی ہے۔

۳ دُر۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اُس کا سُرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے اِسی طرح اسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہو سکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر۔ موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابلِ افسوس نہیں ہے کیونکہ بہرحال وہ مُفید رہتے ہیں۔ ہمچنیں۔ مجھے ٹوٹے ہوئے اسرار و حکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا اُن کو صحیح حالت میں کر دے گا۔

[۱]گندم ار بشکست و زہم در شکست — بر دکاں آمد کہ نک نانِ درست

گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہوگیا — دکان پر آیا کہ یہ اب نرم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جرمت گشت فاش — آب و روغن ترک کن اشکستہ باش

اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہوگئی — چکنی چپڑی (بات) چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند — نفخۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند

جو (حضرت) آدمؑ کی مخصوص اولاد ہیں — وہ "بیشک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عرضہ کن حجت مجو — ہمچو ابلیسِ لعینِ سخت رو

اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر — ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

سخت روئی گر ورا شد عیب پوش — در ستیز و سخت روئی تو بکوش

اگر ڈھٹائی اس کی عیب پوش بنی ہے — تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

[۲]آں بوجہل از پیمبر معجزے — خواست ہمچوں کینہ ور ترکِ غزے

اس ابوجہل نے پیغمبرؐ سے معجزہ — کینہ ور، ترکِ غزؔ کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بوجہلِ لعیں — معجزات از مصطفیٰ شاہِ مہیں

ملعون ابوجہل نے جھگڑے سے چاہے — معجزے شاہِ اعظم مصطفیٰؐ سے

معجزہ جست از نبیؐ بوجہل سگ — دید و نفزودش ازاں اِلّا بہ شک

ابوجہل کتے نے نبیؐ سے معجزہ طلب کیا — اُسنے دیکھا اور اُسنے انہیں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

لیک آں صدیق خود معجز نخواست — گفت ایں رو خود نہ گوید جز کہ راست

لیکن صدیقؓ نے کوئی معجزہ نہ مانگا — اُسنے کہا، یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

[۳]کے رسد ہمچوں توئی را کز منی — امتحاں ہمچو من یارے کنی

تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟ — کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را کہ اگر اعتماد بر حفظ اللہ

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ

داری از سرِ ایں کوشک خود را بیند از و جوابِ آں حضرت علی رضی اللہ عنہ او را

ہے تو اس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اُس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اس یہودی کی بات کا منشا بھی یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ کو آزمائیں تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

لہ گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آجاتا ہے۔ توہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی خطا پر اِنَّا ظَلَمْنَا کہنا شروع کر دیا تھا یہی بنی آدم کے لئے بھی مناسب ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔ اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنتا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اس کا ہوا ہے۔

۲ے آں بوجہل۔ ابوجہل نے آنحضورؐ سے معجزہ طلب کیا تھا اس پر آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ غز۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ دید۔ ابوجہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔

۳ے کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عنود[1] — کو ز تعظیمِ خدا آگہ نبود
ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰؓ سے کہا — جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بلند — حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند
بالا خانہ اور بہت بلند قلعہ پر — اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے او حفیظ ست و غنی — ہستیٔ ما را ز طفلی و منی
فرمایا، ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے — بچپن اور نطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں در افگن تو ز بام — اعتمادے کن بحفظِ حق تمام
اس نے کہا، ہاں اپنے آپ کو بالاخانہ سے گرا دیجئے — اللہ (تعالیٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو — و اعتقادِ خوب با برہانِ تو
تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے — اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس امیرش[2] گفت خامش کن برو — تا نگردد جانت زیں جرأت گرو
تو امیرؓ نے اس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا — تاکہ تیری جان اس جرأت سے پھنس جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا — آزمایش پیش آرد ز ابتلا
بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی — امتحان کے ذریعہ آزمایش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول — امتحانِ حق کند اے گیج گول
بندہ کی کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے — اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

آں[3] خدا را می رسد کو امتحاں — پیش آرد ہر دمے با بندگاں
یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے — ہر وقت بندوں کو

تا بما ما را نماید آشکار — کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کرکے دکھائے — کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدمؑ گفت حق را کہ ترا — امتحاں کردم دریں جرم و خطا
حضرت آدمؑ نے کبھی اللہ (تعالیٰ) سے کہا کہ تیرا — اس غلطی اور خطا میں میں نے امتحان لیا ہے

تا ببینم[4] غایتِ حلمت شہا — وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا
اے شاہ! تاکہ میں تیری بردباری کی انتہا دیکھوں — ہاں، یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ سر — ہست عذرت از گناہِ تو بتر
چونکہ تیری عقل گستاخ ہے — تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

---

[1] عنود۔ سرکش۔ بر سرِ بامے۔ یعنی حضرت علیؓ سے کہا کہ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمہاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ بچپنی یعنی نطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گراؤ تاکہ مجھے بھی اس کا یقین آجائے کہ تمہیں اپنے اعتقاد پر بھروسہ ہے۔

[2] پس۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کوڑ مغز۔ گول۔ احمق۔

[3] آں خدا را۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھادے کہ تمہارا عقیدہ در اصل کیا ہے حضرت آدمؑ نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے حلم کو آزمانے کیلئے غلطی کی ہے۔

[4] تا ببینم۔ حضرت آدمؑ نے غلطی کرکے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اس لئے کی ہے کہ تیری بردباری کو آزماؤں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔

آنکہ[1] اُو افراشت سقفِ آسماں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے

تو چہ دانی کردن اُورا امتحاں
تو اُس کا امتحان لینا کیا جانے!

اے ندانستہ تو شرّ و خیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے

امتحاں خود را کُن آنگہ غیر را
(پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

امتحانِ خود چو کردی اے فلاں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا

فارغ آئی ز امتحانِ دیگراں
تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہو جائیگا

چوں[2] بدانستی کہ شکّر دانۂ
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے

پس بدانی کاہلِ شکر خانۂ
تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے

پس بداں بے امتحانے کہ آلہ
پس جان لے کہ امتحان لئے بغیر، خدا

شکرے نفرستدت ناجایگاہ
بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحاں از علم شاہ
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے جبکہ تو اللہ کے علم میں

چوں سری نفرستدت در پایگاہ
سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ[3] عاقل افگند دُرِّ ثمیں
کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے

در میانِ مُستراحِ پُر چمیں
نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں؟

زانکہ گندم را حکیمے آگہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو

ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کبھی بھُوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا و رہبر ست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے

گر مُریدے امتحاں کرد اُو خر ست
اگر مُرید اس کو آزمائے تو وہ (مُرید) گدھا ہے

امتحانش گر کُنی در راہِ دیں
اگر تو دین کے راستہ میں اُس کا امتحان کریگا

ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جرأت و جہلت شود عریان و فاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائیگی

اُو برہنہ کے شود زیں افتتاش
وہ اِس تفتیش سے ننگا کب ہوگا!

گر بیاید ذرہ سنجد کوہ را
اگر ذرہ، پہاڑ کو تولے

بر دَرَد زاں کہ ترازوش اے فتیٰ
اے نوجوان! اُس پہاڑ سے اُسکی ترازو ٹوٹ جائیگی

کز قیاسے خود ترازو می تند
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے

مردِ حق را در ترازو می کُند
اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

---

[1] آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے ندانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اُس کو اپنا امتحان لینا چاہیے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود اپنا امتحان لے گا تو اُس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

[2] چوں بدانستی۔ جب تو جان لیگا کہ تو جنّت کے قابل ہے تو سمجھ جائیگا کہ تو جنتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی باعزت کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔

[3] ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقلمند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیجے گا۔ مُستراح۔ بیت الخلاء۔ زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بڑی بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لیگا تو مُرید خود ذلیل ہو جائیگا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مُرید شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے۔ کز قیاسے۔ مُرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اِس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائیگی۔

چوں نگنجد اُو بمیزانِ خرد
جبکہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے

پس ترازوئے خرد را بَر دَرَد
تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

امتحاں[1] ہمچوں تصرّف داں درو
امتحان لینا، اُس میں تصرّف کرنے کی طرح سمجھ

رَو تصرّف بر چناں شاہے مجو
جا، ایسے شاہ پر تصرّف نہ کر

چہ تصرّف کرد خواہد نقشہا
نقوش، کیا تصرّف کر سکیں گے

بر چُناں نقّاشِ بہرِ ابتلا
ایسے نقّاش پر آزمانے کے لئے

امتحانے گر بدانست و بدید
اگر (ان نقوش نے) امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے

نے کہ ہم نقّاش آں بر وے کشید
کیا نقّاش ہی نے اُن کو اُس پہ نقش نہیں کیا ہے؟

چہ[2] قدر باشد خود ایں صورت کہ بست
یہ صورت جو اُس نے قائم کی ہے خود کیسی ہوگی

پیشِ صورتہا کہ در علمِ وَیست
ان صورتوں کے بالمقابل جو اُسکے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت
جبکہ اِس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا

بختِ بد داں کامد و گردن زدت
تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اُس نے تیری گردن مار دی ہے

چوں چنیں وسواس دیدی زود زود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد

با خدا گرد و در آ اندر سجود
خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کُن از اشکِ رَواں
سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دے

کہ خدایا وارہانم زیں گماں
کہ اے خدا مجھے اِس گمان سے نجات دیدے

آں[3] زماں کت امتحاں مطلوب شد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا

مسجدِ دینِ تو پُر خرّوب شد
تیرے دین کی مسجد خرّوب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں
خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں

باز گرد و رُو بحق آر آں زماں
پلٹ جا، اور فوراً اللہ (تعالےٰ) کیطرف رُخ کرلے

تا نگہ دارد تُرا آں ممتحن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے

از گمان و امتحانِ انس و جن
انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق حُسام الدّیں بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین آ جا

قصّۂ داؤدؑ بر گو و بنا
(حضرت) داؤدؑ اور تعمیر کا قصہ سُنا

[1] اِمتحان۔ شیخ کا اِمتحان لینا گویا شیخ پر تصرّف کرنا ہے، شیخ نے ہی اِس کو کشف و تصرّف سکھایا ہے اور اُس میں قوتِ تصرّف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں نقوش، نقّاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔ اِمتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اُس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔

[2] چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مُرید کی تباہی کا سبب ہے۔ چوں چنیں۔ جب مُرید کے دل میں اِس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مُرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالےٰ سے اپنی اس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیئے۔

[3] آں زماں۔ جب مُرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اُس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہوگئے ہیں۔ خرّوب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اُگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔ اے ضیاء الحق۔ چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خرّوب گھاس اُگ آئی ہے تو اب مولانا کا ذہن مسجدِ اقصیٰ کی طرف منتقل ہوگیا جس میں خرّوب گھاس اُگ آئی تھی۔ بنا۔ یعنی حضرت داؤدؑ کا مسجدِ اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصّہ۔

قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خروب رستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السلام

مسجدِ اقصیٰ اور خروب اُگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شدنِ آں

سے پہلے اُس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اُس کا رُک جانا

چوںؑ در آمد عزمِ داؤدی بہ تنگ — کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ
جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا — کہ مسجدِ اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی کردش حق کہ ترکِ ایں بخواں — کہ ز دستت بر نیاید ایں مکاں
اللہ نے اُن کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ — کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہوگا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں — مسجدِ اقصیٰ بر آری اے گزیں
ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس — مسجدِ اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت جرمم چیست اے دانائے راز — کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز
انھوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری خطا کیا ہے؟ — کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

گفت بے جرمے تو خونہا کردہ — خونِ مظلوماں بگردن بُردہ
فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کئے ہیں — مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار — جاں بداوند و شدند آنرا شکار
کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے — جان دیدی اور وہ اُس کے شکار بنگئے

خوں بسے رفت ست بر آوازِ تو — بر صدائے خوب جاں پردازِ تو
تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں — تیری حسین جان کو مشغول کر نیوالی آواز کی وجہ سے

گفت مغلوبِ تو بودم مستِ تو — دستِ من بر بستہ بود از دستِ تو
انھوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب تھا تیرا مست تھا — میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بود — نے کہ المغلوب کالمعدوم بود
کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابلِ رحم ہوتا ہے؟ — کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کی طرح ہوتا ہے؟

گفت اے مغلوب معدومیت کو — جز بہ نسبت نیست معدوم اَنصِتُوا
(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟ — معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

اینچنیں معدوم کو از خویش رفت — بہترین ہستہا افتاد و زفت
ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو — وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

لہ چوں۔ حضرت سلیمانؑ سے پہلے حضرت داؤدؑ نے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ وحی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر سے روکدیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اس کو تعمیر نہ کر سکو گے۔

لہ۲ گفت۔ حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔ بے جرمے۔ حضرت داؤدؑ جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔

لہ۳ گفت مغلوب۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشقِ خداوندی میں مغلوب ہوتا ہوں اور دستِ قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں نے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابلِ رحم اور فانی ہوتا ہے اُس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تم بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ اَنصِتُوا۔ یہ سُن لے۔ اینچنیں۔ جو اس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔

اُو بہ نسبت با صفاتِ حق فناست[1] — در حقیقت در فنا اُو را بقاست

اُس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا حاصل ہے — حقیقتاً فنا میں اُس کی بقا ہے

جملہ اَرواح در تدبیرِ اُوست — جملہ اَشباح ہم در تیرِ اُوست

تمام روحیں اُس کے انتظام میں ہیں — تمام اجسام بھی اُس کی قدرت میں ہیں

آنکہ اُو مغلوب اندر لطفِ ماست — نیست مُضطر بلکہ مختارِ ولاست

جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے — وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے با اختیار ہے

مُنتہای اختیار آنست خود[2] — کاختیارش گردد اینجا مُفتقد

خود اختیار کا اخیر یہ ہے — کہ اُس کا اختیار اُس جگہ گم ہو جائے

اختیارش گر نبودے چاشنی — کے بگشتے آخر اُو محو از منی

اگر اُس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا — تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا؟

در جہاں گر لُقمہ و گر شربت است — لذّتِ اُو فرعِ محوِ لذّت است

دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے — اُس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذات بے تاثیر شُد — لذّتے بُود اُو و لذّت گیر شُد

اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہو گیا ہے — وہ (بھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اُسنے حاصل کیا

ہر کہ اُو مغلوب شُد مرحوم گشت[3] — در بحارِ رحمتش معدوم گشت

جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا — وہ اُسکی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چُناں معدوم کز اہلِ وجود — ہیچ بر وے چیر بد اندر گاہِ جُود

ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے — کوئی سخاوت کے وقت اُس پر غالب آسکے

بلکہ والی گشت موجودات را — بے گمان و بے نفاق و بے ریا

بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے — بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں — بے زمان و بے چنین و بے چناں

بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے — بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے اشکال و بے سوال و بے جواب — دم مزن واللہُ اعلم بالصواب

بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے — دم نہ مار، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

بے مثال۔ اب نہ اُسکی کوئی مثال ہے نہ اُس کا مکان ہے اور نہ نشان وہ لازمانی ہے اور کم و کیف سے بھی جدا ہے۔ اِس معاملہ میں نہ کوئی اِشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرلے۔

---

[1] اُو۔ اُس نے اپنے آپکو اللہ کی صفات میں فنا کردیا ہے تو اُس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔ جملہ۔ اب اِس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اُس کے زیرِ تصرف ہیں اور تمام اجسام اُس کے زیرِ نگیں ہیں۔ اَشباح۔ یعنی اجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہوگیا وہ مُضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے با اختیار ہے۔ وِلا۔ دوستی۔

[2] مُنتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اِختیارش۔ اُس کو اگر اِس اختیار میں لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا۔ منی۔ خودی۔ در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اِس پر ہی مبنی ہیں کہ اُس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیاوی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترکِ لذات اسکے لئے لذت بن جاتی ہے۔

[3] ہر کہ اُو۔ جو صفاتِ باری سے مغلوب ہوگیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہوکر رحمتوں کا مستحق ہوگیا ہے۔ نے چناں معدوم۔ لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اُس پر غالب آسکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمراں بنجاتا ہے۔

شرح اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ وَالْعُلَمَاءُ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ خَاصَّةً[1]

اِس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علماء ایک جان کی طرح ہیں

اتّحادِ داؤد و سلیمان و سائرِ انبیاء علیہم السّلام کہ اگر یکے

خصوصاً حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ اور بقیہ انبیاء کا اتّحاد اُن پر سلام ہو کہ اگر تو انہیں سے ایک کا منکر ہو

ازیشاں را مُنکر شوی ایمانِ تو بہیچ نبی درست نباشد و

تو تیرا کسی نبی پر ایمان دُرست نہ ہوگا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتّحاد ست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویران کنی

ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویران شود و یک دیوار قائم نماند کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ

ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہیگی کیونکہ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں

مِّنْ رُّسُلِهٖ وَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ و ایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں" عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداؤدؑ از خدا
تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا

کاے گزیں پیغمبرِ نیکو لقا
کہ اے منتخب پیغمبر، نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں خبر[2]
اِس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر

رہ مدہ در خود ملال و غم مخور
رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ بر ناید بجہد و زورِ تو
اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی

لیک مسجد را بر آرد پورِ تو
لیکن تیرا لڑکا اُس کو بنائے گا

گرچہ بر ناید بجہدت ایں مقام
اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی

لیک پورِ تو کند آں را تمام
لیکن تیرا لڑکا اُس کو مکمل کرے گا

کردۂ اُو کردۂ تُست اے حکیم
اے دانا! اُس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے

مومناں را اتّصالے داں قدیم
مومنوں کا باہمی قدیم اتّحاد سمجھ

مومناں معدود لیک ایماں یکے
مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے

جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے
اُنکے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیرِ فہم[3] و جاں کہ در گاو و خر ست
عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اُسکے علاوہ

آدمی را عقل و جانِ دیگر ست
انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

[1] اِنَّمَا۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشہور مقولہ ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ یعنی علماء ایک جان ہیں، یہ اُخوۃ اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں، اِسی بنا پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیاء کا کفر ہے۔

[2] زیں خبر۔ یعنی اس خبر سے کہ تم مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر نہ کر سکو گے۔ پور حضرت سلیمانؑ۔ مومناں۔ یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن اُن میں وحدتِ ایمانی ہے۔ جاں یکے۔ روحِ انسانی جو ایک لطیفۂ ربانی ہے اور روحِ حیوانی کے علاوہ ہے۔

[3] غیرِ فہم۔ حیوانات میں صرف روحِ حیوانی ہے جو اطباء کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اِسی لئے مولانا نے اُس کو روحِ باد کہا ہے۔

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی ——— ہست جانے در ولی و در نبیؐ[1]

پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ ——— ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی ندارد اتحاد ——— تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد

حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے ——— تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں ناں نگردد سیر آں ——— ور کشد بار ایں نگردد آں گراں

اگر یہ روٹی کھائے اُس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا ——— اگر یہ بوجھ اُٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ اُو ——— از حسد میرد چو بیند برگِ اُو

بلکہ یہ اُس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے ——— اگر اُس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہر یک جداست ——— متحد جانہائے شیرانِ خداست

بھیڑیوں اور کتّوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے ——— خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

جمع گفتم[2] جانہاشاں من باہم ——— کاں یکے جاں صد بود نسبت بجسم

میں نے اُن کی جانوں کیلئے اسم جمع (کا لفظ) بولا ——— کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سو بن جاتی ہے

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما ——— صد بود نسبت بصحنِ خانہا

جیسا کہ آسمان کے سورج کا ایک نور ——— گھروں کے صحن کے اعتبار سے سو بن جاتا ہے

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں ——— چونکہ بر گیری تو دیوار از میاں

لیکن اُن سب کا نور ایک بن جاتا ہے ——— جبکہ تو درمیان سے دیوار اُٹھا دے

چوں نماند جانہا را قاعدہ ——— مؤمناں باشند نفسِ واحدہ

جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی ——— مومن ایک جان بن جائیں گے

فرق و اشکالات آید زیں مقال ——— زانکہ نبود مثل[3] باشد ایں مثال

اس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں ——— کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

فرقہا بیحد بود از شخص شیر ——— تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر

شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں ——— بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر ——— اتحاد از روی جانبازی نگر

لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت ——— بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

کہہ سکتے ہیں۔ فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔

[1] در نبی۔ انبیاء اور اولیا کی روحِ انسانی ایک قوی تر لطیفۂ ربانی ہے۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روحِ حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے اُن میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اُس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ۔ ایک روحِ حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا یعنی اولیاء اور انبیاء۔

[2] جمع گفتم۔ ہم نے انبیاءؑ اور اولیاء کی روح کے لئے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اُس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ جیسے سورج کی دھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اُس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال یعنی روحِ انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہو جائیں گے۔

[3] مثل۔ مثل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثلِ شئ وہ کہلاتی ہے جو اُس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا ہر صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اُس کو اِس شئ کی مثال

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بُود — نیست مثلِ شیر در جملہ حُدود [1]
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے — تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

مُتحد نقشے ندارد ایں سرا — تا کہ مثلے وا نمایم مر ترا
یہ دنیا، کوئی چیز (روح کیساتھ) مُتحد نہیں رکھتی ہو — تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مثالِ ناقصے دست آورم — تا ز حیرانی خرد را وا خرم
نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں — تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند — تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں — تاکہ اسکی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کریں

آں چراغ ایں تن بُود نورش چو جاں — نیست محتاجِ فتیل و ایں و آں
وہ چراغ یہ جسم ہے، اس کی روشنی جان کیطرح ہو — جو بتی اور اِس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

واں فتیلہ پنج دارد از حواس — جُملگی بر خواب و خور دارد اساس
وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے — ان سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے خور و بے خواب نزید نیم دم [2] — با خور و با خواب نزید نیز ہم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا — کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا — با فتیل و روغن اُو ہم بیوفا
اس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہو — بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علتی اش مرگ جوست — چوں زید کہ روزِ روشن مرگِ اوست
کیونکہ اس کی بیمار روشنی موت کی متقضی ہے — کیسے جیے کیونکہ روشن دن اسکی موت ہے

جُملہ حسہائے بشر ہم بے بقاست [3] — زانکہ پیشِ نورِ روزِ حشر لاست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں — کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حس و جانِ ناپایانِ ما — نیست کُلی فانی و لا چوں گیا
ہمارے فانی حس اور جان کا نور — گھاس کی طرح بالکلیۃ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانندِ ستارہ و ماہتاب — جُملہ محو اند از شعاعِ آفتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح — سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

اسی طرح روح انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اس کا بھی بقا نہ رہیگا۔ لا یعنی معدوم۔ چوں گیا۔ اس روح انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روح انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

[1] نیست مثل۔ بہادر شیر کی شل نہیں ہے شال ہے۔ متحد۔ اس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی شل ہو تاکہ اس کے ذریعہ روح کو سمجھایا جاسکے۔ ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کی شل نہیں ہے جس کے ذریعہ اس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ۔ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اس کی روشنی جیسا سمجھو، روشنی جب ہوسکے گی جبکہ چراغ میں بتی ہو تیل ہو اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس یعنی حواس خمسہ۔ اساس۔ بنیاد یعنی حواس خمسہ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہوتے رہیں۔

[2] بے خور۔ حواس کا بقا حوائج ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہوجاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کردیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روحِ حیوانی اور حواس معدوم ہوجاتے ہیں ان کیلئے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لئے دن کا نکلنا۔

[3] جملہ حسہائے۔ جس طرح روحِ حیوانی کا بقا نہیں ہے

آنچنانکہ[1] سُوز و دردِ زخمِ کیک — محو گردد چوں درآید مار الیک

جیسا کہ پِسّو کے زخم کی سوزش اور درد — محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب جائے

آنچنانکہ عُور اندر آب جست — تا در آب از زخمِ زنبوراں برست

جیسا کہ ننگا پانی میں گھس جائے — تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات پالے

میکُنند زنبور بَر بالا طواف — چوں برآرد سَر ندارندش معاف

شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں — وہ جب سر اُبھارتا ہے اُس کو معاف نہیں کرتی ہیں

آب[2] ذکرِ حق و زنبور ایں زماں — ہست یادِ ایں فلان و آں فلاں

اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اِس وقت — اِس فلاں اور اُس فلاں کی یاد ہے

دَم بخور در آبِ ذکر و صبر کُن — تا رہی از فکر و وسواسِ کُہن

ذکرِ (حق) کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر — تاکہ تو فکر اور پُرانے خیالات سے نجات پالے

بعد ازاں تو طبعِ آں آبِ صفا — خود بگیری جُملگی سَر تا بپا

اُس کے بعد اُس صاف پانی کی طبیعت — سَر سے پاؤں تک تو خود اختیار کرلے گا

آنچناں کز آب آں زنبورِ شَر — میگریزد از تو ہم گیرد حذر

جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے — بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش — کہ بسر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش

اِسکے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا۔ — کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہے

بس[3] کسانے کز جہاں بگذشتہ اند — لا نیند و در صفات آغشتہ اند

بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں — معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہیں

در صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں — ہمچو اختر پیشِ آں خورِ بے نشاں

اُن سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں — ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں — خواں جَمِیعٌ هُمْ لَدَيْنَا مُحْضَرُون

اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے — پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کیے ہوئے ہیں

مُحْضَرُوں معدوم نبوَد نیک بیں — تا بقائے روحہا دانی یقیں

اچھی طرح سمجھ لے "حاضر کیے ہوئے" معدوم نہیں ہوتے — تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

---

[1] آنچنانکہ۔ روحِ انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ پِسّو کے کاٹنے کا درد سانپ کے حملہ کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ عُور۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روحِ انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔ میکنند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگایا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔

[2] آب۔ اب مولانا ارشادی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور اُن سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اُسکی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دُور کرنے لگتی ہے اور اُس کو حبسِ دم اور ذکرِ خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کہ بسر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔

[3] بس کسانے۔ جس طرح روحِ انسانی بالکل فانی نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فنائے محض نہیں ہے بلکہ اُن کیلئے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفاتِ باری میں مستغرق ہیں۔ در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جسطرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ بس ایک ہی زور کی آواز ہوگی تو یکدم سے سب لوگ ہمارے حضور میں حاضر

رُوحِ محجُوبؔ[1] از بقایش دَر عذاب
اُس کی بقا سے رُکی ہوئی روح عذاب میں ہے
رُوحِ واصل دَر بقا پاک از حجاب
جو روح بقا (باللہ) میں واصل (بحق) ہے وہ پردے سے پاک ہے

زیں چراغ حسؔ حیواں اَلمُراد
خلاصہ یہ ہے کہ اِس حیوانی حِس کے چراغ سے
گفتمت ہاں تا نجوئی اِتحاد
میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

رُوحِ خود را متّصل کُن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کر دے
زود با اَرواحِ قدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

صَد چراغت ار مُرند ار بیستند
تیرے سو چراغ خواہ وہ مریں یا قائم رہیں
بس جدا ایند و یگانہ نیستند
(آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زانؔ[2] ہمہ جنگند ایں اصحابِ ما
اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں
جنگ کس نشنید اندر انبیا
کسی نے انبیاء میں لڑائی (کی بات) نہیں سُنی ہے

زانکہ نورِ انبیا خورشید بُود
کیونکہ انبیا کا نور سورج (سے) تھا
نورِ حسؔ ما چراغ و شمع و دُود
ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دُھواں،

یک بمیرد یک بماند تا بروز
ایک بجھ جاتا ہے، ایک دن تک رہتا ہے
یک بُود پژمُردہ دیگر با فروز
ایک ٹمٹماتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِ[3] حیوانی بُود حیؔ از غذے
حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے
ہم بمیرد اُو بہر نیک و بدے
وہ اچھائی اور برائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد ایں چراغ و طے شود
اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپیٹ جائے
خانہ ہمسایہ مُظلم کے شود
پڑوسی کا گھر تاریک کب ہوگا؟

نورِ آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست
جب اس گھر کی روشنی اسکے بغیر بھی قائم ہے
پس چراغِ حسؔ ہر خانہ جُداست
تو حس کا چراغ ہر گھر کا جُدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بُود
یہ رُوحِ حیوانی کی مثال ہے
نے مثالِ جانِ ربانیؔ بُود
نہ کہ ربانی روح کی مثال

باز از ہندوی شب چوں ماہ زاد
پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا
در سَرِ ہر روزنے نورے فتاد
ہر سوراخ پر روشنی پڑی

---

[1] روحِ محجُوب۔ روحِ حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہوگی۔ جو روحِ انسانی بقا باللہ حاصل کریگی اُس کو رویتِ باری حاصل ہوگی۔ زیں چراغ حس۔ روحِ حیوانی سے اِتصال اور اتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ روحِ خود۔ اپنی رُوح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کر لو تو دیدارِ رب حاصل ہوگا۔ صد چراغت۔ اَرواحِ حیوانی سے قطع نظر کرو ان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے۔

[2] زاں۔ چونکہ عوام روحِ انسانی سے محروم ہیں اُن میں صرف روحِ حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لئے باہمی مختلف اور جنگ و جدل میں رہتے ہیں انبیاء کی روح، روحِ انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیاء کی روحیں خورشیدِ وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نورِ حسِ ما۔ روحِ حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اِس لئے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔

[3] جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اُس کے لئے فنا ہے۔ گر بمیرد۔ روحِ حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر پر اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جدا گانہ ہیں۔ ایں۔ یعنی چراغ کی مثال۔ باز۔ روحِ انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو ان سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر — کہ نماند نورِ ایں بے آں دگر
اُن سَو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ — کیونکہ اس کا نور اُس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بُوَد[1] خورشیدِ تاباں بر اُفق — ہست در ہر خانہ نورِ اُو قنق
جب تک سورج افق پر روشن ہے — ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز چوں خورشیدِ جاں آفل شود — نورِ جملہ جانہا زایل شود
پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے — تمام جانوں کا نور زایل ہو جاتا ہے

ایں مثالِ نور آمد مثل نے — مر ترا ہادی عدو را رہزنے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے — تیرے لئے ہادی ہے، دشمن کیلئے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خو — پردہائے گندہ را بر بافد اُو
وہ بدخو، مکڑی کی طرح — گندے پردے بنتا ہے

از لعابِ[2] خویش پردہ نور کرد — دیدۂ ادراکِ خود را کور کرد
اپنے لعاب سے اُس نے نور پر پردہ ڈالدیا — اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنایا

گردنِ اسپ ار بگیرد بر خورد — ور بگیرد پایش بستاند لگد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑ لیگا فائدہ اٹھائیگا — اور اگر اُس کے پاؤں پکڑیگا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ توسن[3] بے لگام — عقل و دیں را پیشوا کن والسلام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ — عقل اور دین کو پیشرو بنالے والسلام

اندریں آہنگ منگر سست و پست — کاندریں رہ صبر و شقِّ انفس ست
اِس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ — کیونکہ اِس راستہ میں صبر کرنا جانوں کیلئے شاق ہے

باز گرد و قصۂ مسجد بگو — با سلیمانِ نبیِّ نیک خو
واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ — نیک خصلت سلیمان نبی کے ساتھ (جو ہوا)

بقیہ قصۂ بنائے مسجدِ اقصیٰ از دستِ سلیمان علیہ السّلام

حضرت سلیمان علیہ السّلام کے ہاتھ سے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سلیمانؑ کرد آغازِ بنا — پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
جب (حضرت) سلیمانؑ نے تعمیر ابتدا کی — جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

اور معترضانہ نگاہ ڈالوگے تو تباہی ہوگی۔ ۳؎ اسپِ توسن۔ سرکش گھوڑا یعنی نفس۔ آہنگ۔ راہِ حق، راہِ سلوک کو آسان اور حقیر نہ سمجھ اِس راستہ میں بہت صبر و استقلال کی ضرورت ہے جو نفس پر بہت شاق و گراں ہے۔ بنا۔ یعنی مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر ہوئی۔ وہ مقام پاک ہے جہاں حاجی رمیٔ جمار کرتے ہیں۔

۱؎ تا بُوَد۔ روحِ انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لئے شیخ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مُرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ باز۔ جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹالیتا ہے تو مُریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔ ایں مثال۔ میں نے ذاتِ مقدس اور اُس کے نور کی مثال سورج اور اسکی روشنی سے دی ہے یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل اُس کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لئے یہ مثال ہدایت کا کام کریگی اور دشمن یعنی فلسفی کے لئے جو اسرارِ معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اُس کو مزید گمراہ کردے گی۔ عنکبوت۔ فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کرلیتی ہے۔ ۲؎ از لعاب۔ مکڑی اپنے لعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے اسیطرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے ادراک کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔ گردنِ اسپ۔ گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اٹھائیگا اور اگر اسکے پاؤں پکڑنے کی کوشش کریگا تو لات کھائے گا یہی مثال کلامِ حق اور اسرارِ معرفت کی ہے کہ اسپر صحیح طریقہ سے غور کروگے تو فائدہ اٹھاؤگے

در بنالش دیده می شد کرّ و فر — نے فسرده چوں بناہائے دگر

اُس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی — دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

در بنا ہر سنگ کز کُہ می شکست — فاش سیروابی[۱] ہمی گفت از نخست

تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا — وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

ہمچو از آب و گلِ آدمؑ کده — نور زاں کُہ پارہا تاباں شده

آدمؑ کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح — پہاڑ کے اُن ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ[۲] بے حمّال آینده شده — واں در و دیوار ہا زنده شده

پتھر اُٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے — وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت — نیست چوں دیوار ہا بیجان و زشت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں — (اور) دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست — زنده باشد خانه چوں شاہنشہی ست

جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں — چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

ہم درخت[۳] و میوه ہم آبِ زلال — با بہشتی در حدیث و در مقال

درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی — بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہونگے

زانکه جنت را نه زآلت بسته اند — بلکه از اعمال و نیت بسته اند

کیونکہ جنت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے — بلکہ تیرے بے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا ز آب و گلِ مرده بُدست — آں بنا از طاعتِ زنده شدست

یہ عمارت مُردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے — وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں با اصلِ خویش ماند پُر خلل — واں با اصلِ خود کہ علمست و عمل

یہ اپنی اصل کی طرح پُر خلل ہے — وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب — با بہشتی در سوال و در جواب

تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی — بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہونگے

فرش بے فرّاش پیچیده شده — خانه بے کنّاس روبیده شده

فرش بغیر فرّاش کے لپٹا ہوا ہوگا — گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہوگا

---

۱ سیروابی۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جاکر تعمیر میں لگا دو۔ نتیجہ۔ جس طرح آدمؑ کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُر نور تھا اسی طرح اس مسجدِ اقصیٰ کے پتھر پانی اور مٹی پُر نور تھے۔

۲ سنگ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لئے آنے لگے اور اُس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہو گئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہوگی قرآن پاک میں ہے.... اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ۔ بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے۔ چوں۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اُس میں زندگی ہے تو جنت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہوگی۔

۳ ہم درخت۔ جنت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہوگی اور وہ جنتیوں سے گفتگو کرے گی۔ زآلت۔ جنت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہوگی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مُردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مُردہ ہوتے ہیں۔ جنت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہوگی تو اُس میں زندگی ہوگی۔ ہم سریر۔ جنت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے۔ فرش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود بچھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرے گا۔

تختِ[۱] اُو سیّار بے حمّال شُد | حلقۂ در مطرب و قوّال شُد
اُس کا تخت بغیر کسی اٹھانے والے کے چلنے والا ہو گیا | حلقہ اور در، مُطرب اور قوّال ہو گیا

خانۂ دل بیں زغم ژولیدہ شُد | بے کناس از توبہ روبیدہ شُد
دل کے گھر کو دیکھ جو گناہ کے غم سے اُلجھا ہے | بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دار الخلود | در زبانم چوں نمی آید چہ سُود
دل میں جنّت کی زندگی ہے | جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام | زاہتماماتِ سلیمانؑ والسّلام
جب مسجدِ اقصیٰ مکمّل ہو گئی | (حضرت) سلیمانؑ کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں[۲] سلیمانؑ در شُدے ہر بامداد | مسجد اندر بہرِ ارشادِ عباد
جب (حضرت) سلیمانؑ ہر صبح کو آتے | مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

پند دادے گہ بگفت و لحن و ساز | گہ بفعل اعنی رکوعِ پُر نیاز
کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے | کبھی فعل یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذّاب تر | کہ رسد در جانِ ہر باگوش و کر
عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے | کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

واندراں[۳] وہمِ امیری کم بُود | در حشم تاثیرِ آں محکم بُود
اور اُس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے | ماتحتوں میں اُس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ و خطبۂ وے در بیان آنکہ ناصح
حضرت عثمانؓ کی خلافت کی ابتدا کا قصہ اور اُن کا خطبہ اس بیان میں کہ عامل اپنے

فعّال بفعل بہ از ناصح قوّال بقول
عمل سے نصیحت کرنے والا، زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنے والے سے بہتر ہے

قصۂ عثمانؓ کہ بر منبر بر رفت | چوں خلافت یافت بشتابید تفت
(حضرت) عثمانؓ کا قصہ کہ منبر پر پہنچے | جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بُدست | رفت بوبکرؓ و دُوُم پایہ نشست
سردارؐ کا منبر جو تین درجوں کا تھا | ابوبکرؓ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سُوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش | از برائے حُرمتِ اسلام و کیش
(حضرت) عمرؓ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر | اسلام اور مذہب کی حُرمت کے لئے (بیٹھے)

---

۱ تخت۔ جنّت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنّتی کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مُطرب اور قوّال کا کام کرنے لگیں گے۔ خانۂ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنّتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ در زبانم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔

۲ چوں سلیمانؑ۔ مسجدِ اقصیٰ کے مکمّل ہو جانے پر حضرت سلیمانؑ روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے۔ پند دادے۔ حضرت سلیمانؑ لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے۔ پندِ فعلی۔ عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

۳ واندراں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکّم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ ناصحِ فعّال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوّال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ مہتر۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے منبر کے تین درجے تھے۔ بوبکرؓ۔ خطبہ کے درمیان میں آنحضورؐ سب سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے دوسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ بر سُوم۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اُس منبر کے تیسرے آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔

دورِ[1] عثمانؓ آمد و بالائے تخت
(حضرت)، عثمانؓ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر

بر شُد و بنشست آں محمود بخت
چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سُوالش کرد شخصے بُوالفضول
اُن سے ایک بے ہودہ طرح شخص نے دریافت کیا

کاں دو ننشستند برجایِ رسولؐ
کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جُستی ازیشاں برتری
تو آپ نے اُن سے برتری کیوں چاہی؟

چوں بُرتبت تو ازیشاں کمتری
جبکہ آپ رتبے میں اُن سے کم ہیں

گفت اگر پایۂ سوم را بسپرم
اُنھوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھہروں

وہم آید کہ مثالِ عمرؓم
شبہ ہوگا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

وَر دُوم پایۂ شوم من جائے جُو
اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں

گویند مثلِ ابوبکرؓ ست او
لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکرؓ جیسا ہے

ہست[2] ایں بالا مقامِ مُصطفےٰ
یہ اونچا درجہ مصطفےٰؐ کی جگہ ہے

وہمِ مثلی نیست باآں شہ مرا
میرے متعلق اُن شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہو سکتا

بعد ازاں برجائے خطبہ آن وُدود
اُس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ

تا بقربِ عصر لبِ خاموش بود
عصر کے قریب تک خاموش تھے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہین بخواں
کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھئے

یا بروں آید ز مسجد آں زماں
یا اُس وقت مسجد سے باہر نکل آئے

ہیبتے[3] بنشستہ بد بر خاص و عام
ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی

پُر شُدہ از نورِ خدا آں صحن و بام
اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صحن اور بالاخانہ بھرا تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بُدے
جو بینا تھا وہ اُس کے نور کو دیکھنے والا تھا

کور زاں خورشید ہم گرم آمدے
اندھا بھی اُس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور
گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا

کہ بر آمد آفتابے بے فتور
کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را
لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے

تا ببیند عین ہر بشنیدہ را
تاکہ آنکھ، ہر سنی ہوئی بات کو دیکھ لے

گرمیش را ضجرتے و حالتے
اُس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے

زاں تبش دل را کشادے فسحتے
اُس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

---

[1] دورِ عثمانؓ: حضرت عثمانؓ نے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم والے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو: یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ۔ اکثری صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمانؓ کا تیسرا مرتبہ ہے۔ گفت: حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں عمرؓ جیسا ہوں۔ ور دوم: دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ جیسا سمجھیں گے۔

[2] ہست: اب میں نے آنحضورؐ کے درجہ پر اس لئے بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھے اُن جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ وَدود: یعنی حضرت عثمانؓ۔ خاموش: حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اتر آئے تھے کہ تمہارا امیر فعّال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوّال ہو۔

[3] ہیبتے: حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اُنسے خطبہ دینے کو کہے یا اٹھ کر چلا جائے۔ اور اس وقت وہ مظہرِ نورِ خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا: وہ لوگ جنھیں اس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اسکے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ پس: اندھا، سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک: لیکن اس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش: اس نور کی گرمی سے ایک تنگی پیدا ہوتی ہے اور ایک حالت ہوتی ہے جو کشادگی اور وسعت پیدا کرتی ہے۔

کور[1] چوں شد گرم از نورِ قدم
جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے

از فرح گوید کہ من بینا شدم
وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوش مستی ولے اے بوالحسن
تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس!

پارۂ راہ است تا بینا شدن
بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب
سورج سے نابینا کا یہ حصہ ہے

صد چنیں واللہ اعلم بالصواب
اس سے سَو گنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وانکه[2] او آں نور را بینا بود
وہ شخص جو اُس نور کو دیکھنے والا ہے

شرح او کے کارِ بوسینا بود
اُس کی تشریح کرنا (شیخ) بوعلی سینا کا کام کہاں ہے؟

گر شود صد تو کہ باشد ایں زباں
اگر زبان سَو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟

کہ بجنباند بکف پردہ عیاں
کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بروے گر بساید پردہ را
اس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے

تیغ اللّٰہی کند دستش جدا
خدائی تلوار اُس کے ہاتھ کو جدا کر دیگی

دست چہ بود خود سرش را بر کند
ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اُسکے سَر کو کاٹ دیگی

آں سرے کز جہل شرہا می کند
اُس سَر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں بتقدیرِ سخن گفتم ترا
یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی

ورنہ خود دستش کجا و آں کجا
ورنہ اُس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

خالہ[3] را خایہ بُدے خالو بُدے
خالہ کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی

ایں بتقدیر است یعنی گر بُدے
یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کو پاک از شک است
زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک کہ وہ شک سے پاک ہے

صد ہزاراں سال گویم اندک است
اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

ہیں مشو نومید نور از آسماں
خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور

حق چو خواہد می رسد در یک زماں
جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں
ستاروں کے سینکڑوں اثرات، کانوں میں

می رساند قدرتش در ہر زماں
اُس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

[1] کور - جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اُس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت - جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا۔ اُس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سی اور محنت کرے تب اِس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب - یہ تو اُس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اُس کی حالت اِس سے سَو گنی ہوگی۔

[2] وانکه - اُس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوگی اُس کی تشریح شیخ بوعلی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود - مقامِ مشاہدہ مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے - جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کریگا اُس کیلئے ہلاکت ہے۔ ایں - یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کریگا تو خدائی تلوار اُسکا ہاتھ کاٹ دیگی یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہو ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔

[3] خالہ - یہ اِسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بنجاتی۔ از زبان - زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ ہیں - اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اسکی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اِس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو فوراً کم ہو جائیگا، چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت اُنکی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر - سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات اُن سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

۵۱ اختر گردوں ظُلَم را ناسخ ست
آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دُور کرتا ہے
اخترِ حق در صفاتش راسخ ست
اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخ پانصد سالہ راہ اے مُستعیں
اے مدد کے طالب! آسمان پانچسو سال کی مسافت پر
در اثر نزدیک آمد با زمیں
اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل
زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال (کا راستہ ہے)
دمبدم خاصیتش آرد عمل
اُس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

در ہمش آرد چو سایہ در ایاب
آنے میں اُس کو سایہ کی طرح درہم (برہم) کر دے
طولِ سایہ چیست پیشِ آفتاب
سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

۵۲ وز نفوسِ پاک اختر وش مدد
پاک نُفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح
سوئے اخترہائے گردوں می رسد
آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہر آں اختراں قوامِ ما
بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں
باطنِ ما گشتہ قوامِ سما
ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانیوالا ہے

دربیان آنکہ حُکمائے طبیعی گویند آدمی عالمِ صغیرست و
اس بیان میں کہ حکماء فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ صغیر ہے اور خدائی حکماء

حُکمائے الٰہی گویند آدمی عالمِ کبیرست زیرا کہ علمِ آں حُکماء بر
کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ کبیر ہے کیونکہ اُن حکماء کا علم آدمی کی صورت

صورتِ آدمی مقصور بود و علمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول
پر منحصر تھا اور اِن کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

۵۳ پس بصورت عالمِ صُغریٰ توئی
صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے
پس بمعنیٰ عالمِ کُبریٰ توئی
باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ است
بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے
باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست
حقیقتاً ٹہنی پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و اُمیدِ ثمر
اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی
کے نشاندے باغباں بیخِ شجر
تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

۵۱ اختر گردوں۔ جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں اُن سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچسو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سہ ہزاراں۔ زُحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اُسمیں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے؛ لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ در ہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اُس زُحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کردے، آفتاب حق کے سامنے اِن اثرات کی جو سایہ کیطرح ہیں کیا حقیقت ہے۔ ۵۲ وز نفوس۔ پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسیطرح انبیاء اور اولیاء کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔ قوام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ دربیان۔ حکماء فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیاء انسان کو بڑا عالَم اور دنیا کو چھوٹا عالَم مانتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔ ۵۳ پس بصورت یعنی انسان تمام کائنات عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالَمِ کبریٰ۔ چونکہ حقیقتِ اسماء الٰہیہ اور حقائقِ کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ۔ یعنی عالَم۔ ثمر۔ یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔

پس بمعنیٰ آں شجر[۱] از میوہ زاد — گر بصورت از شجر بودش وِلاد
پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے — اگرچہ بظاہر درخت سے اُس کی پیدائش ہے.

مُصطفیٰ زیں گفت کادمؑ و انبیاؑ — خلفِ من باشند در زیرِ لوا
مصطفیٰؐ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ (حضرت) آدمؑ اور انبیاء — میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہرِ[۲] ایں فرمودہ است آں ذوفنون — رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن
اسی لئے اُن جامعِ کمالات نے فرمایا ہے — "ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

گر بصورت من ز آدمؑ زادہ اَم — من بمعنیٰ جدِّ جد افتادہ اَم
اگرچہ بظاہر میں آدمؑ سے پیدا ہوا ہوں — میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

کز برائے من بُدش سجدہ مَلک — وز پئے من رفت بر ہفتم فلک
کیونکہ فرشتوں کا انکو سجدہ میرے لئے ہی تھا — اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس ز من زائید در معنیٰ پدر — پس ز میوہ زاد در معنیٰ شجر
پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا — اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

اوّلِ[۳] فکر آخر آمد در عَمل — خاصہ فکرے کو بُوَد وصفِ ازل
ابتدائی فکر عمل (وجود) میں آخر میں آتا ہے — خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل اندر یک زماں از آسماں — میرود می آید ایدر کارواں
خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں — اب قافلہ آتا جاتا ہے

نیست بر ایں کارواں ایں رہ دراز — کے مَفازہ زفت آید با مفاز
اس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے — کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں — جسم طبع دل بگیرد ز امتناں
ہر وقفہ میں، دل کعبہ کو جاتا ہے — جسم احسانِ (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کرلیتا ہے

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست — چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست
یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے — جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

---

[۱] آں شجر۔ تو گویا عالمِ انسان سے پیدا ہوا ہے۔ مصطفیٰؐ۔ حدیث شریف وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَهٗ آدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ یعنی میں قیامت کے روز لوائے حمد اُٹھانیوالا ہوں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور اُنکے علاوہ تمام انبیاء ہونگے اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ یہ اسی لئے فرمایا ہے کہ آدمؑ اور اُنکی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضورؐ کی ذات ہے. لوا۔ جھنڈا۔

[۲] بہرِ ایں۔ چونکہ مقصود آنحضورؐ کی تخلیق تھی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصودِ اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں کہ کسی چیز کی علّتِ غائی وجودِ خارجی میں اگرچہ موخر ہوتی ہے لیکن وجودِ ذہنی میں وہ اُس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ جدِّ جد۔ چونکہ حقیقتِ آدمؑ کا ظہور حقیقتِ محمدیہؐ سے ہوا ہے۔ کز برائے۔ حضرت آدمؑ مسجودِ ملائکہ اسی لئے بنے کہ اُن کی پشت میں نورِ محمدیؐ تھا۔ رفت۔ اُن کو معراج اسی لئے کرائی گئی تاکہ وہ نورِ محمدی سے فیض حاصل کرسکیں۔ پدر۔ حضرت آدمؑ۔

[۳] اوّلِ فکر۔ ہونیوالی ہر چیز کا فکر اور تصور اس کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتا ہے گھر رہنے کیلئے اور درخت پھل کیلئے وجود میں آتا ہے تو انکے تصورات اُن کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتے ہیں۔ حاصل۔ یہاں سے مولانا نے پھر اصل مضمون کیطرف رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلے سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیئے، قدرت اِن فاصلوں کو کم کردیتی ہے۔ ایدر۔ اب۔ کے مفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہوجاتی ہے۔ دل۔ انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کرکے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کرلیتا ہے اور بزرگوں سے طیُّ الارض کی کرامت ظاہر ہوجاتی ہے۔ ایں دراز۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے روح کے لئے نہیں ہے۔

چوں[1] خدا اَمِر جسم را تبدیل کرد — رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا — اُس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امیدست ایں زماں بردار گام — عاشقانہ اے فتیٰ خلّ الکلام
اب تو سو اُمیدیں ہیں، قدم بڑھا — عاشقوں کی طرح اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ پیلہ چشم برہم می زنی — در سفینہ خفتہ رہ می کُنی
اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے — تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ
اس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو
تَمَسَّکَ بِھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ
اُس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہرِ[2] ایں فرمود پیغمبرؐ کہ من — ہمچو کشتی اَم بطوفانِ زَمَن
اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میں — زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اَصحابیم چوں کشتیِ نوحؑ — ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح
ہم اور ہمارے ساتھی (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں — جو سہارا پکڑے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دُور از زشتی — روز و شب سیاری و در کشتی
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، بُرائی سے دور ہے — تو دن رات چل رہا ہے اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی — کشتی اندر خفتہ رہ میروی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے — تو کشتی میں سویا ہوا ہے، راستہ طے کر رہا ہے

مگسل از پیغمبرِ اَیامِ خویش — تکیہ کم کُن بر فن و بر گامِ خویش
اپنے زمانے کے پیغمبرؐ سے جُدا نہ ہو — اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

گرچہ[3] شیری چوں روی رہ بے دلیل — ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل
اگرچہ تو شیر ہے، جب تو بغیر رہنما کے راستے طے کریگا — لومڑی کی طرح گمراہی میں ہے اور ذلیل ہے

ہیں مپرا الّا کہ با پرہائے شیخ — تا بہ بینی عونِ لشکرہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پَروں کے بغیر پرواز نہ کر — تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست — آتشِ قہرش دمے حمّالِ تست
ایک وقت اس کی مہربانی کی موج تیرا بازو ہے — کسی وقت اُس کے قہر کی آگ تیری بار بردار ہے

[1] چوں خدا: معراج میں انسان کے لئے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ: تین میل کا فاصلہ۔ صد امیدست: مجاہدہ کرنے والے کو قیل و قال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیئے خدا سے اُمید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دیگا۔ گرچہ: سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم: پلکیں۔ سفینہ: کشتی، انسان کشتی میں بیٹھا ہوا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل تک پہنچ جائیگا۔

[2] بہر ایں: آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ فتوح: کامیابی۔ چونکہ: سالک کیلئے شیخ کی صحبت حضرت نوحؑ کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ سیّار: چلنے والا۔ جان بخشے: یعنی شیخ۔ پیغمبر: یعنی اُس زمانہ کا شیخ۔

[3] گرچہ: سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پرہائے شیخ: یعنی شیخ کی توجہ۔ عون: شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے: شیخ کبھی اپنی صفتِ جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفتِ جلال کے ساتھ، تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

قہرِ اُو را ضدِّ لطفش کم شمر — اتحادِ ہر دو بیں اندر اثر
اُس کے قہر کو، اُس کی مہر کی ضد نہ سمجھ — اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک سبزت می کند — یک زماں پُر باد و گبزت می کُند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کی طرح سرسبز کر دیتا ہے — ایک وقت میں پُر شوکت اور عالیقدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد — تا بروروید گُل و نسرین شاد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے — تاکہ اُس پر پھول اور عمدہ گُلِ سیوتی اُگے

لیک اُو بیند نہ بیند غیرِ اُو — جُز بمغزِ پاک ندہد خُلد بُو
لیکن وہی اُس کو دیکھتا ہے اُس کا غیر نہیں دیکھتا ہے — بہشت، پاک مغز (والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کُن از انکارِ یار — تا کہ ریحاں یابی از گلزارِ یار
دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے — تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بُوی خُلد از یارِ من — چوں محمدؐ بُویِ رحماں از یمن
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے — جیسا کہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی

در صفِ معراجیاں گر بیستی — چوں بُراقت بر کشاید نیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا — فنا تیرے لئے بُراق کی طرح پر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر — بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں — بلکہ نے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

نے چو معراجِ بخارے تا سما — بل چو معراجِ جنینے تا نُہا
دھویں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں — بلکہ پیٹ کے بچہ کی عقل تک معراج کی طرح

خوش بُراقے گشت خنگِ نیستی — سوئے ہستی آردت گر نیستی
فنا کا گھوڑا، بہت اچھا براق بنا — اگر تو فانی ہے، تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریاہا سُمش مَس می کُند — تا جہانِ حِس را پس می کُند
اُس کے سُم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں — یہاں تک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکش در کشتی و می رو رواں — چوں سوئے معشوق جانِ جانِ اں
کشتی میں قدم رکھ، اور چلا چل — جیسا کہ جان معشوق کیطرف جاتی ہے جو روح کی روح ہے

ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیرِ عروجی کے بعد سیرِ نزولی ہوگی اور تم پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پابکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جان معشوق کیطرف کھنچتی ہے۔

۱ قہرِ اُو۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مُرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہو۔ چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مُرید کو متواضع بناتا ہے اور اُس میں اخلاقِ حسنہ کا سبزہ اُگاتا ہے۔ پُرباد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبز۔ موٹا، فربہ۔ وصفِ جماد یعنی خاکساری۔ لیک۔ مُرید کی اِس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ بمغز۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی فیض سے مانع ہے۔

۲ چوں۔ یہ حضرت اویسؓ قرنی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے حضرت اویسؓ یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَن میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہوگی وہ ایسی معراج نہ ہوگی جیسی کہ دھویں یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی بامعنی معراج ہوگی جیسی کہ نے کو معراج حاصل ہو کر اُس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

۳ خوش۔ یعنی یہ فنا کا بُراق

دستؔ نے وپائے نے رَو تا قِدَم — آنچناں کہ تاختت جانہا از عدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل — جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بَردریدے درسخن پردہ قیاس — گر نبودے سَمعِ سامع رانعاس
(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کردیتی — اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فَلک بر گفتِ اُو گوہر ببار — از جہانِ اُو جہانا شرم دار
اے آسمان! اُس کی گفتگو پر موتی برسا — اے دنیا! تو اُس کے جہان سے شرم کر

گر بباری گوہرت شش تا شود — جامدت گویندہؔ و بینا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گُنا ہوجائینگے — تیرا بے جان بولنے والا اور دیکھنے والا ہوجائیگا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود — چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود
تو تیرا نچھاور خود تیرے لئے ہوگا — جبکہ تیرا ہر سرمایہ سَو گُنا ہوجائے گا

ہمچواں ہدیہ کہ بلقیسؔ از سَبا — بر سلیمانؑ می فرستاد اے کیا
اُس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے — (حضرت) سلیمانؑ کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیسؔ از شہر سبا بسُوئے سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السّلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمانؑ کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ
اُن پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

ہدیۂ بلقیس چل اشتر بُدست — بارِ آنہا جُملہ خشتِ زر بُدست
بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے — جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرایِ سلیمانی رسید — فرشِ آں را جُملہ زرِ پُختہ دید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمانؑ کے علاقہ میں پہنچا — اُس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زر تا چہل منزل براند — تا کہ زر را در نظر آبے نماند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا — یہانتک کہ (اسکی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وا بریم — سُوی مخزن ما چہ بیکار اندریم
انھوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لیجائیں — خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصۂ کش خاک زرِ دہ دہی ست — زر بہدیہ بُردن آنجا ابلہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے — وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

---

۱ دستؔ نے۔ اِس سیر میں ہاتھ پاؤں کام میں نہیں آتے اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بردریدے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کی تقریر اِس درجہ کی ہے کہ اِس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہو اگر سننے والا ہوش و حواس سے اُس کو سُن لے۔ نُعاس۔ اُونگھ۔ اے فلک۔ یہ اِسقدر پُرحقائق تقریر ہے کہ اِس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالمِ ظاہر کو اِس عالمِ معنی سے شرم آنی چاہیے۔

۲ گر بباری۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اُس کے موتی چھ گنا ہوجائینگے اور اُس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائیگی یہ کس۔ مُرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اُس میں خود اُس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں۔

۳ بلقیسؔ۔ یہ یمن میں شہرِ سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمانؑ کو انھوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔ چل۔ چالیس۔ خشتِ زر سونے کی اینٹیں۔ زرِ پختہ۔ خالص سونا۔ بر سرِ زر۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند یعنی ہدیہ لانیوالوں نے کہا۔ مخزن یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ۔ زرِ دہ دہی۔ خالص سونا۔ ابلہی بیوقوفی۔

اے ببردہ عقل[1] ہدیہ تا اِلٰہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے

عقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے

چوں کسادِ ہدیہ آنجا شُد پدید
جب تحفہ کا گھٹیا پن وہاں کھل گیا

شرمساری شاں ہمی واپس کشید
شرمندگی نے اُن کو واپس لوٹایا

باز گفتند از کساد و از روا
پھر انھوں نے کہا گھٹیا پن اور بڑھیا پن سے

چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک مارا بُردنی ست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے

اَمرِ فرمانندہ بجا آوردنیست
حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفرمایند کیں واپس برید
اگر وہ حکم دیں کہ اس کو واپس لے جاؤ

ہم بفرماں تحفہ را باز آورید
حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

اَمر و فرماں را ہمی باید شُنید
حکم اور فرمان کو سننا چاہیئے

تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیئے

خوش رواں گشتند با ہدیہ رواں
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہو گئے

تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں
اُس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ[2] اش آمد چوں سلیماںؑ آں بدید
جب (حضرت) سلیمانؑ نے وہ دیکھا انکو ہنسی آئی

کز شما من کے طلب کردم مزید
میں نے تم سے مزید (ایمان کے علاوہ) کب طلب کیا تھا!

من نمی گویم مرا ہدیہ دہید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو

بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو

کہ مرا از غیب نادر ہدیہاست
کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے ہدیئے ہیں

کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کہ انسان اُن کی تمنا بھی نہیں کر سکتا

می[3] پرستید اخترے کو زر کند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے

رو باو آرید کو اختر کند
تم اُس کی طرف رُخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

می پرستید آفتابِ چرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو

خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کر دیا

---

[1] عقل ہدیہ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقلی باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ۔ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔ باز گفتند۔ یعنی پھر انھوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور بُرے ہونے سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے ہم تو حکم کے تابع ہیں فرمانندہ۔ حاکم۔ گر بفرمایند۔ یعنی اگر حضرت سلیمانؑ قبول نہ کریں گے۔ رواں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہجہاں۔

[2] خندہ۔ حضرت سلیمانؑ اس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مال۔ من نمی گویم۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اٰتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ میرے پاس مسلمان ہو کر آجاؤ۔ لائقِ ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہو جاؤ گے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کز۔ میں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کر دی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار اُن کی آرزو بھی نہیں کر سکتا۔

[3] می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اسلئے تم سورج کی پرستش کرتے ہو، تمہیں تو اُس خدا کو پوجنا چاہیئے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالٰے نے انسان کے لئے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

آفتاب از اَمرِ حق طبّاخِ[1] ماست
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے

اَبلہی باشد کہ گویم اُو خداست
میں اُس کو خدا کہوں تو حماقت ہوگی

آفتابت گر بگیرد چوں کُنی
تیرا سورج گہن میں آگیا تو تو کیا کریگا؟

آں سیاہی زو تو چوں بیروں کُنی
تو اُس کالک کو اُس سے کیسے ہٹائے گا؟

نے بدرگاہِ خدا آری صُداع
کیا خدا کے دربار میں (اِس) دردِ سر کو پیش کریگا؟

ایں سیاہی را ببر وادِہ شعاع
(کہ) اِس کالک کو دور کردے شعاع واپس کردے

گر کُشندت[2] نیم شب خورشید کُو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں، سورج کہاں ہے؟

تا بنالی یا اَماں خواہی ازو
تاکہ تو اُس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اَغلب بشب واقع شود
حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں

واں زماں معبودِ تو غائب بُود
اُس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سوئے حق گر راستانہ خم شوی
تو اگر سچائی سے اللہ (تعالٰی) کی جانب جُھکے

وارہی از اختراں محرم شوی
تو ستاروں سے نجات پاجائے، محرمِ راز بن جائے

چوں شوی محرم کشایم با تو لَب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کرونگا

تا بہ بینی آفتابے نیم شب
تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

جز رَوانِ پاک اُو را شرق نے
پاک روح کے سوا اُس کا مشرق نہیں ہے

در طلوعش روز و شب را فرق نے
اُس کے طلوع کے لئے دن، رات کا فرق نہیں ہے

روز[3] آں باشد کہ اُو شارق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے

شب نماند شب چو اُو بارِق شود
جب وہ چمکتا ہے رات، رات نہیں رہتی ہے

چوں نماید ذرّہ پیشِ آفتاب
جس طرح ذرہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے

خورِ چُناں باشد دراں اَنوارِ پاک
اُن پاک تجلیوں میں سورج ایسا ہی ہوتا ہے

آفتابے را کہ رخشاں می شوَد
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے

دیدہ پیشش کند و حیراں می شود
آنکھیں اُس کے سامنے خیرہ اور حیران ہوجاتی ہیں

ہمچو ذرّہ بینیش در نورِ عرش
تو عرش کے نور میں اُس کو ذرہ جیسا دیکھے گا

پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش
عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔

[1] طبّاخ۔ پکانیوالا، سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ گر بگیرد۔ سورج گرہن میں آتا ہے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔
نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کیلئے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پُوجنے سے کیا فائدہ۔

[2] گر کشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات میں اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا، رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سوئے حق۔ مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوگا تو مصائب سے نجات پائیگا اور کائنات کا محرمِ راز بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو محرمِ راز بن جائیگا تو میں تجھے اَسرار بتاؤں گا پھر تجھے اُس سورج کا مشاہدہ ہوگا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔ جز۔ اُس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔

[3] روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں، دن تو وہ ہے جب وہ آفتابِ حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈال دے تو رات، رات نہیں رہتی۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتابِ حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

خوار و مسکیں بینی اُو را بے قرار — دیدہ[1] را قوت شدہ از کردگار

تو اُس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا — آنکھ کو اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہو گئی ہو

کیمیائے کہ از و یک ماثرے — بر دُخاں افتاد و گشت آں اختری

وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ — دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادر اکسیرے کہ از وے نیم تاب — بر ظلامے زد بگردش آفتاب

وہ عجیب اکسیر کہ اُس کی آدھی چمک — تاریکی پر پڑی اُس کو سورج بنا دیا

بوالعجب میناگرے کز یک عمل — بست چندیں خاصیت را بر زحل

وہ کیمیاگر عجیب ہے کہ ایک عمل سے — زحل (ستارے) میں اس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں

باقی[2] اختر ہائے و گوہر ہائے جاں — ہم بریں مقیاس اے طالب بداں

بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو — اے طالب! اسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حِسّی زبونِ آفتاب — دیدۂ ربّانی جوی و بیاب

حسّی آنکھ سورج سے مغلوب ہے — خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کر لے

تا زبوں گردد بہ پیشِ آں نظر — شعشعاتِ آفتابِ باشرر

تاکہ اُس نظر کے سامنے مغلوب ہو جائیں — چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری و ایں ناری بود — نار پیشِ نور بس تاری بود

کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے — آگ، نور کے سامنے بہت تاریک ہو جاتی ہے

کرامات[3] و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخِ مغربی — شصت سال از شب ندیدم من شبی

شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا — ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال — نے بروز و نے بہ شب از اعتدال

میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی — اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں گفتند صدقِ قالِ اُو — شب ہمی رفتیم در دُنبالِ اُو

صوفیوں نے کہا ہے کہ اُن کی بات کی تصدیق کیلئے — ہم رات کو اُن کے پیچھے چلے

---

[1] دیدہ۔ اس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اُس کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ کیمیائے۔ وہ آفتاب حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اُس کے اثر سے دھواں سورج بن گیا۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔ نادر۔ یہ خدا کی کیمیاگری ہے کہ اُس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ میناگر۔ کنچ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اس لئے یہاں لفظ میناگر سے اللہ تعالےٰ کا استعارہ کیا ہے۔ زحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔

[2] باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حِسّی جسمانی آنکھ تو اس روح کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لئے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تا زبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہو جاتا ہے۔ شعشعات شعاعیں۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے، اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار، نور کے بالمقابل تاریک ہو جاتی ہے۔

[3] کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربیؒ کی اس کرامت سے ربانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات پنا اور اندھیرا۔ اعتدال یعنی روحانی اعتدال۔ صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ اُن کو آزمانے کے لئے ہم آدھی رات میں اُن کے پیچھے چل پڑے۔ دُنبال۔ پیچھے

در بیابانہائے پُر از خار و گو[١] — اُو چو ماہِ بدر ما را پیش رو

گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں — وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

رُوئے پس ناکردہ میگفتے بشب — ہیں گو آمد میل کُن در سُوئے چپ

رات میں، منھ موڑے بغیر کہتے تھے — خبردار! گڑھا آگیا بائیں جانب مُڑ جا

باز گفتے بعد یک دم سُوئے است — میل کُن زیرا کہ خارے پیش پاست

پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب — مُڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ پائے بوسش گشتہ ما — زانکہ بُودش پاک از گِل ہر دو پا

دن نکلے ہم اُن کے پاؤں چومنے والے ہوگئے — کیونکہ اُن کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پاش را با پائے بوس — گشتہ پاہایش چو پاہائے عُروس

دن نکلے اُن کے پاؤں چومنے کی وجہ سے — اُن کے پاؤں دُلہن کے پاؤں کی طرح تھے

نے ز خاک[٢] و نے ز گِل بر وَے اثر — نے ز خراشِ خار و آسیب حجر

اُن پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان — نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

مغربی را مشرقی کردہ خدای — کردہ مغرب را چو مشرق نور زای

(اللہ تعالیٰ) نے مغربی کو مشرقی بنادیا تھا — مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنے والا بنایا تھا

نورِ این شمسِ شموس فارِس ست — روزِ خاص و عام را اُو حارِس ست

ستاروں کے اس سورج کا نور تیز رَو ہے — عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارسِ آں نورِ مجید — کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید

وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہوگا؟ — جو ہزاروں سورج پیدا کردے

تو بنورِ اُو ہمی رَو در اماں — در میانِ اژدہا و کژدُماں

تو اطمینان سے اس کے نور کیساتھ چلا جا — اژدھوں اور بچھوؤں میں

پیش[٣] پیشت می رود آں نورِ پاک — می کُند ہر رہزنے را چاک چاک

وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا — وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ را راست دِل — نُورُ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ بخواں

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ کو سچ سمجھ — نُوْرُ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ پڑھ لے

---

١ گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ رُوئے۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے۔ اور بغیر منھ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے یعنی اُن کو پیچھے کی چیزیں بھی اندھیرے میں نظر آرہی تھیں۔ روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے اُن کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ اُن کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے ازراہِ عقیدت اُنکے پاؤں چومے۔

٢ نے ز خاک۔ اُنکے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔ مغربی یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی نہیں ہے۔ مشرقی یعنی مشرق کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہو۔ مغرب۔ غروبِ آفتاب کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے۔ مشرق۔ طلوعِ آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس یعنی ستارے۔ فارِس۔ تیز رو۔ حارِس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذاتِ حق۔ بنورِ او۔ یعنی نورِ حق۔

٣ پیش پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اُس کو مہلکات سے بچاتا ہے۔ یوم۔ قرآنِ پاک میں ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یہ وہ دن ہوگا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب چل رہی ہوگی۔ دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اس روشنی کو ہمارے لئے آخر دم تک قائم رکھ

گرچہ[1] گردد در قیامت آں فزوں ۔۔۔ از خدا اینجا بخواہید آزموں

وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا ۔۔۔ آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ ۔۔۔ نورِ جاں واللہ اعلم بالبلاغ

کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے ۔۔۔ جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را باآں ہدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوتِ سلیمان بلقیس را با ایمان و ترکِ آفتاب پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع اُن ہدیوں کے، جو وہ لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گردید اے رسولانِ خجل ۔۔۔ زر شما را، دل بما آرید دل

اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ ۔۔۔ سونا تمہارا ہے، ہمارے لئے دل لاؤ دل

ایں[2] زرِ من برسرِ آں زر نہید ۔۔۔ کوریِ تن فرجِ استر را دہید

میرے اس سونے کو اُس سونے پر رکھ دو ۔۔۔ جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرمگاہ کے حوالے کر دو

فرجِ استر لائقِ حلقہ زرست ۔۔۔ زرِّ عاشق رُوی زرد و اصفرست

خچری کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے ۔۔۔ عاشق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے

کہ نظرگاہِ خداوندست آں ۔۔۔ کہ نظر اندازِ خورشیدست کاں

کیونکہ وہ خدا کی نظرگاہ ہے ۔۔۔ کان، سورج کی نظرگاہ ہے

کو نظرگاہِ شعاعِ آفتاب ۔۔۔ کو نظرگاہِ خداوندِ لباب

کجا سورج کی شعاع کی نظرگاہ؟ ۔۔۔ کجا عقلوں کے آقا کی نظرگاہ؟

از گرفتِ[3] من زجاں اسپر کنید ۔۔۔ گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید

میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو ۔۔۔ اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

مُرغِ فتنہ دانہ بر بام ست اُو ۔۔۔ پر گشادہ بستۂ دام ست اُو

دانہ کا عاشق پرندہ، بالاخانہ پر ہے ۔۔۔ پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

معنی کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ فتنۂ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ، یعنی وہ پرندہ جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالاخانہ پر پر کھولا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔

[1] گرچہ۔ اگرچہ اُس نور میں قیامت میں اضافہ ہوگا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کو۔ کیونکہ جب وہ غیر جاندار چیزوں کو نُور عنایت کر دیتا ہے تو اشرفُ المخلوقات کو کیوں عطا نہ کریگا۔ خجل۔ شرمندہ، ہدیہ لانیوالے حضرت سلیمانؑ کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھکر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

[2] ایں زرِ من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تاکہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔ کوریِ تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں عموماً مر جاتی ہے لہٰذا اُس کی شرمگاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی کمزوری اور چہرے کی زردی اُس کی زینت ہے۔ کو۔ عاشق کے چہرے کی زردی خدا کی نظرگاہ ہے اور سونے کی کان سورج کی نظرگاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدرجہا افضل ہے۔

[3] گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی۔ جہاد کا حملہ ان دونوں

[5] بلاغ۔ کہر۔ وہ بخارات جو بادلوں میں زمین سے دھوئیں کی طرح اٹھتے ہیں۔

چوں بدانہ داد اُو دل را بجاں
چونکہ اُس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے

ناگرفتہ مَرورا بگرفتہ داں
بغیر گرفتاری اُس کو گرفتار سمجھ

آں[1] نظر کہ سُوئے دانہ می کُند
وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے

آں گرہ داں کو بپا بَرمیزند
اُس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ گوید گر تو می دُزدی نَظر
دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چُراتا ہے

من ہمی دُزدم زتو صبر و مَقر
میں تجھ سے صبر و قرار چُرا رہا ہوں

چوں کُشانید آں نَظر ایں سُو ترا
جب تجھے اُس نظر نے اِس جانب کھینچ لیا

پس مداں از خویشتن غافِل مرا
تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کَشیدت آں نظر اندر پیَم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے

پس بدانی کز تو من غافِل نیَم
تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

قصّۂ[2] عطّارے کہ سَنگِ ترازوئے اُو از گِل سَرشوی بُود و
اُس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور

دُزدیدنِ مُشتری گِل خوار ازاں گِل ہنگامِ سنجیدنِ شکر و
شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اُس مٹی میں سے چوری کرنا

دیدنِ عطّار آں را و نادیدہ کردن
اور عطار کا اُس کو دیکھنا اور اَن دیکھا کر دینا

پیشِ عطّارے یکے گِلخوار رفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا

تا خرد ابلوج و قندِ خاص و زفت
تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس برِ عطّار طرّارِ[3] دو دل
اُس منافق چالاک عطار کے پاس

موضعِ سَنگِ ترازو بُود گِل
باٹ کی بجائے مٹی تھی

گفت عطّار اے جواں ابلوج من
عطار نے کہا اے جوان! میری شکر

ہست نیکو بے تکلف بے سخن
بلا مبالغہ، لاکلام عمدہ ہے

لیک گِل سَنگِ ترازوئے منست
لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں

گر ترا میلِ شکر بخریدن ست
اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مُہِمّے قند جُو
اُس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں

سَنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گو
ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

---

[1] آں نظر۔ اُس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اُس کے پاؤں کی گرہ ہے۔ دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اُس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چوں۔ جب لالچی نظر پرند کو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرند کو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اُس سے غافل نہیں ہے وہ اُس کو پھانس لے گا۔

[2] قصّہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اِس قصّہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دکاندار کی غفلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گِل سَرشوی۔ وہ مٹی جسے مل کر سر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گِل خوار۔ مٹی کھانے والا۔ اَبلوج۔ سفید شکر۔

[3] طرّار۔ زبان دراز، جیب تراش، ٹھگ۔ دو دل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔ گفت عطار نے کہا ترازو کے بجائے پتھر کی بجائے مٹی کے ہیں۔ در مہمے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے باٹوں سے کیا بحث ہے جیسے بھی ہوں۔

گفت با خود پیش آنکہ گِل[1] خورست — سنگ چہ بُوَد گِل ز شکر بہترست
(پھر) اُس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانیوالے کے آگے — پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

ہمچو آں دلّالہ کو گفت اے پسر — نو عروسے یافتم بس خوب فر
اُس دلّالہ کی طرح جس نے کہا اے بیٹا! — میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈلی ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست — کاں ستیرہ دخترِ حلوا گرست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات بھی ہے — کہ وہ پردہ نشین حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر اینچنیں خود گر بُوَد — دخترِ اُو چرب و شیریں تر بُوَد
اُس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے — اُس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی

گر نداری سنگ و سنگت از گِل ست — ایں بہ و بہ گِل مرا میوہ دل ست
اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا باٹ مٹی کا ہے — یہ بہتر اور خوب ہے مٹی میرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفہ[2] ترازو ز اعتداد — اُو بجائے سنگ آں گِل را نہاد
ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ — اُس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفۂ دیگر بدست — ہم بقدرِ آں شکر را می شکست
پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے — اُس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشہ اُو دیر ماند — مشتری را منتظر آنجا نشاند
چونکہ اُس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہرا رہا — اُس نے خریدار کو اُس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

رُویش آں سو بُود گِل خور ناشگفت — گِل ازو پوشیدہ دزدیدن گرفت
اُس کا رخ اُس طرف تھا، بے صبر مٹی خور نے — اُس سے چھپ کر مٹی چرانی شروع کردی

ترس ترساں[3] کہ نیاید ناگہاں — چشمِ اُو بر من فتد از امتحاں
ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آجائے — اور اُس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑجائے

دید عطار آن و خود مشغول کرد — کہ فزوں تر دزد ہیں اے رُوی زرد
عطار نے اُس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کرلیا — کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرالے

گر بدزدی از گِل من می بری — رَو کہ ہم از پہلوی خود می خوری
اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جارہا ہے — جاکر تو اپنا ہی نقصان کررہا ہے

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری — من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری
تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے — میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

---

[1] گِل۔ مٹی کھانیوالے کے لئے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ ہمچو۔ عطار کا مٹی کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلّالہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اُس نوجوان کے لئے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلوا گر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے یہاں گھی اور شکر کی کثرت ہوتی ہے بیوہ مٹی کھانے والے کے لئے مٹی دلپسند چیز ہے۔

[2] کفہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد۔ تیاری کرنا۔ بقدرِ آں۔ یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ۔ شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لئے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ رویش۔ یعنی دکاندار کا رُخ۔

[3] ترس ترساں۔ یعنی مٹی خور دوکاندار سے ڈرتا ہوا مٹی چرا رہا تھا۔ دید۔ دکان دار نے اس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کردیا تاکہ مٹی زیادہ چرا سکے کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرائے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کررہا ہے اُس کو شکر کم ملے گی۔

گرچہ[۱] مشغولم چناں احمق نیم | کہ شکر افزوں کشی تو از پیم

اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں | کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را آزمود | پس بدانی احمق و غافل کہ بود

جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا | تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مرغ ازاں دانہ نظر خوش می کند | دانہ ہم از دور راہش می زند

پرند اس دانے سے نظر کو خوش کر رہا ہے | دانہ بھی دور سے اس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

گر زنای چشم حظے می بری | نے کباب از پہلوی خود میخوری

اگرچہ تو آنکھ کے گھگے سے مزا اٹھا رہا ہے | کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں[۲] نظر از دور چوں تیر ست و سم | عشقت افزوں می شود صبر تو کم

یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے | تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مرغانِ ضعیف | ملکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف

دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے | آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں ملکے کہ او دامے ست ژرف | در شکار آیند مرغانِ شگرف

یہاں تک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے | عجیب پرند شکار میں آتے ہیں

من[۳] سلیمانؑ می نخواہم ملکِ تاں | بلکہ من برہانم از ہر ہلکِ تاں

میں سلیمانؑ تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں | بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ ملک | مالک الملک آنکہ او بجہد ز ہلک

کیونکہ تم اس وقت خود ملک کے غلام ہو | ملک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

باز گونہ اے اسیر ایں جہاں | نام خود کردی امیر ایں جہاں

اے اس دنیا کے قیدی! الٹا | تو نے اپنا نام شاہِ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندہ ایں جہاں محبوسِ جاں | چند گوئی خویش را خواجہ جہاں

اے تو اس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے | تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہیگا؟

دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و آزار از دلِ ایشاں و عذرِ قبول ناکردنِ ہدیہ و شرح کردن با ایشاں

حضرت سلیمانؑ کا اُن قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور انکے دل سے تکلیف اور دحشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اس کی ان سے تشریح کرنا

---

[۱] گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ چوں۔ جب تو گھر جا کر شکر تولے گا تو پتہ چلے گا کہ بیوقوف کون تھا۔ مرغ۔ پرند دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اس کی ہلاکت ہے۔ نای۔ گلا، چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اس لئے اس مصرع میں آنکھ کے لئے گلے کا استعمال کیا ہے یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے لئے پریشانی مول لے لیتا ہے۔

[۲] ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لئے تیر ستم ہے۔ اور وہ بھی زہریلا۔ حدیث ہے۔ اَلنَّظَرُ سَہْمٌ مَسْمُوْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ۔ نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔ مالِ دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مرغانِ شگرف۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔

[۳] من سلیمانؑ۔ یہ حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہلک۔ چونکہ ستارہ پرستی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیادار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ بازگونہ۔ دنیادار اپنے آپ کو حاکم اور شاہ کہتا ہو یہ ایسا ہے جیسا کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

اے رسولاں می فرستم تان رسول[1]
اے قاصدو! میں تمھیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں

ردِ من بہتر شمارا از قبول
میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی

باز گوئید از بیابانِ ذہب
سونے کے جنگل کی بابت کہو

کہ چہل منزل بروی زر بدید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے

وز چنیں ہدیہ خجل چوں می شدید
اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم
تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں

ما زر از زر آفریں آوردہ ایم
ہم سونا پیدا کرنیوالے سے بھی لائے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی

سر بسر زر گردد و دُرِ ثمیں
پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق[2] برائے آں کند اے زر گزیں
اے سونے کو پسند کرنیوالے، اللہ (تعالیٰ) اسی لئے

روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں
اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی کر دیگا

فارغیم از زر کہ ما بس پُر فنیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیوں کہ ہم ماہر فن ہیں

خاکیاں را سر بسر زریں کنیم
ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے کدیۂ زر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟

ما شمارا کیمیا گر می کنیم
ہم تمھیں کیمیاگر بناتے ہیں

ترک آں گیرید گر ملکِ سباست
اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو

کہ برونِ آب و گِل بس ملکہاست
کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ بند[3] ست آنکہ تختش خواندہٗ
جس کو تونے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے

صدر پنداری و بر در ماندہٗ
تونے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود
تیری اپنی داڑھی پر (بھی) حکومت نہیں ہے

پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد
ہر اچھے اور برے پر تو بادشاہی کا دعویٰ کیوں کرتا ہے؟

بے مرادِ تو شود ریشت سفید
تیری مرضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے

شرم دار از ریشِ خود اے کژ امید
اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد
جو اس (خدا) کے سامنے سر رکھدے وہ بادشاہ ہو

بے جہانِ خاک صد ملکش دہد
خاکی دنیا کے علاوہ وہ اسکو سینکڑوں سلطنتیں عطا کرتا ہے

---

[1] تان رسول یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بنکر جاؤ۔ ردِ من یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لئے مفید ہے تم ایمان لے آؤ گے۔ پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جاکر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔ وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوئی تھی۔ تا بداند۔ تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم اُسکی دولت کے طالب نہیں ہیں۔

[2] حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کردی جائیگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دینگے کہ اُن کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کرکے زریں بنا دیتے ہیں۔ کیمیاگر۔ مومنِ مخلص بن جاؤ گے تو کیمیاگر بن جاؤ گے۔ شعر
کیمیا و سیمیا و ریمیا
کس نداند جز بذاتِ اولیاء
ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیرباد کہدو۔

[3] تختہ بند۔ قیدخانہ، لکڑی کا وہ کندا جسمیں پاؤں پھنساکر قید کردیتے تھے۔ صدر۔ جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔ بر ریش۔ تیرا حکم تو خود تیری داڑھی پر نہیں چلتا ہے ورنہ وہ تیری منشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک میں

[illegible]

لیکؔ[1] ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا
لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق

خوشتر آید از دو[2] صد دولت ترا
تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہوگا

پس بنالی کہ نخواہم ملکہا
پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں

ملکِ آں سجدہ مُسلّم کن مرا
اس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرمادے

بادشاہانِ جہاں از بدرگی
دنیا کے بادشاہوں نے بدطینتی کی وجہ سے

بو نبردند از شرابِ بندگی
بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سرگردان و دنگ
ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہوکر

ملک را برہم زدندے بے درنگ
فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اِس جہاں کے بقا کے لئے

مُہر شاں بنہاد بر چشم و دہاں
اُن کی آنکھ اور منھ پر مُہر لگادی ہے

تا شود شیریں بر ایشاں تخت و تاج
تاکہ اُن کے لئے تخت و تاج شیریں ہوجائے

کہ ستانیم از جہانداراں خراج
کہ ہم دنیا داروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ
اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کریگا

آخر آں از تو بماند مُردہ ریگ
بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہِ[2] جانت نگردد ملک و زر
سلطنت اور سونا تیری رُوح کا ساتھی نہ بنے گا

زر بدہ سُرمہ ستاں بہرِ نظر
سونا دیدے، نگاہ کے لئے سُرمہ لے لے

تا ببینی کایں جہاں چاہیست تنگ
تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے

یوسفانہ آں رسن آری بچنگ
یوسف وار وہ رَسّی ہاتھ میں پکڑ لے

تا بگوید[3] چوں ز چاہ آئی ببام
تاکہ جب تو کنویں سے بالاخانہ پر آئے کہے

جان، کہ یا بُشرایَ لِی ھٰذا غُلام
روح، میرے لئے بشارت ہے، یہ لڑکا ہے

ہست در چہ انعکاساتِ نظر
کنویں میں نظر کے عکس ہیں

کمترین آنکہ نماید سنگ زر
سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں را ز اختلال
خلل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو

می نماید آں خزفہا زر و مال
وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

---

[1] لیک۔ لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہوجائیگا تو... سلطنتوں سے بیزار ہوجائیگا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔ بادشاہاں۔ دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لئے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات ماردیں۔ لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لئے اُن کو اس لذت سے محروم کردیا ہے اور وہ مگن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں خراج۔ ٹیکس۔ مردہ ریگ۔ وہ مال جو ورثہ میں ملے۔

[2] ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کرجاتی ہے۔ سرمہ۔ وہ سرمہ حاصل کرلے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ۔ حضرت یوسفؑ رَسّی کے ذریعہ کنویں سے باہر آئے تھے، تو بھی عبادات کی رَسّی کے ذریعہ سے دنیا کے اِس کنویں سے باہر نکل آ۔

[3] تا بگوید۔ جس وقت حضرت یوسفؑ کنویں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والا چیخ اُٹھا تھا کہ خوشخبری ہے یہ تو لڑکا ہے اسی طرح تیری روح تیرے کنویں میں سے نکل آنے پر خوشخبری دے گی۔ در چہ۔ دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھا دیتی ہے۔ وقتِ بازی۔ بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصوّر کرلیتے ہیں۔

عارفانش[1] کیمیاگر گشتہ اند — تاکہ عسجد کانہا بر ایشاں تر زند

اُس (خدا) کو پہچان جانیوالے کیمیاگر بن گئے ہیں — حتیٰ کہ اُن کے لئے کانیں حقیر ہوگئی ہیں

دیدنِ درویشے جماعت مشائخ را در خواب و درخواست کردنِ روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شدن بکسب کہ از عبادت می مانم و ارشاد کردنِ ایشاں اُورا بمیوہائے تلخ و ترش کوہی و بروے شیریں شدن آں میوہا بدلالتِ آں مشائخ

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور ان سے بغیر کمائی کی مشغولیت کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور اُنکی اُس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور اُن بزرگوں کی رہنمائی سے اُس کے لئے اُن پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سمر — خضریاں[1] را من بدیدم خواب در
ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبُوَد آں وبال
میں نے اُن سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

مر مرا[2] سوئے کہستاں راندند — میوہا زاں بیشہ می افشاندند
وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اُس جنگل سے اُنھوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — در دہانِ تو بہمتہائے ما
کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کردیئے ہیں — تیرے مُنھ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب — بے صُداع و نقلِ بالا و نشیب
ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرا زاں رزق نُطقے رُو نمود — ذوقِ گفتِ من خردہا می رُبُود
پھر اُس رزق سے مجھ میں ایسی قوتِ گویائی رونما ہوئی — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کردیتا تھا

گفتم[3] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں — بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں
میں نے کہا، اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من، دلِ خوش یافتم — چوں انار از ذوق می بشگافتم
میری قوتِ گویائی جاتی رہی، میں نے مطمئن دل پالیا — ذوقِ لطف سے میں انار کی طرح کھِلتا تھا

---

[1] عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیاگر ہیں اُنکی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے ؎
آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بُود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
دیدن۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہلُ اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور اُن کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ سمر۔ قصہ۔ خضریاں۔ وہ اَبدال جو حضرت خضرؑ کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے اُن اَبدال سے کہا کہ کمانا کھانا تو وبال ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہوجائے۔

[2] مر مرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لیگئے اور انھوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے لئے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہوجائیں۔ صُداع۔ دردِ سر۔ یعنی۔ اُن پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہوگئی کہ لوگ اُس پر فریفتہ ہونے لگے۔

[3] گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطفِ کلام کی کیفیت زائل ہوگئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبۂ مسرت پیدا ہوگیا۔

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت[1] — غیر ایں شادی کہ دارم در سرشت
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہوگی — اِس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آگئی ہے

ہیچ نعمت آرزو ناید دِگر — زیں نپردازم بجوز و نیشکر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنّا نہ ہوگی — اُسکو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنّے کیطرف توجّہ نہ کرونگا

ماندہ بُود از کسب یک دو حبّہ اَم — دوختہ در آستینِ جُبّہ اَم
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی — جس کو میں نے جُبّہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیّت کردنِ اُو کہ ایں زر بدیں ہیزم کش دہم چوں من روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدنِ آں ولی ہیزم کش از ضمیر و نیّت اُو

اُس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اِس لکڑہارے کو دیدوں جبکہ میں نے بزرگوں کی کرامات سے حلال روزی پالی ہے اور اُس لکڑہارے ولی کا اُس کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم[2] می کشید — خستہ و ماندہ ز بیشہ در رسید
ایک درویش لکڑیاں لارہا تھا — تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من ز روزی فارغم — زیں سپس از بہرِ رزقم نیست غم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں — اِس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوۂ مکروہ بر من خوش شُدست — رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہوگئے ہیں — خاص رزق جسم کو حاصل ہوگیا ہے

چونکہ من فارغ شُدستم از گلُو — حبّۂ چندست ایں بدہم بدُو
چونکہ میں خلق (کے معاملہ) سے فارغ ہوگیا ہوں — چند رتّیاں ہیں یہ میں اُس کو دیدوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش — تا دو سہ روزک[3] شود از قوت خوش
اِس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں — تاکہ دو تین دن (کیلئے) وہ خوراک سے مطمئن ہوجائے

خود ضمیرم را ہمی دانست اُو — زانکہ شمعش داشت نور از شمع ہُو
اُس نے خود میرے دل کی بات جان لی — کیونکہ اُسکی شمع میں اللہ (تعالیٰ) کی شمع کا نُور تھا

بُود پیشش سِرِّ ہر اندیشہ — چوں چراغے در درونِ شیشہ
اُس کے لئے ہر خیال کا راز — آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

---

[1] در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اِس قدر پُر مسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔ در آستین جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔

[2] ہیزم۔ سوختہ، جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ جنگل۔ فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گذارہ کرلیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزقِ خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک۔ چونکہ۔ اب مجھے اپنے حلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبّہ۔ ایک رتّی کا وزن۔ تکلیف کش یعنی لکڑہارا۔

[3] تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اِس عطیہ سے اپنا کام چلالے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ زانکہ اُس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ بُود۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اُس پر اِس طرح ظاہر ہوجاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آجاتا ہے۔

ہیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر — بود بر مضمون دلہا او خبیر
دل کی کوئی بات اس سے نہ چھپتی تھی — وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

پس ہمی منکید[1] با خود زیر لب — در جواب فکر تم آں بوالعجب
تو وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا — وہ عجب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

کہ چنیں اندیشی از بہر ملوک — کیف تلقی الرزق ان لم یرزقوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے — اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

من نمی کردم سخن را فہم لیک — بر دلم میزد عتابش نیک نیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا — (لیکن) اس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ پڑا

سوئے[2] من آمد بہیبت ہمچو شیر — تنگ ہیزم را نہاد از پشت زیر
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا — ایندھن کا گٹھر کمر سے نیچے رکھ دیا

پرتو حالے کہ او ہیزم نہاد — لرزہ بر ہفت عضو من فتاد
اس حالت کے اثر سے کہ اس نے ایندھن کا گٹھر رکھا — میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہوگیا

گفت یارب گر ترا خاصاں ہی اند — کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند
اسنے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں — جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لطف تو خواہم کہ میناگر شود — ایں زماں ایں تنگ ہیزم زر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیاگر بنجائے — اسی وقت یہ ایندھن کا گٹھر سونا بن جائے

در زماں[3] دیدم کہ زر شد ہیزمش — ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش
میں نے اسی وقت دیکھا کہ ایندھن سونا ہوگیا — عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من در آں بیخود شدم تا دیر گہ — چونکہ با خویش آمدم من از ولہ
میں اس اثنا میں دیر تک بیہوش رہا — جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار — بس غیور و گریزان از اشتہار
اسکے بعد اسنے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ — بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں را بند ہیزم ساز زود — بے توقف ہم براں حالے کہ بود
اس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھر بنا دے — بلا تاخیر اسی حالت پر جیسا کہ تھا

در زماں ہیزم شد آں اغصان زر — مست شد در کار او عقل و نظر
اسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھر بنگئیں — اس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہوگئی

---

[1] منکید - وہ بڑبڑایا.... بوالعجب - چونکہ اس سے کرامات ظاہر ہو رہی تھیں - ملوک یعنی اولیاء اللہ - کیف - رزقوں کا انتظام ابدال کے سپرد ہوتا ہے - من - میں تم اسکی بات تو نہ سمجھا لیکن ان کے غصہ کا اثر میرے قلب ظاہر ہوا۔

[2] سوئے من - وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھر زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اس کی ہیبت سے کانپنے لگا - ہفت عضو ہفت اندام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت - اس لکڑہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربان بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

[3] در زماں - اس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہوگئیں۔ ولہ - حیرانی - بعد ازاں لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اس نے دعا شروع کردی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بنجائیگی لہٰذا تو ان لکڑیوں کو اصل حالت پر کردے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہوگئیں۔ در زماں - اسکی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آگئیں - اغصان غصن کی جمع، ٹہنی، شاخ۔

بعد ازاں[1] برداشت ہیزم را و رفت
اُس کے بعد اُس نے ایندھن کا گٹھر اُٹھایا اور چل دیا
سُوی شہر از پیشِ من اُو تیز و تفت
شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ روم
میں نے چاہا کہ اُس شاہ کے پیچھے جاؤں
پُرسم از وے مشکلات و بشنوم
اُس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سُنوں

بستہ کرد آں ہیبتِ اُو مر مرا
اُس کی اِس ہیبت نے مجھے باندھ دیا
پیشِ خاصاں رہ نباشد عامہ را
عوام کیلئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں
اور اگر کسی کیلئے راستہ ہو کہدو وہ سر قربان کرے
کاں بُوَد از رحمت و از جذبِ شاں
کیونکہ وہ اُن کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

پس غنیمت دار آں توفیق را
اُس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ
چوں بیابی صحبتِ صدّیق را
جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کرے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قُربِ شاہ
نہ کہ اُس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو
سہل و آساں درفتد آں دم ز راہ
اسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر
جب وہ اُس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں
پس[2] بگوید رانِ گاوَست ایں مگر
تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست ایں از رانِ گاو اے مُفتری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے
رانِ گاوت می نماید از خری
تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہان ست ایں بے رشوتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے
بخششِ محض ست ایں از رحمتے
یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریض[3] کردنِ سلیمانؑ رسولاں را بر تعجیل کردن
حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لئے بلقیس کی

بہجرتِ بلقیس بہر ایماں
ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ در نبرد
جیساکہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں
جذبِ خیل و لشکرِ بلقیس کرد
بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود
کہ اے عزیزو! جلد جلد آجاؤ
کہ برآمد موجہا از بحرِ جود
کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اُٹھ گئی ہیں

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصل حالت پر ہوگئیں تو وہ اُن کو لیکر چل دیا۔ مشکلات یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ۔ میں اسقدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں رک گئے جو اللہ تعالٰی کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی [illegible] رسائی نہیں ہوتی ہے اگر میرا [illegible] ہو تو یہ اُن بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اُس پر قربان [illegible] چاہیئے۔ صدّیق۔ وہ شخص [illegible] ولایت کے آخری مراتب [illegible] کے۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کرے۔

[2] پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلٰی درجہ کے دُنبوں کی قربانی کی اور فقرا میں تقسیم کی ایک فقیر کو ایک ران ملی اُس نے دُنبہ کی ران اسقدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اپنے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی نیست وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلٰی قسم کے دُنبہ کی تھی یعنی اُس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیئے اور اُس کی ناقدری نہ کرنی چاہیئے۔ خری۔ گدھا پن۔

[3] تحریض۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت اُنکی کشش سے [illegible] ہوتی ہے اب حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور اُس کی قوم کو حضرت سلیمانؑ تک پہنچایا یہ حضرت سلیمانؑ کی کشش سے تھا۔ جذب۔ کشش۔ [illegible] اسوقت رحمت خداوندی [illegible] سمندر جوش میں ہے

سُوئے ساحل[1] می فشاند بے خطر | جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر
بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے | ہر وقت اُس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

الصّلا گفتیم اے اہلِ رشاد | کایں زماں رضواں درِ جنت کشاد
اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی | کیونکہ اِس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے

پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید | سُوئے بلقیس و بدیں دیں بگروید
پھر سلیمانؑ نے کہا اے قاصدو! جاؤ | بلقیس کی جانب اور اِس دین کے گرویدہ ہوجاؤ

پس[2] بگوئیدش بیا اینجا تمام | زود کانّ اللّٰہ یدعوا بالسّلام
پھر اُس سے کہو، مکمل طور پر یہاں آجائے | جلد، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب | کہ فتوحست ایں زمان و فتحِ باب
ہاں اے دولت کے طالب! جلد آجا | کیونکہ اِسوقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا | تا طلب یابی ازاں یارِ وفا
اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آجا | تاکہ تو اُس باوفا دوست سے طلب حاصل کرے

مُلک برہم زن تو ادہمؒ وار زُود | تا بیابی ہمچو اُو مُلکِ خلود
تو ادہمؒ کی طرح جلد مُلک کو خیرباد کہدے | تاکہ تو اُس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترک کردنِ مُلکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خفتہ بُود آں شہ شبانہ بر سریر[3] | حارساں بر بام اندر دار و گیر
وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے | محافظ بالاخانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارساں آنہم نبُود | کہ کنند زاں دفعِ دُزداں و رُنود
شاہ کا مقصد، محافظوں سے یہ بھی نہ تھا | کہ اُن کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

اُو ہمی دانست کاں کو عادلست | فارغست از واقعہ امین دلست
وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے | حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

عدل باشد پاسبانِ کامہا | نے بشب چوبک زناں بر بامہا
مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے | نہ کہ رات کو بالاخانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رُباب | ہمچو مُشتاقاں خیالِ آں خطاب
لیکن رباب کی آواز سے اُن کا مقصد (وہ تھا) | جو اُس خطاب کے خیال کے مشتاقوں کا ہوتا ہے

---

[1] سُوئے ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سینکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آکر اُن کو حاصل کر لو۔ الصّلا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اِس وقت جنت کے دروازے کُھل گئے ہیں اور دعوتِ عام ہے۔ رضوان۔ داروغۂ جنت۔ دیں بگروید یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کرلو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔

[2] پس۔ حضرت سلیمانؑ نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جاکر کہو کہ سب یہاں آجائیں اور سلامتی اختیار کرلیں۔ دولت یعنی آخرت۔ فتوح یعنی انعامات۔ فتحِ باب یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ۔ جو اَب طالب بھی نہیں ہے وہ بھی آجائے یہاں آکر طلب صادق پیدا ہوجائیگی۔ ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔

[3] سریر۔ تخت۔ حارساں۔ حارس کی جمع ہے، نگہبان۔ دار و گیر یعنی فرائض۔ رُنود رِند کی جمع ہے، مُفسد، بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کامہا یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو۔ صوفیاء کو رباب کی آواز اُس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدمؑ سے لیا گیا تھا جس کو عہدِ الست کہا جاتا ہے۔

نالۂ سرنا و تہدیدِ دُہُل ۱ | چیزکے ماند بداں ناقورِ کُل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک | اُس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا | از دُوارِ چرخ بگرفتیم ما
حکماء نے کہا ہے کہ یہ راگ | ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگِ گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق | می سرایندش بطنبور و بحلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جسکو لوگ | طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مؤمناں گویند کآثارِ بہشت | نغز گردانید ہر آوازِ زشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے | ہر بھدی آواز کو حسین بنادیا ہے

ما ہمہ اجزائے آدمؑ بودہ ایم | در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدمؑ کے اجزاء تھے | ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں

گرچہ ۲ برما ریخت آب و گِل شکے | یادِماں آید از آنہا اندکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈالدیا ہے | ان سے ہمیں اُن کی کچھ یاد آجاتی ہے

لیک چوں آمیخت با خاکِ کُرَب | کے دہد ایں زیر و ایں بم آں طرب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں ملگئے ہیں | تو یہ نیچے اونچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں!

آب چوں آمیخت با بول و کمیز | گشت زامیزش مزاجش تلخ و تیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مِل گیا | مِلاوٹ سے اُس کا مزاج تلخ و تیز ہوگیا

چیزکے ۳ از آب ہستش در جسد | بول از آں رُو آتشے را می کُشد
اُس کے وجود میں کچھ پانی ہے | پیشاب اِسی وجہ سے آگ کو بجھادیتا ہے

گر نجس شد آب ایں طبعش بماند | کآتشِ غم را بالطبع خود نشاند
پانی اگرچہ ناپاک ہوگیا اُس کا مزاج باقی رہگیا | کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھادیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع | کہ درو باشد خیالِ اجتماع
سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی | کیونکہ اُس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

طاری ہوتی تھی۔ کُرَب۔ کربۃ کی جمع ہے، مصیبت طرب مستی۔ آب۔ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو اُن کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہوجائیگی۔ کمیز پیشاب ——— ۳ چیزکے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھادے گا اسی طرح اِن لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتشِ غم کو بجھادیتے ہیں۔ پس۔ اُن نغموں کا سماع چونکہ وصلِ محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لئے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔

۱ نالہ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیلؑ کے نفخِ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سرنا۔ نفیری۔ دہل ڈھول ناقورِ کل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائیگا بطلیموس حکیم فیثاغورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے سات آوازیں سات سیاروں سے چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے، اور اڑتالیس ترکیبیں سال کے اڑتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔ بانگ۔ ان حکماء کے نزدیک آسمانوں کی حرکت سے ہوا ہے اور اُس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مومناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حورانِ بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ ما ہمہ۔ ہم اگرچہ براہِ راست جنت میں نہ تھے کہ وہاں سے ان کو سنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدمؑ وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزاء میں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سُنے تھے۔ ۲ گرچہ۔ اس آب و گل کی دنیا نے ہمیں جنت کی باتیں بھلادی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے لیکن چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہوتے ہیں جو آب و گل سے بنا ہے اس لئے اب اس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں

قُوتِ ۱ے تے گیرد خیالاتِ ضمیر
دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں

بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر
بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسّم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق از نواہا گشت تیز
عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے

آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز
جس طرح سے اس اخروٹ گرانیوالے کی آگ

حکایتِ ۲ آں مردِ تشنہ کہ از سرِ جوز بُن جوز در آب می ریخت کہ
اُس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

در گو بُود و در آب نمی رسید تا با فتادنِ جوز بانگِ آب بشنود و
گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تا کہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سن لے

اُورا چوں سماعِ بانگِ آب در طرب می آورد
اور اُس کو پانی کی آواز کا سننا مستی میں لاتا تھا

در تغولے بُود آب آں تشنہ راند
پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا

در درختِ جوز جوزے می فشاند
اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوز بُن جوز اندر آب
اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گرتا تھا

بانگ می آمد ہمی دید او حباب
آواز آتی تھی، وہ بلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا
ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! رہنے دے

جوزہا خود تشنگی آرد ترا
خود اخروٹ تجھے پیاسا کر دیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر ۳
اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں

آب در پستی ست از تو دور تر
پانی گہرائی میں تجھ سے دُور ہے

بیشتر در آب می اُفتد ببیں
دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں

می بَرد آبش ترا چہ سُود زیں
ان کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اس کیا فائدہ!

تا تو از بالا فرود آئی بزیر
جب تک تو اوپر سے نیچے اُترے گا

آب جوزت بُردہ باشد اے دلیر
اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست
اُس نے کہا اس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے

تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست
غور سے دیکھ، اِس ظاہر پر نہ ٹھہر

اُس عقلمند سے کہا کہ میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔

---

۱ قوتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو ان میں ابھار پیدا ہوتا ہے اور خیال مجسّم اختیار کر لیتا ہے۔ آتشِ عشق۔ عشق کی آگ ان نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے جس طرح اس پیاسے شخص کی پیاس اُن اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اس کی تفصیل کرتے ہیں۔

۲ حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا یہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تو اس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیئے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی یہ اس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ تغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حباب۔ بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اس پیاسے کا منشا نہ سمجھا اور اس نے دیکھا کہ اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو بڑھا دے گا۔

۳ ثمر۔ یعنی اخروٹ۔ جی برد۔ پانی ان اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے

قصدِ[1] من آنست کاید بانگِ آب — ہم ببینم بر سرِ آب ایں حباب
میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے — میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ را خود شغل چہ بُود در جہاں — گرد پائے حوض گشتن جاوداں
دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے! — ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جُوی و گردِ آب و بانگِ آب — ہمچو حاجی طائفِ کعبہ صواب
نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز کے گرد — اُس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنیوالا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی — اے ضیاء الحق حُسام الدیں توئی
اسی طرح اِس مثنوی سے میرا مقصود — اے ضیاء الحق حُسام الدین تو ہی ہے

مثنوی[2] اندر اُصول و ابتدا — جُملہ بہرِ تُست و بر تُست انتہا
مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں — سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی (آگے) انتہا ہے

التجا بر تُست و بر امدادِ تو — تکیہ بر اشفاق و بر اِسعادِ تو
تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے — تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اُصول و در فروع — میکند زیرِ لوای تو رُجوع
مثنوی اصول اور فروع میں — تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در استوا و در اُفُول — جُملہ آنِ تُست و گردستی قبول
مثنوی عروج اور غروب میں — پوری تیری ملکیت ہے اور تونے قبول کرلیا ہے

در قبولِ تُست عزّ و مُقبلی — زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی
تیرے قبول کرلینے میں عزت اور نصیبہ وری ہے — کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

در قبول آرند شاہاں نیک و بد — چوں قبول آرند نبُود ہیچ رَد
بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کرلیتے ہیں — جب قبول کرلیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں[3] نہالے کاشتی آبش بدہ — چوں کشادش دادہ بکشا گرہ
جب تونے پودا لگایاہے اُس کو پانی دے — جب تونے کشادگی دی ہے، گرہ کھولدے

قصدم از الفاظِ اُو رازِ تو است — قصدم از انشاش آوازِ تو است
میرا مقصد اُس کے الفاظ سے تیرا راز ہے — میرا مقصد اُس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

[3] چوں۔ اے حسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اُس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کررہا ہوں اور اُس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کررہی ہے۔

[1] قصدِ من۔ اخروٹ توڑ کر اِس لئے پھینک رہا ہوں کہ اُس کے گرنے سے پانی کی آواز سُن سکوں اور پانی کے بُلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حباب۔ پانی کا بلبلہ۔ تشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سُنے اور یہ اُس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مُرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہمچناں۔ جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کا طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اِسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حُسام الدین تم ہو۔

[2] مثنوی۔ میری اِس مثنوی کی ابتدا اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ اِلتجا۔ اِس میں تمہاری مدد شاملِ حال ہے اور مجھے اِس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے، جڑ۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ اِستوا۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ اُفول۔ غروب۔ آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کرلی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔ در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بُری چیز قبول کرلیتے ہیں اور پھر کبھی اُس کو رد نہیں کرتے ہیں۔

پیشِ[1] من آوازت آوازِ خداست
میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے

عاشق از معشوق حاشا کے جداست
توبہ توبہ، عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اتصالے بے تکیّف بے قیاس
ناقابلِ بیان، عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے

ہست ربُّ النّاس را باجانِ ناس
لوگوں کے ربّ کا لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نسناس نے
لیکن میں نے انسان کہا ہے، بن مانس نہیں کہا،

ناس غیرِ جانِ جاں اشناس نے
انسان، جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

ناس[2] مردم باشد و کو مردمے
انسان، انسان ہوتا ہے لیکن انسان کہاں ہے؟

تو سرِ مردم ندیدستی دمے
تو نے تھوڑی دیر کیلئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ خواندہٖ
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے

لیک جسمی در تجزّی ماندہٖ
لیکن تو ایک مجسّمہ ہے، اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے

مُلکِ جسمت را چو بلقیس اے غبی
اے بیوقوف اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح

ترک کن بہرِ سلیمانِ نبی
سلیمانؑ نبی کے لئے چھوڑ دے

میکنم لاحول نے از گفتِ خویش
میں لاحول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں

بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش
بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

کو خیالے می کند در گفتِ من
کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے

در دل از وسواس و انکارات و ظن
دل میں، وسوسوں اور انکاریوں اور بدگمانی کے

می کنم لاحول یعنی چارہ[3] نیست
میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے

چوں ترا در دل بضدم گفتنی ست
جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفتِ من گرفتت در گلو
چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے

من خمش کردم تو آں را خود بگو
میں چپ ہو گیا تو اسکو خود کہہ

دربیانِ نائی کہ از مقعدش بادے بجست، نے را بر زمیں نہاد
اُس نے نواز کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اُس نے بانسری زمین

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر
پر رکھ دی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

[1] پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جدا ہو۔ اتصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتصال انسانوں کے ساتھ ہے بن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔ [2] ناس۔ بہت سے انسان بشکلِ انسان ہیں لیکن اُن میں انسانیت نہیں ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہو گئے قرآنِ پاک نے اُس کے بارے میں فرمایا وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی یہ وہ اتصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں۔ لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبۂ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ ملک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ میکنم۔ یہاں آکر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آگیا فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ اُن لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور اُسکے متعلق بدگمانیاں ہیں — [3] چارہ نیست۔ جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے چونکہ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اُترتی ہو تو پھر تم اس جیسی مثنوی کہہ دو۔ ایک قصہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواز کا نے بجاتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اُسنے بانسری اپنی مقعد کے حوالہ کر دی اور کہا کہ اگر

آں یکے نائی[1] کہ خوش نے میزدست
ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا

ناگہاں از مقعدش بادے بجست
اچانک اُس کی مقعد سے گوز خارج ہوگیا

نائے را بر کُون نہاد اُو کہ زمن
اُس نے بانسری مقعد پر رکھدی کہ مجھ سے

گر تو بہتر می زنی بستاں بزن
اگر تو بہتر بجاتی ہے تو لے (اور) بجا

در بیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبے و طریقِ رفق و مدارات سپردن
ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب
اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب

نیست اِلّا حمل از ہر بے ادب
نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنیکے علاوہ

ہر کرا بینی شکایت می کند
تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے

کاں فلاں کس راست طبع و خوی بد
کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بُری ہے

ایں شکایت گو بداں کہ بدخوست
یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بدعادت ہے

کہ مر آں بدخوی را اُو بدگوست
کیونکہ وہ اُس بدخو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بُود کو در خمول[2]
کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں

باشد از بدخوی و بدطبعاں حمول
بدعادت اور بدطبیعت والوں کی برداشت کرنیوالا ہو

لیک در شیخ آں گلہ زامرِ خداست
لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے

نے پئے خشم و مُمارات و ہواست
نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہشِ نفسانی کی وجہ سے

آں شکایت نیست ہست اصلاحِ جاں
یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے

چوں شکایت کردنِ پیغمبراں
جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[3] انبیا از امر داں
نبیوں کی عدم برداشت حکم سے سمجھ

ورنہ حمّال ست بدرا حلمِ شاں
ورنہ اُن کی بردباری بُرے کو برداشت کرنیوالی ہے

طبع را کُشتند در حملِ بدی
انھوں نے بُرائی کے برداشت کرنیمیں طبیعت کو مار ڈالا ہے

ناحمولی گر بُود ہست ایزدی
اگر عدم برداشت ہے تو خدائی ہے

اے سلیمانؑ درمیانِ زاغ و باز
اے سلیمانؑ! کوّے اور باز میں

حِلمِ حق شو با ہمہ مُرغاں بساز
اللہ (تعالیٰ) کا حِلم بنجا، تمام پرندوں سے نبھا

بُلبلِ بسیار گو را پر مکن
بہت بولنے والی بُلبل کے پَر نہ نوچ

باز را و کبک را بر ہم مزن
باز اور چکور کو نہ بھڑا

[1] نائی - بانسری بجانے والا - باد یعنی گوز - کُون - مبرز - تحمل - برداشت - مُدارات خاطر تواضع - اے مسلماں - چونکہ مثنوی کے شعر حضرت نے راہِ بے ادبی اختیار کی اسپر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے - طلب یعنی ایک طالب اور سالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر ناگواری کو برداشت کرے - ہر کرا جسکو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی بُرائی اور شکایت کررہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بدعادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہوگیا ہے - خوشخو - اچھی عادت تو اُس شخص کی ہے جو بُروں کو برداشت کرے -

[2] خمول - گمنامی - حمول - برداشت کرنیوالا - لیک - شیخ بھی مُرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اُس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مُرید کی اصلاح کیلئے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء نے قوموں کا شکوہ کیا ہے -

[3] ناحمولی - انبیاء کا غصہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے - طبع را - وہ تو نفسِ اَمّارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا اُن کا غصہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکمِ ایزدی سے ہوتا ہے - سلیماں - یعنی شیخ - حضرت سلیمانؑ چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اسلئے اُس مناسبت سے اچھے اور بُرے انسانوں کو پرندوں کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے - زاغ و باز یعنی اچھے اور بُرے انسان - بلبل - پُرگو

انسان کو بھی سماعی کر

اے دو صد بلقیس حلمت را زبوں | کاھدِ قومی اِنّھُم لا یعلمون

اے وہ کہ دو سو بلقیس تیری بُردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں | کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتے ہیں

تہدید فرستادن سلیمان پیش بلقیس کہ اصرار مینندیش بر شرک و تاخیر مکن در ہجرت بہر ایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان لانے کے لئے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود | لشکرت خصمت شود مرتد شود

خبردار! بلقیس آجا، ورنہ بُرا ہوگا | تیرا لشکر تیرا دشمن ہوجائیگا، باغی ہوجائے گا

پردہ دارِ تو درت را بر کند | جانِ تو با تو بجاں خصمی کند

تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اُکھاڑ دے گا | تیری جان، جان (و دل) سے تجھ سے دشمنی کریگی

جملہ ذرّاتِ زمین و آسماں | لشکرِ حق اند گاہِ امتحاں

زمین اور آسمان کے سارے ذرے | آزمائش کے وقت اللہ تعالےٰ کے لشکر ہیں

بادٗ را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد | آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد

تونے ہوا کو دیکھا اُس نے (قوم) عاد کیساتھ کیا کیا؟ | تونے پانی کو دیکھا اُس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحرِ کیں | وانچہ با قاروں نمودست ایں زمیں

جو اُس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا | اور وہ جو اُس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد | وانچہ پشہ کلۂ نمرود خورد

اور وہ جو ابابیل نے اُس ہاتھی کے ساتھ کیا | اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤدے بدست | گشت ششصد پارہ و لشکر شکست

اور وہ کہ (حضرت) داؤدؑ نے ہاتھ سے پتھر پھینکا | تین سو ٹکڑے ہوگیا اور لشکر کو شکست دیدی

سنگؔ می بارید بر اعدائے لوطؑ | تا کہ در آبِ سیاہ خوردند غوط

(حضرت) لوطؑ کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے | حتیٰ کہ اُنھوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

ما بگویم از جماداتِ جہاں | عاقلانہ یاریِ پیغمبراں

(اگر) میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں | سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

داؤدؑ نے تین پتھر دشمنوں کیطرف پھینکے تو انکے صد ہا ٹکڑے ہوکر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہوگئے۔

۳ سنگ۔ قوم لوطؑ سنگسار کیگئی قرآن پاک میں ہے لِنُرسِلَ عَلَیھِم حِجَارَۃً مِّن طِینٍ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں

بگویم۔ اگر تشریح کیجائے کہ جمادات نے انبیاء کی کیا کیا مدد کی ہو تو مثنوی کی ضخامت چالیس اونٹوں کے بوجھ کی ہوجائیگی۔

۱ دو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہِ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ اِھد۔ جس وقت جنگِ اُحد میں آنحضورؐ کو مشرکین نے زخمی کردیا تو آپنے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَومِی فَاِنَّھُم لَا یَعلَمُونَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔ تہدید۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آکر مسلمان ہوجا ورنہ خرابی پیدا ہوجائیگی۔ لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہوجائیگا۔ مرتد یعنی اطاعت سے پھر جائیگا۔ پردہ دار۔ چوکیدار خود دروازہ توڑ ڈالیگا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہوجائیگی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا دشمن ہوجاتا ہے۔

۲ باد۔ قرآن میں ہے۔ اَمَّا عَادٌ فَاُھلِکُوا بِرِیحٍ صَرصَرٍ قومِ عاد آندھی سے ہلاک کردی گئی۔ آب۔ قرآن میں ہے۔ وَاَغرَقنَا الَّذِینَ کَذَّبُوا بِاٰیٰتِنَا جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُنکو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔ فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِیَھُم مِّنَ الیَمِّ مَا غَشِیَھُم پس ان کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الاَرضَ ہم نے اُس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ بابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَھُم کَعَصفٍ مَّاکُولٍ۔ داؤد حضرت

مثنوی چنداں شود کہ چل شُتر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ

گر کَشد عاجز شود از بارِ پُر
اگر اٹھائیں بلورے بوجھ سے عاجز آجائیں گے

دستؑ بر کافر گواہی می دہد
ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے

لشکرِ حق می شود سَر می نہد
اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِّ حق در فعل و درس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے

درمیانِ لشکرِ اُوئی بترس
تو اُس کے لشکر کے درمیان ہے، خوف کھا

جُزوِ جزوتؑ لشکرِ حق در وفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے

مر تُرا اکنوں مُطیع اند اَز نفاق
اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را کُو را افشار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اُس کو تنگ کر

دردِ چشم از تو بر آرد صد دِمار
آنکھ کا درد تیری سَو ہلاکتیں پیدا کر دے گا

ور بدنداں گوید اُو بنما وبال
اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ

پس بہ بینی تو ز دنداں گوشمال
تو تُو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کُن طبؑ را بخواں بابُ العِلَل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے

تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے و نیست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان ہی ہے

دشمنی با جانِ جاں آساں کے ست
جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کُن لشکرِ دیو و پری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے

کز میانِ جاں کُنندم صفدری
کیونکہ جان کے اندر سے میری جانب سے صف شکنی کر دیتے ہیں

مُلکؑ را ابگذار بلقیس از نخست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے

چوں مرا یابی ہمہ مُلک آنِ تست
جب تو مجھے حاصل کرے گی سب مُلک تیری ملکیت ہیں

خود بدانی چوں بر من آمدی
جب تو میرے پاس آجائے گی خود جان لے گی

کہ تو بے من نقشِ گرمابہ بُدی
کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقشِ سلطاں یا غنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی

صورت ست از جانِ خود بے چاشنی ست
تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

زینتِ اُو از برائے دیگراں
اُس کی رونق دوسروں کے لئے ہے

باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں
خواہ مخواہ اُس نے آنکھ اور منھ کھول رکھا ہے

۱ دست - قرآن میں ہے۔ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ "اور انکے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور انکے پاؤں گواہی دینگے اُن کاموں کی جو انھوں نے کئے۔" اے نمودہ - اللہ تعالیٰ کے مخالف کو ڈرنا چاہیئے وہ اُسکی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس - یعنی قول۔

۲ جزو - انسان کا ہر ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دِمار - ہلاکت۔ دنداں - دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ بابُ العِلَل - طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اُس سے معلوم ہو جائیگا کہ انسان کے بدن میں کسقدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمنی - جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود - اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑو خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

۳ ملک را - بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آجا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی۔ نقشِ گرمابہ - حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش - تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہرحال بے جان چیز ہے۔

اے۱ تو در پیکار خود را باختہ — دیگراں را تو ز خود نشناختہ

خبردار! تو نے اپنے آپ کو جنگ و جدل میں مصروف کر رکھا ہے — تو دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانتا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی — کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی

تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے — کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق — در غم و اندیشہ مانی تا بحلق

اگر تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے — غم اور فکر میں گلے تک رہ جائے

ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی — کہ خوش و زیبا و سرمست خودی

تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (مظہر) وحدت ہے — جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا عاشق ہے

مرغ۲ خویشی صید خویشی دام خویش — صدر خویشی فرش خویشی بام خویش

تو اپنا پرندہ ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے — تو اپنا صدر ہے تو اپنا فرش ہے تو اپنا بالاخانہ ہے

جوہر آں باشد کہ قائم با خود است — واں عرض باشد کہ فرع او شدست

جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو — جو اس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے

گر تو آدم زادہ چوں او نشیں — جملہ ذرات را در خود ببیں

اگر تو آدم کی اولاد ہے، اس کی طرح بیٹھ — تمام ذروں کو اپنے اندر دیکھ

چیست۳ اندر خم کہ اندر نہر نیست — چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست

مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟ — گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

ایں جہاں خم ست و دل چوں جوی آب — ایں جہاں حجرہ است و دل شہر عجاب

یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے — یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردن سلیمان بلقیس را کہ خالصاً لامر اللہ ست جہد در ایمان او

(حضرت) سلیمان کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے حکم سے ہے

یکذرہ غرضے نیست مرا نہ در نقش تو و نہ در حسن تو و نہ در ملک تو خود بینی چوں چشم جانت باز شود بنور اللہ تعالٰی کہ بے غرضی ست

میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش و نگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری سلطنت میں جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ بے غرضی ہے

۱ اے تو - انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے وہ تصورات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں - انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق کو دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کیلئے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مخلوق سے اس کو کیسا انس ہے۔ ایں تو یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جدا گانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی - تو ذات باری کا مظہر ہے اور حق تعالٰی اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔

۲ مرغ خویشی - ؎

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ
خود بر سر آں کوزہ خریدار برآمد

جوہر - حضرت حق تعالٰی قائم بنفسہ ہے وہی عین موجود ہے باقی موجودات اس کی شئون ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدم - حضرت آدم تمام ذرات عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ ان کی حقیقت تمام حقائق الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی ان کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

۳ چیست - اس شعر میں عالم کو خم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلب انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو کچھ عالم میں ہے وہ قلب انسانی میں اس کی وسعت کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ ہے انسان عالم کبیر ہے اور دنیا عالم صغیر ہے۔ پیدا کردن - حضرت سلیمان نے بلقیس پر واضح کیا کہ اس کو طلب کرنے میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اس کو طلب کر رہے ہیں۔

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتیؔ[1]
خبردار! آجا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں

چوں اجل شہوت کُشم نے شہوتی
موت کیطرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں، شہوت والا نہیں ہوں

ور بُوَد شہوت امیرِ شہوتم
اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں

نے اسیرِ شہوت و رُوی بُتم
نہ کہ شہوت اور بُت کے چہرے کا قیدی

بُت شکن بُودست اصلِ اصلِ ما
ہماری اصل کی اصل بُت شکن تھی

چوں خلیلِ حقؑ و جملہ انبیا
مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر درآیم از رہے در بتکدہ
اگر میں کسی راستے بُتخانہ میں جاؤں

بُت سجود آرد مرا در معبدہ
عبادت خانہ میں بُت مجھے سجدہ کریں

احمدؐ و بُوجہل در بتخانہ رفت
محمدؐ اور ابوجہل بُت خانہ میں گئے

زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت
اِس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں درآمد سر نہند اُورا بتاں
یہ اندر آئے، بتوں نے اُن کے سامنے سر رکھ دیا

آں درآید سر نہد چوں اُمّتاں
وہ آتا ہے تو اُمتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں جہانِ[2] شہوتی بتخانہ ایست
یہ شہوت کی دنیا ایک بُت خانہ ہے

انبیا و کافراں را لانہ ایست
نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک شہوت بندۂ پاکاں بُوَد
لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے

زر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بُوَد
سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر
کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں

اندریں بُوتہ درند ایں دو نفر
دونوں شخص اِس بھٹی میں ہیں

قلب[3] چوں آمد سیہ شد در زماں
کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہوگیا

زر درآمد شد زریِ اُو عیاں
سونا داخل ہوا اُس کا سونا پن واضح ہوگیا

دست و پا انداخت اندر بُوتہ زر
سونے نے ہاتھ پاؤں کٹھالی میں ڈالے

در رُخِ آتش ہمی خندد چو خُور
وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسمِ ما رُوپوش باشد در جہاں
دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے

ما چو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں
ہم اس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہِ دیں را منگر اے نادان بطیں
اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ

کیں نظر کردہ است ابلیسِ لعیں
کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

---

[1] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اَجَل تو قاطعِ شہوت ہے۔ نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بُوَد۔ رسول میں اگرچہ جو روزی کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ رُوی بُتم یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔ بت شکن۔ حضرت خلیلؑ اور دوسرے نبیوں کا کام بُت شکنی تھا۔ گر درآیم۔ رسول اگر بُت کدہ میں جاتا ہے تو بُت سرنگوں ہوجاتے ہیں۔ احمد۔ آنحضورؐ خانہ کعبہ میں گئے تو بُت سرنگوں ہوگئے ابوجہل جاتا تھا تو خود اُن کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اور نبی اور کافر دونوں اُس میں مقیم ہیں۔ لیک۔ شہوت، پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے اُن کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جاکر اور کھرا بنجاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جاکر کالی اور رسوا ہوجاتی ہے۔

[3] قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بنجاتا ہے کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہوجاتا ہے۔ بُوتہ۔ سنار کی کٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم۔ نبیوں کا مادی جسم اُن کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہِ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو دیکھنا ہے۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے جسم کو دیکھا تھا اُن کی روح کو نہیں دیکھا۔

ؔ۱ کے تواں اندود ایں خورشید را — با کفِ گِل تو بگو آخر مرا
اِس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟ — ایک مُٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

گر بریزی خاک و صد خاکسترش — بر سرِ نورش، او بر آید بر سرش
اگر تو اُس پر مٹی اور سَو راکھیں ڈالے — اُس کے نور پر، وہ نور اُس خاک کے اوپر آجائیگا

کہ کہ باشد کو بپوشد روئے آب — طین کہ باشد کو بپوشد آفتاب
تِنکا کیا ہوتا، کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟ — مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو ادہمؒ شاہ وار — دود ازیں مُلکِ دو سہ روزہ برآر
اے بلقیس! شاہ ادہمؒ کی طرح اُٹھ کھڑی ہو — اِس دو تین روزہ کی حکومت میں سے دُھواں نکال دے

باز گو احوالِ ابراہیمؒ زود — ترکِ مُلکش را بگو موجب چہ بود
ابراہیمؒ کے احوال پھر جلد کہہ — بتا اُن کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیۂ قصۂ سلطان ابراہیم ادہم روَّحَ اللہُ رُوحَہٗ
حضرت شاہ ابراہیم ادہمؒ کے قصہ کا بقیہ خدا اُن کی روح کو تازہ کرے

ؔ۲ بر سرِ تختے شنید آں نیک نام — طقطقے و ہائے و ہوئے شب ز بام
اُس نیک نام نے تخت پر سے سُنا — رات کو بالا خانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہائے تُند بر بامِ سرا — گفت با خود ایں چنیں زہرہ کرا
محل کی چھت پر بھاری قدم — دل میں کہا، ایسا پتّہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر روزنِ قصر او کہ کیست — ایں نباشد آدمی ماناپریست
انھوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟ — یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے بھوت ہے

ؔ۳ سر فرو کردند قومے بوالعجب — ما ہمی گردیم شب بہرِ طلب
کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا) — ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اشتراں — گفت اُشتر بام بر کہ جست ہاں
ہیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا اونٹ — اُن (ابراہیم ادہمؒ) نے کہا! اِیں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ — چوں ہمی جوئی ملاقاتِ اِلٰہ
پھر انھوں نے اُنسے کہا آپ تخت اور رتبہ میں — اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟

خود ہماں بُد دیگر اُو را کس ندید — چوں پری از آدمی شد ناپدید
یہ واقعہ ہوا، پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا — پری کی طرح انسانوں سے غائب ہوگئے

ؔ۱ کے تواں۔ انبیاء کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔ گر بریزی۔ سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا۔ کہ۔ دریا کی سطح پر اگر گھاس آجائے تو دریا کب چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسا۔ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہمؒ کی طرح تو بھی مُلک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے۔ دُود۔ یعنی اِس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

ؔ۲ بر سر۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ رات کے وقت اپنے تختِ شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ بامِ سرا۔ قلعہ کا بالا خانہ۔ زہرہ۔ پتّہ، ہمت۔ روزنِ قصر۔ کھڑکی۔ ماناپریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالا خانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

ؔ۳ سر فرو۔ اوپر سے اُن لوگوں نے جھانک کر کہا ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا کیا ڈھونڈتے ہو انھوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہ جست۔ یعنی اونٹ کو بالا خانہ پر آج تک کسی نے نہیں تلاش کیا ہے۔ پس۔ اُن لوگوں نے حضرت ابراہیمؒ سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کونسی درست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اس واقعہ کے بعد انکے حالات بدل گئے اور

لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے۔

۱ مغنیش پنہاں و او در پیشِ خلق — خلق کے بینند غیرِ ریش و دلق
اُن کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے — لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں زچشمِ خویش و خلقاں دور شُد — ہمچو عنقا در جہاں مشہور شُد
جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دُور ہو گئے — عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سوئے قاف — جملۂ عالم از و لافند لاف
سیمرغ کی جان جو (کوہ) قاف کی طرف چلی آئی — تمام لوگ اناپ شناپ اُسکی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نورِ شرق — غلغلے افتاد در بلقیس و خلق
یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی — لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

رُوحہائے مُردہ جملہ پر زدند — مُردگاں از گورِ تن سر بر زدند
سب مُردہ روحیں اُڑنے لگیں — مُردوں نے جسم کی قبر سے سر اُبھارا

۲ یکدگر را مژدہ می دادند ہاں — نک ندائے می رسد از آسماں
ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں — یہ آواز آسمان سے آ رہی ہے

زاں ندا دینہا ہمی گردند گبز — شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز
اس آواز سے سب دین قوی ہوتے ہیں — دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیمانؑ آں نفس چوں نفخِ صُور — مُردگاں را وارہانید از قبور
(حضرت) سلیمانؑ کے اُس سانس نے صور پھونکنے کی طرح — مُردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر ترا بادا سعادت بعد ازیں — ایں گذشت و اللہ اعلم بالیقیں
اِس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو — یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

۳ بقیۂ قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمان علیہ السّلام مر

سبا والوں کے قصہ کا بقیہ اور حضرت سلیمانؑ کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آں بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مشکلاتِ دین و دلِ او

ہر ایک کو اُس کے اور اُس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

و صید کردنِ ہر جنسِ مرغِ ضمیرے بصفیرِ آں جنسِ مرغ و طعمۂ او

دل کے پرندے کی جنس کو اُس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

کے مطابق راہنمائی کی۔ صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اُسی قسم کی سیٹی بجا کر اُن کو جمع کرتا ہے اور اُن کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔

۱ مغنیش۔ حضرت ابراہیمؒ کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ اُن کے اوصاف باطنی اور مدارج کو لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ اُنکے سامنے تھے اس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں زچشم۔ اپنی آنکھوں سے استغراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح اُنکی شہرت ہو گئی۔ سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دُور ہے لہٰذا اُس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نورِ شرق یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ خلق یعنی بلقیس کی رعایا۔ روحہائے۔ مُردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی رُوح نے سر اُبھارا۔ ۲ یکدگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اِس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اُس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ نفس یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ مُردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ قبور یعنی دُنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اُسکی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہرحال اِس قصہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ۳ بقیہ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اُسکے مناسب اور اُس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد

قصہ گویم از سبا مشتاق وار
میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سناتا ہوں

چوں صبا[1] آمد بسوئے لاالزار
جب لاالزار کی جانب (باد) صبا پہنچی

لاقت الاشباح یوم وصلہا
جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہوگئے

عادت الاولاد صوب اصلہا
اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

امۃ العشق خفی فی الامم
عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے

مثل جود حولہ یوم السقم
اس سخاوت کی طرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذلۃ[2] الارواح من اشباحہا
روحوں کی ذلت ان کے جسموں سے ہے

عزۃ الاشباح من ارواحہا
جسموں کی عزت ان کی روحوں سے ہے

ایہا العشاق السقیا لکم
اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے

انتم الباقون والبقیا لکم
تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

ایہا السالون قوموا واعشقوا
اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو

ذاک ریح یوسف فاستنشقوا
یہ (حضرت) یوسف کی خوشبو ہے سونگھ لو

منطق الطیر سلیمانی بیا
اے سلیمانی منطق الطیر! آجا

بانگ ہر مرغے کہ می آید سرا
جو مرغ آئے اس کی بولی بول

چوں بمرغانت فرستاد حق
جبکہ تجھے اللہ تعالےٰ نے پرندوں کی جانب بھیجا ہے

لحن ہر مرغے بدادستت سبق
تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مرغ جبری را زبان جبر گو
جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا

مرغ پر[3] اشکستہ را از صبر گو
پر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مرغ صابر را تو خوش دار و معاف
صابر پرند کو تو اچھا رکھ اور معاف کر

مرغ عنقا را بخواں اوصاف قاف
عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

مر کبوتر را حذر فرما ز باز
کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے

باز را از حلم گوی و احتراز
باز کو بردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خفاشے را کہ ماند او بینوا
اس چمگادڑ کو جو بے سازوسامان ہے

می کنش با نور جفت و آشنا
اس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبک جنگی را بیاموزاں تو صلح
لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا

مر خروساں را نما اشراط صبح
مرغوں کو صبح کی علامات بتا

[1] صبا یعنی دعوت سلیمانی۔ لاالزار ملک سبا۔ لاقت یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ اُن سے مل گئے۔ عادت یعنی اجسام روحانیت کے غلبے ارواح بن گئے۔ امۃ۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اس کی سخاوت کے اس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اس طرح اُن کی نظروں سے اُس کی سخاوت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ السقم یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔

[2] ذلۃ۔ جب تک روح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب روح کا غلبہ ہو جاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہو جاتی ہے۔ العشاق۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ السالون۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذاک۔ یہ پیغام سلیمانی۔ منطق الطیر حضرت سلیمان تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ یعنی ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔ مرغ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں اور ترکِ عمل کر بیٹھے ہیں اُن کو اس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔

[3] پر اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں اُن کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مرغ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رُکے ہوئے ہیں۔ مرغ عنقا۔ جو لوگ عالمِ غیب سے تعلق رکھتے ہیں انکو عالمِ غیب کی باتیں بتا۔ کبوتر۔ ی السلوم۔ باز یعنی ظالم۔ واں خفاشے۔ جو لوگ نور سے محجوب ہیں انکو نور عطا کر۔ کبک۔ لڑنے والوں کو صلح پر آمادہ کر۔ خروساں یعنی اہلِ حق اگر غلط بحثوں میں ہیں انکو راہِ حق کی علامات دکھادے۔

۱ ہمچنیں میرو ز ہُدہُد تا عقاب ‖ رہ نما واللہ اعلم بالصّواب

اسی طرح چلا چل، ہُدہُد سے عقاب تک ‖ راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدنِ بلقیس از مُلک و مست شدنِ اُو از شوقِ ایمان و التفاتِ

بلقیس کا مُلک سے آزاد ہو جانا اور ایمان کے شوق سے اُس کا مست ہو جانا اور

ہمّتِ اُو از ہمہ مُلک منقطع شدن بوقتِ ہجرت اِلّا از تخت

ہجرت کے وقت تمام مُلک سے بجز تخت کے اُس کی باطنی توجہ کا منقطع ہو جانا

چوں سلیمانؑ سوئے مُرغانِ سبا ‖ یک صفیرے کرد بست آں جملہ را

جب سلیمانؑ نے سبا کے پرندوں کے لئے ‖ ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جز مگر مرغے کہ بُد بے جان و پَر ‖ یا چو ماہی گنگ بُود از اصل و کر

سوائے اُس پرندے کے جو بے جان اور بے پر تھا ‖ یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

۲ نے غلط گفتم کہ کر گر سر نہد ‖ پیشِ وحیِ کبریا سمعش دہد

نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرا سر رکھدے ‖ خدا کی وحی کے سامنے، وہ اُسکو سننے کی طاقت دیدے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد ‖ بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد

چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا ‖ گذشتہ دنوں پر بھی اُس نے افسوس کیا

ترکِ مال و مُلک کرد اُو آنچناں ‖ کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں

اُس نے مال اور ملک کو اس طرح چھوڑ دیا ‖ جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

۳ آں غلامان و کنیزانِ بناز ‖ پیشِ چشمش ہمچو پوسیدہ پیاز

وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں ‖ اُسکی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

باغہا و قصرہا و آبِ رُود ‖ پیشِ چشم از عشق گلخن می نمود

باغات اور قلعے اور نہر کا پانی ‖ عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم ‖ زشت گرداند لطیفاں را بچشم

عشق اور غصہ غلبہ کے وقت ‖ عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے بُرا بنا دیتا ہے

مر زمرّد را نماید گندنا ‖ غیرتِ عشق ایں بُود معنیِ لا

زمرّد کو گندنا دکھا دیتی ہے ‖ عشق کی غیرت، یہی لا کے معنی ہیں

لا اِلٰہ اِلّا ھُو اینست اے پناہ ‖ کہ نماید مہ ترا دیگِ سیاہ

اے پناہ (کے طالب) نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ ‖ کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

---

۱ ہمچنیں۔ غرضکہ ہر آدمی کی اُس کے مناسبِ حال اصلاح کردے۔ اِلّا از تخت یعنی دعوتِ سلیمانی پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہو گئی اور اپنے ملک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکالدی البتہ مگر اپنے تختِ شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلقِ خاطر رہا۔ صفیر یعنی پیغامِ حق۔ جز یعنی سب لوگ حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جنہیں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔

۲ نے غلط یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ حق میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بدفطرت کو متاثر کر سکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرلے تو خدا اسکی مدد کر دیتا ہے اور اسمیں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ بر زمانِ رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترک۔ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جسطرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

۳ آں غلاماں جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا وہ اُس کیلئے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔ باغہا یعنی تفریح کے اسباب اُس کیلئے باعثِ تکلیف بنگئے۔ عشق۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اُس حالت میں وہ مردود بنجاتی ہیں۔ معنیٔ لا یعنی جب انسان لا اِلٰہ کا قائل ہوجاتا ہے تو اُس کیلئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لا اِلٰہ۔ کلمہ طیبہ کا حقیقی

اثر یہی ہے کہ انسان ماسوا اللہ سے بیزار ہو جائے

ہیچ[1] مال و ہیچ مخزن ہیچ رخت — می دریغش نامد اِلّا جز کہ تخت

کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر — بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاہ شد — کز دلِ او تا دلِ او راہ بُد

سلیمانؑ اُس کے دل کے خیال سے واقف ہو گئے — کیونکہ اُن کے دل سے اُسکے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود — ہم ز دوراں سِرِّ دوراں بشنود

جو شخص چیونٹی کی آواز سُن لے — دُور سے دُور رہنے والوں کا راز سُن لے

آنکہ گوید رازِ قالتْ نملۃٌ — ہم بداند رازِ ایں طاقِ کہن

جو "چیونٹی نے کہا" کا راز بتا دے — اس پُرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش کہ آں تسلیم[2] کیش — تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش

اُس نے دُور سے دیکھ لیا کہ اُس تسلیم (و رضا) والی کو — اپنے تخت کی جُدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز — کہ چرا بُودش بتخت آں عشق و ساز

اگر میں اُس کا سبب بتا دُوں لمبا ہو جائے گا — کہ اُس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچہ ایں کلک و قلم خود بیحس است — نیست جنسِ کاتب او را مونس است

اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حس ہے — وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے اُس کیلئے مونس ہے

ہمچنیں[3] ہر آلتِ پیشہ ورے — ہست بیجاں مونسِ ہر جانورے

اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار — بے جان ہے (اور) جاندار کے لئے مونس ہے

آلتِ ہر پیشہ کارے ہمچناں — ہست بیجاں لیک مونس شد بجاں

اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار — بے جان ہے، لیکن جاندار کے لئے مونس ہے

ایں سبب را من معیّن گفتمے — گر نبودے چشمِ فہمت را نمے

اِس سبب کو میں معیّن کرکے بتا دیتا — اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حد می فزود — نقل کردن ہیچ نوعِ امکاں نبود

تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی — (اس کا) منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خُردہ کاری بُود تفریقش خطر — ہمچو اوصالِ بدن باہمدگر

باریک کام تھا، اُس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا — جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

[1] ہیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی بھی چیز کے چھوڑنے پر افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا پس۔ حضرت سلیمانؑ بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی بات سُن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔ قالتْ۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمانؑ اور اُس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمانؑ اس کی بات سُن کر ہنس پڑے طاقِ کہن آسمان۔

[2] تسلیم کیش۔ وہ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اُس کیلئے باعثِ محبت ہوتا ہے۔

[3] ہمچنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اُس کے لئے مُونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ نمے یعنی آنکھیں دیکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضہ تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اُس کی لمبائی چوڑائی بہت تھی اُس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ خردہ کاری۔ اُس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اُس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔

پس سلیمانؑ[۱] گفت گرچہ فی الاخیر
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اگرچہ اخیر میں

سرد خواہد شد برو تاج و سریر
اُس کے لئے تاج و تخت بے وقعت ہو جائیگا

چوں ز وحدت جاں برون آرد سرے
جب وحدت سے جان برآمد ہو گی

جسم را با فرّ او نبود فرے
اُس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہیگی

چوں بر آید گوہر از قعرِ بحار
جب موتی سمندروں کی گہرائی سے باہر آئیگا

ننگری اندر خس و خاشاک و خار
تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کریگا

سر بر آرد آفتاب با شرر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے

دُمّ عقرب را کہ سازد مستقر
دُمِ عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ در نقدِ حال
لیکن با ایں ہمہ اِس وقت

جُست باید تختِ اُو را انتقال
اُس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیئے

تا نگردد خستہ ہنگامِ لقا
تا کہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہ ہو

کودکانہ[۲] حاجتش گردد روا
اُس کی بچکانہ خواہش پوری ہو جائے

ہست بر ما سہل و اُو را بس عزیز
ہمارے لئے آسان اور اُس کو بہت پیارا ہے

تا بُود بر خوانِ حُوراں دیو نیز
تا کہ پریوں کے دسترخوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز
پھر وہ تخت اُس کی جان کیلئے باعثِ عبرت بنے

ہمچو دلق و چارقے پیشِ ایاز
جیسا کہ ایاز کے لئے، گدڑی اور چپل

تا بداند در چہ بُود آں مبتلا
تا کہ اُسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی؟

از کجاہا در رسید اُو تا کجا
وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک[۳] را و نطفہ را و مضغہ را
خاک اور نُطفہ کو اور مُضغہ کو

پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا
خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیّت
اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟

کہ ازاں آید ہمی خفریقیت
کہ اُس سے تجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بُدی در دورِ آں
تو اُس کے زمانہ میں اُس کا عاشق تھا

منکرِ ایں فضل بُودی آں زماں
اُس وقت اِس فضیلت کا مُنکر تھا

---

۱ پس سلیمانؑ۔ جب حضرت سلیمانؑ پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہو گئی تو انھوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت ہٹ جائیگی لیکن فی الحال چونکہ اُس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اُس کو منگوانا چاہیئے۔ چوں ز وحدت۔ فنا کے بعد جب بقا حاصل ہو جاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ چوں بر۔ جب سمندر سے موتی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر انسان اسکے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر بر آرد۔ جب سورج طلوع کرتا ہے تو وہ ستارے جو برجِ عقرب میں دُمِ عقرب کی طرح جمع ہو جاتے ہیں اُنکی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ انتقال یعنی اپنے یہاں اُس کو منتقل کرا لینا چاہیئے۔

۲ کودکانہ۔ بلقیس کی تخت سے محبت بچکانہ فعل تھا جسکو جنوں کے ذریعہ اسکو بآسانی منتقل کیا جا سکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تا بود۔ اُخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود رہے۔ عبرت۔ مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور انکو جا کر دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تختِ بلقیس کے لئے باعثِ عبرت ہو گا کہ اُسکی پہلی حالت کسقدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی۔ از کجا۔ پہلے دنیا کی مزخرفات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ ۳ خاک را۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ انسان کو اللہ نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اسکی ابتدا ان چیزوں سے ہے جنکے ذکر سے بھی اسکو شرم آتی ہے۔ قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اُسکو نطفہ کیا پھر ہم نے نطفے سے علقہ پھر علقے سے مضغہ بنایا پھر ہم نے اسکو ایک نئی صورت عطا کر دی۔ مضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا۔ تو بداں۔ انسان زبانِ حال سے اپنی ابتدائی حالت ترقی کر کے کا منکر تھا۔

ایں[1] کرم چوں دفعِ آں انکارِ تست
یہ کرم گویا اُس انکار کا رد ہے
کہ میانِ خاک می کردی نخست
جو تُو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شد انشارِ تو
تیری پیدائش تیرے انکار کے خلاف دلیل ہو گئی
از دوا بدتر شد ایں بیمارِ تو
تیرا یہ بیمار دوا سے اور بگڑ گیا

خاک را تصویرِ ایں کار از کجا
مٹی سے اِس کام کا تصور کہاں!
نطفہ را خصمی و انکار از کجا
نطفہ میں جھگڑالو پن اور انکار کہاں؟

چوں در آں دم بیدل و بے سر بُدی
چونکہ تو اُس وقت بغیر دل اور سر کے تھا
فکرت و انکار را منکر بُدی
تو فکر اور انکار کا منکر تھا

از جمادی[2] چونکہ انکارت برُست
مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا
ہم ازیں انکار حشرت شد درست
تیرے اِسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہو گیا

پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنے ست
پس تیری مثال اُس زنجیر ہلانے والے کی سی ہے
کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست
کہ اُس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست
زنجیر ہلانے والا اِس انکار سے سمجھ لیگا کہ وہ ہے
پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست
تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہو گا

پس ہم انکارت مبیّن می کند
تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے
کز جماد او حشرِ صد فن می کند
کہ وہ مٹی سے سَو طرح حشر کر دے گا

چند[3] صنعت رفت اے انکار تا
چند کاریگریاں ہو چکیں اے! اب تک انکار؟
آب و گِل انکار زاد از ھَل اَتیٰ
مٹی اور پانی سے "ہل اَتیٰ" کا انکار سرزد ہوا

آب و گِل می گفت خود انکار نیست
پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ انکار نہیں ہے
بانگ می زد بے خبر کاخبار نیست
بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم شرحِ ایں از صد طریق
میں اِس کی تشریح سَو طرح سے کر دیتا
لیک خاطر لغزد از گفتِ دقیق
لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے

---

[1] ایں کرم۔ انسان کو اِس قدر فضیلت دینا اُس انکار کا دفعیہ ہے جو اُس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجتِ انکار یعنی انکار کے خلاف دلیل۔ انشار۔ نشر کرنا، پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس انکار کو تو اپنے مدعیٰ کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے مدعیٰ کی تردید بنگیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد فقط اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نطفہ۔ یہ انسان نطفہ تھا آج وہ اِس حالت میں ہے کہ حشر و نشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اُس کا حشر و نشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے۔ در آں دم۔ یعنی نطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اِس انکار کی صلاحیت نہ تھی۔

[2] از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ تو جمادیت سے اِس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اِس بات کی دلیل ہو گئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے۔ حلقہ زن۔ تیرا یہ انکار خود حشر کا اقرار اِسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بلانے اُس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے یہ کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اُس کا یہ اپنے ہونے کا انکار خود ہونے کا اقرار ہے۔ پس انکار۔ جمادیت سے ترقی کر کے اِس مرتبہ تک پہنچنا کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو سَو دلائل سے ثابت کر رہا ہے ——

[3] چند۔ انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کسقدر کاریگریاں ہیں اُنکے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہو سکیگا۔ مٹی اور پانی میں یہ استعداد آگئی کہ اُسنے سورۂ ہل اَتیٰ کے مضمون کا جو کہ حشر و نشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گِل کا مرتبۂ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہے، گھر کے اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے۔ من بگویم۔ میں اِس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھانا بعض کم فہموں کیلئے لغزش کا سبب بنجاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔

شرحِ آں را لب بہ بستم اے کیا — بہرِ نقلِ تختِ بلقیس از سبا

اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کرلی — سبا سے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کے (قصہ) کیلئے

چارہ کردنِ سلیمانؑ در احضارِ تختِ بلقیس از سبا پیش از قدومِ بلقیس

حضرت سلیمانؑ کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کے لئے بلقیس کے آنے سے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با لشکر عیاں — تختِ او را حاضر آرید ایں زماں

پھر حضرت سلیمانؑ نے صاف طور پر لشکر سے کہا — اُس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے[1] کہ تختش را بفن — حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن

ایک جن نے کہا کہ اس کے تخت کو ہنر سے — آپ کے اِس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے حاضر کردونگا

گفت آصف من باسمِ اعظمش — حاضر آرم پیشِ تو در یک دمش

آصف نے کہا میں اس کو اسمِ اعظم کے ذریعہ — اُس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کردونگا

گرچہ عفریت اُوستادِ سحر بود — لیک آں از نفخِ آصف رُو نمود

اگرچہ جن جادو کا اُستاد تھا — لیکن وہ آصف کے دَم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں — لیک آصف نز فنِ عفریتیاں

بلقیس کا تخت فوراً آگیا — لیکن آصف کی وجہ سے نہ جنوں کے ہنر سے

گفت[2] حمد اللہ بریں و صد چنیں — کہ بدیدستم ز ربّ العالمیں

حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اِس پر اس جیسی سیکڑوں نعمتوں پر اللہ کی تعریف ہے — جو میں نے ربّ العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوئے تخت — گفت آرے گول گیری اے درخت

پھر حضرت سلیمانؑ نے تخت کی جانب دیکھا — فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگ نقش کند — اے بسا گولاں کہ سرہا می نہند

لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے — بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد[3] و مسجود از جاں بے خبر — دیدہ از جاں جنبشے واندک اثر

سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں — اپنے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شد حیران و دنگ — کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ

جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اُس نے دیکھا — کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نردِ خدمت چوں بناموضع بباخت — شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت

چونکہ اُس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیل — پتھر کے شیر کو بدبخت، شیر سمجھا

---

[1] عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کردونگا۔ آصف۔ ابن برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے انھوں نے کہا میں اسمِ اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کردونگا۔ اگرچہ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا اُستاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دَم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت۔ حضرت سلیمانؑ نے اس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اُس کو درخت کے لفظ سے خطاب کرکے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیشِ چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔

[3] ساجد۔ یہ بُت کے پجاری اور بُت دونوں روح سے بے خبر ہیں اِن مجسموں میں روح کا تھوڑا سا اثر آجاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی اُنسے حرکت یا بات کا صدور ہوجاتا ہے۔ نردِ خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بُت کو حقیقی شیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

[1] از کرم شیرِ حقیقی کرد جُود | اُستخوانے سُوی سگ انداخت زُود
حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی | فوراً کُتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ بر قوام | لیک ما را اُستخواں لُطفے ست عام
کہا اگرچہ وہ کُتا راہِ راست پر نہیں ہے | لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصۂ یاری خواستنِ حلیمہ رضی اللہ عنہا از بُتاں چوں عقیبِ فِطام
حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بُتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد

مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدنِ سجدۂ بُتاں
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا

و گواہی دادنِ ایشاں بر عظمت کارِ مُحمّد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

[2] قصۂ رازِ حلیمہ رضؓ گویمت | تا زداید داستانِ اُو غمت
میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں | تاکہ اُس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے

مُصطفیٰ را چوں ز شیرِ اُو باز کرد | بر کفش برداشت چوں ریحان و ورد
(حضرت) مصطفیٰ ؐ کا جب انھوں نے دودھ چھڑایا | اُن کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

[3] می گریزانیدش از ہر نیک و بد | تا سپارد آں شہنشہ را بجدّ
وہ اُن کو ہر اچھے بُرے سے بچاتی تھی | تاکہ اُن شہنشاہ کو دادا کے سُپرد کر دے

چوں ہمی آورد امانت را ز بیم | شُد بکعبہ و آمد اُو اندر حطیم
جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی | کعبہ میں پہنچی اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا بشنید بانگے کاے حطیم | تافت بر تو آفتابے بس عظیم
ہوا کی جانب سے آواز سُنی کہ اے حطیم! | تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زُود | صد ہزاراں نور از خورشیدِ جُود
اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئیں گے | لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم امروز آرد در تو رخت | محتشم شاہے کہ پیکِ اُوست بخت
اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے | وہ باحشمت شاہ، نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بیشک از نوی | منزلِ جانہائے بالا می شوی
اے حطیم! بے شک آج از سرِ نو | تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

---

[1] از کرم۔ شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے استدراج کے لئے بُتوں سے اِس طرح کی کرامات ظاہر کرا دیتا ہے یعنی کُتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے لہٰذا کُتے جیسے بد نظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بُتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اِس لئے اِس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فِطام۔ دودھ چھڑانا۔

[2] حلیمہ۔ سعدیہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ راز۔ یعنی بُتوں کی زبانی آنحضورؐ کے فضائل سننا۔ بر کفش۔ چونکہ اس سے پہلے شقِ صدر کا واقعہ ہو چکا تھا اُس سے خائف تھیں اور آنحضورؐ کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔

[3] می گریزانیدش۔ آنحضورؐ کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضورؐ کو صحیح حالت پر اُن کے دادا کے سپرد کر آئیں۔ جدّ۔ دادا یعنی خواجہ عبد المطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔ از ہوا۔ حضرت حلیمہ رضؓ نے غیب سے یہ آواز سُنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ محتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرئیلؑ وغیرہ کے نزول کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اب از سرِ نو شروع ہو گا۔

جانِ پاکاں طُلّب[1] طَلَب جُوق جُوق ۔۔۔ آیدت از ہر نواحی مستِ شوق
پاک لوگوں کی روح میں جماعت جماعت گروہ گروہ ۔۔۔ شوق سے مست ہوکر ہر جانب سے تیرے اندر آئینگی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا ۔۔۔ نے کسے در پیش نے سوی قفا
حلیمہ اُس آواز سے حیران ہو گئی ۔۔۔ نہ کوئی سامنے تھا نہ گُدّی کی جانب

شش جہت خالی ز صورت ویں ندا ۔۔۔ شُد پیاپے آں ندا را جاں فدا
چھوؤں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز ۔۔۔ پے در پے آئی، اُس آواز پر جان قربان ہے

مصطفیٰؐ را بر زمیں بنہادِ اُو ۔۔۔ تا کُند آں بانگِ خوش را جستجو
اُس نے (حضرت) مصطفیٰؐ کو زمین پر بٹھا دیا ۔۔۔ تاکہ وہ اُس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سُو بسُو ۔۔۔ کہ کجا است آں شہِ اسرار گو
وہ اُس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی ۔۔۔ کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کانچنیں بانگِ بلند از چپ و راست ۔۔۔ می رسد یارب رسانندہ[2] کجاست
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے ۔۔۔ آرہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید اُو خیرہ و نومید شُد ۔۔۔ جسمِ لرزاں ہمچو شاخِ بید شُد
جب انھوں نے نہ دیکھا حیران اور نا اُمید ہوگئیں ۔۔۔ بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سُوئے آں طفلِ رشید ۔۔۔ مصطفیٰؐ را بر مکانِ خود نہ دید
وہ اُس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں ۔۔۔ مصطفیٰؐ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش ۔۔۔ گشت بس تاریک از غم منزلش
اُس کے دل پر حیرانی در حیرانی آ گئی ۔۔۔ غم سے اُس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سُوی منزلہا[3] دوید و بانگ داشت ۔۔۔ کہ کہ بر دُر دانہ ام غارت گماشت
مکانات کی جانب دوڑی اور چیخی ۔۔۔ کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مکیاں گفتند مارا علم نیست ۔۔۔ ماندانستیم کانجا کودکے ست
مکّہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے ۔۔۔ ہمیں یہ (بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد اُو بس فغاں ۔۔۔ کہ ازو گریاں شُدند آں دیگراں
اُس نے اِس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی ۔۔۔ کہ اُس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش ۔۔۔ کاختراں گریاں شُدند از گریہ اش
چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی ۔۔۔ کہ اُس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

---

[1] طُلّب: تکب، جماعت۔ جوق۔ گروہ۔ نواحی۔ اطراف۔ صدا یعنی غیبی آواز۔ مصطفیٰؐ۔ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گود سے اُتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ جس کی آواز آرہی ہے جس سے آنحضورؐ کی بعثت کے اسرار کُھل رہے ہیں۔

[2] رسانندہ۔ یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ حیران۔ شاخِ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفلِ رشید۔ یعنی آنحضورؐ۔ از غم یعنی آنحضورؐ کے گم کرنے سے۔

[3] منزلہا۔ یعنی مکّے کے مکانات۔ دُر دانہ۔ موتی۔ گفتند۔ ہمیں تو اس بچّہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کر اس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہ اس رنج میں اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رُلا دیا۔

حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد حلیمہ رض را باستعانت[1] از بُتاں

اُس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہ رض کی بُتوں سے مدد مانگنے کی طرف راہنمائی کی

پیر مَردے پیشش آمد با عصا — کاے حلیمہ رض چہ فتاد آخر ترا

ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا — کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش ز دل افروختی — ویں جگر ہا را ز ماتم سوختی

کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے — اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

گفت احمد را رضیعم معتمد[2] — پس بیاوردم کہ بسپارم بجد

اُس نے کہا میں احمد کی معتمد دایہ ہوں — میں اُن کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کر دوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا — می رسید و می شنیدم از ہوا

جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں — آئیں اور میں نے ہوا میں سے سُنیں

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا — طفل را بنہادم آنجا زاں صدا

جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سُنیں — اس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو زمین پر رکھ دیا

تا بہ بینم ایں ندا آوازِ کیست — کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست

تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟ — کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نز[3] کسے دیدم بگردِ خود نشاں — نہ ندائی منقطع شد یک زماں

نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا — نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

چونکہ وا گشتم ز حیرتہائے دل — طفل را آنجا ندیدم وائے دل

جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی — میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

گفتش اے فرزند تو اندُہ مدار — کہ نمائیم مر ترا ایک شہر یار

اُس نے اُس سے کہا اے بیٹیا! غم نہ کر — میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

کہ بگوید گر بخواہد حالِ طفل — اُو بداند منزل و ترحالِ طفل

اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا — کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہ رض گفت اے جانم فدا — مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا

تو حلیمہ نے کہا، میری جان قربان ہو — تجھ پر، اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمائی آں شاہِ نظر — کش بود از حالِ طفلِ من خبر

ہاں اُس شاہ نظر کو مجھے دکھا دے — جس کو میرے بچہ کے حال کی خبر ہو

---

[1] استعانت۔ مدد۔ باعصا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ۔ رضیع یعنی مُرضعہ، دودھ پلانے والی، انّا۔

[2] معتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو ٹھیس لگ رہی ہے۔ الحان۔ نغمہ۔ طفل۔ یعنی آنحضور۔ آنجا۔ یعنی حطیم۔ کہ ندا۔ کیونکہ وہ پُر لطف اور دلکش آواز تھی۔

[3] نز کسے۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی لہذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔ گفتش۔ اُس بوڑھے نے حضرت حلیمہ سے کہا۔ شہر یار۔ شاہ۔ ترحال سفر۔

بُرد اُو را پیشِ عُزّیٰ[1] کایں صنم　　ہست در اخبارِ غیبی مُغتنم

وہ اُس کو عُزّیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بُت　　غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

ما ہزاراں گم شُدہ زو یافتیم　　چوں بخدمت سُوی اُو بشتافتیم

ہم نے ہزاروں گُمشدہ اُس کی وجہ سے پائے ہیں　　جب ہم عقیدت سے اُس کی طرف دوڑے ہیں

پیر کرد اُو را سجود و گفت زُود　　اے خداوندِ عرب وے بحرِ جُود

بوڑھے نے اُس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا　　اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

گفت اے عُزّیٰ تو بس اکرامہا　　کردۂ تا رستہ ایم از دامہا

اُس نے کہا اے عُزّیٰ! تو نے بہت سے کرم　　کئے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

بر عرب حق ست از اکرامِ تو　　فرض گشتہ تا عرب شُد رامِ تو

تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے　　جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از اُمیدِ تو　　آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو

یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر　　تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کہ ازو فرزند طفلے گم شُدہ ست　　نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست

کہ اُس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے　　اُس بچے کا نام محمدؐ ہے

چوں[2] محمدؐ گفت آں جملہ بُتاں　　سر نگوں گشتند و ساجد آں زماں

جب اُس نے "محمدؐ" کہا وہ سب بُت　　فوراً اوندھے مُنھ اور سجدہ کرنیوالے ہو گئے

کہ برو اے پیر ایں چہ جستجو ست　　آں محمدؐ را کہ عزلِ ما ازو ست

کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟　　اُس محمدؐ کی کہ اُس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

ما نگون و سنگسار ایم ازو　　ما کساد و بے عیار ایم ازو

ہم اُس کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں　　ہم اُس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آں[3] خیالاتے کہ دیدندے زما　　وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا

وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں　　اہلِ ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گم شود چوں بارگاہِ اُو رسید　　آب آمد مر تیمم را درید

گم ہو جائیں گی کیونکہ اُن کا دربار (کا وقت) آگیا ہے　　پانی آ گیا، اُس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو اے پیر فتنہ کم فروز　　ہیں ز رشکِ احمدیؐ ما را مسوز

او بوڑھے! دُور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا　　خبردار! احمدیؐ رشک سے ہمیں مت جلا

---

[1] عُزّیٰ۔ مکہ کا مشہور بُت تھا۔ اخبارِ غیبی۔ غیبی باتیں۔ ما ہزاراں۔ ہم نے اُسکے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پائی ہیں۔ اے۔ یعنی عُزّیٰ تا رستہ۔ تیرے بتانے سے بہت سی ہلاکتوں سے نجات پائی ہے۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لئے تمام عرب تیرا مُطیع ہے۔

[2] چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمدؐ آیا۔ جملہ بُتاں۔ عُزّیٰ اور اُس کے ماحول میں جو بُت تھے۔ کہ برو۔ اُن بُتوں نے کہا کہ اس بچے کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ ما نگوں۔ اُس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت نہ رہے گی۔

[3] آں خیالاتے۔ بُت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھانے کے بعد سے آنحضورؐ کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔ دور شو۔ اُس عُزّیٰ بُت نے بوڑھے سے کہا۔ کہ رشک آنحضورؐ کی بعثت سے اُن کی شان و شوکت ختم ہو گئی تھی۔

دُور شو بہرِ خدا اے پیرِ تو — تا[۱] نسوزی زآتشِ تقدیرِ تو
اُو بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو — تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمّ اژدہا افشردن است — ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
یہ کیا اژدہے کی دُم دبانا ہے؟ — تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

زیں خبر خوں شُد دلِ دریا و کاں — زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اِس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہوگیا ہے — اِس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چوں[۲] شنید از سنگہا پیر ایں سخن — پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سُنیں — اُس پُرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس ز لرز و خوف و بیم آں ندے — پیرِ دندانہا بہم بر می زدے
اُس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے — بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زمستاں مردِ عُور — اُو ہمی لرزید و می گفت اے ثبور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان — وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت!

چوں درآں حالت بدیداں پیر را — زاں عجب گم کرد زن تدبیر را
جب اُس (حلیمہ) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا — اُس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کردیا

گفت پیرا اگرچہ من در محنتم — حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں — (لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے بادم خطیبی می کُند — ساعتے سنگم ادیبی می کُند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے — کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد — سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
ہوا، حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے — مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ[۳] طفلم را ربودہ غیبیاں — غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں — آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ — من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟ — میں اب دیوانی اور پریشان ہوگئی ہوں

غیرتش از شرحِ غیبم لب بہ بست — ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست
اُس کی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کردیئے ہیں — (بس) اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہوگیا ہے

---

۱ تا نسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں۔ تو بھی نہ جل جائے۔ ... دمّ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دُم کو مَسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔ دریا و کاں۔ چونکہ اب آنحضورؐ کی آب و تاب کے سامنے اُن کی آب و تاب ماند پڑ جائیگی۔ ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑجائیں گے۔

۲ چوں شنید۔ بڑھے نے بُت کی یہ باتیں سُن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ ندے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عُور۔ ننگا۔ زاں عجب یعنی محیّر العقول کی باتیں۔ گفت حضرت حلیمہؓ نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضورؐ کے معاملہ میں میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔ بادم۔ حضرت حلیمہؓ نے ہوا سے باتیں سُنی تھیں۔

۳ گاہ۔ بچپن میں شقِ صدر کے واقعہ میں آنحضورؐ کو فرشتے اٹھا کرلے گئے تھے۔ صد دلہ۔ پریشان۔ غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔

گر بگویم چیزِ دیگر من کنوں [1] — خلق بندندم بزنجیرِ جنوں

اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں — لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دینگے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش — سجدۂ شکر آر و رُو را کم خراش

بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ! خوش ہوجا — شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ اُو — بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو

تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہوگا — بلکہ عالم اُس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس — صد ہزاراں [2] پاسبانست و حرس

ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اُسکے آگے اور پیچھے — لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بتانِ ذو فنوں — چوں شدند از نامِ طفلت سرنگوں

تو نے یہ نہیں دیکھا وہ ہُنر مندِ بُت — تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہوگئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں — پیر گشتم من ندیدم زیں جنس ایں

یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے — میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت سنگہا چوں نالہ داشت — تا چہ خواہد بر گنہگاراں گماشت

اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے — گنہگاروں پر کیا چیز مُسلّط کرے گی!

سنگ [3] بے جرم ست در معبودیش — تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش

اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں — تو مجبور نہیں ہے کہ اُس کا بندہ ہے

آنکہ مُضطر ایں چنیں ترساں شدست — تا کہ بر مجرم چہا خواہند بست

جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے — تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہونگی!

خبر یافتنِ جدِّ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبد المطلب از گم کردنِ حلیمہ رضی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ او گردِ شہر و نالیدنِ او بر درِ کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ او محمد صلی اللہ علیہ وسلم را

آنحضورؐ کے دادا عبد المطلب کو حلیمہ سعدیہ کے آنحضورؐ کو گم کر دینے کی خبر ملنا اور اُن کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر سے آواز کا سُننا اور اُن کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لینا

---

[1] گر بگویم۔ اگر دوغیبی باتیں لوگوں سے کہوں گی وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رُو۔ عورتیں ماتم میں چہرے کو پیٹتی ہیں۔ تو مخور۔ آنحضورؐ کی طرف سے فکر نہ کرو گم نہ ہونگے بلکہ عالم اُن کی عظمت میں گم ہو جائیگا۔

[2] صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ آں ندیدی۔ عُزیٰ بُت سرنگوں ہو گیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام بُرا ہوگا۔

[3] سنگ۔ بُت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو اُن کے پجاری جو با اختیار ہیں اور پُوجنے میں مُضطر نہیں اُن کا انجام تو بہت ہی بُرا ہوگا۔ مضطر۔ یعنی بُت۔ جدِّ مصطفیٰ۔ جناب عبد المطلب۔

چوں خبر یابید جدِ مصطفیٰؐ | از حلیمہؓ وز فغانش برملا
جب مصطفیٰؐ کے دادا نے خبر پائی | حلیمہؓ اور اُن کے برملا رونے کی

وز[1] چناں بانگِ بلند و نعرہا | کہ بہ میلے می رسید از وے صدا
اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے | کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

زود عبدالمطلب دانست چیست | دست بر سینہ ہمی زد می گریست
فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے | سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز | کاے خبیر از سرِ شب و ز رازِ روز
غم سے کعبہ کے دروازہ پر سوزش کیساتھ آئے | کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جاننے والے

خویشتن را من نمی بینم فنے | تا بود ہمرازِ تو ہمچوں منے
میں اپنے لئے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں | کہ (جس میں)، مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہنر | تا شوم مقبولِ ایں مسعود در
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں | کہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سر و سجدہ مرا قدرے بود | یا بہ اشکم دولتے خنداں شود
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو | یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اُٹھے

لیک[2] در سیمائے آں درِّ یتیم | دیدہ ام آثارِ لطفت اے کریم
لیکن اس دُرِّ یتیم کی پیشانی میں | اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

کہ نمی ماند بما گرچہ ز ماست | ما ہمہ مسیم و احمدؐ کیمیاست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے، اگرچہ ہم میں سے ہے | ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

آں عجائبہا کہ من دیدم ازو | من ندیدم بر ولی و بر عدو
وہ عجائب جو میں نے اُس میں دیکھے ہیں | میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

آنچہ[3] فضلِ تو دریں طفلیش داد | کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
تیری مہربانی نے جو اُس کو بچپن میں عطا کیا ہے | کسی نے سو سال کے مجاہدے کے بعد بھی اُس کی نشاندہی نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو | بر وے او دُرّیست از دریائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں | اس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمو را می شفیع آرم بتو | حالِ او اے حالداں با ما بگو
میں اُسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں | اے حال کے جاننے والے اُس کا حال ہمیں بتا دے

---

[1] وز چناں۔ حضرت حلیمہؓ کے رونے کی آواز ایک میل تک جا رہی تھی۔ زود عبدالمطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گم کر دیا ہے۔۔۔ خویشتن۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در یعنی درِ کعبہ۔

[2] لیک۔ میں نے آنحضورؐ کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ نمی ماند۔ اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔

[3] آنچہ۔ اُن کے بچپن میں جو فضیلت تو نے اُن کو عطا کر دی ہے سو سال کے مجاہدے سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ من ہمو را۔ میں اُن کو سفارشی بناتا ہوں اُن کے طفیل اُن کا حال ہمیں بتا دے وہ کہاں ہیں۔

از درونِ[1] کعبہ آمد بانگ زُود — کہ ہم اکنوں رُخ بتو خواہد نمُود
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی — کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دیگا

با دو صد اقبال اُو محظوظِ ماست — با دو صد طلب مَلک محفوظِ ماست
دو سو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب سے نصیبہ ور ہے — دو سو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کنیم — باطنش را از ہمہ پنہاں کنیم
ہم اُس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے — اُس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زرِ[2] کاں بُود آب و گِل ما زرگریم — گہ کُنِش خلخال و گہ خاتم بُریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زرگر ہیں — ہم کبھی اُسکو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کنیم — گاہ بندِ گردنِ شیرش کنیم
کبھی ہم اُس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں — کبھی اُس کو شیر کی گردن کا پٹّا بناتے ہیں

گہ ترنجِ تخت بر سازیم اَزُو — گاہ تاجِ فرقہائے مُلک جُو
ہم کبھی اُس سے تخت کے پھول بناتے ہیں — کبھی کشور کشا سروں کے تاج

عشقہا داریم با ایں خاک ما — زانکہ اُفتاد ست در قعدہ رضا
ہم اِس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں — کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

گہ چنیں شاہے اَزُو پیدا کنیم — گہ ہم اُورا پیشِ شہ شیدا کنیم
کبھی ہم اُس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں — کبھی ہم اُس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صد ہزاراں[3] عاشق و معشوق اَزُو — در فغان و در نفیر و جستجو
اُس سے لاکھوں عاشق اور معشوق — نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوریِ آں — کو بکارِ ما ندارد میلِ جاں
ہمارا یہ کام ہے اُس شخص کے اندھے پن کیخلاف — جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت خاک را زاں رُو دہیم — زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اِس لئے دیتے ہیں — کیونکہ ہم بے سرو ساماں لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اَغبری — وز دروں دارد صفاتِ انوری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے — اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ — باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اُسکا ظاہر اُسکے باطن کیساتھ جنگ میں مصروف ہے — اُسکا باطن موتی کیطرح ہے اور ظاہر پتھر کیطرح ہے

---

[1] از درونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا تم عنقریب اُنکا چہرہ دیکھ لوگے۔ محظوظ۔ نصیبہ ور۔ طلب۔ جماعت۔ ظاہرش۔ حضورؐ کے ظاہری اَحوال عالم پر کُھلے۔ باطنی اَحوال کہ اللہ سے اُن کو کونسا قرب حاصل ہے اُس تک رسائی نہیں ہوسکی۔ گیہاں۔ جہاں۔

[2] زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اُسکے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ لیموں، مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ چنیں شاہے یعنی آنحضورؐ۔ گہ ہم۔ یعنی کبھی اُس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ اِسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کارِ ما۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے انکار کے باوجود جاری ہیں۔ ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اُس سے اِس طرح لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اُس کا باطن پُر انوار ہے جس سے لال و گل رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔

ظاہرش[1] گوید کہ ما اینیم وبس — باطنش گوید نکو بیں پیش وپس

اُس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں — اُس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھ

ظاہرش مُنکر کہ باطن ہیچ نیست — باطنش گوید کہ بنمایم بایست

اُس کا ظاہر منکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے — اُس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در چالش اند — لاجرم زیں صبر نصرت می کنند

اُس کا ظاہر اُس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے — لامحالہ اس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں تُرش رُو خاک صورتہا کنیم — خندہ پنہانش را پیدا کنیم

اس تُرش رُو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں — ہم اُس کی چھپی مسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

زانکہ[2] ظاہر خاک اندوہ و بکاست — در درونش صد ہزاراں خندہاست

کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے — اُس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف السّرّیم و کارِ ما ہمیں — کایں نہانہا را بر آریم از کمیں

ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے — کہ ان رازوں کو پوشیدگی سے باہر لائیں

گرچہ دُزد از مُنکری تن میزند — شحنہ آں از عصر پیدا می کند

چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو — کوتوال دبا کر، ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دُزدیدہ اند ایں خاکہا — تا مُقرّ آریم شاں از ابتلا

ان مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں — ہم آزمائش کے ذریعہ اُنکو اقرار کرنے والا کر دیتے ہیں

بس[3] عجب فرزند کُو را بودہ است — لیک احمدؐ بر ہمہ افزودہ است

اُس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں — لیکن احمدؐ سب سے بڑے ہوئے ہیں

شُد زمین و آسماں خنداں و شاد — کایں چنیں شاہے ز ما دو جفت زاد

زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے — کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شُد زمیں چوں آسماں از شادیش — خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش

اُن کی خوشی سے زمین آسمان کیطرح ہو گئی — اُن کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت با باطنت اے خاکِ خوش — چونکہ در جنگ است و اندر کشمکش

اے بہترین مٹی تیرا ظاہر، باطن کے ساتھ — چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہرِ حق باشد بجنگ — تا شود معنیش خصمِ بُو و رنگ

جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں مصروف ہو — حتی کہ اُس کا باطن بُو اور رنگ کا مخالف ہو

---

[1] ظاہرش۔ اُگی ظاہری صورت کمالاتِ باطنی کو چھپائے ہوئے اور منکر ہے باطن پُر کمالات ہے۔ ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے کبھی ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ زیں ترش رو۔ بد صورت مٹی، حسین وجمیل مخلوق کا پیدا کرنا اسکے باطنی حُسن کا اظہار ہے۔

[2] زانکہ۔ زمین بظاہر روتی صورت ہے لیکن اُس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔ کاشف السّرّیم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور چُرا کر چُرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے کوتوال اُس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔

[3] بس عجب۔ زمین نے بہت سے باکمال فرزند جنے لیکن سید الانبیاءؐ جیسا کوئی نہ جنا۔ شد۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سید الکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔ شد زمین۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضورؐ کو جنا تو سوسن کی طرح سو زبان بنکر اظہارِ مسرت کیا۔ آزادیش یعنی آنحضورؐ کی پیدائش۔ ظاہرت جس کا ظاہر اور باطن خدا کیلئے باہمی جنگ میں ہو اسکی روح پُر نور ہوتی ہے اور اُسکا نور ناقابلِ زوال ہوتا ہے۔

ظلمتش با نورِ او شد در قتال — آفتابِ جانش را نبود زوال
اُس کی تاریکی اُس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی — اُس کے جان کے سورج کیلئے زوال نہیں ہے

ہر[۱] کہ کوشد بہرِ ما در امتحاں — پُشت زیرِ پایش آرد آسماں
جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے — آسمان کمر اُس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی افغاں کناں — باطنِ تو گلستاں در گلستاں
تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے — تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصدا[۲] چوں صوفیانِ رُو ترش — تا نیامیزند با ہر نور کش
وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ ترشرو ہے — تاکہ وہ کسی نور بُجھانے والے سے میل جول نہ کریں

عارفانِ رُو ترش چوں خارِ پُشت — عیش پنہاں کردہ در خارِ دُرُشت
ترشرو عارف سہی کی طرح ہیں — سخت خاروں میں عیش کو چھپائے ہوئے ہیں

باغ پنہاں کرد ور داں[؟] آں خارفاش — کاے عدوِّ دزد ازیں در دُور باش
باغ نے پھول کو چھپالیا ہے، کانٹا کھلا ہوا ہے — کہ اے چور دشمن! اِس دروازہ سے دُور رہ

خارِ پُشتا خار حارس کردۂ — سر چو صُوفی در گریباں بُردۂ
اے سہی! تونے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے — صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو — گُم شود زیں گلرخانِ خار خُو
تاکہ کوئی تیرے وسیع عیش میں — داخل نہ ہوان پھول جیسے چہرے والوں کانٹے کی طبیعت والوں میں سے

طفلِ[۳] تو گرچہ کہ کودک خُو بدست — ہر دو عالم خود طفیلِ او بدست
تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے — دو جہان اُس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ما جہانے را بدُو زندہ کنیم — چرخ را در خدمتش بندہ کنیم
ہم دنیا کو اُس کے ذریعہ حیات بخشیں گے — آسمان کو اُس کی خدمت میں غلام بنادیں گے

نشان خواستن عبد المطلبؓ از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
خواجہ عبد المطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتہ معلوم کرنا

کہ کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن
کہ اُن کو میں کہاں پاؤں گا؟ اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتہ معلوم ہونا

گفت عبد المطلبؓ کایندم کجاست — اے علیم السرّ نشاں دہ راہِ راست
(خواجہ) عبد المطلب نے کہا اِس وقت کہاں ہے؟ — اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتادے

۱ ہر کہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اُس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہو لیکن باطن باغ باغ ہے۔

۲ قاصدا۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لئے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیادار اس سے میل جول نہ پیدا کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لئے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں۔ باغ۔ اُن کی مثال اُس باغ کی ہے جس نے پھولوں کو چھپالیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تاکہ پھول دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہیں۔ گلرخاں۔ یعنی دنیادار۔

۳ طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیقِ عالم ہیں۔ زندہ کنیم یعنی ہم روحانی زندگی عطا کریں گے۔ کجاست۔ یعنی آنحضورؐ اس وقت کہاں ہیں اُن کا سیدھا راستہ بتادے۔

از درونِ کعبہ آوازش[۱] رسید
کعبہ کے اندر سے اُن کو آواز آئی

گفت اے جویندۂ طفلِ رشید
اُس نے کہا، اے راہ یاب بچّے کے تلاش کرنیوالے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں
غیبی آواز نے اُن سے کہا، غم نہ کر ابھی

با توزاں شاہِ جہاں بدہم نشاں
میں تجھے اُس شاہجہاں کا پتہ بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت
فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے

پس رواں شد زود پیرِ نیکبخت
تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہوگئے

در رکابِ اُو امیرانِ قریش
قریش کے سردار اُن کی ہمراہی میں تھے

زانکہ جدّش بود زاعیانِ قریش
کیونکہ اُن کے دادا قریش کے سرداروں میں تھے

تا بہ پشتِ آدمؑ اسلافش ہمہ
اُن کے تمام بزرگ (حضرت) آدمؑ کی پشت تک

مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ
رزم و بزم اور میدانِ جنگ کے سردار ہوئے ہیں

ایں نسب[۲] خود پوست اُو را بودہ است
یہ نسب بھی اُن کے لئے چھلکا ہے

کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است
کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ اُو خود از نسب دور است و پاک
اُن کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے

نیست جنسش از سمک کس تا سماک
سمک سے سماک تک کوئی اُن جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود
اللہ کے نور کیلئے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے

خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود
اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

کمترین[۳] خلعت کہ بدہد در ثواب
وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے

بر فزاید بر طراز آفتاب
وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیۂ قصۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں
اے بلقیس! اُٹھ، آجا سلطنت کو دیکھ

بر لبِ دریای یزداں دُر بچیں
اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چُن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سنی
تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں

تو بمردارے چہ سلطانی کنی
تو مُردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟

خیز بلقیسا بیا دولت نگر
اے بلقیس! اُٹھ، آجا اِس بادشاہی کو دیکھ

جاوداں از دولتِ ما بر بخور
ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

---

۱ آوازش۔ یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیرِ نیکبخت۔ خواجہ عبدالمطلب۔ در رکاب۔ یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضورؐ کو تلاش کرنے چلے۔ اَعیان۔ عین کی جمع، سردار۔ رزم میدانِ جنگ۔ بزم۔ محفلِ نشاط۔ ملحمہ۔ میدانِ قتال۔

۲ ایں نسب۔ آنحضورؐ کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے مغز سے آنحضورؐ کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز ہے آنحضورؐ خیر الخلائق ہیں۔ سَمَک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی، سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

۳ کمترین۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرات۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیا فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سَنی۔ بلند۔ مُردار۔ حدیث میں ہے اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ۔ "دنیا مُردار ہے"۔

خواہرانت راز بخششہای داد ‌ ‌ ‌ ہیچ میدانی کہ آں سلطان چہ داد
تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے ‌ ‌ ‌ تو کچھ جانتی ہے کہ اُس شاہ نے (اُنکو) کیا دیا ہے؟

خیز بلقیسا بیا در بحرِ جود ‌ ‌ ‌ ہر دمے بردار بے سرمایہ سود
اے بلقیس! اُٹھ سخاوت کے سمندر میں آجا ‌ ‌ ‌ ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

خواہرانت جملہ در عیش و طرب ‌ ‌ ‌ بر تو چوں خوش گشت ایں[۱] رنج و تعب
تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں ‌ ‌ ‌ یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی بنگئی

خیز بلقیسا سعادت یار شو ‌ ‌ ‌ وز ہمہ ملکِ سبا بیزار شو
اے بلقیس! اُٹھ نیک بختی کی یار بنجا ‌ ‌ ‌ اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہوجا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن ‌ ‌ ‌ کہ منم شاہ و رئیسِ گولخن
تو خوشی میں اُس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے ‌ ‌ ‌ کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثلِ قانع شدنِ آدمی بدنیا و حرصِ او در طلبِ دنیا و غفلتِ او از دولتِ روحانیاں کہ ابنائے جنسِ وے اند و نعرہ زناں کہ یالیتَ قومی یعلمون

انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اُسکی حرص اور روحانیوں کی دولت سے اُس کی غفلت کی مثال جو روحانی اُسی جیسے ہیں اور نعرہ لگا رہے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں[۲] سگے در کو گدائے کور دید ‌ ‌ ‌ حملہ می آورد و دلقش می درید
ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا ‌ ‌ ‌ اُس پر حملہ کردیا اور اُس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم ایں را وے بارِ دگر ‌ ‌ ‌ شد مکرر بہرِ تاکیدِ خبر
ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ ‌ ‌ ‌ بات کی تاکید کے لئے مکرر ہوا ہے

کور[۳] گفتش آخر آں یارانِ تو ‌ ‌ ‌ بر کُہ اندایندم شکار و صید جو
اندھے نے اُس سے کہا آخر تیرے دوست ‌ ‌ ‌ اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قومِ تو در کوہ می گیرند گور ‌ ‌ ‌ در میان کوی می گیری تو کور
تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے ‌ ‌ ‌ تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

ترکِ ایں تزویر کن شیخِ نفور ‌ ‌ ‌ آبِ شوری جمع کردہ چند کور
اے متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے ‌ ‌ ‌ تو کھاری پانی ہے تو نے چند اندھے جمع کئے ہیں

---

[۱] ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں گدائی۔ چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس و خاشاک کی بھٹی کو سلطنت سمجھ کر اُس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔ یالیت قومی۔ جنتی خوش ہو کر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہو رہا ہے۔

[۲] آں سگے۔ دنیادار کی مثال گلی کے اُس کتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔ گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچہ کے کتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، لیکن بات کو مضبوط کرنے کیلئے مکرر کہہ رہے ہیں۔

[۳] کور۔ اندھے نے کتے سے کہا دوسرے کتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چمٹ رہا ہے۔ ترک۔ کتے کے قصہ سے مولانا نے بناوٹی پیروں کو غیرت دلائی ہے۔ آب شوری۔ تو کھاری پانی ہے تو نے اپنے اندھے مریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کر لیا ہے۔

کایں مریدانِ من و من آبِ شور — می خورند از من ہمی گردند کور
کہ یہ میرے مُرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں — وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

آبِ[1] خود شیریں کُن از بحرِ لدُن — آبِ بد را دامِ ایں کوراں مکن
لدُن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنالے — بُرے پانی کو ان اندھوں کے لئے جال نہ بنا

خیز، شیرانِ خدا بیں گور گیر — تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر
اُٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ — تو کُتّے کی طرح مکاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے

گور چہ از صید غیرِ دوست دُور — جملہ شیر و شیر گیر و مستِ نور
گورخر کیا ہوتا ہے وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں — مجسّم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور مست ہیں

در نظارہ صید و صیادیِ شہ — کردہ ترکِ صید و مردہ دَر وَلَہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے ہیں — شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو[2] مُرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار — تا کُند اُو جنسِ ایشاں را شکار
اُن کو دوست نے مُردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے — تاکہ وہ (دوست) اُن کے ہم جنسوں کو شکار کرے

مُرغِ مُردہ مُضطر اندر وصل و بین — خواندۂ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاُصْبَعَیْن
مُردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے — تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

مُرغِ مُردہ اَش اگر آں کو شُد شکار — چوں ببیند شُد شکارِ شہریار
اُس کے مُردہ پرند کو جو شکار ہوا — جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ اُو زیں مُرغِ مُردہ سر بتافت — دستِ آں صیاد را ہرگز نیافت
جس نے اُس مُردہ پرند سے رُوگردانی کی — اُس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید[3] اُو منگر بمُرداریِ من — عشقِ شہ بیں در نگہداریِ من
وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر — میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

من نہ مُردارم مرا شہ کشتہ است — صورتِ من شبہِ مُردہ گشتہ است
میں مُردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے — میری صورت مُردے کے مشابہ ہوگئی ہے

جنبشم زیں پیش بُود از بال و پر — جنبشم اکنوں ز دستِ دادگر
اس سے پہلے میری حرکت بال و پر کے ذریعہ تھی — اب میری حرکت مُنصف کے ہاتھ سے ہے

---

[1] آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کر اور اُس کے ذریعہ مُریدوں کو فیض پہنچا۔ بحرِ لدُن یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مُریدوں کو لُوٹنے پر لگا ہے۔ گور چہ۔ مردانِ حق کو گور گیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالبِ خدا ہیں وہ مجسّم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔ در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مُستغرق رہتے ہیں اور اُن کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔

[2] ہمچو مرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اُس قسم کے مُردہ جانور کو بھس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اُسکے ذریعہ اُس کے ہم جنسوں کا شکار کریں، اسی طرح یہ بزرگ گویا کہ وہ مُردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ اُن کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔ مرغِ مُردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مُردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبورِ محض ہوتا ہے۔ یہی حال اِن بزرگوں کا ہوتا ہے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پلٹ دیتا ہے۔ مرغِ مُردہ۔ اُس مُردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ دراصل شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ اُو۔ جو جانور اُس مُردہ جانور سے کنارہ کشی کریگا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہیگا۔

[3] گوید اُو۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مُردار ہونے کو نہ دیکھو خدائی عشق مجھے بحس ہونے سے بچائے ہوئے ہے صورتِ من۔ فقر و فنا کی وجہ سے میں مُردے کی صورت میں ہوں۔ جنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادہ سے تھی اب دستِ قدرت کے ذریعہ ہے۔

جُنبشِ ۱؎ فانیم بیروں شُد زِ کوت — جنبشِ باقیست اکنون چوں از و ست

میری فنا ہونیوالی حرکت گھاس سے باہر ہو گئی ہے — اب باقی رہنے والی حرکت ہے کیونکہ وہ اُسکی جانب سے ہے

ہر کہ کج جُنبد بہ پیشِ جُنبشم — گرچہ سیمرغ است زارش می کُشم

جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے — خواہ وہ سیمرغ ہو میں اُس کو بری طرح مار ڈالتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندۂ — در کفِ شاہم نگر گر بندۂ

خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مُردہ نہ سمجھ — اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰؑ از کرم — من بکفِ خالقِ عیسیٰؑ درم

(حضرت) عیسیٰؑ نے کرم سے مردہ کو زندہ کر دیا — میں (حضرت) عیسیٰؑ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے ۲؎ بمانم مُردہ در قبضہ خدا — بر کفِ عیسیٰؑ مدار ایں ہم روا

میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مُردہ کب رہ سکتا ہوں — (حضرت) عیسیٰؑ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں — از دمِ من او بماند جاوداں

میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کر لی — میرے دَم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شُد ز عیسیٰؑ زندہ لیکن باز مُرد — شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰؑ سپُرد

(حضرت) عیسیٰؑ سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا — وہ قابلِ مبارکباد ہے جسنے اِس عیسیٰ کو جان سپرد کر دی

من ۳؎ عصایم در کفِ موسیٰ خویش — موسیم پنہان و من پیدا بہ پیش

میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں — میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

بر مُسلماناں پُلِ دریا شوم — باز بر فرعون اژدرہا شوم

میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پُل ہو جاتا ہوں — پھر فرعون پر اژدھا بن جاتا ہوں

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں — کہ عصا بے کفِ حق نبُود چنیں

اے بیٹا! اِس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ — کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ طوفاں ہم عصا بُد کو ز دَرد — طنطنہ جادو پرستاں را بخورد

طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے دَرد کیا تھا — جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عصا بُد باد بر اعدائے ہُودؑ — کہ برآورد از بقیۂ عاد دُود

(حضرت) ہودؑ کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی — جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھوئیں اُڑا دیئے

ہم عصایِ بُود پشّہ در نبرد — کو برآورد از سرِ نمرود گرد

مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا — جس نے نمرود کے سر سے دھول اُڑا دی

۱؎ جنبشِ فانیم۔ جب انسان فرائض اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں ہر کہ۔ فقراء کا انتقام بڑے سے بڑے انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ یعنی فانی فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے، دستِ قدرت اُس سے افعال کا صدور کراتا ہے۔ مُردہ۔ حضرت عیسیٰؑ مُردے کو زندہ کر دیتے تھے تو حضرت عیسیٰؑ کا خالق مُردے کو کیسے زندہ نہ کر دے گا۔

۲؎ کے بمانم حضرت عیسیٰؑ کی حیات بخشی کا اِنکار بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی۔ عیسیم۔ میں خود بھی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شُد ز عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے جس معجزے کا ذکر ہے اُس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔ بدیں عیسیٰ۔ اگر اِس سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اِشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مُراد ہے تو مُراد یہ ہے کہ اُن کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی عطا کرتے تھے اُس کا ذکر نہیں ہے۔

۳؎ من عصایم یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں۔ بر مسلماناں۔ یعنی میں اہلِ حق کیلئے باعثِ نجات اور کفار کیلئے باعثِ عذاب ہوں۔ دریا یعنی سمندر کا ذکر آئیں۔ موج

حضرت نوحؑ کی بددعا سے ان پر طوفان آیا جس سے مومن بچ گئے۔ عاد۔ یہ حضرت ہودؑ کی قوم تھی

گر عصا[1] ہائے خدا را بشمرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کا شمار کروں
زرقِ ایں فرعونیاں را بردرم
ان فرعونیوں کی مکاری (کا پردہ) چاک کردوں

لیک زیں شیریں گیاہے زہرمند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو
ترک کُن تا چند روزے می چرند
رہنے دے، تاکہ چند روز چرلیں

گر نباشد جاہِ فرعون و سَرے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو
از کجا یابد جہنّم پرورے
(تو) جہنّم کہاں سے پرورش پائے؟

فربہش کُن آنگہش کُش اے قصاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر
زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
کیونکہ دوزخ میں کتّے بے سروسامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے
پس بمُردے خشم اندر مردماں
تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[2] آں خشم ست بے خصمے افلاں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے
کے زید میرد ز نورِ مومناں
کب زندہ رہے، مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اس کو مخالف چاہیئے
تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

گر بماندے لطف بے قہر و بدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی
پس کمالِ بادشاہی کے شدے
تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

ریشخندے کردہ اند آں منکراں
اُن منکروں نے مذاق اُڑائی ہے
بر مثلہا و بیانِ ذاکراں
اہلِ ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکُن ہم ریشخند
اگر چاہے تو بھی مذاق اُڑا
چند خواہی زیست اے مُردار چند
اے مُردار! تو کب تک زندہ رہے گا!

شاد[3] باشید اے محبّان در نیاز
اے دوستو! نیازمندی میں خوش رہو
بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اُس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کردے دگر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے
در میانِ باغ از سیر و کبر
باغ میں لہسن اور کبر کی

[1] عصاہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کردوں۔ لیک۔ اِن فرعونیوں کو دنیاوی لذّتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں، مبتلا رہنے دو۔ گر نباشد۔ نظامِ قدرت کی بقا کیلئے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ از کجا۔ یہ لوگ جہنّم کی خوراک ہیں جس سے اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی اُن کو چھوڑے رکھو وہ کھاتے اور نفع اُٹھاتے رہیں اور اُن کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لینگے"۔ کلاب۔ دوزخ کے کُتّے اُن کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گر نبودے۔ غصہ کی بقا کیلئے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مرجائے۔

[2] دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالےٰ کے غصہ کا مظہر ہے اُس کیلئے اِن دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفتِ غضب نہ رہے تو دوزخ ٹھنڈی ہو جائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفتِ رحمت ہو اور صفتِ غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کیلئے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔ ریشخندے۔ منکر، اہلِ ذکر کا مذاق اُڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اُڑالے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔

[3] شاد۔ جو لوگ آیاتِ الٰہیہ کے ذکر سے محبّت رکھتے ہیں اور اُس در کی نیازمندی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ حوریج۔ مولانا نے اِس لفظ کو ضروریاتِ زندگی کے معنی میں بولا ہے۔ کُرد۔ کاف کے ضمّہ سے کیاری۔ سیر۔ لہسن۔ کبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خراسان میں پیدا ہوتا ہے اُسکا اچار ڈالا جاتا ہے۔ مولانا مخلص اور منافق کے مسلک کو جداگانہ کر کے سمجھا رہے ہیں۔

ہر یکے با جنسِ خود در کُردِ خود ۱ — از برائے پختگی نم می خورد
ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں — پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کُردِ زعفرانی زعفراں — باش و آمیزش مکُن با دیگراں
تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران — رہ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی — زعفرانی اندریں حلوا رسی
اے زعفران! سیرابی حاصل کرتا کہ تو پک جائے — تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکُن در کُردِ شلغم پوزِ خویش — کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش
تو شلغم کی کیاری میں اپنا منھ نہ ڈال — تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکُردے او بکُردے مودعہ — زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ
تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے — کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری — در سفر گم می شود دیو و پری
خصوصاً وہ زمین (جیسی) وسعت کی وجہ سے — دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندر آں ۲ بحر و بیابان و جبال — منقطع می گردد اوہام و خیال
اُن سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں — اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیابانہائے او — ہمچو اندر بحر و بر یک تارِ مو
یہ جنگل اُس کے جنگلوں میں — اس طرح ہیں جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

آبِ استادہ کہ سیرستش نہاں — تازہ تر خوشتر ز جوہائے رواں
۳ پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اُس کی رفتار پوشیدہ ہے — جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

کو درونِ خویش چوں جان و رواں — سیرِ پنہاں دارد و پائے رواں
کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح — پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کُن خطاب — اے خطیب ایں نقش کم زن بر آب
سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر — اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را کہ فرصت غنیمت است
حضرت سلیمانؑ کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازار یست تیز — زیں خسیسانِ کسادافگن گریز
اے بلقیس! اُٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے — اِن ٹوٹے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

---

۱ ہر یکے - ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کرکے پختہ ہوتی ہے تو کہ. مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیے - آب می خور اپنے مسلک پر قائم رہ کہ پختگی پیدا کرتا کہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے - تو مکُن. زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیے جو شلغم کی کیاری کا رُخ کریگا تو اُسمیں اُس کی خاصیت آجائیگی - تو بکُردے - اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے خلط ملط کی ضرورت نہیں ہے - خاصہ - عالمِ غیب کی سرزمین تو اِسقدر وسیع ہے کہ اُس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر... بیٹھتے ہیں

۲ اندر آں - عالمِ غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وُسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا - ایں بیاباں - دنیاوی زمین کی کائنات اُس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال - آبِ استادہ - سالک کے باطن کا رُکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے

۳ کو - سالک کی سیرِ جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے - مستمع - چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کر دو ورنہ نقش بر آب ہونگی - خیز حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو عمل کی دعوت دی اور فرمایا بدکرداروں کی صحبت

۸

خیز بلقیسا کنوں با اختیار[1]　　پیش ازاں کہ مرگ آرد گیرودار

اے بلقیس! اب اٹھ (جبکہ) با اختیار ہے　　اُس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل　　در نگر شاہی و ملک بے دغل

اے بلقیس! اُٹھ، موت سے پہلے آجا　　بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز　　اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز

اے بلقیس! اُٹھ، اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر　　اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیز بلقیسا و مستہ باقضا　　ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا

اے بلقیس! اُٹھ اور قضا (خداوندی) سے نہ جھگڑ　　ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں گوشت کشد مرگ آنچناں　　کہ چو دزدے آئی بشحنہ جاں کناں

اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی　　کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئے گی

زیں خراں تا چند باشی نعل دزد　　گر ہمی دزدی بیا و لعل دزد

تو ان گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟　　اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

خواہرانت یافتہ ملکِ خلود　　تو گرفتہ مملکت کور و کبود

تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلی　　تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے خنک آنجاں کزیں ملکت بجست[2]　　کہ اجل ایں ملک را ویراں گرست

وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا　　کیونکہ موت اس سلطنت کو ویران کردینے والی ہے

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں　　مملکتِ شاہان و سلطانانِ دیں

اے بلقیس! اُٹھ، آجا اب دیکھ　　دین کے اُمراء اور شاہوں کی سلطنت

شستہ در باطن میانِ گلستاں　　ظاہراً خارے میانِ دوستاں

وہ حقیقت باغ میں بیٹھا ہوا ہے　　بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں[3] با او رواں ہر جا رود　　لیک آں از خلق پنہاں می شود

جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے　　لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کناں کز من بخور　　آبِ حیواں آمدہ کز من بخور

پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا　　آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف می کن بر فلک بے پر و بال　　ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال

بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر　　سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

---

[1] با اختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے با اختیار ہے۔ در نگر یعنی عالمِ آخرت کی شاہی جو لازوال ہے۔ درگہ یعنی درگاہِ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مستہ۔ مستیز کا مخفف ہے، جھگڑا د کر۔ بعد ازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لئے دنیا داروں کی پابوسی نہ کر بلکہ حکمت کے لعل کو چرا۔ خواہرانت۔ یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔

[2] اے خنک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہوکر ابدی سلطنت حاصل کرلے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے یعنی جس نے اُخروی سلطنت حاصل کرلی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آرہا ہے۔

[3] بوستاں۔ اُسکے کمالات کا باغ اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اُس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اُس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔ طوف۔ عالمِ ملکوت کی سیر کر۔

چوں رواں باشی رواں و پائے نہ | می خوری صد لوت و لقمہ خائے نہ

تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے | تو سو غذائیں کھائیگی اور لقمہ چبانیوالی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت | نے پدید آید ز مُردن زشتیت

نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا | نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئیگی

ہم تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت | ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت

تو ہی شاہ ہوگی تو ہی لشکر ہوگی تو ہی تخت ہوگی | تو ہی نیک بخت ہوگی تو ہی نصیبہ ہوگی

گر تو نیکو بختی و سلطانِ زفت | بخت غیرِ تست روزے بخت رفت

اگر تو نیک بخت ہے اور سلطانِ اعظم | نصیبہ تیرا غیر ہے ایک دن نصیبہ روانہ ہوجائیگا

تو بمانی چوں گدایان بے نوا | دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ

تو فقیروں کی طرح بے سروسامان رہ جائیگی | اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا

چوں تو باشی بختِ خود اے معنوی | پس تو کہ بختی ز خود کے گم شوی

اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیبہ ہوگی | تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟

تو ز خود کے گم شوی اے خوشخصال | چونکہ عینِ تو ترا شد مُلک و مال

اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟ | جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک، مال بن گیا

بقیہ قصۂ عمارت کردنِ سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہت حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجدِ اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدائی تعلیم اور وحی کے ذریعہ تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت | بر سلیمانؑ آں نبیِّ نیک بخت

اُس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی | اُن نیک بخت، نبی، سلیمانؑ کے پاس

اے سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ بساز | لشکرِ بلقیس آمد در نماز

اے سلیمانؑ! مسجدِ اقصیٰ بنا | بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہوگیا ہے

چونکہ اُو بنیادِ آں مسجد نہاد | جن و انس آمد بدن در کار داد

جب انھوں نے اس مسجد کی نیو رکھی | جن و انس آگئے (اور) کام میں لگ گئے

آواز آئی: لشکرِ بلقیس، یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔
چونکہ اُو، یعنی حضرت سلیمانؑ۔ آں مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ۔ جن و انس۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہر جن اور انس پر تھی۔

لہ چوں۔ یہ سیر روحانی ہو گی جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے می خوری۔ معارفِ خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی اس خوراک کے لئے لقمہ چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

لہ ہم تو شاہ۔ عالمِ ملکوت میں تو خود ملک ہوگی خود لشکر اور تختِ شاہی ہوگی تو خود نصیبہ ہوگی اور خود ہی نیک بخت ہوگی۔ گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیبہ ور بھی ہے تو بخت "ا" چیز ہے اور "تو" اور چیز مغایرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہوجائیگا اور تو فقیر بن جائیگی۔ چوں تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیبہ میں اتحاد ہوجائیگا تو پھر بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

لہ بقیہ قصہ۔ حضرت سلیمانؑ کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آگیا تھا بہرحال وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آکر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمانؑ کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمانؑ کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہوگئی۔ تخت۔ یعنی تختِ سلیمانؑ کے سامنے سے ہاتفِ غیبی کی

یک[1] گروه از عشق و قومے بے مراد — همچناں که در رهِ طاعت عباد

ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ — جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خلق دیوانند و شهوت سلسله — می کشدشاں سوی دکان و غله

لوگ دیو ہیں اور خواہشِ نفسانی زنجیر ہے — وہ اُن کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

هست ایں زنجیر از خوف و وَلَه — تو مبیں ایں خلق را بے سلسله

یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے — تو اِن لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

هست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں — نیستند ایں خلق بے بندِ نہاں

یہ پھندہ اور کمند اُن کا وہ خوف ہے — یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

می کشاندشاں سوئے کسب و شکار — می کشاندشاں سوئے کان و بحار

وہ اُن کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے — وہ اُن کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می[2] کشاندشاں بسوئے نیک و بد — گفت حق فی جیدها حبل المسد

وہ اُن کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے — اللہ نے فرمایا ہے اسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے

قد جعلنا الحبل فی اعناقهم — واتخذنا الحبل من اخلاقهم

بیشک ہم نے اُن کی گردنوں میں رسّی ڈال دی ہے — اور ہم نے رسّی اُن کے اخلاق سے بنائی ہے

لیس من مستقذرٍ و مستنقهٍ — قط الا طائره فی عنقه

نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (یا) پاک — ہرگز، مگر اُس کا اعمالنامہ اُس کی گردن میں ہے

حرصِ تو در کارِ بد چوں آتش ست — اخگر از رنگِ خوشِ آتش خوش ست

بُرے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے — انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں[3] سیاہی فحم در آتش نہاں — چونکہ آتش شد سیاہی شد عیاں

کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے — جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اخگر از حرصِ تو شد فحمِ سیاه — حرص چوں شد ماند آں فحمِ تباه

کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا — حرص جب ختم ہوئی وہ خراب کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں فحم اخگر می نمود — آں ز حُسنِ کارِ نارِ حرص بود

اُس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا — وہ حرص کی آگ کے کارنامۂ حُسن کی وجہ سے تھا

حرص کارت را بیاراینده بود — حرص رفت و ماند کارِ تو کبود

لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا — حرص ختم ہو گئی اور تیرا کام بدنما ہو گیا

---

[1] یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق۔ جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور اُن کا قلبی رجحان اُن کے لئے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اُس زنجیر کے ذریعہ اپنے مرغوب کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ۔ آمدنی، پیداوار۔ خوف و ولہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی، ایک عشق اور محبت کی۔ بے سلسلہ۔ قرآنِ پاک میں ہے مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے:

[2] می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اُس کو مختلف کاموں کیطرف کھینچتی ہے۔ فِی جِیْدِهَا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے۔ مولانا نے یہاں رسّی سے وہی خواہشِ نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کرتے ہیں مراد لی ہے۔ مستقذر۔ پلید، گنہگار۔ مستنقہ۔ اصل میں مستنقی تھا، پاک صاف۔ طائر۔ پرندہ یعنی اعمالنامہ۔ حرص۔ انسان کی حرص اسکے برے عمل کو خوشنما کر کے پیش کر دیتی ہے جس طرح آگ کالے کوئلے کو حسین انگارا بنا دیتی ہے۔

[3] آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اسکو سرخ بنا دیتی ہے جب آگ بجھ جاتی ہے کوئلہ کا کالا پن نمودار ہوتا ہے۔ انگرا برے عمل کی وجہ سے حسین بنتا ہے جب حرص ختم ہو جاتی ہے تو اصل بدنمائی نظر آنے لگتی ہے۔ قسم کرتی

غورہ[1] را کہ بیارایند غول — پختہ پندارد کسے کو ہست گول

جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے — وہ شخص اُس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ او — کُند گردد ز آزمونِ دندانِ او

جب اُس کی جان آزمائش کرتی ہے — آزمائش سے اُس کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود — عکسِ غولِ حرص آں خود دام بود

ہوس کی وجہ سے اُس جال کو دانہ دکھا دیا — حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص اندر کارِ دین و خیر جو — چوں نماند حرص ماند نغز او

خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ — جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت بنتا ہے

خیرہا نغز ند نہ از عکسِ غیر — تاب حرص ار رفت ماند تابِ خیر

نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے — حرص کی چمک اگر چلی جائے، نیکی کی چمک رہتی ہے

تابِ[2] حرص از کارِ دنیا چوں برفت — فحم باشد ماندہ از اخگر بتفت

دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے — ہر حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

کودکاں را حرص می آرد غرار — تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار

بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے — یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن کے سوار بنتے ہیں

چوں ز کودک رفت آں حرصِ بدش — بر دگر اطفال خندہ آیدش

جب بچے میں سے اُس کی وہ بُری حرص جاتی رہی — دوسرے بچوں پر اُس کو ہنسی آتی ہے

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں — خل[3] ز عکسِ حرص بنمود انگبیں

کہ میں نے کیا کیا تھا اِس میں کیا سمجھا تھا؟ — حرص کے پرتو سے سرکہ شہد نظر آیا تھا

آں بنائے انبیا بے حرص بود — زانچناں پیوستہ رونقہا فزود

انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی — اسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

اے بسا مسجد برآوردہ کرام — لیک نبود مسجدِ اقصاش نام

شرفا نے بہت سی مسجدیں بنائیں — لیکن اُن کا مسجدِ اقصیٰ نام نہ ہوا

کعبہ را کش ہر دمے عزّے فزود — آں ز اخلاصاتِ ابراہیمؑ بود

کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے — یہ (حضرت) ابراہیمؑ کے خلوص کی وجہ سے ہے

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست — لیک در بناش حرص و جنگ نیست

اُس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے — لیکن اُس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

---

[1] غورہ۔ کچا خوشہ۔ غول۔ چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف۔ آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھاؤ گے تو پتہ چلے گا اور دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ از ہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔ حرص۔ کارِ خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دیگا۔ تاب۔ چمک۔

[2] تاب حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد اُن کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے۔ کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ چوں جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچہ دوسرے بچوں کی اِس حرکت پر ہنستا ہے۔

[3] خل۔ غرضیکہ انسان کی حرص اور لالچ بُرے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اُس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا اُن کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن اُنکو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجدِ اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی روز افزوں عزت حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ فضلِ آں مسجد یعنی مسجد حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اخلاص سے مسجدِ حرام کی تعمیر کی تھی کسی

لے نے کُتُبِ شاں چوں کتابِ دیگراں — نے مساجد شاں نہ کسب و خانماں

نہ اُن کی کتابیں، دوسروں کی کتاب کی طرح ہیں — نہ اُن کی مسجدیں، نہ کاروبار اور گھر

نے ادب شاں نے غضب شاں نے نکال — نے نُعاس و نے قیاس و نے مقال

نہ اُن کا ادب، نہ اُن کا غصہ، نہ عذاب — نہ اُونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت — صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت

(اُنہیں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں رتبہ میں — لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

ہر یکے شاں را یکے فرِّ دگر — مُرغِ جاں شاں طائر از پرِّ دگر

اُن میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے — اُنکی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں — قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں

اُن کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے — اُن کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

مُرغِ شاں را بَیضہا زرّیں بُدست — نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست

اُن کے مُرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں — اُن کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

ہر چہ گویم من بجاں نیکوئے قوم — نقص گفتم گشتہ ناقص گوئیِ قوم

میں (دل و) جان سے (اُس) قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کرتا ہوں — (گویا اُس) قوم کا ناقص گو بنکر اُنکی بُرائی بیان کرتا ہوں

مسجدِ اقصیٰ؎ بسازید اے کرام — کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام

اے شریفو! مسجدِ اقصیٰ بناؤ — کیونکہ سلیمانؑ آگیا ہے والسلام

ور ازیں دیوان و پریاں سر کشند — جملہ را املاک در چنبر کشند

اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے — فرشتے سب کو شکنجے میں کس دینگے

دیو یکدم کژ رود از مکر و زرق — تازیانہ آیدش بر سر چو برق

اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے — اُس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوانِ تو — سنگ بُرند از پئے ایوانِ تو

تو سلیمانؑ بن جا تاکہ تیرے دیو — تیرے محل کے پتھر ڈھو کر لائیں

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس و ریو — تا ترا فرماں برد جنّی و دیو

تو بے شک و شبہ سلیمانؑ کی طرح بن جا — تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

خاتمِ تو ایں دلست و ہوش دار — تا نگردد دیو را خاتم شکار

تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ — تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

لے نے کُتُب۔ انبیاء کی ہر چیز انوکھی ہوتی ہے۔ ہر یکے را۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرِّ دگر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل۔ اُن کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اُس میں کوتاہی نہ ہوجائے۔ بَیضہا۔ یعنی اچھے نتیجے۔ نیم شب۔ یعنی چشمِ باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر چہ گویم۔ چونکہ میں کما حقہٗ تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا ناقص ہے۔

مے مسجدِ اقصیٰ یعنی درمیان میں اور باتیں شروع ہوگئی تھیں اب پھر مسجدِ اقصیٰ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کرو۔ ور۔ مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروفِ کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے اُنکو سزا دیتے ہیں۔ دیو۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اُس پر برق کا تازیانہ لگتا ہے۔۔۔ چوں سلیمانؑ۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمانؑ کی طرح بن جائے تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمت گار بن جائیں گے۔

سے خاتم تو۔ حضرت سلیمانؑ جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرالی تھی اور اُسکے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اُسکی حفاظت [illegible]

پس سلیمانی کند بر تو مُدام — دیو با خاتم حذر کن والسّلام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے — دیو انگوٹھی کے ذریعہ، بچ والسلام

آں سُلیمانی دِلا منسوخ نیست — در سر و سرّت سلیمانی کنی ست[1]
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے — تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنیوالا ہے

دیو ہم وقتے سُلیمانی کند — لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے — لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دستِ[2] جُنباند چو دستِ اُو ولیک — در میانِ ہر دو شاں فرقے ست نیک
وہ اُس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن — اُن دونوں میں بہت فرق ہے

در بیانِ ایں حدیثِ معنوی — یک حکایت بشنو اندر مثنوی
اِس بامعنیٰ بات کے بیان میں — مثنوی میں ایک حکایت سُن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادنِ شاہ و مضاعف کردنِ آں صلہ را وزیر حسن نام
شاعر کا قصہ اور شاہ کا اُس کو عطیہ دینا اور وزیر، حسن نامی کا اُس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شعرے پیشِ شاہ — بر اُمیدِ خلعت و اکرام و جاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے — خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مُکرم بُود فرمود ش ہزار — از زرِ سُرخ و کراماتِ و نثار
شاہ صاحب کرم تھا اُس کیلئے حکم دیا ایک ہزار — اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بُود — دہ ہزارش ہدیہ دہ تا وا رود
وزیر نے اُس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے — دس ہزار کا ہدیہ دیجئے تاکہ واپس ہو

از چو[3] اُو شاعر از تو بحر دست — دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست
اُس جیسے شاعر کیلئے آپ جیسے سخی سے — میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ — تا بر آمد عشر خرمن از کفہ
اُس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سُنایا — یہانتک کہ بچے کھچے مال میں خرمن کا دسواں حصہ نکالدیا

دہ ہزارش داد و خلعت در خورش — خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش
اُسکو دس ہزار اور اُس کے مناسب خلعت دی — اُس کا دماغ شکر و ثنا کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بُود — شاہ را اہلیتِ من کہ نمود
پس اُس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی — بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

---

[1] سُلیمانی کنی۔ یعنی تیری رُوح تیرے اندر ہے اگر تو اُس کی اصلاح کرے گا وہ سُلیمانی کریگی۔ دیو۔ مزدورِ شیخ کی مثال اُس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چُرا کر اُس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔

[2] دستِ جنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے۔ یہی حال صحیح شیخ اور مزدورِ شیخ کا ہے۔ یک حکایت۔ اِس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر۔ شاعر نے جب قصیدہ سُنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا اُس کے حسن نامی وزیر نے سفارش کر کے دس ہزار اشرفیاں دلوائیں۔ مُکرم۔ بخشش کرنے والا۔

[3] از چو اُو۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت سے دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ۔ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصہ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ۔ فلسفہ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا بر آمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اسقدر تھے کہ یہ دس ہزار اُس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثنا سے بھر گیا۔ تفحص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ بادشاہ کو اِس بڑے عطیہ

پس[1] بگفتندش فلان الدین وزیر — **آں حَسَن نام و حَسَن خُلق و ضمیر**

لوگوں نے اُس سے کہا فلان الدین وزیر نے — جس کا نام حَسَن ہے اور جس کے اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے اُو یکے شعرِ دراز — **بر نوشت و سُوئے خانہ رفت باز**

اُس نے اُس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ — لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہماں نعماے شاہ — **مدحِ شہ می کرد و خلعتہائے شاہ**

بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے — بادشاہ اور اُس کی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

بازآمدنِ شاعر بعد چند سال با امیدِ ہماں صِلہ ہزار دینار

چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اُسی عطیہ کی امید پر اور بادشاہ کا

فرمودنِ شاہ بر قاعدۂ خویش و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفات

اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا

وزیرے نصب کردہ بُود ہم حَسَن نام شاہ را کہ اینقدر صِلہ

بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اُس کا نام بھی حَسَن

سخت بسیار ست و ما را خرجہاست و خزینہ خالیست

تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور

و من اُو را بدہ یک[2] ایں راضی کنم

میں اُس کو دسویں حصہ پر راضی کر لوں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت — **شاعر از فقر و عوز محتاج گشت**

چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لئے — شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

گفت وقتِ فقر و تنگیِ دو دست — **جستجوئے آزمودہ بہتر ست**

اُس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت — آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

در گہے را کآزمودم از کرم — **حاجتِ نو را ہماں جانب برم**

جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں — نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ[3] اللہ گفت آں سیبویہ — **یُولَهُونَ فِي الحَوَائجِ هُم لَدَيه**

سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں — وہ ضرورتوں میں اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت اَلِهنَا فِي حَوَائِجنَا اِلَيك — **وَالتَمَسنَاهَا وَجَدنَاهَا لَدَيك**

اُس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع ہوئے — اُن کو ہم نے تلاش کیا اُن کو تیرے پاس پایا

---

[1] پس بگفتند۔ لوگوں نے اُس شاعر کو بتایا کہ فلاں وزیر جس کا نام بھی حَسَن ہے اور وہ دل کا حَسَن ہے اُس نے عطیہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطایا زبانِ حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ بر قاعدۂ خویش۔ اِس مرتبہ بھی شاہ نے ایکہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔

[2] بدہ یک۔ یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اِس شعر کے مصرع اول میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی اشد سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اُس شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہو وہاں ہی چلنا چاہیئے۔

[3] معنیِ اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع کر دیا ہے، سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اُس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق ہے اور اَلَہَ سے بنا ہے جو دراصل وَلَہَ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک اَلْ اِلٰہ تھا پہلی ہا اور دوسرے ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یار کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں اُسکے سامنے تضرع و زاری کرتی ہے دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے

اس میں اللہ کی وہ تفسیر نظر کی ہے جو گفت یعنی سیبویہ نے کیا ہے کہ ہم ضروریات میں اس سے تضرع و زاری کی اور اس کا مضرت میں پناہ لی ہے

صد[1] ہزاراں عاقل اندر وقتِ درد — جملہ نالاں پیشِ آں دیّانِ فرد

لاکھوں عقلمند درد کے وقت — سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کند — بر بخیلے عاجزے کدیہ تنند

کوئی احمق، دیوانہ یہ کرتا ہے — کہ عاجز، بخیل سے بھیک مانگے

گر ندیدندے ہزاراں بار بیش — عاقلاں جاں کے کشیدندش بپیش

اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے — عقلمند کب اُس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا — جملۂ پرندگاں بر اوجہا

بلکہ موجوں میں عام مچھلیاں — بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جملہ[2] موجہا بازی کناں — ذوق و شوقش اعیاں اندر عیاں

بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں — اُسکے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و حیدر[3] و اشکار نیز — اژدہائے زفت مور و مار نیز

ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی — موٹا اژدہا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار — مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار

بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی — اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں — کہ فرو مگذارم اے حق یک زماں

یہ آسمان ہر وقت اُس کی خوشامد کرتا ہے — کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ تو است — جملہ مطوی یمینِ آں دو دست

میرا ستون، تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے — سب چیزیں اُن دونوں دائیں ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

ویں[4] زمیں گوید کہ دارم برقرار — اے کہ بر آبم تو کردستی سوار

یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ — اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جملگاں کیسہ ازو بر دوختند — دادنِ حاجت ازو آموختند

سب نے تھیلی اسی سے سی ہے — ضرورت پوری کرنا اُس سے سیکھا ہے

ہر نبی ازوے بر آوردہ برات — اِسْتَعِیْنُوْا مِنْہُ صَبْرًا وَّ الصَّلٰوۃ

ہر نبی نے اُسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے — کہ اُس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

---

[1] صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اُس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیّان۔ بدلہ دینے والا۔ فلیو۔ احمق۔ کدیہ۔ بھیک۔ گر ندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوئی ہوتیں تو کیوں اُس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ۔ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اُسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔

[2] جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اُسی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔

[3] حیدر۔ شیر۔ مایہ زو یابند۔ غرضیکہ جملہ کائنات اُسی سے بہرہ اندوز ہے۔ آسماں۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے۔ مطوی۔ قرآن پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اُس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسمائے جلالیہ اور جمالیہ جو کہ ان آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے کِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ۔ میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے۔

[4] ویں زمیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔ جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو ان کا دینا بھی دراصل اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں میں خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ، دستاویز۔ اِسْتَعِیْنُوْا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو مدعا پورا ہو جائے گا۔

ہیں از و خواہید نے از غیرِ او — آب[1] در یم جو مجو در خشک جو
خبردار! اُسی سے چاہو نہ کہ اُس کے غیر سے — پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش کر

ور بخواہی از دگر ہم او دہد — بر کفِ میلش سخا ہم او نہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا — اُس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

آنکہ مُعرِض را ز زر قارون کند — رُو بدو آری بطاعت چوں کند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے — اُسی کی طرف رُخ کرو فرمانبرداری کے ساتھ کیا کرے گا؟

بارِ دیگر شاعر از سودای داد — رُو بسوئے آں شہِ مُحسن نہاد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے — اُس محسن بادشاہ کی جانب رُخ کیا

ہدیۂ شاعر چہ باشد شعرِ نو — پیشِ مُحسن آرد و بنہد گرو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر — محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

مُحسناں باصد عطا و جود و بر — زر نہادہ شاعراں را منتظر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے — سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

پیشِ[2] شاں شعرے بہ از صد تنگِ شعر — خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
اُنکے نزدیک ایک شعر اُن کے سو گٹھروں سے بہتر ہوتا ہے — خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بود — زانکہ قوتِ ناں ستونِ جاں بود
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے — کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

سوئے کسب و سوئے غصب و صد حِیَل — جاں نہادہ بر کف از حرص و اَمل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سیکڑوں تدبیروں کی جانب — لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

چوں بنادر گشت مستغنی ز ناں — عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا — تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق

تا کہ[3] اصل و نسلِ او را بر دہند — در بیانِ فضلِ او منبر نہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں — اُس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

تا کہ کرّ و فرّ و زر بخشیِ او — ہمچو عنبر بو دہد در گفتگو
تاکہ اُس کی شان و شوکت اور سخاوت — بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

خلقِ ما بر صورتِ خود کرد حق — وصفِ ما از وصفِ او گیرد سبق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہے — ہمارے اوصاف اُس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

---

[1] آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہر ہیں۔ ور بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اِس لئے کہ اُن میں سخاوت کا مادہ اُسی نے رکھا ہے۔ مُعرِض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادت گذاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سودا۔ خیال۔ بنہد گرو۔ شاعر شعر پیش کرکے انعام چاہتا ہے۔ مُحسناں۔ سخی داد و دہش کے لئے روپئے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو اُن کو انعام دیں۔

[2] پیش شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں اُن کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں گٹھروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اُس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین شعر میں کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اُس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوئی۔ پیٹ کے لئے جائز و ناجائز سو دھندے کرتا ہے۔

[3] تا کہ۔ اب اُسکی خواہش ہو کہ شعراء اُس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اُس کی شان و شوکت کی خوشبو مہک پھیل جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر ادا کرے کہ انسان میں اپنی صفت ہے۔

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست — آدمی را مدح جوئی نیز خوست

چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے — تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ[1] مردِ حق کہ در فضل ست چست — پُر شود زاں باد چوں خیکِ درست

خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چست ہے — صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں بادِ دروغ — خیک بدریدست کے گیرد فروغ

اور اگر اہل نہ ہو، اُس جھوٹی ہوا سے — پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب اُبھار حاصل کریگا؟

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق — سرسری مشنو چو اہلی و مُفیق

اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے — اگر تو ہوشمند اور اہل ہے (اسکو) سرسری نہ سن

ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح — کہ چرا فربہ شود احمد بمدح

یہ بات پیغمبرؐ نے فرمائی جبکہ انھوں نے اعتراض سُنا — کہ احمدؐ تعریف سے موٹے کیوں ہوئے ہیں؟

رفت شاعر سوئے آں شاہ و ببرد — شعر اندر شکرِ احساں کاں نمرد

شاعر اُس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا — احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

محسناں[2] مردند و احسانہا بماند — اے خنک آنرا کہ ایں مرکب براند

احسان کرنیوالے مر جاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں — قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مردند و ماند آں ظلمہا — وائے جانے کو کند مکر و دغا

ظالم مر گئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے — اُس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت پیغمبر خنک آں را کہ او — شد ز دنیا ماند ازو فعلِ نکو

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے — جو دنیا سے گیا (اور) اُس کا نیک کام باقی رہا

مُرد محسن لیک احسانش نمرد — نزدِ یزداں دین و احساں نیست خرد

احسان کرنے والا مرا، لیکن اُس کا احسان نہ مرا — اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نامِ[3] نیک او ز فعلِ نیک داں — پس نمردست او یقیں بنگر میاں

اُس کی نیکنامی، نیک کام سے سمجھ — وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کر لے

وائے آنکو مُرد و عصیانش نمرد — تا نہ پنداری بمرگ او جاں ببرد

اُس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اُسکا گناہ نہ مرا — تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچا لے گیا

ایں رہا کن زانکہ شاعر برگذر — وام دارست و قوی محتاجِ زر

اُس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر — مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

---

[1] خاصہ یعنی اہل اللہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ اُن کے مداح بنکر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو اُن کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیکِ درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائیگی۔ بادِ دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ ایں پیغمبر گفت۔ اِس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ نمرد۔ احسان اور عملِ خیر مُردہ نہیں ہوتا ہے۔

[2] محسناں۔ محسن مر جاتا ہے لیکن اُس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اِسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مر جاتا ہے۔ گفت۔ اِن الفاظ کی کوئی حدیث کتبِ حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے۔ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں، صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرے۔

[3] نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔ وائے۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مر گیا اور اپنے پیچھے ایسے بدعمل چھوڑ گیا جو نہ مرنے والے ہیں اُس شخص کے مرنے سے اسکی جان نہ چھوٹے گی بلکہ اُس بدعمل کی وجہ سے اسکے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہیگا۔ ایں رہا کن۔ اب اِس ذکر کو ختم کرکے شاعر کی بات کی تکمیل کرو۔

برد شاعر شعر سوئے شہریار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا
بر امیدِ بخشش و احسانِ پار[1]
گذشتہ سال کی بخشش اور احسان کی امید پر

نازنیں شعرے پر از دُرِّ درست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پر
بر امید و بوئے اکرامِ نخست
پہلے جیسے اکرام کی امید اور آرزو پر

شاہ ہم بر خوئے خود گفتش ہزار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اس کیلئے ایک ہزار کا حکم دیا
چوں چنیں بد عادتِ آں شہریار
کیونکہ اس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر ز جود
لیکن اس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر
بر بُراقِ عز ز دنیا رفتہ بود
عزت کے براق پر دنیا سے روانہ ہو چکا تھا

بر مقامِ او وزیرِ نو رئیس
اس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم
گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت سے اخراجات درپیش ہیں
شاعرے را نبود ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

من[2] بر ربعِ عشر ایں اے مغتنم
اے مغتنم! میں اس کے چالیسویں (حصہ) پر
مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کر لوں گا

خلق گفتندش کہ او از پیش دست
لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ پہلے
دہ ہزارے زیں دلاور بردہ است
اس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکر کلک خائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کریگا
بعدِ سلطانی گدائی چوں کند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

گفت بفشارم ورا اندر فشار
اس نے کہا میں اس کو تنگی میں دباؤں گا
تا شود زار و نزار از انتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہو جائے

آنگہ[3] ار خاکش دہم از راہ من
تب اگر میں اس کو راستہ کی خاک بھی دوں گا
در رباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائیگا

ایں بمن بگذار کاستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں استاد ہوں
گر تقاضا گر بود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

از ثریا گر بپرد تا ثریٰ
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے
نرم گردد چوں بہ بیند او مرا
جب مجھے دیکھ لے گا نرم پڑ جائے گا

---

[1] پار۔ گذشتہ۔ نازنیں یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اسکے موتی جیسے الفاظ تھے ہزار۔ شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایکہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ لیک ایں بار۔ اس بار جب شاعر آیا تو پرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہو چکا تھا۔ بر مقامِ او۔ اس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

[2] من بر ربعِ عشر۔ اس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کر لوں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اس وزیر سے کہا۔ بعد شکر یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہو جائے گا۔

[3] آنگہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہو گا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔ ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں استاد ہوں تقاضہ کرنیوالا خواہ گرم مزاج ہو میں اس کو ٹھنڈا کر دیتا ہوں۔ از ثریا خواہ اسکی دوڑ دھوپ کچھ ہی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائیگا اور راضی ہو جائیگا۔

گفت[1] سلطانش برو فرماں تراست — لیک شادش کن کہ نیکو گوی ماست

بادشاہ نے اس سے کہا جا تجھے اختیار ہے — لیکن اسکو خوش کر دینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنے والا ہے

گفت اورا و[2] دو صد چوں او گدا — تو بمن بگذار و فارغ شو شہا

اس نے کہا اسکو اور اس جیسے دو سو فقیروں کو — تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

پس فگندش صاحب اندر انتظار — شد زمستان و دے و آمد بہار

پھر اس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا — جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آ گیا

شاعرش چندانکہ حاجت می نمود — صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود

شاعر جتنی بھی اس کے سامنے ضرورت پیش کرتا — وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

شاعر[2] اندر انتظارش پیر شد — بس زبونِ ایں غم و تدبیر شد

اس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہو گیا — اس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آ گیا

گفت اگر زر نہ کہ دشنامم دہی — تا رہد جانم، ترا باشم رہی

اس نے کہا اگر سونا نہیں تو مجھے گالی ہی دیدے — تاکہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بنجاؤنگا

انتظارم کشت بارے گو برو — تا رہد ایں جانِ مسکیں از گرو

مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہہ دے کہ چلا جا — تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پالے

بعد از انش داد ربع عشر آں — ماند شاعر اندر اندیشہ گراں

اس کے بعد اس نے اس کا چالیسواں حصہ دیا — شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

کانچناں[3] نقد و چناں بسیار بود — ایں کہ دیر اشگفت دستہ خار بود

کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا — یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا مٹھا تھا

پس بگفتندش کہ آں دستورِ راد — رفت از دنیا خدا مزدش دہاد

لوگوں نے اس سے کہا وہ عقلمند وزیر — دنیا سے چلا گیا خدا اس کو اجر دے

کہ مضاعف زو ہمی شد آں عطا — کم ہمی افتاد در بخشش خطا

کہ اس کی وجہ سے عطا دو گنی ہو جاتی تھی — عطا کے معاملہ میں اس سے غلطی نہ ہوتی تھی

ایں زماں او رفت و احساں را ببرد — او بمرد الحق و لے احساں نمرد

اب وہ چلا گیا اور احسان کو (بھی) لے گیا — وہ یقیناً مر گیا لیکن احسان نہیں مرا

رفت از ما صاحبِ راد و رشید — صاحبِ سلاخِ درویشاں رسید

ہم سے دانا اور نکوکار وزیر رخصت ہو گیا — فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آ گیا

[1] گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر لیکن اس کو خوش کر دینا۔ گفت اورا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کر دی اور موسم پر موسم گذرنے لگے۔ شاعر جس قدر بھی اپنی ضروریات ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کر دیتا۔

[2] شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفاء کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آ گیا۔ گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دیدے تاکہ یہ انتظار تو ختم ہو میں تیرا شکر گذار ہونگا۔ انتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ ربع عشر چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔

[3] کانچناں۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا مٹھا۔ آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر۔ مضاعف۔ دو گنا۔ ایں زماں۔ یعنی پہلا وزیر حسن اگرچہ مر گیا لیکن اس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے۔

رو بگیر ایں را و زینجا شب گریز ۔۔۔ [۱۵] تا نگیرد با تو ایں صاحب ستیز
جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا ۔۔۔ تاکہ یہ جھگڑالو، تجھے گرفت میں نہ لے لے

ما بصد حیلت از و ایں ہدیہ را ۔۔۔ بستدیم اے بے خبر از جہدہا
ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش ۔۔۔ حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بےخبر!

رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں ۔۔۔ از کجا آمد بگوئید ایں عواں
اس نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا اے شفقو! ۔۔۔ بتاؤ، یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

چیست نامِ ایں وزیرِ جامہ کن ۔۔۔ قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
اس کپڑے اتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟ ۔۔۔ لوگوں نے کہا اس کا نام بھی حسن ہے

گفت یارب نامِ آں و نامِ ایں ۔۔۔ چوں یکے آمد دریغ اے ربِّ دیں
اس نے کہا اے خدا! اس کا نام اور اس کا نام ۔۔۔ ایک کیسے ہوا! اے دین کے رب! افسوس ہے

[۱۶] آں حسن نامی کہ از یک کلکِ او ۔۔۔ صد وزیر و صاحب آمد جود جو
وہ حسن نام والا کہ اس کے ایک قلم کی جنبش سے ۔۔۔ سو وزیر اور صاحب، طالب بخشش تھے

ایں حسن کز ریشِ زشتِ ایں حسن ۔۔۔ می تواں بافید اے جاں صد رسن
یہ حسن کہ اس حسن کی بدنما داڑھی سے ۔۔۔ اے جان! سو رسیاں بٹی جائیں

بر چنیں صاحب چو شہ اصغا کند ۔۔۔ شاہ و ملکش را ابد رسوا کند
ایسے وزیر کی بات، پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے ۔۔۔ وہ ہمیشہ شاہ اور اس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

مانستنِ بدرای ایں وزیرِ دوں در افسادِ مروّتِ شاہ بوزیرِ فرعون یعنی
اس کینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی
ہامان در افسادِ قابلیتِ فرعون پندِ موسیٰ را علیہ السلام
ہامان کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے افساد میں مشابہت

[۱۷] چند آں فرعون می شد نرم و رام ۔۔۔ چو شنیدے او ز موسیٰ آں کلام
بہت سی مرتبہ فرعون، نرم اور مطیع بنا ۔۔۔ جب وہ موسیٰ سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر ۔۔۔ از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا ۔۔۔ اس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بود او ۔۔۔ مشورت کردے کہ کینش بود خو
جب ہامان سے جو کہ اس کا وزیر تھا ۔۔۔ وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کینہ بن تھی

---

۱۵ تا نگیرد یعنی یہ عطا لیکر چلا جا ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لیگا۔ ما۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو خبر نہیں ہم نے اتنا بھی بڑی بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رو۔ یعنی شاعر نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آگیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سنا کہ اس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے وزیر اور ایسے برے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

۱۶ آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا اس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اس قابل ہے کہ اس کی داڑھی سے رسیاں بنائی جائیں۔ بر چنیں۔ ایسا بد فطرت وزیر شاہ اور سلطنت کیلئے رسوائی کا باعث ہے۔ مانستن۔ شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔

۱۷ چند فرعون کئی بار حضرت موسیٰ کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اس کا وزیر پھر اسکو حضرت موسیٰ کے بر مقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر یعنی حضرت موسیٰ کا کلام ایسا پر تاثیر تھا کہ اسکو سن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ جو تھی۔

چون[1] ہاماں مشورت کردے دراں … تا نعش گشتے مدام آں سخت جاں
جب وہ اُس میں ہامان سے مشورہ کرتا … وہ سخت جان ہمیشہ اُس کے لئے مانع بنا

پس بگفتے تا کنوں بودی خدیو … بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے … مکر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے … آں سخن بر شیشہ خانۂ او زدے
گوپھن کے پتھر کی طرح آتی … یہ بات، اور اُس کے شیش محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیمِ خوش خطاب … ساختے در یک دم او کردے خراب
وہ خوش کلام کلیم (اللہ)، جو سو دن میں … بناتے، وہ ایک دم میں اُس کو برباد کر دیتا

عقلِ[2] تو مغلوبِ دستورِ ہواست … در وجودت رہزنِ راہِ خداست
تیری عقل خواہشِ نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے … تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربّانیے پندت دہد … آں سخن را او بفن طرحے نہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنیوالا تجھے نصیحت کرتا ہے … وہ اُس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ برجا ایست ہیں از جا مشو … نیست چنداں با خود آ شیدا مشو
کہ یہ بات با موقع نہیں ہے خبردار! جگہ سے ہل … یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ، دیوانہ نہ بن

وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بود … جائے ہر دو دوزخِ پُر کیں بود
اُس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو … دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ او را دستگیر … باشد اندر کار چوں آصف وزیر
وہ بادشاہ قابلِ مبارکباد ہے کہ اُس کا مددگار … ہو معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ[3] عادل چوں قرینِ او شود … نامِ او نورٌ علیٰ نور ایں بود
منصف بادشاہ جب اُس کا ساتھی ہو … تو اُس کا نام نورٌ علیٰ نور ہو

چوں سلیماں شاہ و چوں آصف وزیر … نور بر نور ست عنبر بر عبیر
سلیمانؑ جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر … نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر … ہر دو را نبود ز بدبختی گزیر
شاہ، فرعون ہو اور ہامان جیسا اُس کا وزیر … (تو) دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس بود ظلمات بعضے فوق بعض … نے خرد یار و نہ دولت روزِ عرض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ … قیامت کے روز نہ عقل یار ہوگی نہ دولت

---

[1] چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کیلئے کہتا کہ اب تک تو آپ شاہِ مصر ہیں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائینگے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔

[2] عقلِ تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا۔ او بفن۔ یعنی خواہشِ نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ ہوائے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات بامحل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔ وائے۔ اُس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو اُن دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابلِ مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیر مشیرِ کار ہو۔

[3] شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیماںؑ۔ حضرت سلیمانؑ اور اُن کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس۔ ایسے شاہ کیلئے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہوگی

من ندیدم جز شقاوت در لئام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا

گر تو دیدستی[1] رسان از من سلام
اگر تونے دیکھا ہے تو اُن کو میرا سلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے

عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شُد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے

سحر آموزِ دو صد طاغوت شُد
دو سَو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جُزوی را وزیرِ خود مگیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا

عقلِ کُل را ساز اے سُلطاں وزیر
اے شاہ! عقلِ کُل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز
تو ہوا (وہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا

کہ برآید جانِ پاکت از نماز
کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہوجائیگی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بُوَد
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے

عقل را اندیشہ یُوم الدّیں بُوَد
عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

عقل[2] را دو دیدہ در پایانِ کار
عقل کی دونوں آنکھیں انجامِ کار پر ہوتی ہیں

بہرِ آں گُل می کشد اُو رنجِ خار
وہ اس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے

باد ہر خرطومِ اخشم دور ازاں
خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے لیکن، دوسری عقل کا

یار باش و مشورت کُن اے پدر
دوست بن جا، اے باوا! مشورہ کرلے

با دو عقل از بس بلاہا وارہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پالیگا

پائے خود بر اوجِ گردونہا نہی
اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستن[3] دیو بر مقامِ سلیمانؑ و تشبّہ کردنِ او بکارہائے سلیمانؑ و فرق ظاہر

حضرت سلیمانؑ کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اس کا حضرت سلیمانؑ کے کاموں کی نقل اُتارنا

شُدن میانِ دیو و سلیمانؑ و دیو خود را سلیمان بن داوٗد نام کردن

اور دیو اور حضرت سلیمانؑ میں فرق ظاہر ہوجانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داوٗد مقرر کرنا

[1] گرتو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اس سے میرا سلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہوجائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کرلے تو اسکے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔ طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ کُل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ برآید۔ ورنہ تیری روح عبادت چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

[2] عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر منظر رکھتی ہیں۔ گل۔ یعنی آخرت۔ خار یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ورچہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقلِ کامل کو ضرور شریکِ مشورہ کرے۔ بادو عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقلِ کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائینگی۔

[3] نشستن۔ یہ قصہ کہ صخر نامی دیو نے حضرت سلیمانؑ کی انگشتری چرالی تھی اور خود حضرت سلیمانؑ کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اس کو بیان فرمادیا ہے بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمانؑ کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اسکی حفاظت ضروری ہے۔

دیو[۵۱] گر خود را سلیمانؑ نام کرد — ملک بُرد و مملکت را رام کرد

دیو نے اپنا نام سلیمانؑ رکھ لیا — ملک لے اُڑا اور سلطنت کو مسخر کرلیا

صورتِ کارِ سلیماں دیدہ بود — صورت اندر سرِّ دیوی می نمود

اُس نے حضرت سلیمانؑ کے کام کا ظاہر دیکھا تھا — شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلق گفتند ایں سلیماں بے صفاست — از سلیماں تا سلیماں فرقہاست

لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے — سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

اُو چو بیداریست ایں ہمچو وسن — ہمچناں کہ آں حسن تا ایں حسن

وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے — جیسا کہ اُس حسن اور اِس حسن میں

دیو[۵۲] میگفتے کہ حق بر شکلِ من — صورتے کرد ست خوش بر اہرمن

دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر — شیطان کی خوبصورت صورت بنادی ہے

دیو را حق صورتے من دادہ است — تا ببندد از شما را اُو بشست

اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دیدی ہے — تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسائے

گر پدید آید بدعوی زینہار — صورت اُو را مدارید اعتبار

اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز — اُس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیوشاں از مکر می گفتے ولیک — می نمود آں عکس بر دلہائے نیک

دیو مکاری سے اُن سے کہتا تھا، لیکن — اُس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیست بازی با ممیز خاصہ اُو — کہ بود تمیز و عقلش غیب گو

دھوکا تمیز کرلینے والے کیساتھ (ممکن) نہیں بالخصوص وہ — کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتادے

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل — می نہ بندد پردہ بر اہلِ دُوَل

کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب — پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

پس[۵۳] ہمی گفتند با خود در جواب — باژگونہ می روی اے کج خطاب

پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے — اے ٹیڑھی بات کرنیوالے! تو اُلٹی چال چل رہا ہے

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں — سوی دوزخ اسفل اندر سافلین

تو اسی طرح اُلٹا جائے گا — دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

اُو اگر معزول گشتہ است و فقیر — ہست در پیشانیش بدرِ منیر

وہ (سلیمان) اگرچہ معزول اور فقیر ہوگئے ہیں — اُن کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

---

۵۱ دیو صخر۔ رام۔ فرمانبردار۔ صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمانؑ کے ظاہرِ کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اُس نے ظاہرِ کار کی نقل اُتارنی شروع کردی لیکن اُن کاموں کا باطن شیطانی تھا۔ خلق۔ جب صخر نے سلیمانؑ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور اُس سلیمان اور اُن سلیمان میں بہت فرق ہے اور اُن دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ پہلے وزیر حَسَن اور دوسرے وزیر حَسَن میں فرق تھا۔

۵۲ دیو میگفتے۔ صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہوکر اصل سلیمانؑ کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو اُن کو بہکانے کے لئے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آکر کچھ کام کردیتا ہے تو اُس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔ دیو۔ وہ صخر اُن سے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اُسکی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست نیک لوگوں کیساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہیچ۔ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں اُنکی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری و فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

۵۳ پس۔ اُس صخر کی تقریر پر وہ توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال اُلٹی ہی باژگونہ۔ تو دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں اُلٹا گریگا۔ اُو۔ حضرت سلیمانؑ اگرچہ اسوقت سلطنت سے معزول ہیں اور گدا ہیں لیکن اُن کی پیشانی میں نورِ نبوت ہے

تو اگر انگشتری را بردۂ[1] ... دوزخی چوں زمہریر افسردۂ
تو نے اگر انگوٹھی اڑالی ہے ... تو دوزخ ہے، زمہریر کی طرح ٹھٹھرا ہوا ہے

ما ببوش و عارض و طاق و طرب ... سر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سنب
ہم کر و فر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے ... سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

در بغفلت ما نہیم او را جبیں ... پنجۂ مانع برآید از زمیں
اگر ہم غفلت سے اُسکے سامنے پیشانی رکھدیں ... روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہوگا

کہ منہ آں سر مر ایں سر زیر را ... ہیں مکن سجدہ مر ایں ادبیر را
کہ اِس اوندھے کے لئے سر نہ جھکا ... خبردار! اِس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

کردمے من شرح[2] ایں بس جانفزا ... گر نبودے غیرت و رشکِ خدا
میں اِس کی پُرلطف تشریح کرتا ... اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

ہم قناعت کن تو بپذیر ایں قدر ... تا بگویم شرحِ ایں وقتِ دگر
تو بھی قناعت کر اور اِس مقدار کو قبول کرلے ... جب تک کہ میں اسکی دوسرے وقت شرح کروں

نامِ خود کردہ سلیمانِ نبی ... روی پوشی می کند بر ہر صبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر ... ہر بچے کے لئے (دانِش) روپوشی کرتا ہے

در گذر از صورت و از نام خیز ... از لقب وز نام در معنیٰ گریز
صورت سے آگے بڑھ اور محض نام سے دستبردار ہوجا ... لقب اور نام کی بجائے باطن کیطرف جا

پس[3] بپرس از خُلق و ز افعالِ او ... در میانِ خُلق و فعل او را بجو
اُس کے اخلاق اور افعال دریافت کر ... اخلاق اور افعال کے درمیان اسکو تلاش کر

کار ہر کس نیست ہیں در کش زمام ... مسجدِ اقصیٰ بسازو کن تمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں ہے لگام کھینچ لے ... مسجدِ اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شد تمام القصہ مسجد بے فتور ... بد سلیمانؑ زائر و مسجد مزور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہوگئی ... (حضرت) سلیمان زیارت کرنیوالے اور مسجد زیارتگاہ تھی

در آمدنِ ہر روز سلیمان علیہ السلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از تمام شدن بجہت عبادت و ارشادِ عابداں و معتکفاں و رستن عقاقیر در مسجد و با آنحضرت علیہ السلام سخن در آمدن

مکمل ہوجانیکے بعد ہر روز حضرت سلیمان کا مسجد میں آنا عبادت کیلئے اور عبادت گذاروں اور اعتکاف کرنیوالوں کی رہنمائی کرنے اور بوٹیوں کا مسجد میں اُگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

[1] تو اگر۔ اُن لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تو نے انگوٹھی چُرا کر حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قبضہ کرلیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بوش۔ کر و فر۔ عارض۔ لشکر، خیمہ۔ طاق و طرب۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان و شوکت۔ سنب۔ سُم، پاؤں۔ در بغفلت۔ اگر بھولے سے تعظیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لئے مانع آتا ہے۔ سر زیر۔ اوندھا۔ ادبیر۔ ادبار کا مالک ہے۔

[2] شرح ایں۔ یعنی اِس کی تشریح کہ اللہ تعالیٰ ..... شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور انکو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں۔ غیرتِ خداوندی اِس تشریح کے لئے مانع ہے۔ نامِ خود۔ شیطان، اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ در گذر۔ انسان کو چاہیئے کہ محض صورت اور بڑے القاب سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔

[3] پس۔ انسان کو اُسکے اخلاق اور اُسکے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکہ نہ کھا۔ کار ہر کس نیست۔ اس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ در کش زمام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مزور۔ جسکی زیارت کیجائے۔ عقاقیر۔ عقار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

چوں سلیمانِ نبی شاہِ انام [۱]
جب شاہِ عالم سلیمانؑ نبی نے

ساخت مسجد را و فارغ شد تمام
مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح او را وظیفہ ایں بُدے
ہر صبح کو اُن کا یہ معمول تھا

کامدے در مسجدِ اقصیٰ شُدے
کہ آتے، مسجدِ اقصیٰ میں جاتے

نو گیاہے رُستہ دیدے اندرو
اُس میں نیا بوٹا اُگا ہوا دیکھتے

پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو
تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروئی چہ نامت چہ است
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟

تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ است
تو کس کے لئے مُضر اور کس کیلئے نفع رساں ہے؟

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی

کہ من آں را جانم و ایں را حِمام
کہ میں اُس کے لئے جان اور اِس کیلئے موت ہوں

من مر ایں را زہرم و آں را شکر
میں اِسکے لئے زہر اور اُس کے لئے شکر ہوں

نامِ من اینست بر لوحِ قدر
لوحِ محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سلیمانؑ یا حکیماں زاں گیا
پھر (حضرت) سلیمانؑ طبیبوں سے اُس بوٹی کے

شرح کردے نفع و ضرش اے کیا
نفع اور نقصان کی شرح کرتے اے بڑے!

پس [۲] طبیباں از سلیمانؑ زاں گیا
تو طبیب حضرت سلیمانؑ کی وجہ سے اُس بوٹی کے بارے میں

عالم و دانا شدند و مقتدا
عالم اور دانا اور مقتدا بنے

تا کتبہائے طبیبی ساختند
یہاں تک کہ انھوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں

جسم را از رنج می پرداختند
بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے

عقل و حس را سوی بے سو رہ کجاست
عقل و حس کیلئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ [۳] جزوی عقلِ استخراج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنیوالی عقل نہیں ہے

جز پذیرائے فن و محتاج نیست
ضرورتمند اور فن کو قبول کر لینے والی کے علاوہ کچھ نہیں

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے

لیک صاحب وحیِ تعلیمش دہد
لیکن اُس کو صاحبِ وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود
یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں

اولِ او لیک عقل آں را فزود
اُن کی ابتداء، لیکن عقل نے اُن کو بڑھایا ہے

---

[۱] انام۔ مخلوق۔ وظیفہ۔ معمول۔ نو گیاہے۔ یعنی حضرت سلیمانؑ کوئی نئی بوٹی اُگی ہوئی دیکھتے تو اُس سے اُس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے۔ پس بگفتے۔ وہ جڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال و خواص حضرت سلیمانؑ کو بتا دیتی۔ لوح۔ تختی۔ قدر۔ قضا و قدر۔ گیا۔ بوٹی۔

[۲] پس۔ طبیب حضرت سلیمانؑ سے اُس بوٹی کے افعال و خواص سیکھ لیتے تھے۔ تا کتبہائے۔ اسکے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں جسم کی جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔ ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتداء وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے۔ اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ خَطًّا فَمَنْ وَافَقَ خَطَّہٗ... صَدَقَ وَمَنْ لَمْ یُوَافِقْ کَذَبَ یعنی ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہو جاتے تھے) پس جس (رمال اور جفار اور منجم) کی لکیر اُن کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہو وہ غلط ہے۔

[۳] عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج۔ یعنی علم کا ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم۔ یعنی عام عقل انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحب وحی اُس کو سکھا دیتا ہے۔ لیکن عقل حکماء اور فلاسفہ نے اُن علوم پر اضافے کئے ہیں۔

هیچ[1] حرفت را ببیں کایں عقلِ ما
تاند او آموختن بے اوستا

دیکھ! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ — کیا وہ بغیر اُستاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر مُوی اِشگاف بُد
هیچ پیشہ رام بے اُستا نشد

اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی — کوئی پیشہ اُستاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

دانشِ پیشہ ازیں عقل ار بُدے
پیشۂ بے اُوستا حاصل شُدے

پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا — (تو) پیشہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن[2] پیشۂ گور کنی قابیل از زاغ پیش از آنکہ در عالم عِلمِ گور کنی بُود

قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوے سے سیکھنا، اِس سے پہلے کہ دنیا میں قبر کھودنے کا علم ہوا

کَندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بُود
کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بُود

قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے — کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بُدے ایں فہم مر قابیل را
کے نہادے بر سرِ اُو ہابیل را

اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی — (تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کُنم ایں کُشتہ را
ایں بخون و خاک در آغشتہ را

کہ میں اُس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ — اُس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید[3] زاغے زاغِ مُردہ در دہاں
بر گرفتہ تیز می آمد پَراں

اُس نے دیکھا کہ ایک کوا مُردہ کوے کو منہ میں — لئے تیزی سے اُڑا آ رہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد اُو بفن
در پے تعلیم اُو را گور کَن

وہ ہوا سے نیچے اُترا اور ہنرمندی سے بنا — قبر کھودنے والا اُس کو سکھانے کیلئے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد
زُود زاغِ مُردہ را در گور کرد

پھر اُس نے زمین سے پنجے کے ذریعہ مٹی کھودی — جلدی سے مَرے ہوئے کوے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک
زاغ از الہامِ حق بُد علمناک

اُس کو دفن کر دیا پھر اُس کو مٹی سے چھپا دیا — کوا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شُہ بر عقلِ من
کہ بُود زاغے ز من افزوں بفن

قابیل نے کہا آہ، میری عقل پر افسوس ہے — کہ کوا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

---

[1] هیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر اُستاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ۔ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر اُستاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔ دانشِ پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔

[2] آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوے سے سیکھا۔ گور کنی۔ قبر کھودنا۔ کے ز فکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اُسکو حاصل نہ ہو سکا۔ قابیل۔ حضرت آدم کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اُس کی نعش سر پر لئے پھر رہا تھا۔ ایں کُشتہ۔ یعنی ہابیل۔

[3] دید۔ اِس قابیل نے دیکھا کہ کوا ایک مُردہ کوے کو لایا اور اُس نے زمین کھود کر اُس کو دفن کیا تو اُس کوے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہُنر آیا۔ گور کن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔ علمناک۔ علم والا، عالم۔ شُہ۔ تُف۔

عقلِ[۱] کُل را گفت مازاغ البصر
عقلِ کُل کیلئے (اللہ تعالےٰ نے) فرمایا "نگاہ بھٹکی نہیں"
عقلِ جُزوی می کُند ہر سُو نظر
جُزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

عقلِ مازاغ ست نُورِ خاصگاں
"مازاغ" والی عقل خاصانِ (خدا) کا نور ہے
عقلِ زاغ اُستادِ گورِ مُردگاں
کوّے کی عقل مُردوں کی قبر کی اُستاد ہے

جاں کہ اُو دُنبالۂ زاغاں پَرَد
وہ جان جو کوّوں کے پیچھے اُڑے
زاغ اُورا سُوئے گورستاں بَرَد
کوّا اُس کو قبرستان کی جانب لے جائیگا

ہیں[۲] مَرو اندر پئے نفسِ چو زاغ
خبردار! کوّے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ
کو بگورستاں بَرَد نے سُوئے باغ
جو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے نہ کہ باغ کیجانب

گر رَوی رَو در پئے عنقائے دل
اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ
سُوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل
دل کی مسجدِ اقصٰی اور (کوہ) قاف کیجانب (جا)

نو گیاہے ہر دم از سودائے تو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت
می دَمد در مسجدِ اقصائے تو
تیری مسجدِ اقصٰی میں اُگتی ہے

تو سُلیمانؑ وار دادِ اُو بدہ
تو (حضرت) سلیمانؑ کی طرح اُس کی قدر کر
پے بَراز وے پائے رَد بر وے مَنہ
اُس سے پتہ لگا انکار کا پاؤں اُس پر نہ رکھ

زانکہ حالِ ایں زمینِ باثبات
کیونکہ اس پائدار زمین کی مٹی کا حال
باز گوید با تو انواعِ نبات
بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہدیں گی

در[۳] زمیں گر نے شکر ور خود نیست
زمین میں خواہ گنّا ہو خواہ نرکل
ترجمانِ ہر زمیں نبتِ وَیست
ہر زمین کی پیداوار اُس کی ترجمان ہے

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بُود
تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا
فکرہا اسرارِ دلہا را نمود
خیالات نے دل کے راز ظاہر کردیئے

گر سخن کش یابم اندر انجمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں
صد ہزاراں گُل بروئیم در چمن
چمن میں لاکھوں پھول اُگا دوں

ور سخن کُش یابم آں دم زن بمزد
اگر میں اُس وقت بگڑے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں
میگریزد نکتہا از دل چو دُزد
(تو) چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

---

[۱] عقلِ کُل۔ آنحضورؐ کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آنحضورؐ کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ اُس نے سرکشی کی۔ عقلِ جُزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ مازاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا نور ہے جو اُن کو عطا کردیا گیا ہے۔ عقلِ زاغ۔ کوّے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گورکنی سکھا سکی۔ زاغاں بیابانی بناوٹی شیوخ۔

[۲] ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوّا ہے اُسکے پیچھے نہ لگ، ورنہ تجھے گورستان میں پہنچا دیگا۔ عنقا دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اُس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقا کا مقام مانا گیا ہے۔ نو گیاہے۔ تیرا دل مسجدِ اقصٰی ہے اُس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجدِ اقصٰی میں اُگتی تھیں۔ تو سلیمان وار جس طرح حضرت سلیمانؑ اُن بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کرتا رہ۔ زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہونگے اُس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگالے۔

[۳] در زمیں۔ زمین کی اچھائی اور بُرائی کا معیار اُسکی پیداوار ہے جو زمین گنّا اُگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اُگائے وہ خراب ہے۔ زمینِ دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں اُن سے دل کی اچھائی بُرائی معلوم ہو جائیگی۔ گر سخن کش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کرلیتے ہیں۔

مُستمع[1] چوں نیست خاموشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چُپ رہنا بہتر ہے

نکتہ از نا اہل گر پوشی بہ است
اگر نکتہ کو تُو نا اہل سے چھپائے تو بہتر ہے

جُنبشِ ہر کس بسُوی جاذبِ ست
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے

جذبِ صادق نے چو جذبِ کاذب ست
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می رَوی گہ گمرہ وگہ در رَشَد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہِ راست پر

رشتہ پیدا نے واں کِت می کشد
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اشترے کُوری مہارِ تو رہیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے

تو کشش می بیں مہارت را مبیں
تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر شُدے[2] محسوس جذّاب مُہار
اگر مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا

پس نماندے ایں جہاں دارُ الغرار
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کُو پئے سگ می رَوَد
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کُتّے کے پیچھے جا رہا ہے

مسخرۂ دیوِ سیہ رُو می شَوَد
سیاہ رُو شیطان کا فرمانبردار بن جاتا

در پئے اُو کے شُدے ہمچوں اسیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟

پائے خود را واکشیدے طفلِ پیر
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

در پئے اُو کے شُدے مانندِ حیز
ہیجڑے کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟

پائے خود را واکشیدے گبر نیز
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاو[3] اگر واقف ز قصاباں بُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی

کے پئے ایشاں بداں دکاں شُدے
(تو) کب اُنکے پیچھے اس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں سبوس
یا کب اُنکے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟

یا بدادے شیر شاں از چاپلوس
یا پیار سے، کب اُن کو دودھ دیتی؟

ور بخوردے کے عَلف ہضمش شُدے
اور اگر کھاتی تو چارہ اس کو کب ہضم ہوتا؟

گر ز مقصودے عَلف واقف بُدے
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی!

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت است
تو اِس دنیا کا ستون خود غفلت ہے

چیست دولت کایں دَوادَو با لت است
دولت کیا ہے؟ یہ بھاگ دوڑ ہے مار پیٹ کیساتھ

اوّلش دَودَو، با آخر لت بخور
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے

جُز دریں ویرانہ نبوَد مرگِ خر
اس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

---

[1] مُستمع ۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرار و حِکم نا اہلوں کو نہ سنانے چاہئیں جُنبش ۔ سننے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے، اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می رَوی ۔ جسطرح ظاہری کشش ہو اسیطرح ایک پوشیدہ کشش ہے جو کبھی سیدھا چلاتی ہے کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہے لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اُشتر ۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہیئے۔

[2] گر شُدے ۔ اگر انسان کا غیر محسوس مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے ۔ جذّاب ۔ کھینچنے والا۔ دار الغرار ۔ دار الغرور دھوکے کا گھر۔ گبر ۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا رُو سیاہ کُتا شیطان ہے۔ دَر پئے ۔ پھر وہ کافر کبھی اُس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز ۔ نامرد۔ گبر ۔ یعنی کافر۔

[3] گاو ۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اسکے پیچھے اسکی دکان تک نہ جائے نہ اسکے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اسکو دودھ پلائے ۔ ور بخوردے ۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی عَلف ۔ چارہ ۔ پس ۔ دنیا کا بقا اور کاروبار اسی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ دَودَو بھاگ دوڑ۔ آخر لت بخور یعنی دنیادار

تو بتجدؔ کارے کہ بگرفتی بدست — عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے — اِس وقت تجھ پر اُس کا عیب پوشیدہ ہے

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار — کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
اسی وجہ سے تو اُس میں مصروف ہو سکا ہے — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تجھ سے اُسکا عیب پوشیدہ رکھا ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں — عیب آں فکرت شُدست از تو نہاں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے — تیرے اُس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

بر تو گر پیدا شدے زاں عیب و شین — زو رمیدے جانت بُعد المشرقین
اگر اُس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا — تیری جان اُس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

حالؔ کا خر زو پشیماں می شوی — گر شود ایں حالت اوّل کے دوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے — اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

پس بپوشید اوّل آں بر جانِ ما — تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
(اللہ نے) شروع میں اُس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے — تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چوں قضا آورد حکمِ خود پدید — چشم وا گشت و پشیمانی رسید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا — آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی قضائے دیگر ست — ایں پشیمانی بہل حق را پرست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے — اِس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

ور کُنی عادت پشیماں خور شوی — زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خور بن جائیگا — اِس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہوگا

نیمِ عمرتؔ در پریشانی شود — نیمِ دیگر در پشیمانی رود
تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائیگی — باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو — حال و یار و کارِ نیکو تر بجو
اِس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ — اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

ور نہ داری کارِ نیکو تر بدست — پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے — تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

انسان کو اچھے عمل اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ ور نہ داری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اِس لئے تو تُجھے کام کی شرمندگی میں وقت گذار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔

۱؎ تو بتجد۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اُس کام کے عیب اُس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ ہمچنیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے بر تو۔ اگر اُس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اس سے کوسوں بھاگے۔ بعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

۲؎ حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداءً اُس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اُس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاءِ خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ کام اور خیال کی برائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام مقدر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاءِ خداوندی ہے۔ ایں پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ور کُنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اس شرمندگی سے اُس کو اور شرمندگی ہوگی۔

۳؎ نیم عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گذری اور آدھی شرمندگی میں گذری کوئی نیک عمل اُس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر

گر[۵۱] ہمی دانی رہِ نیکو پرست — وَر ندانی چوں بدانی کایں بدست

اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر — اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ بُرا ہے؟

بد ندانی چوں ندانی نیک را — ضد را از ضد تواں دیدا اے فتیٰ

جبتک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا، بُدی کو نہ سمجھیگا — اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جاسکتا ہے

چوں ز ترکِ فکر ایں عاجز شُدی — از گُنہ آنگاہ ہم عاجز بُدی

جبکہ تو اِس فکر کے چھوٹنے سے عاجز ہوگیا ہے — اُس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

چوں بُدی عاجز پشیمانی ز چیست — عاجزی را باز جُو کز جذبِ کیست

جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے؟ — عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی بے قادری اندر جہاں — کس ندیدست و نباشد ایں بداں

عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں — یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہوگی

ہمچنیں[۵۲] ہر آرزو کہ می بَری — تو ز عیبِ آں حجابے اندری

اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے — تو اُس کے عیب سے پردہ میں ہے

وَر نمودے علتِ آں آرزو — خود رمیدے جانِ تو از جستجو

اگر اللہ (تعالیٰ) اُس آرزو کا عیب نمودار کردیتا — تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عیبِ آں کار اُو ترا — کس نبردے کش کشاں آنسو ترا

اگر اُس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کردیتا — کوئی کھینچ تان سے تجھے اُدھر نہ لے جاسکتا

واں دِگر کارے کزاں ہستی نفور — زاں بُود کہ عیبش آمد در ظہور

وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے — اِس وجہ سے ہے کہ اُس کا عیب ظاہر ہوگیا ہے

اے[۵۳] خدائے رازدانِ خوش سخن — عیبِ کارِ بد ز ما پنہاں مکن

اے رازداں، شیریں کلام خدا! — بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

عیبِ کارِ نیک را منما بما — تا نگردیم از روش سرد و ہبا

ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا — تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم برآں عادت سُلیمانِ سَنی — رفت در مسجد میانِ روشنی

بزرگ سلیمان ؑ اسی عادت کے مطابق — (صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر۔ ہبا۔ ذرہ، یعنی ناچیز۔ ہم برآں۔ حضرت سلیمان ؑ اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجدِ اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے تاکہ اُس سے اُس کے فوائد اور مُضرات معلوم کریں۔

۵۱ گر ہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اُس پر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بد ندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکیگا اِس لئے کہ ایک چیز کو اُس کی ضد سے جانا جاسکتا ہے۔ چوں ز ترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کر کے عمل شروع کر۔ اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے سے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اِضطراری ہوا، اور اِضطراری فعل پر شرمندگی لغویات ہے۔ عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہوجانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز، قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

۵۲ ہمچنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اِس بنا پر ہے کہ اُس کا عیب اُس سے پوشیدہ ہے۔ علّت۔ عیب۔ کس نبردے۔ اگر اُس آرزو کا عیب واضح ہوجائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی اُدھر نہ جائے۔ واں دگر جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُس کا عیب انسان پر ظاہر ہوجاتا ہے۔

۵۳ اے خدا۔ مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کردی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھ اور

قاعدہ ہر روز را می جست شاہ — کہ ببیند مسجد اندر نو گیا

روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے — تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

دل[1] ببیند سر بداں چشمِ صفی — آں حشایش کہ شد از عامہ خفی

مصفّیٰ آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز — اُن بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصۂ صوفی کہ درمیانِ گلستاں سر بزانو نہادہ مراقب بود یارانش

اُس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اُس کے دوستوں

گفتند سر برآر و تفرج کن گلستان و ریاحین و مرغان را کہ

نے کہا کہ سر اُٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (حکم ہے) اللہ کی

فَانْظُرُوْا اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ و جواب گفتن صوفی یاراں را

رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفئے در باغ از بہرِ کشاد — صوفیانہ رُوی بر زانو نہاد

ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے — صوفیوں کے طریقہ پر مُنہ زانو پر رکھ دیا

پس فرو رفت او بخود اندر نغول — شد ملول از صورتِ خوابش فضول

وہ گہرائی میں اُتر گیا — ایک لغو انسان اُسکی نیند کی (سی) صورت سے پریشان ہوگیا

کہ چہ خُسپی[2] آخر اندر رز نگر — ایں درختاں بین و آثارِ خضر

کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ — ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

امرِ حق بشنو کہ گفت ست اُنظرُوا — سوی ایں آثارِ رحمت آر رو

اللہ (تعالیٰ) کا حکم سُن اُسنے فرمایا ہے اس کو دیکھو — رحمت کے اِن آثار کی جانب رُخ کر

گفت آثارش دلست اے بو الہوس — آں بروں آثارِ آثارست و بس

اُس نے کہا اے بوالہوس اُسکے آثار دل ہے — وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں

باغہا و سبزہا در عینِ جاں — بر بروں عکسش چو در آبِ رواں

باغات اور سبزے جان میں ہیں — باہر اُس کا عکس ہے جیساکہ رواں پانی میں

آں خیالِ[3] باغ باشد اندر آب — کہ کند از لطفِ آب آں اضطراب

پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے — جو پانی کی لطافت کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست — عکسِ لطفِ آں بریں آب و گل ست

باغات اور پھل دل کے اندر ہیں — اُنکی لطافت کا عکس اِس پانی اور مٹی پر ہے

---

[1] دل ببیند: جس طرح حضرت سلیمانؑ بوٹیوں سے اُنکے حالات معلوم کر لیتے تھے اسیطرح صوفی اپنے دل کی مصفّیٰ آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حشائش حشیش کی جمع ہے، گھاس۔ تفرج۔ تفریح۔ ریاحین۔ ریحان کی جمع ہے، ہر خوشبودار پودا۔ کشاد۔ کشادگی، تفریحِ طبع۔ نغول۔ گہرائی۔

[2] چہ خُسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رَز۔ انگور۔ خضر۔ سبزہ۔ امرِ حق قرآن پاک میں ہے۔ فَانْظُرُوْۤا اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا "پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے اُسکے مُردہ ہو جانیکے بعد" گفت۔ اُن صوفی نے کہا کہ دراصل رحمت کے آثار دل کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اِس باغ و بہار کا عکس اِس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اِسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

[3] آں خیال۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا ہے۔ باغہا۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفتِ خداوندی کا مظہر ہے اور قلبِ انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اِس سے درجہ دوم کی چیز ہے لہٰذا یہ اِس کا عکس ہے جیسا کہ اُس کا عکس پانی میں پڑتا ہے۔

گر نبودے عکسِ آں سرو سُرور
اگر (یہ) اُس سُرور کے سرو کا عکس نہ ہوتا

پس نخواندے ایزدش دار الغُرور[1]
تو اُس کو اللہ (تعالیٰ) دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غُرور آنست یعنی آں خیال
یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس

ہست از عکسِ دل و جانِ رجال
انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جُملہ مغروراں بریں عکس آمدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے اِس عکس پر جمع ہیں

بر گمانے کایں بُود جنّت کدہ
اِس گمان سے کہ یہ جنّت کدہ ہوگا

می گریزند از اصولِ باغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں

بر خیالے می کُنند ایں لاغہا
یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ خوابِ غفلت آید شاں بسر
جب اِن کی غفلت کی نیند ختم ہو گی

راست بینند و چہ سُود ست آں نظر
ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن) وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریو افتاد و آہ
قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے

تا قیامت زیں غلط واحسرتاہ
قیامت تک اِس غلطی سے، افسوس

اے[2] خنک آنکس کہ پیشِ مرگ مُرد
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مرگیا

یعنی اُو از اصلِ ایں رز بوئے بُرد
یعنی اُس کو اِس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

قصۂ رُستنِ خرّوب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ و غمگین شدنِ سُلیمان علیہ السّلام ازاں چوں بہ سخن در آمد و نام و خاصیّتِ خود گفت

مسجدِ اقصیٰ کے کنارے پر خروب اُگنے کا قصّہ اور اُس سے حضرت سلیمان علیہ السّلام کا رنجیدہ ہونا جبکہ اُس نے بات کی اور اپنا نام اور خاصیت بتائی

ہمچنیں روزے سُلیمانؑ از قضا
تقدیر سے ایک روز (حضرت) سلیمانؑ

شد بعادت مسجد اندر اے فتیٰ
اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

نو گیاہے دید اندر گوشۂ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی

رُستہ بر وے دانہ ہمچوں خوشۂ
خوشہ کی طرح اُس پر دانے اُگے ہوئے تھے

دید[3] بس نادر گیاہے سبز و تر
اُنھوں نے ایک بہت کمیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی

می ربود آں سبزیش نور از بصر
اُس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اُچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش
اُس بوٹی نے فوراً اُن کو سلام کیا

اُو جوابش گفت و بشگفت از خویش
اُنھوں نے جواب دیا اور اُسکی خوشنمائی سے کِھل گئے

[1] دار الغرور۔ دھوکے کا گھر۔ اِیں غرور۔ اِس دنیا کو دھوکہ کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔ مغروراں۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اِسی کائنات کو اصل اور جنّت کدہ سمجھے ہوئے ہیں۔ می گریزند۔ جو اِن باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اُس سے بھاگتے ہیں اور اُس عکس کے حصول پر شیخی بگھارتے ہیں۔ چونکہ جب اِس خوابِ غفلت سے بیدار ہونگے اصلِ حقیقت نظر آئیگی لیکن اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بگورستان۔ اُس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہونگے۔ اور دار العمل سے جاچکے ہونگے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

[2] اے خنک۔ جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کرلی اور اصل باغوں کا راز پالیا وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ قصّہ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمانؑ کا بوٹیوں کے ہمکلام ہونا بیان کیا ہے۔ خرّوب۔ برباد کرنیوالا، ایک گھاس کا نام ہے جس کا اُگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے۔ مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ۔ خوشہ یعنی اُسکے اوپر خوشہ کی طرح کچھ دانے تھے۔

[3] دید۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سر سبز و شاداب تھی۔ کرد یعنی بوٹی نے حضرت سلیمانؑ کو سلام کیا۔ بشگفت یعنی اُس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمانؑ کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔

گفت نامت چیست برگو بے دہاں
اُنھوں نے فرمایا! ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟
گفت خروبست اے شاہِ جہاں
اس نے کہا اے شاہ جہاں! (میرا نام) خروب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بُوَد
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے
گفت من رُستم[۱] مکاں ویراں شود
اس نے کہا میں اُگوں تو مکان ویران ہوجائے

من کہ خروبم خرابِ منزلم
میں چونکہ خروب ہوں مکان کی خرابی ہوں
ہادمِ بنیادِ ایں آب و گلم
میں اس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سلیمانؑ آں زماں دانست زود
تو سلیمان اُس وقت جلد سمجھ گئے
کہ اجل آمد سفر خواہد نمود
کہ موت (قریب) آگئی، وہ سفرِ آخرت کرینگے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں
انھوں نے (دل میں)، کہا جبتک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً
در خلل ناید ز آفاتِ زمیں
زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بُوَد
جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے
مسجدِ اقصیٰ مخلل کے شود
مسجدِ اقصیٰ کب تباہ ہو سکتی ہے؟

پس خرابیِ مسجدِ ما بے گماں
تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی
نبود الّا بعدِ مرگِ ما بداں
ہمارے مرنے کے بعد ہی ہوگی، سمجھ لے

مسجدست[۲] آں دل کہ جسمش ساجد ست
وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے
یارِ بد خروب ہر جا مسجدست
جس جگہ مسجد ہے، بُرا دوست خروب ہے

یارِ بد چوں رُست در تو مہرِ اُو
تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی
ہیں ازو بگریز و کم کن گفتگو
خبردار! اُس سے بھاگ، بات نہ کر

برکن از بیخش کہ گر سر بر زند
اسکو جڑ سے اُکھاڑ دے اِس لئے کہ اگر ابھرے گی
مر ترا و مسجدت را بر کند
تجھے اور تیری مسجد کو اُکھاڑ دے گی

عاشقا خروبِ تو آمد کژی
اے عاشق! کجی تیری خروب ہے
ہمچو طفلاں سوئے کژ چوں می غژی
تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کیطرح کیوں چل رہا ہے؟

خویش[۳] را نادان و مجرم گو مترس
اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر
تا نہ دُزدد از تو آں اُستاد درس
تاکہ درس کا اُستاد تجھ سے (آنکھ) نہ چُرائے

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ
جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھا دے
اینچنیں انصاف از ناموس بہ
ایسا انصاف، بڑائی سے بہتر ہے

---

۱ من رستم۔ اُس بوٹی نے کہا جہاں میں اُگتی ہوں وہ جگہ ویران ہوجاتی ہے۔ خروب۔ چونکہ میرا نام ہی خراب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔ آب و گل یعنی مکان۔ پس سلیمانی مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ ان کی وفات کا وقت آگیا ہے کیونکہ اُن کی زندگی میں اِس مسجد کی بربادی نہ ہوسکتی تھی۔ مخلل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی۔ مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہوسکے گی۔

۲ مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بری صحبت اُس کیلئے خروب بوٹی ہے۔ یار بد جب بُرے دوست کی محبت دل میں اُگے گی تو مسجد دل برباد ہوجائیگی اور تو تباہ ہوجائیگا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خروب اُس کے دل کی کجی ہے جو اسکو مرشد سے دور کرتی ہے۔ غژی۔ غژیدن گھٹنوں کے بل چلنا۔

۳ خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے۔ چوں بگوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کریگا تو شیخ تجھے تعلیم دیگا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی ذلت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔

از پدر[1] آموز اے روشن جبیں — ربنا گفت و ظلمنا پیش ازیں

اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے — اُس نے اِس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت — نے لوائے مکر و حیلت برفراخت

نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا — نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد — کہ بُدم من سُرخرو کردیم زرد

پھر اُس شیطان نے بحث شروع کر دی — کہ میں سُرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

رنگ رنگِ تست صباغم توئی — اصلِ جرم و آفت و داغم توئی

رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہے — میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

ہیں بخواں ربِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ — تا نگردی جبری و کژ کم تنی

خبردار! رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کو پڑھ لے — تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

بر درختِ[2] جبر تا کے بر جہی — اختیارِ خویش را یک سو نہی

جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟ — اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

ہمچو آں ابلیس و ذریاتِ او — با خدا در جنگ و اندر گفتگو

شیطان اور اُس کی اولاد کی طرح — اللہ (تعالےٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

چوں بود اکراہ با چندیں خوشی — کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی

اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟ — کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

آنچناں خوش کش دود در گمرہی — کس بچناں رقصاں رود در گمرہی

جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے؟ — کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

بیست مرده جنگ می کردی در آں — کت ہمی دادند پند آں دیگراں

تو نے اس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی — وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہ صواب[3] اینست و راہ اینست و بس — کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس

کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے — مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

کے چنیں گوید کسے کو مکره ست — چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست

جو مجبور ہے وہ کب اس طرح کہتا ہے؟ — ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ (جبراً) بے راہ ہے

ہر چہ نفست خواست داری اختیار — ہر چہ عقلت خواست آری اضطرار

جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اُس میں اختیار رکھتا ہے — جو تیری عقل چاہتی ہو اُس پر مجبوری کو پیش کرتا ہے

[1] از پدر۔ حضرت آدمؑ نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لوار۔ جھنڈا۔ باز شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کردی ام۔ رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ۔ اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا، یہ شیطان نے کہا تھا۔ جبری۔ یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبورِ محض بنا کر پیش کیا تھا۔

[2] بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالےٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔ چوں بود۔ انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اُس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مرده۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟

[3] کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیر ہی طعنہ دے سکتا ہے تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔ ہر چہ نفست۔ غرضکہ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں تو با اختیار بنتا ہے ہاں بتقاضائے عقل نیک کام کرنے میں اپنی مجبوری ظاہر کرتا ہے۔

داندآں کو نیکبخت و محرم ست
جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ جانتا ہے

زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم ست
چالاکی شیطان کا اور عشق حضرت آدمؑ کا کام ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار
چالاکی، سمندروں میں تیرنا ہے

کم رہد غرق ست او پایانِ کار
وہ نجات نہیں پاتا آخر کار ڈوبتا ہے

ہل[2] سباحت را ہا کن کبر و کیں
تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کر دے

نیست جیحوں نیست جو دریاست ایں
جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ
اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر

در رُباید ہفت دریا را چو کاہ
جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہا لیجائے

عشق چوں کشتی بود بہرِ خواص
خاصانِ (خدا) کیلئے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے

کم بود آفت بود اغلب خلاص
(جس میں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
چالاکی فروخت کر دے اور حیرانی خرید لے

زیرکی ظن ست و حیرانی نظر
چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰؐ
عقل کو حضرت، مصطفیٰؐ پر قربان کر دے

حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ
حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

ہمچو[3] کنعاں سر ز کشتی وا مکش
کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر

کہ غرورش داد نفسِ زیرکش
کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

کہ بر آیم بر سرِ کوہِ مشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

منتِ نوحم چرا باید کشید
میں (حضرت) نوحؑ کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

چوں رہی از منتش اے بے رشد
اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟

کہ خدا ہم منتِ او می کشد
جبکہ خدا بھی اُس کی ناز برداری کرتا ہے

چوں نباشد منتش بر جانِ ما
اُن کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟

چونکہ شکر و منتش گوید خدا
جبکہ اللہ (تعالیٰ) اُنکا شکریہ اور احسان مانتا ہو

توچہ دانی اے غرارہ پُر حسد
اے حاسدِ مغرور! تو کیا جانتا ہے؟

منتِ او را خدا ہم می کشد
اُس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح و ثنا کرتا ہے تو اُس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔ چوں۔ جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔ غرارہ۔ دھوکہ میں مبتلا۔

---

[1] داند۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ گناہ کر کے چالاکی سے اس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدمؑ کا کام ہے۔ زیرکی۔ اِس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

[2] ہل سباحت۔ اللہ کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق۔ اِس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کیلئے عشق بمنزلہ کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیئے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔ عقل قرباں کن۔ آنحضورؐ کی تعلیمات پر عقل کو قربان کر دے اور اُن کے بتائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑے۔

[3] ہمچو۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ بر آیم۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ منقول ہے۔ سَآوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ میں عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنا لوں گا جو مجھے بچا دے گا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوحؑ کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔

کاشکے اُو آشنا ناموختے
کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا
تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
تاکہ نوحؑ اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفل از حِیَل جاہل بُدے
کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا
تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے
تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ نقل کم بودے مَلی
یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا
علمِ وحیِ دل ربودے از وَلی
کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

با چنیں نورے چو پیش آری کتاب
ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائیگا
جانِ وحی آسایِ تو آرد عتاب
تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہوگی

چوں تیمم با وجودِ آب داں
پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ
علمِ نقلی با دمِ قطبِ زماں
قطبِ زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

خویش ابلہ کُن تبع میرو سپس
اپنے آپکو نادان بنالے تابع بنکر اُس کے پیچھے چل
رستگی زیں ابلہی یابی و بس
اِس حماقت سے بس نجات پالے گا

اکثر اہلُ الجنۃ البُلہ اے پدر
اے بابا! جنتی اکثر بھولے ہونگے
بہرِ ایں گفت ست سلطانِ بشر
سرورِ عالمؐ نے اسی لئے فرمایا ہے

زیرکی چوں کبر باد انگیزِ تُست
چالاکی تکبر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنیوالی ہے
ابلہے شو تا بماند دیں درست
نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے

ابلہے نے کو بمسخرگی دو توست
ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے
ابلہے نے کز شقاوت مال جوست
ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے

ابلہے کو والہ و حیرانِ ہُوست
ایسا نادان جو اُس کا عاشق اور حیران ہے
باشد اندر گردنِ اُو طوقِ دوست
اُس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

ابلہانند آں زنانِ دست بُر
ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں
از کفِ ابلہ وز رُخِ یوسف نذر
جو ہاتھ سے بے خبر اور حضرت یوسفؑ کے رُخ کی خبر دینے والی تھیں

عقل را قرباں کُن اندر عشقِ دوست
دوست کے عشق میں عقل کو قربان کردے
عقلہا بارے ازاں سُو ہست کوست
بہرحال عقلیں بھی اُسی جانب کی ہیں جہاں کہ وہ ہے

لہ کاشکے۔ کاش اُس بدبخت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوحؑ کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں وہ ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔ یا بعلم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی با خدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ با چنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔

لہ چوں تیمم۔ وہبی علوم اور رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں، وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔ خویش۔ شیخ اور ولی کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَہلُ الجنۃِ بُلہٌ جنتی بھولے بھالے ہیں۔ ابلہے شو۔ ابلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشقِ خداوندی میں غافل اور دنیا سے بے خبر ہو۔

لہ ابلہے۔ نادان سے وہ نادان مُراد نہیں ہے جسمیں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔ ابلہے کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں مقامِ حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اُس کے گلے میں طوق ہو۔ ابلہانند۔ ابلہ سے وہ مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں اِس طرح مدہوش ہو جس طرح کہ مصری عورتیں حضرت یوسفؑ کے عشق میں محو ہوگئی تھیں اور انھوں نے اِس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور اُن کو صرف رُخِ یوسفؑ کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے، خبر دہندہ۔ ازاں سُو۔ عقلیں اللہ کا عطیہ ہیں تو اُس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔

عقلہا[۱] آنسو فرستادہ عقول ‏ ‏ ماندہ ایں سو آنکہ گولست و فضول
بڑے عقلمندوں نے عقلیں اُس جانب روانہ کردیں ‏ ‏ اِس جانب اُس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

زیں سر از حیرت گر ایں عقلت رود ‏ ‏ ہر سر مویت سر و عقلے شود
اگر تیری عقل اِس جانب سے حیرت کی وجہ سے جاتی رہے ‏ ‏ تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سو رنج فکرے دماغ ‏ ‏ کز دماغ و عقل روید دشت و باغ
اُس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے ‏ ‏ کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اُگتے ہیں

سوی دشت از دشت نکتہ بشنوی ‏ ‏ سوی باغ آئی شود نخلت روی
تو جنگل کی جانب (آئے) تو جنگل سے نکتہ سُنے ‏ ‏ باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہو جائے

اندریں[۲] رہ ترک کن طاق و طرب ‏ ‏ تا قلاوزت نجنبد تو مجنب
اِس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے ‏ ‏ جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے تو حرکت نہ کر

ہر کہ او بے سر بجنبد دم بود ‏ ‏ جنبشش چوں جنبشِ کژدم بود
جو بے سر کے حرکت کرے وہ دُم ہے ‏ ‏ اُس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ رو و شب کور و زشت و زہرناک ‏ ‏ پیشۂ او خستنِ اجسامِ پاک
ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور بُرا اور زہریلا ہے ‏ ‏ اُس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکوب آنرا کہ سرش ایں بود ‏ ‏ خلق و خوی مستمرش ایں بود
جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے ‏ ‏ جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاح اوست ایں سر کوفتن ‏ ‏ تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن
یہ سر کچلنا اُس کی بھلائی ہے ‏ ‏ تاکہ اس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

واستاں[۳] از دستِ دیوانہ سلاح ‏ ‏ تا ز تو راضی شود عدل و صلاح
دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے ‏ ‏ تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے ببند ‏ ‏ دستِ او را ورنہ آرد صد گزند
جبکہ اُس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھ دے ‏ ‏ اُس کا ہاتھ ورنہ وہ سو نقصان پہنچائے گا

بیانِ آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مر بد گہر را فضیحتِ اوست و
اِس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بداصل کو حاصل ہوجانا اُسکی رسوائی ہے

چوں شمشیرست فتادہ بدستِ راہزناں
اور اُس تلوار کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ آگئی ہو

۱؎ عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات و صفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ زیں سر۔ اگر حیرت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بنجاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ و بہار بنتی ہے بمعنے دشت جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف رُخ کروگے تو اس جنگل سے دین کے نکتے سنوگے اور تمہاری عقل تر و تازہ ہوگی۔

۲؎ اندریں۔ اِس راہِ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کرکے شیخ کے تابع بنجاؤ۔ حتر۔ یعنی شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دُم میں ہوتا ہے۔ کژ رو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کریگا اُسمیں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کریگا۔ سر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اُس ناپاک جسم سے نجات ملے۔

۳؎ واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے۔ چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہیگی تو بہت نقصان پہنچائیگا۔ بیان۔ نااہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔

بدگہر را[1] علم و فن آموختن — دادنِ تیغے بدستِ راہزن
بداصل کو علم و فن سکھانا — ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست — بہ کہ آید علم ناکس را بدست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دیدینا — اس سے بہتر ہے کہ علم نااہل کے ہاتھ آئے

علم و مال و منصب و جاہ و قراں — فتنہ آمد در کفِ بدگوہراں
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (اُنس) وابستگی — بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں — تا ستانند از کفِ مجنوں سناں
مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے — تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

جانِ او مجنوں تنش شمشیرِ او — وا ستاں شمشیر را زیں زشت خو
اس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اسکی تلوار ہے — اس بدعادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں — از فضیحت کے کند صد ارسلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے — رسوائی میں سو شیر نہیں کرتے ہیں

عیبِ او[2] مخفی ست چوں آلت بیافت — مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اسنے ذریعہ حاصل کرلیا — اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پر شود — چونکہ جاہل شاہِ حکمِ مر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے — جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب ناکسے کارد بدست — طالبِ رسوائیِ خویش او شدست
نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے — وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یا کند[3] بخل و عطا ہا کم دہد — یا سخا آرد بنا موضع نہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دیگا — یا سخاوت کریگا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانہ بیذق نہد — اینچنیں باشد عطا کاحمق دہد
شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھدے گا — احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دستِ گمراہے فتاد — جاہ می پنداشت در چاہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آگئی — اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاوزی کند — جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند
راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے — اس کی بری جان دنیا کو پھونکتی ہے

---

[1] بدگہر- بدباطن- زنگی- حبشی عموماً کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کریگا- علم و مال- بداصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کریگا- قران- قران السعدین، خوش نصیبی- پس- جہاد کی مشروعیت اسی لئے ہوئی ہے کہ ان دنیا کے دیوانوں کی طاقت ختم کردی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کرسکیں- سِناں- بھالا- جاں- جان اور تن کو جدا کرنا گویا ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے- منصب- عہدہ- ارسلاں- شیر-

[2] عیب او- جبتک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اسکے عیوب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آجانا گویا کہ سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے- جملہ صحرا- جب جاہل اور ناداں شاہ بن جائے تو اسکے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں- مال و منصب- خود یہ بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے-

[3] یا کند- جاہل بادشاہ یا بخل کریگا اور کسی کو کچھ نہ دیگا اگر دیگا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دیگا- شاہ را- ذلیلوں کو باعزت بنائیگا اور عزت والوں کو ذلیل کریگا- جاہ- وہ اس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کیلئے کنواں ہے- اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندار بد پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا، تم سمجھو کہ مرتبہ کنوئیں میں گرگیا

تو نہ جانا گر خود سلیقہ نہیں تو دوسروں سے ہی سلیقہ سیکھ لے

(۱۰)

طفلِ[1] راہِ فقر چوں پیری گرفت — پیرواں را غولِ اِدبیری گرفت
راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کر لی — پیر کاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا[2] تا ماہ بنمایم ترا — ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں — (خود) اُس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر — عکسِ مہ در آب ہم اے خامِ[3] غمر
تو کیسے دکھائیگا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے؟ — اے کچے نادان! پانی میں بھی چاند کا عکس

احمقاں[4] سرور شدستند و زبیم — عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم
بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے — عقلمندوں نے گدڑی میں منہ چھپا لیا ہے

بیان تفسیر آیۂ شریفہ یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ
یا ایہا المزمل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند[5] مزمل نبیؐ را ایں سبب — کہ بروں آ از گلیم اے بو الہرب[6]
اسی سبب سے نبیؐ کو کملی اوڑھنے والا کہکر پکارا — کہ اے صاحبِ فرار! کملی سے نکل

سر مکن اندر گلیم و رُو مپوش[7] — کہ جہاں جسمے ست سرگرداں تو ہوش
کملی کے اندر سر نہ کر اور منھ نہ چھپا — کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں ز ننگِ مدعی — کہ تو داری شمعِ وحیِ شعشعی
مدعی کی عار سے نہ چھپ — کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قُمِ[8] اللَّیْلَ کہ شمعی اے ہمام — شمع دائم شب بُود اندر قیام
اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے — شمع، رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے فروغت[9] روزِ روشن ہم شب ست — بے پناہت شیر اسیرِ ارنب ست
تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے — تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش[10] کشتیباں دریں بحرِ صفا — کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰ
اِس بحرِ صفا میں ملاح بن — اے مصطفیٰؐ! کیونکہ تو دوسرا نوحؑ ہے

رہ شناسے[11] می بباید بالباب — ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب
عقلمند، راہ شناس درکار ہے — ہر راستہ کیلئے خصوصاً پانی کے راستے کیلئے

رات کو کھڑا رہنا ہے ___ [9] بے فروغت۔ آپ ہی کے نورِ ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر کی طرح ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش ہے مغلوب رہیگی۔ باش۔ آپ اُمت کیلئے بمنزلہ کشتیبان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہنمائی وہ کر سکتا ہے جو صاحبِ عقل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔

[1] طفل۔ جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزدور شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہِ طریقت سے ناواقف ہے تو اسکے مرید برباد ہی ہونگے۔ [2] کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں مشاہدۂ حق کرا دوں حالانکہ اُس نے خود بھی مشاہدہ تو در کنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ [3] خام غمر۔ ناتجربہ کار، نادان۔ [4] احمقاں۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔
نا سزائے را چو بینی بختیار
عاقلاں تسلیم کردند اختیار
[5] خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضورؐ پر غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضورؐ نے چونکہ... نااہلوں کی وجہ سے روپوشی اختیار کر لی تھی اسی لئے آپکو مزمل کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے.... [6] بو الہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لئے آنحضورؐ کو بو الہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنیوالا کہا ہے۔ [7] رو مپوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کر گئے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا رہیگی۔ [8] قم اللیل۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو، یہ خطاب اس لئے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام

۱ خیز و بنگر کاروانِ رہ زدہ
اُٹھ! اور لُٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ
ہر طرف غول ست کشتیباں شدہ
ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوثِ ہر کشتی توئی
تو خضرِ زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے
ہمچو روح اللہ مکن تنہا روی
(حضرت) عیسیٰ کی طرح تنہا روی کا اختیار نہ کر

پیشِ ایں جمعے چو شمعِ آسماں
اس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے
انقطاع و خلوت آری را بہاں
انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی
خلوت کا وقت نہیں ہے، مجمع میں آ
اے ہُدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہمای
اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہِ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شد شب رواں
چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے
سیر را نگذارد از بانگِ سگاں
کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

۲ طاعناں ہمچوں سگاں بر بدرِ تو
تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتوں کی طرح ہیں
بانگ می دارند سوئے صدرِ تو
جو تیرے رُتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کرند ز امرِ اَنصِتُوا
یہ کُتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں
از سفہ وعوع کناں بر بدرِ تو
تیرے بدر پر، بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شفا رنجور را
خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ
تو ز خشمِ کر عصائے کور را
بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی (نہ چھوڑ)

۳ نے تو گفتی قائدِ اعمیٰ براہ
کیا تو نے خود نہیں کہا ہے، اندھے کو راستہ پر لیجانے والا؟
صد ثواب و اجر یابد از الٰہ
اللہ کی جانب سے سو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کورے را کشد
جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے
گشت آمرزیدہ و یابد رشد
وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس بکش تو زیں جہانِ بے قرار
پس تو اس زوال پذیر دنیا سے لے جا
جوقِ کوراں را قطار اندر قطار
اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بود تو ہادئی
ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے
ماتمِ آخر زماں را شادئی
تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے

---

۱ خیز۔ آپ اُٹھئے ہر طرف شیطانی دَور دورہ ہے خضرِ وقتی یعنی اس وقت علوم لدنّیہ کا فیضان پہنچانیوالے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ ع قوم سے رُوپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ پیشِ ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لئے آپ آفتابِ ہدایت ہیں آپ کے لئے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے آپ ہدایت کے کوہِ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔

۲ طاعناں۔ آپکے مخالف کُتے ہیں اُن کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔ اَنصِتُوا۔ تم خاموش رہو جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کُتے اُس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اُس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑیئے۔

۳ نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے۔ مَنْ قَادَ مَکْفُوْفًا اَرْبَعِیْنَ خُطْوَۃً غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔ پس۔ آپ اِس اندھی مخلوق کی قیادت کیجئے اُن کو قطار در قطار کھینچ کر لے جایئے۔ ماتم۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں اُن کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجئے۔

ہین رواں کن اے امام المتقین — ایں[1] خیال اندیشگاں را تا یقین
ہاں اے متقیوں کے امام! پہنچا دے — اِن شک کرنے والوں کو یقین تک

ہر کہ در مکرِ تو دارد دل گرو — گردنش را من زنم تو شاد رو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے — میں اُس کی گردن ماردوں گا، تو خوشی سے چل

بر سرِ کوریش کوریہا نہم — اُو شکر پندارد و زہرش دہم
میں اُس کے اندھے پن پر بہت سا اندھا پن رکھ دونگا — وہ شکر سمجھے گا، میں اُس کو زہر دونگا

عقلہا[2] از نورِ من افروختند — مکرہا از مکرِ من آموختند
(اُنھوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں — اُنھوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

چیست خود اُلاچقِ آں ترکماں — پیشِ پائے نرّہ پیلانِ جہاں
اِس صحرانشین کی جھونپڑی خود کیا ہے؟ — دُنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

آں چراغِ اُو بہ پیشِ صرصرم — خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
میری آندھی کے سامنے اُس کا چراغ — اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

خیز در دم تو بصورِ سہمناک — تا ہزاراں مُردہ بر رُوید ز خاک
اُٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے — تاکہ ہزاروں مُردے مٹی سے نکل پڑیں

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز — رستخیزی[3] ساز پیش از رستخیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اُٹھ کھڑا ہو — قیامت سے پہلے، قیامت برپا کردے

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم — خویش بنما کہ قیامت نک منم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب! — اپنے آپ کو دکھا دے، کہ یہ قیامت میں ہوں

در نگر اے سائلِ محنت زدہ — زیں قیامت صد جہاں قائم شدہ
اے مصیبت اُٹھانے والے سائل! دیکھ لے — اِس قیامت سے سینکڑوں جہان برپا ہوگئے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قنوت — پس جواب الاحمق اے سلطاں سکوت
اور اگر وہ اِس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو — تو اے سلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

ز آسمانِ حق سکوت آمد جواب — چوں بود جاناں دُعا نا مستجاب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے — اے جان! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

نہیں ہے تو پھر اُن کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔ جواب الاحمق۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ زآسمان۔ اگر کوئی نادانی سے دُعا کرتا ہے اور اُس کی دعا ناقابلِ قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کرلیا جاتا ہے۔

---

[1] ایں خیال۔ یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اُن کو اِس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجئے۔ ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کررہے ہیں اُنکو میں ہلاک کردوں گا۔ کور ریش۔ جو اندھے ہیں اُن کو اور اندھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔

[2] عقلہا۔ اِن مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ اُلاچق۔ کمبل کا خیمہ۔ ترکمان۔ صحرائی رہزن قوم تھی۔ پیشِ۔ یعنی اُن کا وجود میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمبل کا جھونپڑا۔ صرصر۔ آندھی۔ مہین۔ بزرگ۔ صور۔ قیامت میں جب اسرافیل صور پھونکیں گے مُردے اُٹھ کھڑے ہونگے تم یہاں اپنا صور پھونکو اور اعلانِ نبوت کرو مُردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کریں گے۔

[3] رستخیز۔ قیامت۔ نک منم۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جُلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتی ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتا ہوں۔ زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مُردے زندہ ہونگے اسی طرح آنحضورؐ کی بعثت سے مُردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ور نباشد۔ اگر اِن معارف کے سننے کی اہلیت

اے[1] دریغا وقتِ خرمن گاہ شُد — لیک روز از بختِ ما بیگاہ شُد

ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آگیا — لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہوگیا

وقت تنگ ست و فضای ایں کلام — تنگ می آید بر و عمرِ دوام

وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائیگی کیلئے — ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہای تنگ — نیزہ بازاں را ہمی آرد بہ ننگ

ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی — نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ و خاطر و فہمِ عوام — تنگ تر صد رہ ز وقت ست اے غلام

وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ — اے لڑکے! وقت سے سو گنا تنگ ہے

چوں[2] جوابِ احمق آمد خامشی — ایں درازی در سخن چوں میکشی

جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے — بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

از کمالِ رحمت و موجِ کرم — میدہد ہر شورہ را باران و نم

رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے — ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

در بیانِ آنکہ ترک الجواب جواب مقرر ایں سخن کہ جوابُ الاحمق سکوت و شرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصہ است کہ گفتہ می آید

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اس قصہ میں ہے جو بیان کیا جارہا ہے

بادشاہے[3] بُود اُو را بندۂ — مُردہ عقلے بُود و شہوت زندۂ

ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا — جس کی عقل مُردہ اور شہوت زندہ تھی

خُردہائے خدمتش بگذاشتے — بد سگالیدے نکو پنداشتے

اُس کی چھوٹی خدمت (بھی) نہ کرتا — بدخواہی کرتا (اُس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جراش کم کنید — ور بجنگد نامش از خط بر زنید

بادشاہ نے کہا اُس کی تنخواہ کم کر دو — اگر لڑے تو اُس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ اُو کم بُود حرصِ اُو فزُوں — چوں جراکم دید شُد تند و حرُوں

اُس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا — جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

عقل بُودے گردِ خود کردے طواف — تا بدیدے جرمِ خود گشتے معاف

(اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا — تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہوجاتا

---

[1] اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کملی سے اُٹھ کر آپ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ کے اُن کارناموں کی تفصیل کرنے کیلئے تو عمرِ جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی۔ بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہوجائیگا اور صحیح بازی نہ کرسکے گا کیونکہ اس کام کے لئے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں اور وہ بھی عوام کے سامنے، اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہورہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اُس کی رحمت عام ہے اُس کی موجِ کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔

[3] بادشاہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا۔ خُردہائے۔ آقا کی معمولی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اسی کو اچھا سمجھتا تھا۔ جرا۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر۔ حرون۔ سرکش۔ عقل۔ یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہوجاتی۔

چوں[۱] خرے پا بستہ تُندد از خری — ہر دو[۲] پایش بستہ گردد بر سری

ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے — تو پھر اُس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بَندم بَس ست — خود بداں کاں دو ز فعلِ آں خَس ست

پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بند ہی کافی ہو — تو سمجھ لے کہ وہ دو بند، اسی کمینے کے کام کی وجہ سے ہیں

گر بدیدے سرِّ بندِ آں چشم کور — بند بر دستش نہ بستندے بزور

اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا — تو جبراً اُس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور ز جرمِ بندِ پا آگہ بُدے — خود ز بندِ دست و پا ایمن شُدے

اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا — تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ور نہ تندیدے ز بندِ آں بُوالفضول — اُو نہ خر بودے شدے شیرِ فحول

اگر وہ بیہودہ، بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا — (تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیرِ ایں حدیثِ نبوی[۴] کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ خَلَقَ الْمَلَائِکَۃَ

اِس حدیثِ نبوی کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے

وَرَکَّبَ فِیْهِمُ الْعَقْلَ وَخَلَقَ الْبَهَائِمَ وَرَکَّبَ فِیْهَا الشَّهْوَةَ وَخَلَقَ

اور اُن میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں شہوت رکھی اور

بَنِیْ اٰدَمَ وَرَکَّبَ فِیْهِمُ الْعَقْلَ وَالشَّهْوَةَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُهٗ

بنی آدم کو پیدا فرمایا اور اُن میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَهْوَتِهٖ فَهُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلَائِکَةِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَهْوَتُهٗ عَلٰی

شہوت پر غالب آگئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت عقل پر

عَقْلِهٖ فَهُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَهَائِمِ صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

غالب آگئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید — خلقِ عالم را سہ[۳] گونہ آفرید

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے — عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گُرہ را جُملہ عِلم و عقل و جُود — آں فرشتہ ست و نداند جز سجود

ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے — وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

نیست اندر عُنصرش حرص و ہوا — نورِ مُطلق زندہ از عشقِ خدا

اِس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے — وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

۱ چوں۔ اُس غلام کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ بر سری۔ مزید برآں۔ بس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند کافی تھا یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اُس کے کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔

۲ سِرِّ بند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

۳ حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا تقاضا طاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہو یا کھانے پینے کی، انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔ زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشقِ خداوندی ہے۔

یک گروہے دیگر از دانش تہی — ہمچو حیواں از علف[1] در فربہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے — مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

اُو نہ بیند جز کہ اصطبل و علف — از شقاوت غافل ست و از شرف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے — وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر — از فرشتہ نیمے و نیمش ز خر
تیسرا آدمؑ کی اولاد اور انسان ہے — اُس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیمِ خر خود مائلِ سفلی بُود — نیمِ دیگر مائلِ عُلوی بُود
گدھے والا آدھا (عالَم) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے — دوسرا آدھا (عالَم) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کدامیں غالب آید در نبرد — زیں دوگانہ تا کدامیں بُرد نرد
دیکھو معرکہ میں کون سا غالب ہوتا ہے؟ — اِن دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے؟

عقل گر غالب شود پس شُد فزوں — از ملائک ایں بشر در آزموں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا — امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

شہوت[2] ار غالب شود پس کمتر ست — از بہائم ایں بشر زاں کابتر ست
اگر شہوت غالب ہو گئی تو کمتر ہے — یہ انسان چوپایوں سے کیونکہ بُری حالت میں ہے

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب — ویں بشر با دو مخالف در عذاب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں — اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے

ویں بشر ہم ز امتحاں قسمت شُدند — آدمی شکل اند و سہ اُمت شُدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے — آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

یک گروہ مستغرقِ مطلق شُدہ — ہمچو عیسیٰؑ با مَلک مُلحق شُدہ
ایک گروہ پورا ڈوب چکا — (حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرشتوں سے جا ملا

نقشِ آدمؑ لیک معنیٰ جبرئیلؑ — رستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرئیلؑ کا ہے — وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

از ریاضت[3] رستہ وز زُہد و جہاد — گوئیا از آدمی اُو خود نزاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا — گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

قسمِ دیگر با خراں مُلحق شُدند — خشمِ محض و شہوتِ مُطلق شُدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی — خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

[1] علف - چارہ - ہو حیوانات کو صرف خواب و خور کی فکر ہے وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے و نیمش - انسان روحِ انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی - جسم کا تعلق عالمِ سفلی ناسوت ہے۔ عُلوی - روح کی پرواز عالمِ بالا کی طرف ہے۔ تاکدامیں - انسان کی اِن دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فزوں - انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اُس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔

[2] شہوت - اگر انسان شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہ تھی۔ دو قوم - فرشتوں اور حیوانات میں اِن متضاد طاقتوں کی کشمکش نہیں ہے انسان اُن کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔ ویں بشر - اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا - یہ سب چیزیں بتقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

[3] از ریاضت - مجاہدوں کی ریاضت اخلاقِ ذمیمہ کو ختم کرنے کیلئے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ قسمِ دیگر - انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں انہیں ملکیت

حاصل تھی لیکن وہ کمزور نفسانیت سے بالکل مغلوب ہو چکی ہے۔

وصفِ جبریلی در ایشاں بود رفت　　تنگ بود آں خانہ وآں وصف زفت
جبریل والی صفت اُن میں تھی ، چلی گئی　　وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت موٹی تھی

مُردہ گردد[1] شخص کو بیجاں شود　　خر شود چوں جانِ او بے آں شود
جو شخص بے جان ہوجاتا ہے مُردہ ہوجاتا ہے　　جب اُس کی جان اُس (جبریلی صفت) کے بغیر ہوجاتی ہے گدھا

زاغ گردد چوں پے زاغاں رود　　جسم گردد جاں چوں او بے جاں شود
(انسان) کوا بنجاتا ہے جب کووں کا اتباع کرتا ہے　　جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہوجاتی ہے

زانکہ جائے کاں ندارد ہست پست　　ایں سخن حق ست و صوفی گفتہ است
چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی، پست ہے　　یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

او ز حیوانہا فزوں تر جاں کند　　در جہاں باریک کاریہا کند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے　　دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر[2] و تلبیسے کہ او تاند تنید　　آں ز حیوانے دِگر ناید پدید
جو مکر اور فریب وہ کرسکتا ہے　　وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زرکشی را بافتن　　دُرہا از قعرِ دریا یافتن
زر دوزی کے کپڑے بُننا　　موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خردہ کاریہائے علمِ ہندسہ　　یا نجوم و علمِ طب و فلسفہ
علمِ ہندسہ کی باریک صنعتیں　　یا نجوم اور علمِ طب اور فلسفہ

کہ تعلق با ہمیں دنیستش　　رُو بہفتم آسماں بر نیستش
کیونکہ اُن کا تعلق اسی دنیا سے ہے　　اُن کا رُخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

ایں[3] ہمہ علمِ بنائے آخرست　　کہ عمادِ بودِ گاؤ و اشترست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے　　جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقائے حیواں چند روز　　نام آں کردند ایں گیجاں رموز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے　　اِن احمقوں نے اُن کا نام رموز رکھ لیا

علمِ راہِ حق و علمِ منزلش　　صاحبِ دل داند آنرا یا دلش
راہِ حق کا علم اور اُس کی منازل کا علم　　اُس کو صاحبِ دل یا اُس کا دل جانتا ہے

[1] مُردہ گردد جس طرح رُوح نکل جانے سے جسم مُردہ ہوجاتا ہے اِسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مُردہ ہوجاتی ہے یعنی جب رُوح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو رُوح مُردہ ہوجاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں انھوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کردی تو یہ کتے کی طرح کرّ، حرص، مُردار خوری کے عادی ہوگئے۔ جسم گردد۔ جب رُوح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ آنکہ جس روح میں روح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے، صوفیا بھی اِسی کے قائل ہیں۔ او ز حیوانہا۔ عالمِ ناسوت میں اُس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالمِ ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اُٹھاتا ہے۔

[2] مکر۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصور نہیں ہیں۔ جامہائے۔ عالمِ ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اُٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ اِن تمام دستکاریوں کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اُس کا رُخ عالمِ بالا کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالمِ ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لئے ہیں جو حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہر۔ یہ علوم چندروزہ زندگی کے لئے ہیں اُن کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ علمِ راہِ حق۔ طریقت اور اُس کے منازل دل اور صاحب دل جانتا ہے دراصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔

پس دریں ترکیب[۱] حیوانِ لطیف · آفرید و کرد با دانش الیف
پس اِس (عقلی اور بہیمی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان · پیدا کیا اور اُس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را · زانکہ نسبت کو بیقظہ نوم را
اِس (روح سے محروم) قوم کا نام جانوروں جیسے رکھا · کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

روحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم · حِسہائے منعکس دارند قوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے · (یہ) لوگ اُلٹے حواس رکھتے ہیں

یقظہ آمد نومِ حیوانی نماند · انعکاسِ حسِ خود از لوح خواند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی · تو اُس نے تختی سے اپنے حِس کا اُلٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو حسِ[۲] آنکہ خواب آں را زبود · چوں شد او بیدار عکسش رو نمود
اسی حِس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر لیا · جب بیدار ہوا اُسکو اُسکا اُلٹا پن واضح ہو گیا

لاجرم اسفل بود از سافلین · ترکِ او کن لا اُحِبُّ الآفلین
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہو گا · اُسکو چھوڑ، میں غروب ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

زانکہ استعدادِ تبدیل و نبرد · بودش از پستی و آنرا فوت کرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت · پستی سے اُس کو تھی اور اُس نے اُسکو ختم کر دیا

باز حیواں را چو استعداد نیست · عذرِ او اندر بہیمی روشنیست
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے · حیوانیت میں (رہنے کا) اُس کا عذر واضح ہے

زو[۳] چو استعداد شد کاں رہبر است · ہر غذائے کو خورد مغزِ خر است
جبکہ اُس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے · جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلادر خورد او افیوں شود · سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اگر بھلاوں کھائے گا وہ افیون بنجائے گا · اُس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماند یک قسمِ دگر اندر جہاد · نیم حیواں نیم حیِّ با رشاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں · جو آدھی حیوان، آدھی باہدایت زندہ ہے

[۱] ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف۔ یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روحِ حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا۔ اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ وہ چوپایوں کی طرح ہیں۔ یقظہ۔ روحِ انسانی بیدار ہے اور اُن کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روحِ حیوانی۔ یہ روح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کہ کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب انہیں بیداری آئے گی تو اُنکو حواس کے اُلٹا ہو جانے کا احساس ہو گا۔

[۲] ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اُس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اسفل۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اُس کو کم تر سے کم تر مخلوق میں لوٹا لائے"۔ ترکِ او۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے چاند سورج کی الوہیت سے جدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدترین مخلوق ہے اِس لئے کہ اُسمیں بھلائی کی استعداد تھی اُس نے اُسکو تباہ کیا دیگر حیوانات میں استعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں۔

[۳] زو۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کریگا مزید خباثت کا سبب بنے گی۔ گر بلادر۔ بھلاواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ اُلٹا اثر کریگا۔ ماند یک قسم۔ یہ عام مومنین کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ لوّامہ ہے اِن انسانوں کی عقل و نفس، روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جس کا بیان یک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا اُنکا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جسکا بیان قسم دیگر با خراں ملحق شدند میں تھا اُنکا نفس نفسِ امّارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور اُسکی اونٹنی کے قصے سے واضح کیا ہے۔

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش | کردہ چالش اولش با آخرش
وہ دن، رات جنگ اور کشمکش میں ہے | اُسکا ایک اُس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالشِ عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنون با ناقہ و میلِ مجنوں سوی حُرّہ و میلِ ناقہ سوی کُرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ ھوی

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیساکہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری

نَاقَتِي خَلْفِي وَقُدَّامِي الْهَوَى وَإِنِّي وَإِيَّاهَا لَمُخْتَلِفَانِ

اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے ہیں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع با شتر | گہ شتر چربید و گہ مجنونِ حُر
جیساکہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا | کبھی اونٹنی غالب آگئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچو مجنوں اند و چوں ناقہ اش یقیں | می کشد آں پیش و ویں واپس بکیں
وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اُس کی اونٹنی کی طرح ہیں | وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ مجنوں پیشِ آں لیلیٰ رواں | میلِ ناقہ پس پئے کُرّہ اش دواں
مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب رواں ہے | اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لئے دوڑاتی ہے

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بُدے | ناقہ گردیدے و واپس آمدے
اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہوتا | اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آجاتی

عشق و سودا چونکہ پُر بودش بدن | می نبودش چارہ از بیخود شدن
چونکہ اُس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پُر تھا | اُس کے لئے بے ہوش ہوجانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مُراقب عقل بُود | عقل را سودائے لیلیٰ در رُبود
جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی | عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اُڑا تھا

لیک ناقہ بس مُراقب بُود و چُست | چوں بدیدے او مہارِ خویش سُست
لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چُست تھی | جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ | رُو بپیش کردے بکُرّہ بے درنگ
وہ اُس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہوگیا ہے | بغیر تاخیر کے بچّہ کی طرف رُخ کر دیتی

چوں بخود باز آمدے دیدے ز جا | کو سپس رفتہ است بس فرسنگہا
جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے | وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

۱ حُرّہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔ کُرّہ۔ گھوڑے کا بچہ۔ مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مُراد لیا ہے۔ ہمچو مجنوں۔ مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آرہی ہے تو وہ اُسکے استقبال کے لئے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اُس کے بچہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اُس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حُر۔ آزاد۔

۲ میل۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو۔ میلِ ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تاکہ بچہ کے پاس پہنچے۔ یک دم۔ مجنوں کی ذراسی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی۔ عشق چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اس لئے وہ اونٹنی کی اُس حرکت سے بیہوش ہوجاتا تھا۔ مراقب۔ انسان کی عقل اُسکے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔

۳ لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا جب دیکھتی کہ اُس کی مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔ چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا وہ دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہوگئی ہے۔

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا | ماند مجنوں در تردد سالہا[1]
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں | مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم | ما دو ضد پس ہمرہِ نالائقیم
بولا اے اونٹنی! جب کہ ہم دونوں عاشق ہیں | ہم دو مخالف، بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بر وفقِ من مہر و مہار | کرد باید از تو دوری اختیار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے | تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیئے

ایں دو ہمرہ یکدگر را راہزن | گمرہ آں جاں کو فرو ناید ز تن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں | وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں[2] ز ہجرِ عرش اندر فاقہ | تن ز عشقِ خار بُن چوں ناقہ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے | جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں گشاید سوی بالا بالہا | در زدہ تن در زمیں چنگالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے | جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

تا تو باشی با من اے مُردہ وطن | پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہیگی | تو میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

روزگارم[3] رفت زیں گوں حالہا | ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گذر گئی | جیسا کہ برسوں تک تیہ اور (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کا معاملہ

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال | ماندہ ام در رہ ز شستت شصت سال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا | میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں رہ گیا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر | سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی | اس سواری سے میں بھر پایا بھر پایا

سرنگوں خود را ز اشتر در فگند | گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا | کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وے بیابانِ فراخ | خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا | اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سوی پست | از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا | تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

---

[1] سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفت پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد قسموں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔ ایں دو ہمراہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔

[2] جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خار بن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ جاں۔ جان کی پرواز عالمِ بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہیگی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ مُردہ وطن۔ عاشقِ وطن۔

[3] روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا۔ تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔ خطوتین۔ دو قدم۔ شست۔ مکر و حیلہ۔ سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرا دیا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

پای را بربست و گفتا گو شوم
اس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بنجاؤں گا

در خمِ چوگانش غلطاں می روم
اس کے بلّے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں گُند نفریں حکیمِ خوش دہن
خوش کلام حکیم ایسے لئے نفرت بھیجتا ہے

بر سوارے کو فرو ناید زتن
اس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟

گوی گشتن بہرِ او اولیٰ بود
اس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوی شو می گرد بر پہلوی صدق
گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لڑھک

غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
لڑھکتا لڑھکتا عشق کے بلّے کے موڑ میں

کایں سفر زیں پس بود جذبِ خدا
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہوگا

واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما
اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہوگی

اینچنیں سیریست مستثنیٰ ز جنس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جدا گانہ ہے

کاں فزود از اجتہادِ جنّ و انس
کیونکہ وہ جن و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبیست نے ہر جذبِ عام
عام کشش اس طرح کی کشش نہیں ہے

کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسّلام
جس کو احمدؐ کے فضل نے قائم کیا ہے والسلام

قصہ کوتہ کن برائے آں غلام
اس غلام کی وجہ سے قصہ مختصر کردے

کو سوی شہ بر نبشتہ است او پیام
جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتنِ آں غلام قصۂ شکایت نقصانِ اجری سوی بادشاہ
تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اس غلام کی شکایت لکھنے کا قصہ

رقعۂ پرجنگ و پر ہستی و کیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینے سے بھرا ہوا

می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں
نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر وے نگر
جسم، رقعہ ہے اس کو دیکھ لے

ہست لایق شاہ را آنگہ ببر
کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لیجا

گوشۂ رو نامہ را بکشا، بخواں
گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ

بیں کہ حرفش ہست درخوردِ شہاں
دیکھ لے کہ اس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے

گر نباشد درخور آں را پارہ کن
اگر مناسب نہ ہو اس کو پھاڑ دے

نامۂ دیگر نویس و چارہ کن
دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

۱؎ گو۔ گیند۔ حکیم۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشقِ مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہیئے۔ گوی شو۔ اللہ کے راستہ میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اس کے دربار تک پہنچ جا۔

۲؎ کایں سفر۔ اس سفر میں ابتداءً تو کوشش کریگا پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہوجائے گی۔ اینچنیں۔ جذبِ خداوندی سے جو رفتار ہوگی وہ محض عطاءِ خداوندی ہے۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب، عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہوجائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو آنحضورؐ کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور ان کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

۳؎ نبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اس نے غصے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ بھی نازک مزاج بادشاہ کو پر ہستی۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کردیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اس غلام کے خط کے ہے اس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

لیک فتحِ نامۂ[1] تن زب مداں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ

ورنہ ہر کس سرِ دل دیدے عیاں
ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوار ست و صعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے

کارِ مردان ست نے طفلانِ لعب
بہادروں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں

زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے

تا چناں دانند متنِ نامہ را
حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

باز[2] کن سرنامہ را گردن متاب
خط کے عنوان کو کھول، منھ کو نہ موڑ

زیں سخن واللہ اعلم بالصواب
اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے

متنِ نامہ سینہ را کن امتحاں
سینہ کے خط کے مضمون کو آزمالے

کہ موافق ہست با اقرارِ تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے

تا منافق وار نبود کارِ تو
تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جوالے بس گرانے می بری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے

زاں نبایدکم کہ در وے بنگری
کم از کم یہ ہو کہ اس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے

گر ہمی ارزد کشیدن را بکش
اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

ورنہ[3] خالی کن جوالت از سنگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کرلے

باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ
اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچالے

در جوال آں کن کہ می باید کشید
بورے میں وہ بھرلے جو لے جانا چاہیئے

سوئے سلطاناں و شاہانِ رشید
بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

زشت نبود کایں جوال پُر ریگ
کیا یہ بُرا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا بورا

می کشی و باشد آں ہم مردہ ریگ
تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پُر لعلش کنی
اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے

ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ تیرے جسم کی ہم جنس رہے

---

[1] نامۂ تن۔ جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زب۔ سا آسان۔ کارِ مرداں۔ اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ جملہ یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کرلیتے ہیں۔ باشد۔ یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔

[2] باز کن۔ خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیئے۔ ہست۔ ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے۔ کہ موافق۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں۔ جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا ہوا لے جا رہا ہو تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کرلے اور اس میں وہ بھرلے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔ زشت۔ یہ بُری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی۔ اگر انسان اپنے جسم کو اخلاقِ حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاقِ رذیلہ سے وہ خالی ہو۔

حکایت[1] آں فقیہ با دستار بزرگ و آنکہ دستارش ربود و بانگ و نعرۂ

اُس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اُس کی جو پگڑی اُچک لے گیا اور

فقیہ کہ باز ش کن و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اُس کو کھول اور دیکھ کر کیا لے جارہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہا[2] برچیدہ بود — در عمامہ خویش در پیچیدہ بود
ایک فقیہ نے چیتھڑے چُنے تھے — (اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لئے تھے

تا شود زفت و نماید آں عظیم — چوں در آید سوی محفل در حطیم
تاکہ وہ موٹی ہوجائے اور بڑی نظر آئے — جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہا پیراستہ — ظاہرِ دستار ازاں آراستہ
مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے — ان سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

ظاہرِ دستار چوں حُلّۂ بہشت — چوں منافق اندروں رسوا و زشت
پگڑی کا ظاہر، بہشت کے جوڑے کی طرح تھا — باطن منافق کی طرح رُسوا اور بھدّا

پارہ پارہ دلق[3] و پنبہ و پوستیں — در درونِ آں عمامہ بُد دفیں
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین — اُس پگڑی کے اندر دفن تھے

روی سوی مدرسہ کردہ صبوح — تا بدیں ناموس یابد او فتوح
اُس نے صبح صبح مدرسہ کا رُخ کیا — تاکہ اس شان و شوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مردے جامہ کن — منتظر استادہ بُد از بہرِ فن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اُتارنیوالا شخص — فن دکھانے کے لئے منتظر کھڑا تھا

در ربود او از سرش دستار را — پس دواں شد تا بسازد کار را
وہ اُس کے سر سے پگڑی لے اُڑا — پھر بھاگا، تاکہ اپنا کام بنائے

پس فقیہش بانگ بر زد کاے پسر — باز کن دستار را آنگہ ببر
فقیہ نے اُس کو آواز دی اے بیٹا! — پگڑی کو کھول، پھر لے جا

ایں چنیں کہ چار پرّہ می پری — باز کن آں ہدیہ را کہ می بری
تو جو اس طرح چار پروں سے اُڑ رہا ہے — اُس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

باز کن آں را بدستِ خود بمال — آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
اُس کو کھول اپنے ہاتھ سے ٹٹول — پھر چاہے لے جانا، میں نے معاف کردیا

---

[1] حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس فقیہ کا دستار کو غلط چیزوں سے بھرنا کس قدر بُرا تھا۔ باز ش کن۔ یعنی اس پگڑی کو کھول کر دیکھ اُس میں کیا ہے۔

[2] ژندہا۔ پُرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانہ کعبہ کا وہ حصّہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ حُلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔

[3] دلق۔ گدڑی۔ دفین۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کن۔ کپڑے چھیننے والا۔ بہرِ فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لئے۔ کار را۔ یعنی اپنی غرض پوری کرے۔ چار پرّہ۔ چار پروں سے اُڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخشدی۔

چونکہ بازش کرد آں کو می گریخت — صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بریخت
جو بھاگ رہا تھا جب اس نے اُس کو کھولا — لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ نابایستِ او[1] — ماند یک گز کہنہ در دستِ او
اُس کی اِس موٹی نابکار پگڑی سے — ایک گز پرانا (کپڑا) اُس کے ہاتھ میں رہ گیا

بر زمیں زد خرقہ را کاے بے عیار — زیں دغل ما را برآوردی ز کار
چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق! — اِس فریب سے تونے ہمیں کام سے رد کر دیا

ایں چہ مکرست و چہ تزویرست و شید — کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید
یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟ — کہ تونے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسایا

شرم ناید مر ترا ازیں ژندہا — از دغل بفگندیم اے پُر دغا
ان چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی — فریب سے تونے مجھے پھنسایا اے دغاباز!

گفت بنمودم دغل لیکن ترا — از نصیحت[2] باز گفتم ماجرا
اُس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے — خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را وانمودن بو فاجویندگاں

زبانِ حال سے دنیاداروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت — عیبِ خود را بانگ زد با جملہ گفت
اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے — بلند آواز سے اُس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اوستاد — آں دغل کون و نصیحت داں فساد
اے اُستاد! اِس بناؤ اور بگاڑ میں — بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون[3] می گوید بیا من خوش پیَم — واں فسادش گفت رو من لاشیَم
بناؤ کہتا ہے آجا میں مبارک قدم ہوں — اور بگاڑ نے اُس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے ز خوبیِ بہاراں لب گزاں — بنگر آں سردی و زردیِ خزاں
اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے! — خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب — مرگِ او را یاد کن وقتِ غروب
تونے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا — غروب کے وقت اُس کی موت کو یاد کر لے

[1] نابایست یعنی بیکار۔ ماند یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا۔ بر زمیں۔ اُس چور نے اُس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور تقیہ پر ناراض ہوا۔ ز کار یعنی اگر میں اِس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مفید چوری کر لیتا۔ قیدِ صید۔ شکار کا پھندا۔ بفگندیم افگندی مرا۔

[2] از نصیحت یعنی تجھے ابتداءً دھوکا لگا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا نصیحت۔ دنیا بھی ابتداءً مکر کرتی ہے، لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالمِ کون و فساد ہے یعنی اِس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی، بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔

[3] کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ لب گزاں۔ انسان موسمِ بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے، اُس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے غروب کے وقت اُس کے چہرے پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق[1] — حسرتش را ہم ببیں اندر محاق
تونے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا — گھٹاؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

کودکے از حُسن شد مولائے خلق — بعد پیری شد خرف رسوائے خلق
ایک لڑکا حُسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا — بڑھاپے کے بعد بڈھا بے عقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

گر تنِ سیمیں بتاں کردت شکار — بعد پیری بیں تنے چوں پنبہ زار
اگر چاندی جیسے بتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے — بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

اے[2] بدیدہ لوتہائے چرب خیز — فضلۂ آں را ببیں در آبریز
اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے، اٹھ — پاخانہ میں ان کا فضلہ دیکھ لے

مر خبث را گو کہ آں خوبیت کو — آں فریب و حُسن و مرغوبیت کو
نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟ — وہ تیرا فریب اور حُسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

بر طبق گو عشوہ و نرمی و خوت — بر سبد گو جلوہ و لغزی و لوت
طشت پر تیرا ناز و انداز و نرمی اور عادت کہاں ہے؟ — چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید او آں دانہ بد من دام آں — چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں — جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

بس انامل رشکِ استاداں شدہ — در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
بہت سی انگلیاں استادوں کیلئے باعث رشک ہوتی ہیں — دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگسِ[3] چشمِ خماری ہمچو جاں — آخر اعمش بیں و آب از وے چکاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس — بالآخر چندھی دیکھ لے اور ان میں سے پانی بہتا ہوا

حیدرے کاندر صفِ شیراں رود — آخر او مغلوبِ موشے می شود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے — آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیزِ دور بینِ محترف — چوں خرِ پیرش ببیں آخر خرف
پیشہ ور کی دور بین تیز طبیعت کو — بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زلف و جعدِ مشکبارِ عقل بر — آخرِ او دُم زشتِ پیرِ خر
مشکبار زلف اور ہوش ربا گھونگروالے بال — انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دُم ہیں

خوش ببیں کونش ز اول باکشاد — و آخر آں رسوائیش بیں و فساد
اس کے بناؤ کو شروع میں پر لطف حسین دیکھ لے — اور اس کے آخر میں اس کی رسوائی اور فساد کو دیکھ لے

---

[1] چار طاق۔ چوگوشہ خیمہ، (دوسرا) راوٹی یہاں آسمان مراد ہے۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ کودکے۔ وہی لڑکا جو اپنے حُسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڈھا بے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آجاتے ہیں۔

[2] اے بدیدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بنکر بیت الخلا پہنچتی ہیں، تو ناقابلِ دید ہوتی ہیں۔ خبث۔ یعنی فضلہ۔ سبد۔ ٹوکری۔ لغز۔ نادر۔ گوید۔ وہ فضلہ زبانِ حال سے کہتا ہے وہ تیری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے استادوں کے لئے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔

[3] نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف۔ پیشہ ور۔ خرف۔ بڈھا بے عقل۔ جعد۔ گھونگروالے بال۔ خوش۔ غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔

زانکہ اُو بنمود پیدا دامؔ را
کیونکہ اُس نے جال کو ظاہر کر کے دکھا دیا
پیشِ تو بر کند سبلت خامؔ را
تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو دنیا بتزویرم فریفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے لبھایا
ورنہ عقلِ من زدامش می شگفت
ورنہ میری عقل اُس کے جال سے آرام پاتی!

طوقِ زرین و حمائل بین ہلہ
خبردار! سونے کے گردن بند اور پرتلوں کو دیکھ
غل و زنجیرے شدست و سلسلہ
طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جزوِ عالم می شمر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے
اوّل و آخر در آرش در نظر
اُس کے اوّل اور آخر کو نظر میں لے آ

ہر کہ آخر بیں تر اُو مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے وہ زیادہ نیک بخت ہے
ہر کہ آخر بیں تر اُو مطرود تر
جو چرنی کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

رُوئ ہر یک چوں مہِ فاخر بہ بیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے
چونکہ اوّل دیدہ شُد آخر بہ بیں
جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے، انجام (بھی) دیکھ لے

تا نباشی ہمچو ابلیسِ اعورے[۲]
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے
نیم بیند نیم نے چوں ابترے
وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید
اُس نے آدم کی مٹی کو دیکھا اُن کے دین کو نہ دیکھا
اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اِس جہان کو دیکھا اُس جہان کا دیکھنے والا نہ بنا

فضلِ مرداں بر زناں اے بو شجاع[۳]
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت
نیست بہرِ قوت و کسب و ضیاع
طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر
فضل بودے بہرِ قوت اے عمی
فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مرداں بر زناں حالی پرست
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت
زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اِسلئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

مرد کاندر عاقبت بینی خم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے
اُو زاہلِ عاقبت چوں زن کم ست
وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں
تا کدامیں را تو باشی مستعد
دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لیے مستعد ہوتا ہے؟

۱ہ دامؔ۔ دنیا کا بگاڑ ظاہر کر دیتا ہے کہ اسکا بناؤ انسان کیلئے جال ہے۔ خامؔ یعنی ناتجربہ کار ہیں۔ مگو۔ انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں ان کا انجام تباہی ہے۔ ہمچنیں۔ تمام اجزاء عالم کا یہی حال ہے ان کی ابتدا بناؤ سے اور انجام بگاڑ پر ہے۔ ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چرنی جس میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مطرود۔ مردود۔ روئ۔ ابتدا پُر رونق ہوتی ہے۔

۲ہ تا نباشی یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدمؑ کا ایک جزو دیکھا دوسرے جزو پر نظر نہ کی جسم کو دیکھا روح کو نہ دیکھا۔

۳ہ فضلِ مرداں۔ مردوں کو عورتوں پر فضیلت مردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی افضل ہونا چاہیے۔ عمی۔ میرے چچا۔ حالی پرست یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ ٹیڑھا۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد۔ یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

11 آں[1] یکے بانگش نُشورِ اتقیا — واں دگر بانگش فریبِ اشقیا
اس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے — اس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو — بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سن — اسکے بعد اسکے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار — گل بریزد من بمانم شاخِ خار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں — پھول جھڑ جاتا ہے، میں کانٹوں کی شاخ رہجاتی ہوں

بانگِ[2] اشگوفش کہ اینک گلفروش — بانگِ خارِ او کہ سوئے ما کوش
اس کے غنچہ کی آواز ہے، کہ یہ گلفروش ہے — اسکے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آ کی) کوشش کر

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر — کہ محب از ضدِ محبوب ست کر
تو نے اس کو قبول کر لیا، دوسری سے رہ گیا — کیونکہ عاشق، معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم — بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے — دوسری آواز ہے، میرے انجام کو دیکھ

حاضری[3] ام ہست چوں مکر و کمیں — نقشِ آخر ز آئینہ اول بہ بیں
میری موجودہ حالت مکر اور کمینہ جیسی ہے — آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی — آں دگر را ضد و نادر خور شدی
جب تو نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا — دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

اے خنک آں کو اول آں شنید — کش عقول و سمعِ مرداں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی — جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جا را او گرفت — غیر آنش کژ نماید یا شگفت
اس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کر لیا — اس کے علاوہ اس کو ٹیڑھی نظر آئیگی یا عجیب

کوزۂ نو کو بہ خود بولے کشید — آں خبث را آب نتواند برید
وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کر لیا — اس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

در جہاں ہر چیز چیزے می کشد — کفر کافر را و مرشد را رشد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے — کفر، کافر کو، ہدایت، ہدایت یافتہ کو

ہر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب کو جذب کرے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا۔ در جہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہو بکفر۔ کفر کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہو تو یہ معنوی کشش ہے۔

[1] آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگِ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

[2] بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بُلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کر لیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرم۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے۔

[3] حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے۔ جوال اندر شدن کسی کام کو اختیار کر لینا۔ نادر خور۔ نالائق، ناقابل۔ اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سنی تو وہ اس کے دل میں گھر کرے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز

کہرُبا¹ ہم ہست و مقناطیس ہست — تا تو آہن یا کہی آئی بشست
کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی — تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جال میں آجائے

بُرد مقناطیس ار تو آہنی — ور کہی بر کہربا بر می تنی
اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا — اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چکر کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار — لاجرم شُد پہلوئے فجّار جار
جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے — لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

آں یکے را صحبتِ خار اختیار — لاجرم شُد پہلوئے ہر خار خوار
ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے — وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلو میں ذلیل ہوا

ہست² موسیٰ پیشِ قبطی بس ذمیم — ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم
(حضرت) موسیٰؑ قبطی کے نزدیک بُرے ہیں — ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شُدہ — جانِ موسیٰؑ جاذبِ سبطی شُدہ
ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی — (حضرت) موسیٰؑ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب — معدۂ آدم جذوبِ گندم آب
گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے — آدم کا معدہ گیہوں، پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام — بنگر او را کوش سازید ست امام
اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے — اس کو دیکھ لے جس کو اُس نے پیشوا بنایا ہے

زاں³ کہ ہر کُرّہ پئے مادر رود — تا بداں جنسیتش پیدا شود
کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے — حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہوجاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد — شیرِ خر از نیمِ زیرینہ رسد
آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے — گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیانِ آنکہ عارف را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ

اِس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے

یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحْیِیْ بِہٖ

خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے

اَبْدَانَ الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَجَلَّ

بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

---

¹ کہربا۔ ظاہری کشش بھی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ بُرد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اُس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں یکے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بُروں کی طرف کشش ہوگی۔ خار یعنی بُرائی۔

² ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ کی طرف کشش نہیں ہو وہ اُس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ معدۂ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کیلئے اُن کی کشش کو دیکھ لو کہ کس طرف ہے اگر اُن کی کشش کا تمھیں پتہ نہ چلے تو اُن کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی بُرائی کا فیصلہ کرلو۔

³ زاں۔۔۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز آدمی۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اُس کی غذا بدن کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔ عارف۔ چونکہ عارف باللہ اشرف المخلوقات میں فردِ اعلیٰ ہے اُسکو غذا اللہ کی جانب سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین کو اللہ سے

عدلِ[1] قسّام ست و قسمت کردنیست — ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست

تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اُس کی تقسیم — یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے، نہ کوئی ظلم ہے

جبر بودے کے پشیمانی بُدے — ظلم بودے کے نگہبانی بُدے

جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟ — ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی!

روز آخر شد سبق فردا بُوَد — رازِ ما را روز کے گنجا بُوَد

شام ہو گئی، سبق کل ہو گا — ہمارے راز کی دن میں گنجائش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دخول و در ایاب — در نگر واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں — غور کر لے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطابِ[2] با مغرورانِ دنیا و گرفتارانِ نفس

دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے — بر دم و بر چاپلوسِ فاسقے

اے مضبوط بھروسہ کئے ہوئے — ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قُبّہ بر ساختستی از حباب — آخر آں خیمہ است سُست و اہی طناب

تو نے بلبلے کا قبہ بنایا ہے — یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زرق چوں برق ست اندر نورِ آں — راہ نتوانند دیدن رہرواں

مکر، برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں — راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ او بے حاصل اند — ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند

یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں — بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ[3] دنیا چو دنیا بے وفاست — گرچہ رُو آرد بتو آں رُو قفاست

دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے — اگرچہ وہ تیری طرف رُخ کرے وہ چہرہ گُدّی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زِ بِر — تا ابد در عہد و پیماں مستمر

اُس جہان والے، اُس جہان کی طرح نیکی کی وجہ سے — ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو[4] پیغمبر بہم کے ضد شدند — معجزات از ہمدگر کے بستدند

دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟ — آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں — شادیِ عقبیٰ نگردد اندُہاں

اُس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟ — آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

---

[1] عدل - شعر:-
قسمت کیا ہر چیز کو قسّامِ ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
ایں عجب - اس تقسیم میں کسی پر جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم ہوا۔ پشیمانی - اپنی صلاحیت کے اعتبار سے جب انسان بُرا کام کرتا ہے تو اُسکو شرمندگی ہوتی ہے، اگر جبر ہو تو پھر کام پر شرمندگی نہ ہونی چاہیئے۔ نگہبانی - ظالم، مظلوم کا نگہبان نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نگہبان ہے رزق دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز - اب اس مضمون کو ختم کر دینا چاہیئے بہت وقت گذر گیا اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل - خلاصہ یہ ہے کہ جب دربارِ خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی حالت کو مدِ نظر رکھو۔

[2] خطاب - جن لوگوں کو من جانب اللہ غذا حاصل ہوتی ہے اُن کے بالمقابل گروہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔ اعتمادِ واثقے - مضبوط بھروسہ۔ فاسقے - یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب - پانی کا بُلبلہ۔ طناب - خیمہ کا رسہ۔ زرق - مکاری، یعنی مکار شیخ کی مکاری بجلی کی کوند ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں کیا جا سکتا۔ بے حاصل - بے نتیجہ، بیکار۔

[3] زادۂ دنیا - یعنی دنیادار۔ رُو - اسکا رخ بھی گُدّی کی طرح ہے۔ بِر - نیکی۔ مستمر - دائم۔ دو پیغمبر - اہل اللہ میں کبھی باہمی مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں چھینتے ہیں۔ کے شود - عالمِ آخرت

یعنی اس عالم کی نعمتیں زوال پذیر نہیں اور اس کی خوشی غم سے نہیں بدل سکتی ہے

نفسِ بے عہدست زاں رُو کشتنی ست
نفس بے وفا ہے، اس لئے گردن زدنی ہے
اُو دَنی و قبلہ گاہِ اُو دَنی ست
وہ کمینہ ہے اور اُس کا قبلہ گاہ (بھی) کمینہ ہے

نفس ہا را لائق ست ایں انجمن
نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے
مُردہ را در خور بُوَد گور و کفن
گور و کفن مُردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خُردہ داں
نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے
قبلہ اش دنیاست اُو را مُردہ داں
اُس کا قبلہ دنیا ہے اُس کو مُردہ سمجھ

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید
اللہ کے الہام کا پانی اُس مُردے کو پہنچا
شُد ز خاکِ مُردہ زندہ پدید
مُردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تا نیاید وحی زُو غرّہ مباش
جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اُس سے دھوکہ نہ کھا
تو بداں گلگونۂ طولِ بقاش
"اُس کی عمر دراز ہو" کے غازے سے

بانگِ و صیتے جو کہ آں خامل نشُد
وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو
تابِ خورشیدے کہ آں آفل نشُد
اُس سورج کی چمک (چاہ) جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنر ہائے دقیق و قال و قیل
نازک ہنر اور قیل و قال
قومِ فرعون اند اجل چوں آبِ نیل
فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرب و سحرِ شاں
اُن کی رونق اور شان و شوکت اور جادو
گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں
اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحر ہائے ساحراں داں جملہ را
سب کو جادوگروں کے جادو سمجھ
مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا
موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدہا بنا

جادوی ہا را ہمہ یک لقمہ کرد
(اُس نے اُن) سب جادوؤں کو ایک لقمہ بنا لیا
یک جہاں پُر شب بُد آں را صبح خورد
ایک دنیا رات سے بھری تھی جس کو صبح نے نگل لیا

نور ازاں خوردن نشد افزون و بیش
اُس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا
بل ہماں سان ست کو بودہ ست پیش
بلکہ اُسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا

در اثر افزوں شدہ در ذات نے
اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں
ذات را افزونی و آفات نے
ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

خدا کے اِس نورِ مطلق میں اُس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا، تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

لہ نفس۔ دنیا دار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیا دار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ فسق و فجور ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیا دار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مُردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیا دار کو جب کبھی ہدایت میسر آتی ہو تو یہ سمجھو کہ مُردہ زندہ ہو گیا ہے۔

۵ تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہے فی الحال دنیا کے مزے اڑا لو۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لئے غروب ہو جانا نہیں ہے اور وہ اہلِ حق کے پاس ہے۔ آں ہنرہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور اُن کیلئے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت اُن کے لئے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سمجھ جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔

ﷺ جادویہا۔ اسی طرح موت اُن تمام ہنرمندیوں کو نگل جائیگی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰ کے اُس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور نورِ خداوندی اُس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ نور۔

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشد — انچہ اوّل آں نبود اکنوں نشد

دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالٰے) میں اضافہ نہیں ہوا — جو کچھ پہلے نہ تھا اب (بھی) نہ ہوا

لیکؔ افزوں گشت اثر ز ایجادِ خلق — در میانِ ایں دو افزونیست فرق

دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا — اِن دونوں اضافوں میں فرق ہے

شد فزونیِ اثر اظہارِ اُو — تا پدید آید صفات و کارِ اُو

نشان کی زیادتی اُس (ذات) کا اظہار ہوئی — تاکہ اُس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہست افزونیِ ہر ذاتے دلیل — کو بود حادث بعلتہا علیل

ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے — کہ وہ حادث ہے (اور) علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہ شد باریک اینجا اے رفیق — لیکؔ بشنو تو مقالاتِ دقیق

اے دوست! اِس مقام پر نکتہ باریک ہو گیا — لیکن تو باریک باتیں سُنتا رہ

تفسیرؔ آیہ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

”پس موسٰیؑ اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر یقیناً تو اعلٰی ہے“ آیت کی تفسیر

گفت موسٰیؔ سحر ہم حیراں کنے ست — چہ کنم کایں خلق را تمیز نیست

(حضرت) موسٰیؑ نے کہا جادو بھی حیران کن ہے — میں کیا کروں اُن میں تمیز نہیں ہے؟

گفت حقؔ تمیز را پیدا کنم — عقلِ بے تمیز را بینا کنم

اللہ (تعالٰے) نے فرمایا میں تمیز پیدا کر دونگا — بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ معجزہات را ظاہر کنم — عقل را در دیدنش فاخر کنم

جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کرونگا — عقل کو اُن کے دیکھنے میں قابلِ فخر بنا دونگا

دیدہؔ بخشم عقلِ بے تمیز را — کور سازم جاہلِ ناچیز را

بے تمیز عقل کو بینائی بخش دونگا — ناچیز، جاہل کو اندھا بنا دونگا

گرچہ چوں دریا برآوردند کف — موسیا تو غالب آئی لا تخف

اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں — اے موسٰی، تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

بود اندر عہدِ خود سحر افتخار — چوں عصا شد مار آنہا گشت عار

جادو اپنے زمانہ میں باعثِ فخر تھا — جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

لہ لیکؔ۔ کائنات کو اللہ تعالٰے نے اِسلیئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اُس کے پہچاننے کی نشانیوں میں اضافہ ہو جائے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی۔ اِن دو ذات اور نشانیوں کے اضافے میں فرق ہے۔ ہستؔ۔ کسی ذات میں اضافہ اِس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہؔ۔ اگرچہ مضمون دقیق ہے لیکن تو سُنتا رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دیدیگا۔

لہ تفسیرؔ۔ اِس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسٰیؑ۔ حضرت موسٰیؑ کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کر سکیں گے۔ گفت حقؔ۔ اللہ تعالٰے نے یہ مشکل حل فرما دی اسی طرح اللہ تعالٰی معارف سمجھنے کی مشکلات کو حل فرما دیتا ہے۔ معجزہاتؔ۔ عصا اور یدِ بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھا دوں گا۔

لہ دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کردوں گا اشقیا ایمان سے محروم رہینگے۔ گرچہؔ۔ اِن ساحروں کا جوش و خروش سب کافور ہو جائیگا اور غلبہ تمہارا ہو گا۔ بُودؔ۔ مولانا فرماتے ہیں اِس دور میں جادوگری بہت زیادہ اہمیت رکھتی تھی لیکن معجزہ کے مقابلہ میں ختم ہو گئی۔

ہر کسے[1] را دعویٔ حُسن و نمک
ہر شخص کو حُسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے

سنگِ مرگ آمد نمکہا را محک
موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

سحر رفت و معجزِ موسیٰؑ گذشت
جادو چلا گیا اور حضرت موسیٰؑ کا معجزہ بھی گذر گیا

ہر دو را از بامِ بُود افتاد طشت
دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ سحر جز لعنت نماند
جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی

بانگِ طشتِ دیں بجز رفعت نماند
دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شُدست از مرد و زن
جب مرد و زن سے کسوٹی چھُپ گئی ہے

در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن
اے کھوٹے! میدان میں آجا، اب شیخی بگھار

وقتِ لافستت محک چوں غائب ست
تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے

می برندت از عزیزی دست دست
تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

ہر دمت[2] عزّے و نازے در فزود
ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا

چوں محک آمد چرا گشتی کبود
جب کسوٹی آگئی تو کالا کیوں ہو گیا؟

قلب می گوید ز نخوت ہر دمم
کھوٹا تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے

اے زرِ خالص من از تو کے کمم
اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش
سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست!

لیک می آید محک آمادہ باش
لیکن کسوٹی آرہی ہے تیار ہو جا

مرگِ تن[3] ہدیہ است بر اصحابِ راز
جسم کی موت راز دانوں کا تحفہ ہے

زرِّ خالص را چہ نقصان ست گاز
خالص سونے کو گانتی سے کیا نقصان؟

قلب اگر در خویش آخر بیں بُدے
کھوٹا، اگر اپنا انجام بیں ہوتا

آں سیہ کاخر شُد اوّل شُدے
جو سیاہ (روئی) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

چوں شُدے اوّل سیہ اندر لقا
اگر شروع میں سیاہ رو ہو جاتا، ملاقات کے وقت

دُور بُودے از نفاق و از شقا
نفاق اور بدبختی سے دُور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بُدے
بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا

عقل اُو بر زرق اُو غالب بُدے
اُس کی عقل اُس کے مکر پر غالب ہوتی

---

[1] ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہُنر باعثِ فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے دَور میں طب جو اُنکے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی حضورؐ کے دَور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بُود۔ وجود۔ طشت۔ طشت از بام افتادن مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادو گری کی شہرت بصورتِ لعنت اور معجزے کی شہرت بصورتِ رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔

[2] ہر دمت۔ کھوٹے کی رونق اُسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں اُن ہنرمندوں کا ہوا۔ قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہمی خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔

[3] مرگِ تن۔ انبیاء اور اولیاء کی موت اُن کے لئے اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ گاز۔ گانتی، سُنار کی سونا کترنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اُٹھائے گا اگر وہ عاقبت بیں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیتا۔ چوں شُدے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں نادم ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کرکے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا

چوں[1] شکستہ دل شُدے از حالِ خویش | جابرِ اشکستگاں دیدے بہ پیش
جب ..... اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا | (دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید اُو اشکستہ شُد | از شکستہ بند در دم بستہ شُد
اُس نے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا | ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جُڑ گیا

فضلِ سہارا سوئے اکسیر راند | آں زر اندودا ز کرم محروم ماند
(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کی جانب سے روانہ کر دیا | وہ ملمع شدہ، کرم سے محروم ہو گیا

اے[2] زر اندودہ مکُن دعوٰی ببیں | کہ نماند مُشتریت اعمٰی چنیں
اے ملمع شدہ! دعوٰی نہ کر، دیکھ | کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کُند | چشم بندیِ تُرا رُسوا کُند
قیامت کا نور اُن کی آنکھوں کو بینا کر دیگا | تیری نظر بندی کو رُسوا کر دے گا

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند | حسرتِ جانہا و رشکِ دیدہ اند
اُن کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدِ نظر رکھا ہے | وہ جانوں کیلئے (باعثِ) حسرت اور آنکھوں کیلئے (باعثِ) رشک ہیں

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند | سِرِّ فاسد زاصلِ سِرّ ببریدہ اند
اُن کو نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے | فاسد راز، اصل راز سے کٹ لیا ہے

پیشِ[3] حالی بیں کہ در جہل ست و شک | صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک
موجود کو دیکھنے والے کیلئے جو نادانی اور شک میں ہے | صبحِ صادق اور صبحِ کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کارواں | داد برباد ہلاکت اے جواں
صبحِ کاذب نے لاکھوں قافلوں کو | اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کُن اے عزیز | تا زصدقِ اُو شوی صاحب تمیز
اے پیارے! صبحِ صادق کو طلب کر | تاکہ تو اُس کی سچائی کے ذریعہ تمیز دار بن جائے

نیست نقدے کش غلط انداز نیست | وائے آں جاں کش محک و گاز نیست
کوئی کھرا سکہ نہیں ہے جس کیلئے غلطی میں مبتلا کرنیوالا (کھوٹا) نہ ہو | اُس جان پر مصیبت ہے جسکے پاس کسوٹی اور گاز نہیں ہے

باز رو سوئے غلام و کتبتش | کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش
غلام اور اُسکے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل | کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردنِ مُدّعی را از دعوٰی و امر کردنِ اُو را بمتابعتِ انبیاء و اولیاءؑ

جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

---

1 چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمتِ خداوندی اُس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت۔ جس نے آخرت کو پیش نظر کر لیا رحمتِ خداوندی اُس کی دستگیری کرتی ہے۔ مسہا۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر یعنی مغفرت۔ زر اندود۔ منافق، بناوٹی شیخ۔

2 اے زر اندودہ۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہیں گے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔ چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو اُن لوگوں کے رُتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لئے باعثِ رشک ہیں۔ منگر۔ اُن بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ اُنھوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

3 پیشِ حالی بیں۔ دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے۔ صبحِ کاذب۔ قافلہ اگر صبحِ کاذب کو صبحِ صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لُٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبحِ صادق سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔ نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جسمیں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اُسکی تباہی ہے۔ زجر کردن۔ جھوٹے شیوخ کیلئے تنبیہ کردہ انبیاءؑ اور اولیاء کی پیروی کریں۔

بومسیلم[1] گفت من خود احمدم
مسیلمہ (کذاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں
دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم
میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کردیا

بومسیلم را بگو کم کن بطر
مسیلمہ (کذاب) سے کہدے کہ اکڑ نہیں!
غرّۂ اوّل مشو آخر نگر
ابتدا سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوزی مکن از حرصِ جمع
(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر
پس روی کن تا روی در پیشِ شمع
اتباع کر تاکہ تو شمع کے آگے چلے

شمع[2] مقصد را نماید ہمچو ماہ
شمع، مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے
کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ
کہ اس جانب دانہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ
خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے
دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ
باز کی صورت اور کوے کی صورت نظر آجاتی ہے

گرچہ ایں زاغاں دغل افروختند
اگرچہ اِن کوّوں نے مکر (کا چراغ) روشن کیا ہے
بانگِ بازانِ سفید آموختند
سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہدہد گر بیاموزد قطا
کونج اگر ہُدہُد کی بولی سیکھ لے
رازِ ہدہد کو و پیغامِ سبا
ہُدہُد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے!

بانگِ[3] بر رستہ ز بر بستہ بداں
کھلے ہوئے پَروں کی آواز کو بندھے ہوئے پَروں کی آواز سے پہچان لے
تاجِ شاہاں را ز تاجِ ہدہداں
شاہوں کے تاج کو ہُدہُد کے تاج سے (امتیاز کرلے)

حرفِ درویشاں و نکتہ عارفاں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے
بستہ اند ایں بے حیایاں بر زباں
ان بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

ہر ہلاکِ امتِ پیشیں کہ بود
پہلی اُمتوں کی جو تباہی ہوئی
زانکہ جندل را گماں بردند عود
اسلئے ہوئی کہ جندل (پتھر) کو انھوں نے اگر سمجھا

بود شاں تمییز کاں مظہر کند
اُن میں (قوتِ) تمیز تھی جو ظاہر کردیتی ہے
لیک حرص و آز کور و کر کند
لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست
اندھوں کا اندھاپن رحمت (خداوندی) سے دور نہیں ہے
کوریِ حرص ست کاں معذور نیست
لالچ کا اندھاپن ہے جو باعثِ عذر نہیں ہے

---

[1] بومسیلم یعنی مسیلمہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اُس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اوّل یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہوجانا۔ آخر۔ ذلّت کے ساتھ مارا گیا۔ ایں قلاوزی۔ نبوّت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اُس شمع کو مشیر و بنالے۔ حرصِ جمع یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔

[2] شمع۔ وہ سچا آدمی رہنمائی کریگا اور تجھے بتائیگا کہ اِس طرف تباہی ہے اور اُس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کردیتی ہے۔ گرچہ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کونج ہُدہُد کی بولی سیکھ بھی لے تو اسکے پاس وہ رازِ سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہُدہُد نے بلقیس کو سبا میں جاکر دیا تھا۔ قطا ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور آواز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اسلئے اسکو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔

[3] بانگ۔ حقیقی پَروں سے اڑنیوالے اور فرضی پر لگانیوالے میں امتیاز کرنا چاہیئے شاہی تاج اور ہُدہُد کے تاج میں فرق ضروری ہے۔ بے حیایاں۔ ان جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھ لی ہیں جنکے ذریعہ عوام کو پھنساتے ہیں۔ ہر ہلاکت پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انھوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ بود۔ اللہ نے اُن کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن اُنکی حرص اور طمع نے اُنکو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اسکی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اسکی

چار[1] میخِ شہ ز رحمت دور نے — چار میخِ حاسدی مغفور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دُور نہیں ہے — حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نکو بنگر بہ شست — بد گلوئی چشمِ آخر بینت بست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے — خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

بادو دیدہ اوّل و آخر ببیں — ہیں مباش اعور چو ابلیسِ لعیں
دونوں آنکھوں سے اوّل اور آخر کو دیکھ لے — خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اعور آں باشد کہ حالی دید و بس — چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے — جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

چوں[2] دو چشمِ گاو در جرمِ تلف — ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں — (انسان کی) ایک آنکھ کی طرح ہیں کیونکہ انھیں شرافت نہیں

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ او — کہ دو چشمش راست مسند چشمِ تو
اُس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں — کیونکہ اسکی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

ور[3] کنی یک چشمِ آدم زادہ — نصف قیمت لازم ست از جادہ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے — مذہب کی رُو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود — بے دو چشمِ یار کارے می کند
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود — یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اوّلش بے آخر ست — گر دو چشمش ہست حکمش اعور ست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے) ہے — اگرچہ اسکی دونوں آنکھیں ہیں (لیکن) کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف — می نویسد رقعہ در طمعِ رغیف
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل — روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصہ آں نوشتن غلام رقعہ را بطلب اجرے
روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رفت پیش از نامہ پیشِ مطبخی — کاے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغۂ مطبخ کے پاس گیا — کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنے والے!

پورا نفع حاصل کرتا ہے اور جس کی ایک آنکھ پھوڑ دی گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کر دیا ہے لہٰذا اسکو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ۔ یعنی راہ شریعت۔ چشمِ خر۔ گدھا چونکہ انجام بین نہیں ہے لہٰذا اسکی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف۔ یعنی خفیف العقل۔ رغیف۔ روٹی۔ مطبخی۔ داروغۂ مطبخ۔

[1] چار میخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیئے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سزا اور تکلیف میں مبتلا ہو تو اس کی معافی نہیں ہوتی ہے۔ بد گلوئی۔ یعنی خلق کی بُری عادتیں۔ بادو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

[2] چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے یعنی نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کا پورا نفع اسکو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اسکی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اسکی دو آنکھیں پھوڑنے میں گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

[3] ور کنی۔ انسان دو آنکھوں سے

دُور از و و ز ہمّتِ اُو کایں[1] قدر — از جری ام آیدش اندر نظر
اُسکی اور اُسکی شان سے دور ہے کہ اِس قدر — میری روزی پر اُس کو دھیان ہو

گفت بہرِ مصلحت فرمودہ است — نے برائے بُخل و نے تنگیِ دست
اُس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہے — نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دہلیزیست واللہ ایں سخن — پیشِ شہ خاک ست ہم زرِ کہن
اُس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے — بادشاہ کے سامنے تو پُرانا سونا بھی مٹی ہے

مطبخی دہ گونہ حجّت برفراشت — اُو ہمہ رد کرد از حرصے کہ داشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اُٹھائیں — اُسنے اُس حرص کی وجہ سے جو اُس میں تھی سب کو رد کر دیا

چون جری کم آمدش در وقتِ چاشت — زد بسے تشنیع و اُو سُودے نداشت
ناشتہ کے وقت جب اُس کو کم خوراک ملی — اُس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصد[2] می کنید اینہا شما — گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اُس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو — اُس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر — بر کماں کم زن کہ از بازوست تیر
یہ شاخ کیجانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ — کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلا ہے

مَا رمیتَ اِذ رمیتَ ابتلاست — بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
"جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا" آزمائش ہے — نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم — پیشتر بنگر یکے بگشای چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے — آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شُد[3] ز خشم و غم درونِ بُقعہ — سُوئے شہ بنوشت خشمیں رُقعہ
غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا — غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رُقعہ ثنائے شاہ گفت — گوہرِ جود و سخائے شاہ سُفت
اُس نے اُس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی — بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کفِ تو — در قضائے حاجتِ حاجات جُو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے — ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنیوالے

زانکہ ابر آنچہ دہد گریاں دہد — کفِ تو خنداں پیاپے خواں نہد
اس لئے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہے — تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہے

---

[1] کایں قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اسکو دھیان ہو اور وہ اِس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی یہ بات باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے زرِ کہن۔ پُرانا سونا بہت خالص ہوجاتا ہے۔ دہ گونہ۔ یعنی داروغۂ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اُس نے ایک نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔

[2] قاصد۔ یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عملہ۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ بر کماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔۔ ما رمیت۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی ریت پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہوگئے قرآن پاک نے اِس کے پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اُس کی نفی بھی کردی اسلئے کہ اُس وقت آنحضورؐ کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قربِ فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت و مجاز کی بحث شروع کر دیتے ہیں۔ سر۔ یعنی چشمہ۔

[3] شد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُر عتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان کا ٹکڑا۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے اُنکی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔ زانکہ۔ ابر باطلِ ناخواستہ روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔

ظاہرِ رقعہ اگرچہ مدح بود ‎‎— بوئے[1] خشم از مدح اثرہا می نمود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا — غصہ کی بو تعریف (میں) سے آثار ظاہر کررہی تھی

زاں ہمہ کارِ تو بے نور ست و زشت — کہ تو دوری دور از نورِ سرشت
اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدے ہیں — کیونکہ تو فطری نور سے بہت دور ہے

رونقِ کارِ خساں کاسد شود — ہمچو میوہ تازہ زو فاسد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے — جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا برآرد زو کساد — زانکہ ہست از عالمِ کون و فساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کردیتی ہے — کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش[2] نگردد از مدیحے سینہا — چونکہ در مداح باشد کینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں — جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہت پاک شو — وانگہاں الحمد خواں چالاک شو
اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا — پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

بر زباں الحمد و اکراہِ درون — از زباں تلبیس باشد یا فسوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت — زبان کا فریب ہو گا، یا مکر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم — من بظاہر، من بباطن ناظرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں — ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایت[3] آں مداح کہ از جہتِ ناموس شکرِ ممدوح می کرد و

اُس تعریف کرنیوالے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اُس

بوئے اندوہ و غمِ اندرونِ اُو از خلاقتِ دلقِ اُو ظاہر می

کے باطنی رنج و غم کی بُو اُس کی گدڑی کے پُرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی

نمود کہ آں شکرہا ہمہ لافست و دروغ

کہ وہ تمام شکریئے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق — باز پرسیدند یاراں از فراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا — دوستوں نے جدائی (کے دور) کا حال دریافت کیا

گفت آرے بد فراق الا سفر — بود بر من بس مبارک مژدہ ور
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی، لیکن سفر — میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

---

[1] بوئے خشم یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن اُن میں سے غصہ کی بُو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسنِ نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت، طبیعت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کردیتی ہیں۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔

[2] خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کرسکتا ہے۔ تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا۔

برزباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

گفتۂ خدا۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اس تعریف کرنیوالے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے دل شکر گذاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی۔ عراق۔ اس زمانہ میں دار الخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوشکن۔

کہ خلیفہ دادہ دہ خلعت مرا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے

کہ[1] قریش باد صد مدح و ثنا
خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اُس کی ساتھی بنیں

شکرہا و حمدہا بر می شمرد
شکریے اور تعریفیں شمار کرتا تھا

تا کہ شکر از حد و اندازہ برد
حتی کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

پس بگفتندش کہ احوالِ تُرند
تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ تیرے خراب احوال

بر دروغ تو گواہی می دہند
تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

تن برہنہ سر برہنہ سوختہ
بدن ننگا، سر ننگا، جلا بھنا

شکر را دزدیدہ یا آموختہ
تو نے شکر کو چرایا ہے، یا سیکھا ہے

کو نشان شکر و حمدِ میرِ تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟

بر سر و بر پایِ بے توقیرِ تو
تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

گر[2] زبانت مدحِ آں شہ می تند
اگر تیری زبان اُس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے

ہفت اندامت شکایت میکند
تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں

در سخایِ آں شہ و سلطانِ جود
اُس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں

مر ترا کفشے و شلوارے نبود
تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی

گفت من ایثار کردم انچہ داد
اُس نے کہا جو کچھ اُس نے دیا میں نے خیرات کر دیا

میر تقصیرے نکرد از افتقاد
بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بستدم جملہ عطاہا از امیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لئے

بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیئے

مال دادم بستدم عمرِ دراز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی

در جزا زیرا کہ بودم پاکباز
بدلے میں، کیونکہ میں پاکباز ہوں

پس[3] بگفتندش مبارک مال رفت
تو انھوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا

چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
یہ دُھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

صد کراہت در درونِ تو چو خار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کی طرح ہیں

کے بود اندہ نشانِ ابتشار
غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

کو نشانِ عشق و ایثار و رضا
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟

گر درست است آنچہ گفتی ما مضیٰ
اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سُنایا ہے

---

1. کہ قریش۔ خلیفہ کیلئے دُعا ہے۔ شکرہا۔ اُس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔ گفتندش۔ لوگوں نے اُس سے کہا تیری خراب حالت اِس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ یعنی دھوپ سے۔ میر یعنی خلیفہ۔ بے توقیر۔ بے عزت۔

2. گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اُس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اُس عطا میں جوتا اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ عمرِ دراز۔ فقراء عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

3. پس۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ مبارک ہو دنیا کا فانی مال دے کر عمرِ دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اُٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ کو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضامندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اس کی کوئی علامت تجھ میں اوپر ظاہر ہونی چاہیئے۔

خود گرفتم مال گم شد میلؔ کو | سیل اگر بگذشت جایِ سیل کو
میں نے مانا مال چلا گیا (خیرات کر دیا) میلان کہاں ہے؟ | سیلاب اگر گزر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشمِ تو گر بد سیاہ و جاں فزا | گر نماند او جانفزا ازرق چرا
اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی | اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کو نشانِ پاکبازی اے ترش | بوئے لافِ کژ ہمی آید خمش
اے ترش رو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟ | بیہودہ شیخی کی بو آرہی ہے، چپ رہ

صد نشاں باشد دروں ایثار را | صد علامت ہست نیکوکار را
باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں | نکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

مال در ایثار اگر گردد تلف | در دروں صد زندگی آید خلف
ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے | (بدلے میں) باطن میں سیکڑوں زندگیاں آجاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی | تخمہائے پاک وانگہ دخل نی
اللہ (تعالےٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا | بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صد | صحنِ ارضِ اللہ واسع کے بود
اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سَو نہ بنیں | (تو) اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب ہے؟

اصلِ ارضِ اللہ قلبِ عارف ست | لامکان ست و ندارد فوق و پست
اللہ (تعالےٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے | جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

گر نروید خوشہ از روضاتِ ہو | پس چہ واسع باشد ارض اللہ بگو
اگر اللہ (تعالےٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو | تو بتا اللہ (تعالےٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست | چوں بود ارض اللہ آں مستوسعے
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے | تو اللہ (تعالےٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا وہ بہت ہی وسیع ہے

ریعِ آں رانے حدو نے عد بود | کمتریں دانہ دہد ہفصد بود
اُس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے | معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

حمد گفتی کو نشانِ حامدوں | نے بروں ہست اثر نے اندروں
تو نے تعریف کی تعریف کرنیوالوں کی علامت کہاں ہے؟ | نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف مر خدا را راست ست | کہ گواہِ حمدِ او شد پا و دست
عارف کی حمد اللہ (تعالےٰ) کیلئے درست ہے | کیونکہ ہاتھ پاؤں اسکی تعریف کے گواہ بنگئے ہیں

؎۱ میل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنیکا رجحان اور خواہش۔ سیل۔ پانی بہہ کر نکلتا ہے تو کچھ نشانات چھوڑ جاتا ہے۔ چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھیں سرمگیں اور بہت حسین تھیں تو اُسکی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہونی چاہیئے۔ کو نشاں۔ چہرے کی ترشی بتارہی ہے کہ پاکبازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اُس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ خلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہونگے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔

؎۲ گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سَو نہ اُگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے۔ قلب۔ مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے۔ چونکہ۔ اللہ تعالیٰ چونکہ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اُس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہونگے۔

؎۳ ریع۔ پیداوار قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اُنکی خیرات کی مثال اُس دانہ کی سی ہو جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور ہر بال میں سو دانے۔ حمدِ عارف۔ عارف باللہ جب اللہ کی تعریف کرتا ہے تو اُسکے اعضاء اُسکی گواہی دیتے ہیں۔

[1] از چہ تاریک جسمش بر کشید — وز تنگِ زندانِ دنیااش خرید

اندھیرے کنویں سے اس کے جسم کو نکال لیا — اور دنیا کے قیدخانہ کی گہرائی سے اسکو نجات دیدی

اطلسِ تقویٰ و نورِ مؤتلف — آیتِ حمداست او را بر کتف

تقوے کا اطلس اور مانوس نور — اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ از جہانِ عاریہ — ساکنِ گلزار و عینِ جاریہ

چند روزہ دنیا سے وہ نجات پا گیا — وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

[2] بر سریرِ سرِّ عالی ہمتش — مجلس و جاہ و مقام و رتبتش

اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے — وہ اس کی مجلس اور درجہ اور مقام اور مرتبہ ہے

مقعدِ صدقیکہ صدیقاں درو — جملہ سرسبزند و شاد و تازہ رو

وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اس میں — سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

حمدشاں چوں حمدِ گلشن از بہار — صد نشانے دارد و صد گیر و دار

رونق کی وجہ سے انکی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے — سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان و شوکت رکھتی ہے

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ — واں گلستان و نگارستاں گواہ

اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس — اور وہ باغ اور نگارخانہ گواہ ہے

[3] شاہدِ شاہد ہزاراں ہر طرف — در گواہی ہمچو گوہر در صدف

ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں — گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بوئے سیر بد بیاید از دمت — وز سر و رو تابد اے لافی غمت

تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبو آتی ہے — اے شیخی خورے! اسرار و چہرے سے تیرا غم چمک رہا ہے

بوشناسانند حاذق در مصاف — تو بجلدی ہائے و ہو کم کن گزاف

میدانِ جنگ میں ماہر، بو سونگھنے والے ہیں — تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو ملاف از مشک کاں بوئے پیاز — از دمِ تو می کند مکشوف راز

تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو — تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گلشکر خوردم ہمی گوئی و بوئے — می زند از سیر کہ یاوہ مگوئے

تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بو — لہسن کی پھیلی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندۂ خانہ کلاں — خانۂ دل را نہاں ہمسایگاں

دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے — دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

---

[1] از چہ۔ اس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اطلس۔ اس کے اعضاء پر انوار و برکات رونما ہو جاتے ہیں۔ وارہیدہ۔ یہ حمد اس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے۔ عینِ جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

[2] بر سریر۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی (عزت کی) جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔ حمدِ گلشن۔ باغ کی حمد اسکی بہار ہے اور اس بہار کے گواہ اس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

[3] شاہد۔ پہلا شاہد بمعنی گواہ اور دوسرا شاہد بمعنی حاضر ہے۔ بوئے سیر۔ ان لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ جلدی۔ بہادری۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔ تو ملاف جب منہ سے پیاز کی بو آ رہی ہو تو مشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیئے۔ مکشوف۔ کھلا ہوا۔ گلشکر۔ گلقند۔ سیر۔ لہسن۔

[1] از شگافِ روزن و دیوارہا
روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے
مُطّلِع گردند بر اَسرارہا
رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

از شگافے کہ ندارد ہیچ وَہم
اُس شگاف سے جسکو کوئی وہم بھی، نہیں جانتا ہے
صاحب خانہ ندارد ہیچ سَہم
(جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

از نُبے برخواں کہ دیو و قومِ اُو
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اُس کی ذرّیت
می بَرند از حالِ اِنسی خُفیہ بُو
انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رَہے کہ اِنس ازاں آگاہ نیست
اُس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے
زانکہ زیں محسوس و زیں اَشباہ نیست
کیونکہ اُن محسوسات اور اُن صورتوں میں نہیں ہے

در میانِ ناقداں زَرقے متن
پرکھنے والوں میں مکّاری نہ کر
با مَحَک اے قلبِ دُوں لافے مزن
اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

[2] مر مَحَک را رَہ بُوَد در نقد و قلب
کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے
کہ خدایش کرد امیرِ جسم و قلب
کیونکہ خدا نے اسکو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں با غلیظیہائے خویش
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود
واقف اند از سِرّ ما و فکر و کیش
ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مَسلکے دارند دُزدیدہ دروں
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں
ما زِ دُزدیہائے ایشاں سَرنگوں
ہم اُن کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دَمبدم خبط و زیاں شاں می رسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے
رنج می بیند ازاں جان و جسد
اُس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دَمبدم خبط و زیانے می کُنند
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں
صاحب نقب و شگافِ روزنند
وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

[3] پس چرا جانہائے روشن در جہاں
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں
بے خبر باشند از حالِ نہاں
پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

در سرایت کم تر از دیواں شُدند
کیا سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں
رُوحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند
وہ روحیں جنھوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو دُزدانہ سُوئے گردوں رَود
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے
از شہابِ مُحرِق اُو مَطعوں شود
جلانے والے شہاب سے اُس پر نیزہ لگتا ہے

[1] از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔ از نبے۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۔ بیشک وہ شیطان اور اس کی ذرّیات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو اُن کا یار بنا لیا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔ رہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے اَشباہ۔ اَشکال۔ دُوں۔ کمینہ۔

[2] مر محک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں چوں شیاطین۔ اولیاء کے کشف کی دلیل ہے یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے کیش۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔

[3] پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیاء کیوں نہ جان لیں گے۔ روحہا۔ یعنی اولیاء کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ مُحرِق۔ جلانے والا۔ مطعون۔ نیزہ زدہ۔

سرنگوں از چرخ زیر اُفتد چناں — کہ شقی در جنگ از زخمِ سناں
آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے — جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں ز رشکِ رُوحہای دل پسند — از فلک شاں سرنگوں می افگنند
محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے — اُن کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر[1] شلّی و لنگی کور و کر — ایں گماں بر رُوحہایِ مہ مبر
اگر تو لُنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے — تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن — کہ بسے جاسوس ہست آں سوی تن
شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو — کیونکہ جسم کے اُدھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتنِ طبیبانِ الٰہی اَمراضِ دل و دین را در سیمائے مُرید و بیگانہ

خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مُرید اور اجنبی کے چہرے سے

از لحنِ گفتارِ اُو و رنگِ چشمِ اُو و بے ایں ہمہ نیز از راہِ دل کہ اِنّہم

اس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور ان کے بغیر بھی دل کے راستہ سے کیونکہ وہ دل

جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ فَجَالِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ

کے جاسوس ہیں اُن کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشور اند — بر سقامِ[2] تو ز تو واقف تر اند
یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں — تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تا ز قارورہ ہمی بینند حال — کہ ندانی تو ازاں رُو اِعتلال
حتّٰی کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں — کہ تو اُس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم — بُو بَرند از تو بہر گونہ سقم
نبض سے بھی اور رنگت سے بھی اور سانس سے بھی — تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں — چوں نداند از تو بے گفتِ دہاں
تو دنیا میں خدائی طبیب — منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جانیں؟

ہم ز نبضت[3] ہم ز چشمت ہم ز رنگ — صد سقم بینند در تو بید رنگ
(وہ) تیری نبض سے بھی تیری آنکھوں سے بھی رنگ سے بھی — بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نو آموزند خود — کہ بدیں آیات شاں حاجت بود
یہ طبیب خود نو آموز ہیں — کیونکہ اُن کو اِن علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

---

[1] تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیاء کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن جبکہ بدنی اطبّار علامتوں کے ذریعہ اَمراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ اُن کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[2] سقام۔ بیماری۔ قارورہ۔ اطبار پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم ز نبض۔ اطبار نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیبان۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

[3] ہم ز نبضت۔ یہ بدنی اطبار نو آموز ہیں اس لئے ان کو ان علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطبار دور سے ہی نام سنکر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاملاں از دُور نامت بشنوند — تا بقعرِ تارو پُودت در رَوَند
کامل لوگ دُور سے تیرا نام سُنتے ہیں — تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں

بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشندت تُرا با حالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے — تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو — زانکہ پُر بُودند از اسرارِ ہُو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں — کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قدس سرہٗ از زادنِ ابُوالحسن خرقانیؒ
(حضرت) بایزید قدس سرہٗ کا (حضرت) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے

پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ او یک بیک
میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور اُن کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دیدینا

و نوشتنِ تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ او
اور اُن کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اُس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستانِ بایزیدؒ[2] — کُو زحالِ بُوالحسن پیشیں چہ دید
تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سُنا ہے — کہ اُنھوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا!

روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت — با مُریداں جانبِ صحرا و دشت
ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے — جنگل اور بیابان کی طرف مُریدوں کے ساتھ

بُوئے خوش آمد مرا اُو را ناگہاں — در سوادِ[3] رَے زسُوئے خارقاں
اچانک اُن کو ایک خوشبو آئی — رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بدانجا نالۂ مُشتاق کرد — بُوی را از بادِ استنشاق کرد
اُسی جگہ اُنھوں نے مشتاقانہ نالہ کیا — ہوا سے خوشبو کو سُونگھا

بُوئے خوش را عاشقانہ می کشید — جانِ اُو از باد بادہ می چشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سُونگھتے تھے — اُن کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزہ کُو از یخ آبہ پُر بُود — چوں عَرَق بر ظاہرش پیدا شود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو — جب بوندیں اُس کے باہر نظر آتی ہیں

آں زسَردی بادِ آبے گشتہ است — از درونِ کوزہ نم بیروں نجست
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالہ کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

[1] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اُس کی اندرونی کیفیت معلوم کرلیتے ہیں۔ ہُو۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اِس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزیدؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی پیدائش سے قبل ہی اُن کے اَحوال معلوم کرلئے تھے اور لوگوں کو بتا دیئے تھے۔

[2] بایزید۔ نام طیفور ہے اسی لئے آپکے سلسلے کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ بایزیدؒ کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کو فرشتوں میں۔ بہتّر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمود غزنوی کے دَور کے بزرگ ہیں روحانیت اور اُویسیت کے طور پر آپکو بایزیدؒ سے نسبت ہے آپ نے چالیس سال تک عشار کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے ۴۲۵ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[3] سواد۔ اطرافِ شہر۔ رے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازی اسی رَے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ۔ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بنجاتا ہے لہٰذا اُس کا ہوا سے شراب پینا درست ہے۔ آں۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں

بادِ[1] بُوی آورد مَر اُورا آب گشت
خوشبو لانے والی ہوا اُن کے لئے پانی بن گئی
آب ہم اُورا شرابِ ناب گشت
پانی اُن کے لئے خالص شراب بن گیا

چوں درو آثارِ مستی شُد پدید
جب اُن میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے
یک مُرید اُورا ازاں دم بر رسید
اُن کا ایک مُرید اُسی وقت پہنچا

پس بپرسیدش کہ ایں احوالِ خوش
تو اُس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال
کہ بُرونست از حسابِ پنج و شش
جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب سے باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید
کبھی سُرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید
می شود رُویت چہ حالست و نوید
آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بُوی و بظاہر نیست گُل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے
بیشک از غیبست و از گلزارِ کُل
بیشک وہ غیب ہے اور (ذات) کُل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامہ
اے وہ کہ آپ ہر حاجتمند کی جان کا مقصود ہیں
ہر دم از غیبت پیام و نامہ
آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے[2] یعقوبؑ وار از یوسفے
(حضرت) یعقوبؑ کی طرح ہر وقت ایک یوسفؑ سے
می رسد اندر مشامِ تو شفے
آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرۂ بر ریز بر ما زاں سبُو
اُس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے
شمۂ زاں گلستاں با ما بگو
اس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خُو نداریم اے جمالِ مہتری
اے بزرگی کے حسن! ہماری عادت نہیں ہے
کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری
کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمای چُست چُست خیز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک اور تیز پرواز!
زاں چہ خوردی جرعۂ بر ما بریز
جو آپ نے پیا ہے (اُس کا) ایک گھونٹ ہمیں دیجئے

میرِ[3] مجلس نیست در دوراں دگر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدرِ محفل نہیں ہے
جز تو اے شہ در حریفاں در نگر
اے شاہ! آپ کے سوا، دوستوں میں نظر فرمائیے

کے تواں نوشید ایں مے زیرِ دست
یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟
مے یقیں مَر مَرد را رسوا گرست
شراب یقیناً انسان کو رُسوا کرنے والی ہے

بُوی را پوشیدہ و مکنوں کند
اپنی بُو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے
چشمِ مست خویشتن را چوں کند
اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

---

[1] باد۔ حضرت بایزیدؒ کے لئے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اُس مرید نے حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب و غریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں۔ پنج۔ حواسِ خمسہ۔ شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ کل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خودکامہ۔ ضرورتمند۔

[2] ہر دمے۔ حضرت یعقوبؑ نے دُور سے ہی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں ان کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔

[3] میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفان۔ یعنی مجلس کے شریک کے گماں۔ حضرت بایزیدؒ سے اُن کے مُرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جا سکتی اُس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر مُنھ کی بو بھی چھپائے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔

خود نہ آں بُو لیست اینکاندر جہاں[1]
یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں

صد ہزاراں پردہ اش اندر نہاں
لاکھوں پردے اُس کو چھپا سکیں

پُر شُد از تیزیِ اُو صحرا و دشت
اُسکی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں

دشت چہ کز نُہ فلک ہم در گذشت
جنگل کیا، وہ تو نو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سرِ خُم را بہ کہگل در مگیر
اِس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے

کایں برہنہ نیست خوی پوشش پذیر
یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لُطف کُن اے رازدارِ راز گو
اے راز کو جاننے والے راز کو بتانوالے مہربانی کیجئے

آنچہ بازت صید کردش باز گو
جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت[2] بُوی بُوالعجب آمد بمَن
(انھوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے

ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن
جیسے کہ نبیؐ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا
کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ

از یمن می آیدم بُویِ خدا
مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آرہی ہے

بُویِ رامیں می رسد از جانِ ویس
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آرہی ہے

بُوئے رحماں می رسد ہم از اویسؓ
اویسؓ سے بھی خدا کی خوشبو آرہی ہے

از اویسؓ و از قرن بُویِ عجب
اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے

آں نبیؐ را مست کرد و پُر طرب
نبیؐ کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؓ از خویش فانی[3] گشتہ بُود
چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہو گئے تھے

آں زمینے آسمانے گشتہ بُود
وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر
ہڑ شکر میں مربّیٰ بنائی ہوئی

چاشنیِ تلخیش نبود دگر
اُس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

آں ہلیلہ رستہ از ما و منی
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پاگئی ہے

نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
صورت ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

آں کسے کز خود بکُلّی در گذشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گذر گیا

ایں منی و مائیِ خود در نوشت
اُس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ

تا چہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد
(تا) اُس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا!

---

[1] خود - شرابِ معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی - پُر شُد - اُس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی اُسکی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے - ایں سرِ خُم - شرابِ معرفت کے مٹکے کے منھ کو مٹی سے بند نہیں کیا جاسکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے - لُطف - آپ کی باطنی توجہ نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے -

[2] گفت - حضرت بایزیدؒ نے فرمایا - محمدؐ گفت - حدیث شریف ہے - اِنِّیْ لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ - میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں - رامین - رامین مشہور عاشق اور ویسہ اُسکی معشوقہ تھی اُسکے بعد ویسہ پر عشق کا غلبہ اسقدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بنگئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپکو فنا کر دیتا ہے تو اُس میں سے معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے اسی طرح حضرت اویس قرنیؓ میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی - قرن حضرت اویسؓ کا وطن ہے -

[3] فانی گشتہ بود - فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بنجاتا ہے - ہلیلہ - ہڑ کا جب مربّیٰ بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو و مزا کو سے علیحدہ ہو جاتی ہے - ما و منی - خودی اور انانیت - آں کسے - جو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اسکی خودی اور انانیت ختم ہو جاتی ہے - وحیِ غیب - یعنی بایزیدؒ کو جو غیبی الہام ہوا تھا -

جواب سلطان بایزید قدس سرہٗ در معنیٔ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اِنّی لاجدُ نفسَ الرحمٰن من قِبَلِ الیمن

شاہ بایزید قدس سرہٗ کا جواب آنحضورؐ کے قول کے ہم معنی کریں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سوی بوی یارے می رسد — کاندریں[1] دہ شہریارے می رسد
فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے — کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعد چندیں سال می زاید شہے — می زند بر آسمانہا خرگہے
کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہوگا — جو آسمانوں پر خیمہ زن ہوگا

رویش از گلزارِ حق گلگوں بود — از من او اندر مقام افزوں بود
اس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہوگا — وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا

چیست نامش گفت نامش بوالحسن — حلیہ اش وا گفت ز ابرو تا ذقن
اس کا نام کیا ہے! فرمایا اس کا نام ابوالحسن ہے — ان کا حلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتا دیا

قدِ او و رنگِ او و شکلِ او — یک بیک وا گفت از گیسو و رو
ان کا رخسار اور رنگ اور شکل — ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتا دیا

حلیہ ہائے[2] روحِ او را ہم نمود — از صفات و از طریق و جا و بود
انھوں نے روح کے حالات بھی بتا دیے — صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حلیۂ تن ہمچو تن عاریت است — دل براں کم نہ کہ آں یک ساعت است
جسم کا حلیہ جسم کی طرح عارضی ہے — اس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حلیۂ روحِ طبیعی ہم فناست — حلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست
طبیعی روح کا حلیہ بھی فانی ہے — اس جان کا حلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

جسمِ[3] او ہمچوں چراغے بر زمیں — نورِ او بالائے سقفِ ہفتمیں
اس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے — اس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق — قرصِ او اندر جہانِ چار طاق
سورج کی شعاع گھر میں ہے — اس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گل در زیرِ بینی بہرِ لاغ — بوی گل بر سقف و ایوانِ دماغ
پھول کا جسم تفریح کے لئے ناک کے نیچے ہے — پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

---

[1] دہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔ بعد چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہوگا جس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔ از من۔ حضرت بایزیدؒ نے بطورِ انکساری کے فرمایا کہ اس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا۔ گفت۔ بایزیدؒ نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا۔ خد۔ رخسار بعض نسخوں میں لفظ قدہے۔

[2] حلیہا ئے۔ یعنی روح کی صفات اور اس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے جسم، روحِ حیوانی، روحِ انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور ان کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا ان سے دل نہ لگانا چاہیے، روحِ انسانی جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے اس سے وابستگی ہونی چاہیے۔

[3] جسمِ او۔ بایزیدؒ نے فرمایا اس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقشِ گل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔

مردِ خفتہ در عدن دیدہ فرق — عکسِ آں بر جسم اُفتادہ عرق
(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے — اُس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن در مصر رہنِ یک حریص — پُر شدہ کنعاں ز بُوئی آں قمیص
لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے — اُس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

بر نبشتند آں زماں تاریخ را — از کباب آراستند آں سیخ را
اُس وقت انھوں نے تاریخ لکھ لی — اُس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست — زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست
جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی — اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اُٹھے

زادنِ شیخ ابوالحسن قدس سرہٗ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ بایزید روح اللہ روحہ بہماں تاریخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو پیدا ہونا اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شد آں شاہ و نردِ مُلک باخت — از عدم پیدا شد و مرکب بتاخت
وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی — عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید — بو الحسن بعد از وفاتِ بایزید
اُس کے سالوں بعد پیدا ہوئے — ابوالحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جملہ خوہایِ اُو ز امساک و جود — آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بود
اُن کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں — اسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

لوحِ محفوظ است اُو را پیشوا — از چہ محفوظ است محفوظ از خطا
لوحِ محفوظ اُن کی پیشوا ہے — کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نہ رمل ست و نہ خواب — وحیِ حق واللہ اعلم بالصواب
نہ نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے — اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُوپوش عامہ در بیاں — وحیِ دل گویند آں را صوفیاں
عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں — اُس کو صوفی دل کی وحی کہدیتے ہیں

وحیِ دل گیرش کہ منظر گاہِ اُوست — چوں خطا باشد کہ دل آگاہِ اُوست
اُس کو دل کی وحی تسلیم کرلے کیونکہ وہ اُس (خدا) کی نظر گاہ ہے — غلطی کیسے ہوگی کیونکہ دل اُس سے باخبر ہے

۱ مردِ خفتہ۔ ایک شخص اپنے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اُس کی روح عدن میں کسی خوفناک خبر کو دیکھتی ہے اُس سے جسم پر پسینہ آجاتا ہے پیرہن۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص مصر میں تھی اور اُس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ بر نبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب۔ یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ۔ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق اُن کی پیدائش ہوئی۔

۲ نردِ مُلک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ از پس۔ حضرت بایزیدؒ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے۔ جملہ خوہائے۔ حضرت ابوالحسنؒ میں وہ صفات و اوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

۳ لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزیدؒ کے بتائے ہوئے اوصاف صحیح کیوں نہ ہوتے انھوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر بتائے تھے اور اُس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔

۴ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزیدؒ کو اُن احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیاء اُسکو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دل گیر۔ ہم اُسکو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا

مؤمنا ینظر بنور اللہ شدی[1] — از خطا و سہو ایمن آمدی
اے مومن! تو "وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے" بنگیا ہے — تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہوگیا ہے

رجوع بحکایت کمیِ اجرائے آں غلام و در بیان اجرائے دل و جانِ صوفی از طعام اللہ تعالےٰ

اُس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اِس کا بیان کہ صوفی کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں در غم شود — عین فقرش دایہ و مُطعم بود
کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے — اُس کیلئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانیوالا بنجاتا ہے

زانکہ جنّت از مکارِہ رُستہ است — رحم قسمِ عاجزو اشکستہ است
کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے — رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصّہ ہے

آنکہ سرہا بشکند اُو از علو — رحمِ حقّ و خلق ناید سُوئے اُو
وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے — اللہ اور مخلوق کا رحم اُس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد واں جواں — از کمِ اجرائے ناں شُد ناتواں
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان — روزی کے کم ہوجانے سے کمزور ہوگیا ہے

شاد[2] آں صوفی کہ رزقش کم شود — آں شبہ دُر گردد و اُو یم شود
وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہوجائے — وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہوجائے

زاں جرائے خاص ہر کہ آگاہ شد — اوسزائے قُرب و اجرے گاہ شد
جو شخص اُس خاص روزی سے واقف ہوگیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرائے روح چوں نقصاں شود — جانش از نقصانِ اُو لرزاں شود
جب روح کی روزی میں کمی آئے — اُس کی کمی سے اُس کی جان لرزنے لگے

پس[3] بداند کہ خطائے رفتہ است — کہ سمن زارِ رضا اشگفتہ است
وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت — رقعہ سُوئے صاحبِ خرمن نوشت
جیسے کہ اُس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رُقعہ لکھا

رقعہ اَش بُردند پیشِ میرِ داد — خواند اُو رقعہ جوابے وا نداد
داتا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اُس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

[1] مؤمنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہوجائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اُس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے۔ صوفی۔ جب صوفی فقر کے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو خود رزق اُس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ۔ جنّت انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گذرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارِہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔ آنکہ۔ جو متکبر اور مغرور ہو خدا اور خلقِ خدا رحم نہیں کرتی ہے۔

[2] شاد۔ جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوتھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائیگا جس میں سے موتی نکلینگے۔ زاں جرای۔ فقر کے بعد جو خدائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اُسکی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اُسکو قربِ خداوندی حاصل ہو جاتا ہے۔ نقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ خدائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہوکر لرزنے لگتا ہے۔

[3] پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُس رزق خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بناء پر ہوئی ہے۔ سمن زار۔ گلستاں۔ ہمچناں۔ وہ اُس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رقعہ لکھا۔ رقعہ اش۔ اُس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اُس کا کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اس بیوقوف

کو صرف روزی گھٹنے کا درد ہے اور جس بنیاد پر روزی گھٹی اسکا کوئی خیال نہیں ہے اسکو دیرسے وصل اور فراق کا کوئی درد نہیں ہے لہٰذا ایسے احمق کا جواب خاموشی ہے۔

گفت اُو را نیست اِلّا دردِ قوت | پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت
کہا اُس کو محض روزی کا رنج ہے | تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ | بندِ[1] فرع ست اُو نجوید اصل ہیچ
اُس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے | وہ شاخ کا پابند ہے جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

احمق ست و مُردہ ما و منی | کز غمِ فرعش فراغِ اصل نے
بیوقوف ہے اور خودی اور انانیت کا مُردہ ہے | کہ اُس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں | کز درختِ قدرتِ حق شُد عیاں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ | جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے درمیانِ سیب در | وز درخت و باغبانے بے خبر
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے | درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم | لیک جانش از برون صاحب علَم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے | لیکن اُس کی جان باہر کی علم بردار ہے

جنبشِ[2] اُو واشگافد سیب را | بر نتابد سیب آں آسیب را
اُس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے | سیب اُس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

بر دریدہ جنبشِ اُو پردہا | صورتش کرم ست و معنی اژدہا
اُس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا | اُس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

آتشے[3] کاوّل ز آہن می جہد | او قدم بس سُست بیروں می نہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے | وہ باہر کو بہت سُست قدم رکھتی ہے

دایہ اش پنبہ است اوّل لیک اخیر | می رساند شعلہا را تا اثیر
اُس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں | وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مرد اوّل بستۂ خواب و خورست | آخر الامر از ملائک برترست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے | آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ پنبہ و کبریتہا | شعلہ و نورش برآید تا سُہا
روئی اور گندھک کی پناہ میں | اُس کا شعلہ اور نور سُہا تک پہنچتا ہے

عالمِ[4] تاریک روشن می کند | کُندۂ آہن بسوزن می کند
تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے | لوہے کے گاڈر کو سُوئی سے اکھاڑ دیتا ہے

[1] بندِ فرع - یعنی روزی کے پیچھے میں لگا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ما و منی - یعنی یہ خودی اور انانیت میں مبتلا ہو روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اُس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اِس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو اُسکے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

[2] جنبشِ اُو - اِس کیڑے میں اسقدر طاقت ہوتی ہے کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اُسکی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے یہ دوسری قسم باخدا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گذر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔

[3] آتشے - مولانا سمجھاتے ہیں کہ اس انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ شیخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداءً کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اسکو حاصل ہو جاتی ہے تو اسکے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد انسان بھی ابتداءً دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیاء کی مدد سے ملائکہ سے برتر ہو جاتا ہے۔ [4] عالم - اُس انسان میں اتنا نور اور قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ دنیا کو روشن کر دیتا ہے اور لوہے کے شہتیر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے۔

گرچہ[1] آتش نیز ہم جسمانی ست — نے ز روح ست و نہ از روحانی ست
اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے — وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم را نبود ازاں عز بہرۂ — جسم پیشِ بحرِ جاں چوں قطرۂ
جسم کے لئے اُس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے — جسم، رُوح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود — چوں رَوَد جاں جسم بیں چوں می شود
جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے — جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے؟

حدِّ[2] جسمت یک دو گز خود بیش نیست — جانِ تو تا آسماں جولاں کنیست
تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے — تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام — رُوح را اندر تصور نیم گام
اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک — روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم سنگ ست پیہ چشمِ تاں — نورِ روحش تا عنانِ آسماں
تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے — اُس کی رُوح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب — چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب
نور، اُس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے — آنکھ، اُس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں زریش و سبلتِ تن فارغ ست — لیک تن بے جاں بود مُردار و پست
جان، جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے — لیکن جسم، جان کے بغیر مُردار اور ذلیل ہوتا ہے

بازنامہ[3] رُوحِ حیوانی ست ایں — بیشتر رَو رُوحِ انسانی بہ بیں
یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے — آگے بڑھ، روحِ انسانی کو دیکھ

بگذر از انساں و ہم از قال و قیل — تا لبِ دریائے جانِ جبرئیلؑ
انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ — جبرئیلؑ کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد از انت جانِ احمدؐ لب گزد — جبرئیلؑ از بیمِ تو واپس خزد
اُس کے بعد احمدؐ کی روح تجھ پر تعجب کرے گی — جبرئیلؑ تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں — من بسوئے تو بسوزم در زماں
(جبرئیلؑ) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آؤں — تیری جانب، تو فوراً جل جاؤں

---

[1] گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اُس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگا لو۔ جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شیٔ ہے کہ اُس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

[2] حدِ جسمت۔ جسم کی وسعت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے۔ تم اپنی جگہ پر رہو روح کے لئے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کیلئے نصف قدم کی ضرورت ہے۔ دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اُس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور، چشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خوبی کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج ہے۔

[3] بازنامہ۔ یہ شان و شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی ہے، روحِ انسانی جو اِس سے زیادہ قوی ہے اُس کو اس پر قیاس کر لو۔ بگذر۔ اس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گذر کر روح کے طالب بنو اور اُس روح تک پہنچو جو جبرئیلؑ کی جان ہے، جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائیگا تو آنحضورؐ اپنے امتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیلؑ تمہارے مقام سے فروتر ہونگے۔ گوید۔ حضرت جبرئیلؑ یہ کہیں گے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم — فروغِ تجلی بسوزد پرم

این[1] بیاباں خود ندارد پا و سر | بے جواب نامہ خستہ است آں پسر
اِس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے | وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتنِ آں غلام از نارسیدنِ جوابِ نامہ از قِبَلِ شاہ
بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اُس غلام کا پریشان ہونا

چوں جوابِ نامہ نامد خیرہ گشت | وز غمِ اُو آبِ صافی تیرہ گشت
چونکہ رُقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا | غم سے اُس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں | روز و شب بُد در تفکر سر نگوں
پاگل پن سے نہ اُس کیلئے سکون رہا اور نہ نیند | دن، رات فکر میں اوندھا تھا

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب | یا خیانت کرد رُقعہ بر ز تاب
کہ تعجب ہے، شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا | یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لیجانے والے نے خیانت کی ہے

رُقعہ[2] پنہاں کرد و ننمود او بشاہ | کو منافق بود و آبے زیرِ کاہ
اُس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا | کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رُقعہ دیگر نویسم ز آزموں | دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں | دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مطبخی و نامہ بر | عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
بادشاہ پر اور داروغۂ مطبخ پر اور رقعہ لیجانے والے پر | اُس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گردِ خود نمی گردد کہ من | کژ روی کردم چو اندر دیں شمن
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے | ٹیڑھی چال چلی ہے، جیسے کہ بت پرست دین میں

کژ[3] وزیدنِ باد بر تختِ سلیمان علیہ السّلام بسببِ زلّتِ او
حضرت سلیمانؑ کے تخت پر اُن کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تختِ سلیمانؑ رفت کژ | پس سلیمانؑ گفت بادا کژ مغژ
(حضرت) سلیمانؑ کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی | (حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو | ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمانؑ! آپ ٹیڑھا نہ چلیں | اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق | تا رود انصاف ما را در سبق
اللہ (تعالیٰ) نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے | تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

---

[1] ایں بیاباں۔ معرفت اور اسرارِ معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قِبَل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیران۔ تیرہ۔ سیاہ، مکدر۔ رُقعہ بر۔ نامہ بر۔ تاب۔ غصہ۔

[2] رُقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رُقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آبِ زیرِ کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اُس سے دھوکہ لگتا ہے۔ زو ذوق۔ ماہر۔ ہیچ گردِ خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ شمن۔ بت کا پجاری دین میں کجرو ہے۔

[3] کژ وزیدن حضرت سلیمانؑ کے اس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کر کے اُس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے کیا۔ زلّت۔ اُن کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جسکو ہوا دوش پر لئے پھرتی تھی۔ کژ رفت۔ غیر یدن ٹیڑھی کے بل چلنا۔ ایں ترازو مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لئے پیدا فرمائی ہے۔

از ترازو کم کنی من کم کنم[1] | تا تو با من روشنی من روشنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں (بھی) کم کردوں گا | جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں (بھی) روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیمانؑ میل کرد | روزِ روشن را بر او چون لیل کرد
اسی طرح (حضرت) سلیمانؑ کا تاج ٹیڑھا ہوگیا | اس نے روشن دن کو اُن پر رات بنا دیا

گفت تاجا کژ مشو بر فرقِ من | آفتابا گم مشو از شرقِ من
انھوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو | اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

راست می کرد او بدست آں تاج را | باز کج می شد بر و تاج اے فتیٰ
وہ ہاتھ سے اُس تاج کو سیدھا کرتے تھے | اے نوجوان! تاج اُن پر پھر ٹیڑھا ہوجاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ | گفت تاجا چیست آخر کژ مغژ
انھوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہوگیا | انھوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے کجروی نہ کر

گفت[2] اگر صد رہ کنی تو راست من | کژ شوم چوں کژ روی اے مؤتمن
اس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کرینگے | میں ٹیڑھا ہوجاؤنگا اے امانتدار! جب آپ کجروی کرینگے

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد | دل بر آں شہوت کہ بودش گشت سرد
تو (حضرت) سلیمانؑ نے باطن کو ٹھیک کرلیا | دل میں جو خواہش تھی دل اس سے سست پڑگیا

بعد ازاں تاجش ہماں دم راست شد | آنچناں کہ تاج را می خواست شد
اس کے بعد اُن کا تاج فوراً سیدھا ہوگیا | وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہوگیا

بعد ازانش[3] کژ ہمی کرد او بقصد | تاجِ او می گشت تارک جو بقصد
اس کے بعد انھوں نے اسکو قصداً ٹیڑھا کیا | اُن کا تاج قصداً سر کو تلاش کرلینے والا بن گیا

ہشت کرت کژ نہاد آں مہترش | راست می شد تاج بر فرقِ سرش
اُن سردار نے اس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا | اُن کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہوجاتا تھا

شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں | کژ کنم تو راست گردی ز امتحاں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اِس وقت کیا بات ہے؟ | میں آزمائش کیلئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہوجاتا ہے

تاج ناطق گشت کے اے شہ ناز کن | چوں فشاندی پر ز گل پرواز کن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز کیجیے | جبکہ آپنے پروں کو مٹی سے صاف کرلیا ہے پرواز کیجیے

نیست دستوری کز یں من بگذرم | پردہائے غیبِ ایں بر ہم درم
اجازت نہیں ہے میں اس سے آگے بڑھوں | اس کے غیب کے پردوں کو چاک کردوں

---

[1] از ترازو۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ جزآؤ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُہَا "برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے" ترازو پیدا فرماکر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: ہمچنیں۔ یعنی جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہوگیا جس پر حضرت سلیمانؑ رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ آفتابا یعنی اے تاج تو سچائی کا آفتاب ہے۔

[2] گفت: تاج نے حضرت سلیمانؑ سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی امید نہ کیجیے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اس کی اصلاح کرلی۔ شہوت یعنی جو نامناسب خیال اُن کے دل میں آیا تھا۔

[3] بعد ازانش۔ یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا رکھتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہوجاتا تھا۔ ز امتحاں یعنی میں آزمائش کیلئے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اِس نامناسب خیال سے صاف کرلیا ہے۔ نیست۔ مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جزا کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

برد[1] ہانم نہ تو دست خود بہ بند
میرے منھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے
مَردہانم را ز گفتِ ناپسند
میرے منھ کو ناپسندیدہ بات سے

پس تُرا ہر غم کہ پیش آید ز درد
لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے
بر کسے تہمت مَنہ بر خویش گرد
کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پڑتال کر

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام
اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر
آں مکن کہ می سگالید آں غلام
وہ بدگمانی نہ کر جو اُس غلام نے کی

گاہ جنگش با رسول و مطبخی
کبھی اُس کی قاصد اور داروغہ مطبخ سے لڑائی (ہوتی)
گاہ خشمش با شہنشاہِ سخی
کبھی سخی بادشاہ پر اُس کا غصہ (ہوتا)

ہمچو[2] فرعونے کہ موسیٰؑ ہشتہ بود
فرعون کی طرح کہ حضرت موسیٰؑ کو چھوڑ رکھا تھا
طفلگانِ خلق را سر می ربود
(اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عدو در خانۂ آں کور دل
دشمن، اُس دل کے اندھے کے گھر میں ہے
اُو شدہ اطفال را گردن گسل
وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں
تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بدبنا ہوا ہے
و اندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں
اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عدوّت اوست قندش می دہی
تیرا دشمن وہی ہے تو اُس کو شکر کھلا رہا ہے
وز بروں تہمت بہر کس می نہی
اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل
تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے
با عدو خوش بیگناہاں را مُذِل
دشمن سے خوش، بے قصوروں کو ذلیل کرنے والا ہے

چند[3] فرعونا کُشی بے جُرم را
اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کریگا؟
می نوازی مرتنِ پُر غُرم را
تاوانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

عقلِ اُو بر عقلِ شاہاں می فزود
اُسکی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی
حکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بود
خدا کے حکم نے اُسکو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد
اللہ (تعالیٰ) کی مُہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر
گر فلاطون ست حیوانش کُند
خواہ افلاطون ہو اُس کو جانور بنا دیتی ہے

---

[1] بردہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منھ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منھ بند کر دے۔ پس ترا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے در اصل وہ اُس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیئے اور اُس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیئے۔ گاہ جنگش۔ اُس غلام کی بیوقوفی تھی خود اُس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔

[2] ہمچو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اُس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰؑ تھے جو اُس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ نفسِ گراں۔ خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اُس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔

[3] چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔ غُرم۔ تاوان قرآن پاک میں ہے مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقلِ اُو۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاءِ خداوندی نے اُس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔

حُکمِ[1] حق بر لوح می آید پدید — آنچناں کہ حُکمِ غیب از بایزیدؒ
اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہوجاتا ہے — جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر ظاہر ہوا

شُنیدنِ شیخ ابوالحسن خرقانی خبر دادنِ بایزیدؒ را از بُودنِ اُو و احوالِ اُو پیش از زادنِ اُو

حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا حضرت بایزیدؒ کے اُن کے پیدا ہونے کی اور احوال کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سُننا

ہمچُناں آمد کہ اُو فرمودہ بُود — بُوالحسنؒ از مردماں آں را شنُود
ایسا ہی ہوا جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا تھا — ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سُنا

کہ حسن باشد مُرید و اُمّتم — درس گیرد ہر صباح از تربتم
کہ ابوالحسنؒ میرا مُرید و میرا اُمّتی ہوگا — ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کریگا

ہر صباحے آید و خواند سبق — بر سرِ خاکم شود پیرے بحق
وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کریگا — میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفت[2] من ہم نیز خوابے دیدہ ام — وز رَوانِ شیخ ایں بشنیدہ ام
اُنھوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے — اور شیخ کی روح سے یہ سُنا ہے

ہر صباحے تیز رفتے بے فتور — بر سرِ گورش نشستے باحضور
بلاناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے — دل جمعی کے ساتھ اُن کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صباحے رُو نہادے سُوئے گور — ایستادے تا ضُحیٰ اندر حضور
ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے — حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے — یا کہ بے گفتے شکالش حل شُدے
حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) اُنکے سامنے آجاتی — یا بغیر بات کئے اُن کا اشکال حل ہوجاتا

تا[3] یکے روزے بیامد باسعُود — گورہا را برفِ نو پوشیدہ بود
یہانتک کہ ایک روز وہ سعادتمندی سے آئے — قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

توئے بر تو برفہا ہمچوں عَلَم — قُبّہ قُبّہ دید و شُد جانش بہ غم
تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے — تودے دیکھے اور غم سے اُنکی جان غمگیں ہوگئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حَیّ — ہا اَنا اَدْعُوکَ کَیْ تَسْعیٰ اِلَیّ
اُن کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی — ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

---

[1] حُکمِ حق۔ اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہوکر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا غیبی حکم ظاہر ہوکر رہا۔ شنیدن۔ حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیشں گوئی سُنی۔ کہ حسن حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے یہ بھی سُنا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ ابوالحسن میری قبر سے فیض حاصل کریگا اور میرا مُرید ہوگا میرے حلقہ میں اہل ہوگا۔ ہر صباحے۔ اُنھوں نے یہ بھی سُنا کہ یہ فرمایا تھا کہ وہ ہر صبح کو آکر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔

[2] گفت جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سُنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی رُوح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔ ہر صباح۔ چنانچہ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی روز صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے حضور یعنی حضورِ قلب کے ساتھ۔ تا مثال۔ کبھی حضرت بایزیدؒ صورتِ مثالی میں سامنے آکر اُن کے اشکالات حل کرتے اور کبھی صورتِ مثالی کے واسطے کے بغیر فیض حاصل ہوجاتا۔

[3] تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی اس پر تہ بہ تہ برف کے ٹیلے جمع شدہ نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش۔ شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے اُنکی آواز آئی کہ برف کے ذریعے میری طرف

ہیں بیا ایں سو بر آوازم شتاب — عالم ار برفست رُوی از من متاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آجا — دنیا اگرچہ برف ہے مجھ سے منھ نہ موڑ

حالِ اُو زاں روز شد خوب و بدید[1] — آں عجائب را کہ اوّل می شنید
اس رونے سے اُن کی حالت خوب ہوگئی اور اُنھوں نے دیکھے — وہ عجائب، جو پہلے سُنتے تھے

باز باید گشت سُوی آں غلام — کرد باید آں حکایت را تمام
اُس غلام کی طرف لَوٹنا چاہیئے — اُس حکایت کو پورا کرنا چاہیئے

رُقعۂ دیگر نوشتنِ آں غلام پیشِ شاہ چوں جوابِ رُقعۂ اوّل نیامد

جبکہ پہلے رُقعہ کا جواب نہ آیا اُس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کے لئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بدگماں[2] — پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں
اُس بدگمان نے دوسرا رُقعہ لکھا — ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ — اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رُقعہ لکھا — تعجب ہے کہ وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دِگر را خواند ہم آں خوب خد — ہم نداد اُو را جواب و تن بزد
اُس حَسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا — اُس کا بھی جواب نہ دیا اور چُپ رہا

خشک می آورد اُو را شہریار — اُو مکرّر کرد رُقعہ پنج بار
اُس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی — اُس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرّر کیے

گفت حاجب[3] آخر اُو بندۂ شماست — گر جوابش بر نویسی ہم رواست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے — اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہیِ تو چہ کم گردد اگر — بر غلام و بندہ اندازی نظر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آجائیگی اگر — غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں سہل ست امّا احمق ست — مردِ احمق زشت و مردودِ حق ست
اُس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے — احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زَلّتش — ہم کند در من سرایت علّتش
اگر میں اُس کی خطا اور لغزش معاف کردوں گا — مجھ میں بھی اُس کی بیماری سرایت کر جائیگی

---

[1] حال۔ اب حضرت ابوالحسن خرقانی کی تکمیل ہو چکی تھی اور اُن پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔

[2] بدگماں۔ یعنی وہی غلام۔ تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رُقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔ خوب خد۔ حسین رُخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خشک۔ یعنی شاہ نے اُس سے خشکی برتی۔

[3] گفت حاجب۔ پیشکار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیشکار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظرِ کرم کرکے جواب لکھا دیں۔ ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق۔ بیوقوف انسان مردودِ بارگاہِ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کرکے پھر قریب کروں گا۔ علّتش۔ یعنی اُس کی حماقت کی بیماری۔

صد کس از گرگیں[1] ہمہ گرگیں شوند — خاصہ ایں گرِ خبیثِ عقل بند
خارشتی سے سو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں — خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

گرِ کم عقلی مبادا گبر را — شومیش بے آب دارد ابر را
بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو (بھی)، نہ ہو — اُس کی نحوست اَبر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ او — شہر شد ویرانہ از بومیِ او
اُس کی بدبختی سے اَبر بارش نہیں برساتا ہے — اُس کے اُلّو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گرِ آں احمقاں طوفانِ نوحؑ — کرد ویراں عالمے را در فضوح
اُن احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوحؑ کے طوفان نے — رُسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السلام عاقل را و نکوہیدن احمق را

پیغمبر علیہ السلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ احمق ہر کہ ہست — او عدوِ ما و غولِ رہزن ست
پیغمبرؐ نے فرمایا احمق جو بھی ہے — وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانے والا چھلاوا ہے

ہر کہ او عاقل بود او جانِ ماست — روحِ او و ریحِ او ریحانِ ماست
جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے — اُس کی روح اور اُس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل[2] دشنامم دہد من راضیم — زانکہ فیضے دارد از فیاضیم
عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں — کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

نبود آں دشنامِ او بے فائدہ — نبود آں مہمانیش بے مائدہ
اس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہوگی — اس کی وہ مہمانی بغیر دسترخوان کے نہ ہوگی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم — من ازاں حلوایِ او اندر تبم
احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے — میں اُس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی — نیست[3] بوسِ کونِ خر را چاشنی
اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر — گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت گندہ کند بے فائدہ — جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ
بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کر دیگا — بغیر دسترخوان کے اُنکی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائینگے

مائدہ عقلست نے نان و کباب — نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب
دسترخوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب — اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہی

---

[1] گرگیں۔ گیں فاعل کی علامت ہے۔ گر کافِ فارسی کے فتح ساتھ خارش کی بیماری۔ گر۔ بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے شومی۔ بدعقل کی بدبختی سے ابر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومیِ او۔ مشہور ہے کہ جہاں اُلّو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ از گر۔ قوم نوحؑ کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت پیغمبرؐ۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔

[2] عقل دشنامم۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر بُرا بھی کہتا ہو تو اُس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی بُرائی ہے۔

[3] نیست۔ بیوقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔ سبلت۔ اِس بوسہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدہ عقلست۔ اصل دسترخوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان و کباب اگر احمق پیش بھی کرے تو دسترخوان نہیں ہے بلکہ مضرت رساں ہے اُس کا نان و نمک بے عقل بنا دے گا۔

نیست[1] غیرِ نورؔ آدم را خورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے
از جزآں جاں نیابد پرورش
اس کے سوا جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بُر
اِن کھانوں سے آہستہ آہستہ جُدا ہو جا
کایں غذائی خر بود نے آنِ حُر
کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

تا غذائی اصل را قابل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے
لقمہائی نور را آکل شوی
نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ آں نور است کایں ناں ناں شدہ است
اِسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہو
فیضِ آں جانست کایں جاں جاں شدہ است
اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوں[2] خوری یکبار از ماکولِ نور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھائے گا
خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
تنور کی روٹی پر خاک ڈالدے گا

عقل شیدا شُد چہ خوانی تُرّہات
(تو کہیگا) عقل عاشق ہو گئی ہے، تو کیا بکواس کرتا ہے؟
راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
راستہ پیدا ہو گیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل دوؔ عقل است اوّل مکسبی
عقل کی دوؔ قسمیں ہیں ایک کسبی
کہ درآموزی چو در مکتب صبی
جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اوستا و فکر و ذکر
کتاب اور اُستاد اور غور اور یاد سے
از معانی وز علومِ خوب و بکر
معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے
لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں
لیکن تو اُن کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنیوالی تختی ہوگا
لوحِ محفوظ اوست کو زیں در گذشت
لوحِ محفوظ وہ ہے جو اِس سے گذر گیا

عقل[3] دیگر بخششِ یزداں بود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے
چشمۂ آں درمیانِ جاں بود
اُس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

چوں زسینہ آبِ دانش جوش کرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے
نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پُرانا نہ زرد

ور رہِ نبعش بود بستہ چہ غم
اگر اُس کے اُبلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟
کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مارتا ہو

[1] نیست۔ اگر احمق کو بہتر کھانے پینے کی چیزیں ملیں تو وہ انسان کی شراب نہیں ہو شراب تو روح عقل ہے روح کی پرورش اسی سے ہوتی ہو۔ خورشہا۔ جسمی غذائیں۔ حُر یعنی شریف انسان۔ تا غذائی اصل۔ شعر۔ اندروں از طعام خالی دار تا دراں نورِ معرفت بینی عکسِ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو چھپا نہیں تو یہ حالت ہے یہ جیلانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہو۔

[2] چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھا لوگے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہوجائیگی۔ عقل شیدا شُد جب تم وہ غذا کھالوگے تو جسمانی غذا کو کہوگے کہ مجھ پر عاشق ہوگئی ہے اب تو کیسی چیزیں بنایا کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ عقل عقل کی دوؔ قسمیں ہیں ایک کسبی عقل ہے جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہوجائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہے یہ کتاب اور اُستاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اِس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوحِ محفوظ جسکی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اسکے علاوہ چیز ہے۔

[3] عقل دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اسکا سرچشمہ درسگاہ اور اُستاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اُسکا چشمہ ہے اِس چشمے سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اسکا رنگ بدلتا ہو۔ ورہ۔ اگر کسی عقل کی راہیں بند ہوجائیں تو اُس عقل والے کو کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو خانۂ دل سے روزن ہوتی ہے۔

عقلِ[1] تحصیلی مثالِ جُویہا — کاں رَوَد در خانۂ از کُویہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے — جو گھر (دل) میں تالابوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بستہ شُد شُد بینوا — از درونِ چشمہ کے بند دُورا
اگر اسکے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مُفلس بنجاتا ہو — چشمہ کے اندر سے اُس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جُو چشمہ را — تا رَہی از منّتِ ہر ناسزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر — تاکہ تو ہر نالایق کے احسان سے نجات پالے

قصۂ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد اُو گفت مشورت
اُس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اُس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

بادیگرے کُن کہ من عَدُوِّ توام
مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مشورت می کرد شخصے با کسے — کز[2] تردُّد وارَہد وز محبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا — تاکہ تردّد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجُو — ماجرائے مشورت با اُو بگو
اُس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر — مشورے کا معاملہ اُس سے کہہ

من عدوّم مر ترا با من مپیچ — نبوَد از رای عدو پیروز ہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ اُلجھ — دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوتا ہے

رَو[3] کسے جُو کہ ترا اُو ہست دوست — دوست بہرِ دوست لاشک خیر جُوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو — بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

من عدوّم چارہ نبوَد کز منی — کژ رَوَم با تو نمایم دُشمنی
میں دشمن ہوں لامحالہ میں خودی کی وجہ سے — ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

حارسی از گرگ جُستن شرط نیست — جُستن از غیرِ محل ناجُستنی ست
بھیڑئیے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے — بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے

من ترا بے ہیچ شکّے دُشمنم — من ترا کے رہ نمایم رہزنم
میں بلاشبہ تیرا دشمن ہوں — میں کب تیری راہنمائی کروں گا، میں راہزن ہوں!

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں — ہست در گلخن میانِ بوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو — بھٹّی میں (بھی) باغ میں ہے

---

[1] عقلِ تحصیلی۔ یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کیجاتی ہے۔ گو یہا۔ گڑھے۔ راہِ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعے مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سروسامان رہجاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اُس آفت سے محفوظ ہے از درون۔ عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیئے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اُٹھانا پڑے۔ قصّہ۔ اِس قصّہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

[2] کز تردّد۔ انسان تردّد میں کسی طرف پیشقدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اُس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کرے۔ من عدوم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہو۔

[3] رو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اُس سے مشورہ کرنا چاہیئے، دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ یعنی جو بھی۔ حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جُستن بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ...... دوستوں کی صحبت میں بھٹّی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹّی بنا دیتی ہے۔

۱۳ ہر کہ با دشمن نشیند در زمن ... ہست او در بوستاں در گولخن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو ... وہ باغ میں (بھی) بھٹی میں ہے

دوستؔ را ما زار از ما و منت ... تا نگردد دوست خصم و دشمنت
دوست کو تو تو میں میں سے نہ ستا ... تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن با خلق از بہرِ ایزدت ... یا برائے راحتِ جانِ خودت
اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر ... یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

تا ہمہ را دوست بینی در نظر ... در دلت ناید زکیں ناخوش صور
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے ... تاکہ تیرے دل میں کینہ سے بُرے خیالات نہ آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن ... مشورت با یارِ مہر انگیز کن
جب تو نے دشمنی کی تو احتیاط برت ... مشورہ، محبت بھرے دوست سے کر

گفت من دانم ترا اے بوالحسن ... کہ توئی دیرینہ دشمن دارِ من
اُس نے کہا اے ابُوالحسن میں تجھے جانتا ہوں ... کہ تو میرا پُرانا دشمن ہے

لیک مردِ عاقلی و معنوی ... عقلِ تو نگذاردت کہ کجروی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور بامعنیٰ ہے ... تیری عقل تجھے اجازت نہ دیگی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبعؔ خواہد تا کشد از خصم کیں ... عقل بر نفس ست بندِ آہنیں
طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلے ... لیکن، عقل، نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا داردش ... عقل چوں شحنہ است در نیک و بد
وہ عقل آتی ہے اور اُس کو منع کرتی ہے اُسکو روکتی ہے ... عقل اُس کیلئے اچھے اور بُرے میں کوتوال کیطرح ہے

عقلؔ ایمانی چو شحنہ عادل ست ... پاسبان و حاکمِ شہرِ دل ست
ایمانی عقل، مُنصف کوتوال کی طرح ہے ... دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش ... دُزد در سوراخ ماند ہمچو موش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے ... چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ برآرد موش دست ... نیست گربہ ور بود او مُردہ است
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے ... (وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مُردہ ہے

گربہ چہ شیر و شیر افگن بود ... عقلِ ایمانی کہ اندر تن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے ... وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

لہ دوست۔ خودغرضی کرکے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیئے خیر کن۔ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کر اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو اپنی راحت کی خاطر دوسروں کے ساتھ بھلائی کر دے تا ہمہ۔ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کروگے تو وہ تمہارے دوست بنجائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے چونکہ۔ اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی خاص دوست سے کر۔ گفت۔ مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور مہمل نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دیگی۔

لہ طبع خواہد۔ عقلمند کا طبعی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اُس کی عقل اُس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے۔ عقل، عقل، عقلمند کی ہر اچھے بُرے موقع پر حفاظت کرتی ہے۔

لہ عقل، عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ۔ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا۔ اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مُردہ ہے۔ گربہ۔ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

غُرّۂ اُو حاکمِ درّندگاں [1] — نعرۂ اُو مانعِ چرندگاں

اُس کی غراہٹ درندوں کی حاکم ہے — اُس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

شہر پُر دُزد است و پُر جامہ کَنے — خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے

شہر چوروں اور کپڑے اتارنے والوں سے بھرا ہے — کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عقل در تن حاکمِ ایماں بُوَد — کہ ز بیمش نفس در زنداں بُوَد

عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے — جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

عقلِ عقل [2] و جانِ جاں اے جاں توئی — عقل و جانِ خلق را سلطاں توئی

اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہے — تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کُل سرگشتۂ و حیرانِ تُست — کُلِ موجودات در فرمانِ تُست

عقلِ کُل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے — تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدن رسول علیہ السلام جوانِ ہذیلی را بر سَرِیّہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اُس لشکر کا سردار بنانا

کہ دراں پیراں و جنگ آموزدگاں بُودند

جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سَرِیّہ می فرستادے رسولؐ — بہرِ جنگِ کافر و دفعِ فضول

آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے — کافر (لوگوں) سے جنگ اور فضول (لوگوں) کو دفع کرنے کیلئے

یک جوانے [3] را گزید اُو از ہذیل — میرِ لشکر کردش و سالارِ خیل

آپ نے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا — اُس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اصلِ لشکر بیگماں سرور بُوَد — قوم بے سرور تنِ بے سر بُوَد

یقیناً سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے — بغیر سردار کی قوم بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژمردہ — زاں بُوَد کہ ترکِ سرور کردہ

یہ جو تو بالکل مُردہ اور پژمردہ ہے — اس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل وز بُخل وز ما و منی — می کشی سر خویش را سر میکنی

سستی اور بخل اور خودی وانانیت کی وجہ سے — تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو اُستورے کہ بگریزد ز بار — اُو سرِ خود گیرد اندر کوہسار

اس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے — اور پہاڑ کا راستہ لے لے

---

[1] درندگاں۔ یعنی انسان کی قوتِ غضبیہ۔ چرندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ شہویہ۔ شہر پُر دُزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے پہرہ پر اُن سے غفلت نہ برتنی چاہئے بس اس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[2] عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقلِ کُل۔ جبرئیلؑ معراج میں آنحضورؐ کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ "بزرگی بعقلست نہ بسال"۔ سَرِیّہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضورؐ خود شریک نہ ہوں۔

[3] یک جوانے۔ آنحضورؐ نے اِس لشکر کا ایک ہذیلی نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ خیل۔ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے۔ بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے یعنی انسان کی اعمالِ خیر میں پژمردگی اسی لئے ہوتی ہے کہ اُس نے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا۔ کسل۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عمل سے سستی اور بخل اور خودی انانیت ہے۔ جیسے شیخ سے گریز کرنے والے کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بوجھ سے گھبرا کر پہاڑی راستہ کی طرف بھاگ جائے۔

[1] صاحبش در پے دواں کاے خیرہ سر — ہر طرف گرگےست اندر قصدِ خر

اُس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش! — ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی — پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی

اگر تو اِس وقت میری نظر سے غائب ہوگا — ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئیگا

استخوانت را بخاید چوں شکر — کہ نہ بینی زندگانی را دگر

شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبالے گا — حتّٰی کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکن آخر بمانی از علف — آتش از بے ہیزمی گردد تلف

وہ نہ کر بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائیگا — بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہوجاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرّف کردنم — وز گراں باری کہ جانِ تو منم

خبردار! میرے کام میں لگانے سے بھاگ — اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

[2] تو ستوری ہم کہ نفست غالب ست — حکم غالب را بود اے خود پرست

تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے — اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

خر نخواندت اسپ خواندت ذوالجلال — اسپ تازی را عرب گوید تعال

اللہ تعالٰی نے تجھے گھوڑا کہا ہے، گدھا نہیں کہا — عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

[3] میرِ آخر بود حق را مصطفٰیؐ — بہرِ استورانِ نفسِ پُر جفا

آنحضورؐ (اللہ تعالٰی) کے میرِ اصطبل ہیں — ظالم نفس کے گھوڑوں کے لئے

قُل تعالوا گفت از جذبِ کرم — تا ریاضت تاں دہم من رائضم

کرم کے جذبہ سے (اللہ تعالٰی نے) فرمایا کہدے "آؤ" — تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانیوالا ہوں

نفسہا را تا مروّض کردہ ام — زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام

میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے — اِن گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارہ — از لگدہایش نباشد چارہ

جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے — اُس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لاجرم اغلب بلا بر انبیاست — کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست

لامحالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے — کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دمم یرغا روید — تا یُواشِ مرکبِ سلطاں شوید

تم سست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو — تاکہ نرم رفتار، اور شاہ کی سواری بن جاؤ

---

[1] صاحبش۔ اُس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سینکڑوں بھیڑیے ہیں جو تجھے ہلاک کردیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چباڈالینگے۔ آں مکن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرّف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیئے بلکہ "کالمیّتِ فی یدِ الغسّال" نہلانے والے کے ہاتھ میں مُردہ" بنجانا چاہیئے۔

[2] تو ستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائیگا۔ خر نخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے اُن کو اللہ تعالٰی نے ازراہِ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے۔ عرب جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آجا! بولتے ہیں اِسی طرح قرآن نے آنحضورؐ کو کہا ہے کہ اُن لوگوں کو "تعالوا" کہو۔

[3] میرِ آخر۔ داروغۂ اصطبل۔ پُر جفا۔ ظالم۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروّض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لگدہا۔ دولتیاں۔ ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لاجرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اُس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسک: سست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ یرغا۔ تیز رو گھوڑا۔ یُواش۔ نرم۔

قُل تعالَوا قُل تعالَوا گفت حق — اے ستورانِ ملول اندر سبق[1]

اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ — اے گھڑدوڑ میں عاجز گھوڑو!

قُل تعالَوا قُل تعالَوا گفت رب — اے ستورانِ رمیدہ از ادب

اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ — اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

قُل تعالَوا قُل تعالَوا گفت حے — اے ستورانِ فسردہ رگ و پے

اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ کہدے آجاؤ — اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

گر نیایند اے نبی غمگیں مشو — زاں دو بے تمکیں تو پُر از کیں مشو

اے نبی! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو — اُن دو (چار) بے وقعت کی وجہ سے غصہ میں بھر

گوشِ بعضے زیں تعالَوا کرست — ہر ستورے را صطبلے دیگرست

بعض لوگ اِن آجاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں — ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

منہزم[2] گردند بعضے زیں ندا — ہست ہر اسپے طویلہ اُو جدا

بعض لوگ اِس آواز سے پیچھے ہٹ گئے — ہر گھوڑے کا اصطبل جُدا ہے

منقبض گردند بعضے زیں قصص — زانکہ ہر مرغے جدا دارد قفص

بعض لوگ اِن قصوں سے تنگدل ہوئے — کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

خود ملائک نیز ناہمتا بُدند — زیں سبب بر آسماں صف صف شدند

ملائک بھی (درجہ میں) یکساں نہیں تھے — اِسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہوگئے

کودکاں گرچہ بیک مکتب درند — در سبق ہر یک ز یک بالاترند

بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں — مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

مشرقی[3] و مغربی را حسہاست — منصبِ دیدارِ حسِ چشم راست

مشرق اور مغرب والوں کی (مختلف) حِسیں ہیں — دیکھنے کی حس کا مقام آنکھ کا ہے

صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند — جملہ محتاجانِ چشمِ روشن اند

اگر لاکھوں کان صف باندھیں — سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

باز صفِ گوشہا را منصبے — در سماعِ جان و اخبار و نبے

پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے — قرآن کی روح اور قصوں کے سُننے کیلئے

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست — ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست

لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے — کوئی آنکھ، سُننے سے واقف نہیں ہے

---

[1] سبق۔ گھڑدوڑ۔ قل تعالوا۔ یعنی اے نبی لوگوں سے کہدے کہ آجاؤ۔ حق۔ اللہ تعالےٰ۔ گر نیایند۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ اور جو شخص کفر کرے تو اس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔ گوش۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جاہلِ شقاوت ہیں اُن کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

[2] منہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ قفص۔ قفس۔ خود ملا۔ جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ملائکہ میں بھی ہے اسی لئے اُن کو مختلف صفوف میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔

[3] مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سُننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اگر لاکھوں آنکھیں بھی مل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سن سکتیں۔

ہمچنیں[1] ہر حس یک یک می شمر — ہر یکے معزول ازاں کارِ دگر
اِسی طرح ایک ایک حِس کو گِن لے — ہر ایک دوسرے کے کام سے جُدا ہے

پنج حسِ ظاہر و پنج اندرون — در صف اند اندر مقام الصّافون
پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی — صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سر کش ست — میرود سُوئے صفے کاں ناخوش ست
جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے — وہ بُری صف کی جانب چلا جاتا ہے

تو[2] ز گفتارِ تعالوا کم مکن — کیمیائی بس شگرف ست ایں سخن
آپ "آجاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں — یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

گر مسے گردد ز گفتارت نفیر — کیمیا را ہیچ از وے وا مگیر
اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو — کیمیا، کو اُس سے نہ ہٹایئے

ایں زماں گر بست نفسِ ساحرش — گفت تو سودش کند در آخرش
اِس وقت اُس کا جادوگر نفس بہرا ہے — اُسکے آخر میں آپ کی گفتگو اُس کو فائدہ دیگی

قُل تعالوا قُل تعالوا اے غلام — ہیں کہ ان اللہ یدعوا بالسّلام
آپ آجاؤ، آجاؤ کہیئے، اے لڑکے! — آگاہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ سلامتی کیطرف بلاتا ہے

خواجہ[3] باز آ از منی واز سری — سرورے جو کم طلب کن سروری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آجا — کوئی سردار تلاش کرلے، سرداری کا طالب بن

اعتراض کردنِ معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر گردانیدنِ آں ہذیلی را بر سریّہ

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن ہذیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیمبر سرورے کرد از ہذیل — از برائے لشکرِ منصور خیل
جب پیغمبرؐ نے ہذیل میں کا سردار بنایا — فتحمند گروہ کے لشکر کے لئے

بوالفضولے از حسد طاقت نداشت — اعتراض ولا نسلّم بر فراشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت کرسکا — اعتراض اور "ہم نہیں مانتے" کا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند — در متاعِ فانیے چوں فانی اند
لوگوں کو دیکھ، کس قدر اندھیرے میں ہیں — فانی اسباب پر کس قدر مرمٹنے والے ہیں

ف[1] ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔ پنج حس۔ حواسِ ظاہری اور حواسِ باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں۔ الصافون۔ یعنی صف بہ صف ملائکہ ہر کسے اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بد دینوں کی صف میں شامل ہوگا۔

ف[2] تو ز گفتار۔ نبی کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہو کر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔ کہ جیسے اگر کوئی منکر ایک وقت میں انکار کرے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کرلے۔ ان اللہ۔ قرآن پاک میں ہے واللّٰہ یدعوا الی دار السّلام ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کر دیتا ہے۔

ف[3] خواجہ۔ مولانا پھر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہو جانا چاہیئے۔ سرور۔ سردار۔ خیل۔ جماعت، گروہ۔ لا نسلّم۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔ ظلمانی۔ تاریک باطن، چونکہ دنیاداری کا غلبہ تھا اسلئے اعتراض کی نوبت آئی۔

از تکبر جملہ اندر تفرقہ[۱]
تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں

مُردہ از جاں زندہ اندر مُحرقہ
روح کے اعتبار سے مُردہ ہیں جلانے والی (چیز) کے بارے میں زندہ ہیں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندر ست
یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے

وانگہے مفتاحِ زندانش بدست
جبکہ قید خانہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہے

پائ تا سر غرقِ سرگیں آں جواں
وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے

می زند بر دامنش جُوئِ رواں
(حالانکہ) جاری نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

دائما پہلو بہ پہلو بے قرار
ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے

پہلوئِ آرامگاہ و پشتوار
(حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

نور[۲] پنہاں ست وجُست و جُو گواہ
نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے

کز گزافہ دل نمی جوید پناہ
کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص
اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا

نے بدے وحشت نہ دل جستے خلاص
نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشتت ہمچوں موکل می کشد
وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے

کہ بجوائے ضال منہاجِ رشد
کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست
راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے

یافتش رہنِ گزافہ جُستن ست
اس کا حصول اٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ[۳] جُویائ جمع اندر کمیں
پھوٹ مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے

تو دریں طالب رُخِ مطلوب بیں
تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ برجستہ زبُن
باغ کے مُردہ (بیج) جڑ سے اُگ پڑتے ہیں

کاں دہندہ زندگی را فہم کُن
کہ اس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشمِ ایں زندانیاں ہر دم بدر
ان قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر

کے بدے گر نیستے کس مژدہ ور
کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

---

[۱] از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ مُحرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کنجی خود اُس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کرکے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اُس کو قید خانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پائ تا سر۔ انسان معصیتوں میں آلودہ ہو حالانکہ روحانیت کی نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اُس سے آلودگی کو دُور کر سکتا ہے۔ دائما۔ روحانیت کی آرام گاہ اُس کے پہلو میں ہے اُس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اُس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا ہے۔

[۲] نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اُس کے وجود کی گواہ ہے۔ (شعر)
دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائے ہست
ہستیِ قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست
مناص بچاؤ کی جگہ۔ نے بدے۔ دنیا سے دل کی وحشت اور عالمِ آخرت کی جستجو راہِ نجات کا پتہ دیتی ہے۔ وحشتت۔ دنیا سے وحشت انسان کو راہِ ہدایت کی جستجو کے لئے مجبور کرتی ہے۔ موکل۔ سپاہی۔ منہاج۔ راستہ۔ ہست منہاج۔ (شعر)
گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

[۳] تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ مُردگان۔ فَانْظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ زمین کی مُردنی کے بعد اُس کی تروتازگی وجودِ باری کی دلیل ہے۔ چشمِ ایں۔ رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوش خبری دینے والے کی آمد کی اُمید نہ ہوتی تو رہائی کے لئے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اُس کے وجود کی دلیل ہے۔

صد[۱] ہزار آلودگانِ آب جُو — کے بُدندے گر نبودے آب جُو

لاکھوں آلودہ، پانی تلاش کرنے والے — کب ہوتے، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بر زمیں پہلوت را آرام نیست — زانکہ در خانہ لحاف و بستریست

زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے — کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار — بے خمارِ اشکن نباشد ایں خمار

سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے — یہ خمار، بغیر خمار اُتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

گفت نے نے یارسول اللہ مکُن — سرورِ لشکر مگر شیخِ کہن

اُس نے کہا نہیں نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنایئے — لشکر کا سردار سوائے پُرانے بوڑھے کے

یارسولَ اللہ جواں ار شیر زاد — غیر مردِ پیر سرِ لشکر مباد

اے رسول اللہ، جوان خواہ شیر کا بچہ ہو — بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیئے

ہم[۲] تو گفتستی و گفتِ تو گوا — پیر باید پیر باید پیشوا

آپ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ کا فرمانا گواہ ہے — (کہ) پیشوا، بوڑھا چاہیئے، بوڑھا

یارسولَ اللہ دریں لشکر نگر — ہست چندیں پیر وا ز وے پیشتر

اے رسول اللہ! اِس لشکر کو دیکھئے — بہت سے بوڑھے ہیں اور اُس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت آں برگِ زردش را مبیں — سیبہائے پُختۂ اُو را بچیں

اِس درخت کو اُس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے — اُس کے پُختہ سیب چُن لیجئے

برگہای[۳] زرد اُو خود کے تہی ست — ایں نشانِ پختگی و کاملی ست

اُس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں؟ — یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش و آں موی سپید — بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید

داڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال — عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نو رسیدہ سبز فام — شُد نشانِ آنکہ آں میوا ست خام

نئے اُگے ہوئے سبز پتے — اِس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگِ بے برگی نشانِ عارفی ست — زردیِ زر سُرخروئی صیرفی ست

بے سروسامانی کا سامان شناسائی کی نشانی ہے — سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی ہے

لہ صد ہزار: لاکھوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ بر زمیں۔ راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آ جائے دنیا کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔ بیمقر گاہے: بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرامگاہ ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو، شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اُس کی طلب میں اعضا شکنی نہیں ہو سکتی۔ گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر اُس معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔

۲ه ہم تو گفتستی: معترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیئے۔ اَلشَّیْخُ فِیْ اَھْلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی اُمت میں یہ آنحضورؐ کا فرمان ہے۔ یارسولَ اللہ۔ اُس اعتراض کرنے والے نے آنحضورؐ سے کہا دیکھئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اُس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ زیں درخت۔ اِن بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھئے اُن کی عقل کی پختگی کو دیکھئے۔

۳ه برگہای۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں۔ برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی اُن کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

آنکہ[۱] او گل عارض ست و نوخط ست ۔۔۔ او بمکتب گاہ مُخبِر نوخط ست

وہ شخص جو پھول کے سے رخسار والا اور سبزہ آغاز ہے ۔۔۔ وہ درسگاہ میں نوآموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہای خطِ او کژمژ بود ۔۔۔ مُزمنِ عقل ست اگر تن می دود

اُس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہونگے ۔۔۔ عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پای پیر از سرعت ارچہ باز ماند ۔۔۔ یافت عقلِ او دو پر بر اوج راند

بڑھے کے پاؤں، اگرچہ تیز روی سے عاجز ہیں ۔۔۔ اُسکو عقل کے دو پر حاصل ہوگئے ہیں، بلندی پر اُڑتا ہے

گر مثل[۲] خواہی بجعفرؓ در نگر ۔۔۔ داد حق برجای دست و پاش پر

اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفرؓ کو دیکھ لے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو ہاتھ پاؤں کی بجائے پر دیدئیے ہیں

گر ز اسرارِ سخن بوی بری ۔۔۔ من سخن گویم چو زرِّ جعفری

اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے ۔۔۔ (تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زر کایں سخن شد مُحتجب ۔۔۔ ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب

سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھُپ گئی ۔۔۔ میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہوگیا

زاندرونم صد خموشی خوش نفس ۔۔۔ دست بر لب می زند یعنی کہ بس

میرے اندر سے سو خاموشیاں، خوشبو دار ۔۔۔ ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں، یعنی کہ بس

خامشی[۳] بحرست و گفتن ہمچو جو ۔۔۔ بحر می جوید ترا جو را مجو

خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے ۔۔۔ تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اشارتہای دریا سر متاب ۔۔۔ ختم کن واللہ اعلم بالصواب

دریا کے اشاروں سے منہ نہ موڑ ۔۔۔ ختم کردے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب ۔۔۔ پیشِ پیغمبر سخن زاں سرد لب

اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا ۔۔۔ بات پیغمبر کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے

دست می دادش سخن او بے خبر ۔۔۔ کہ خبر ہرزہ بود پیشِ نظر

باتیں اُس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا ۔۔۔ کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا از نظرہا نائب ست ۔۔۔ بہرِ حاضر نیست بہرِ غائب ست

یہ خبریں مشاہدوں کے بعد ہیں ۔۔۔ یہ مشاہد کے لئے نہیں ہیں، غائب کیلئے ہیں

کر رہی ہو کہ اب اِن اسرار کی گفتگو ختم کردو۔ ہمچنیں۔ پھر مولانا نے معترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنیوالوں کو اُس چیز کی خبر (خبر) دینا بیکار بات ہے۔ ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں۔ خبروں کا تعلق اُس شخص سے ہے جو اُس چیز سے غائب ہو۔

۱ آنکہ۔ جو نوجوان ہو اُس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزۂ خط نو رستہ ہے یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نوآموز ہے اور اُس کے حروف قاعدہ کے مطابق نہ ہونگے۔ ایسا نوجوان بدن کے لحاظ سے چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ پایِ پیر۔ بوڑھے کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سست پڑجاتے ہیں لیکن اُس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

۲ گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہوجانے پر پَر حاصل ہوجانے کی کوئی مثال چاہیے تو وہ حضرت جعفرِ طیارؓ ہیں غزوۂ موتہ میں جب اُن کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے اُن کو جنت میں پر عنایت فرمادیئے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے دور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے۔ دز۔ دنیاوی سونے کی بات سے اسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہوگیا۔ دست ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

۳ خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اُس کو نہر کی تلاش نہ کرنی چاہیئے۔ از اشارتہا۔ خاموشی اشارے

ہر کہ[1] او اندر نظر موصول شد — ایں خبرہا پیشِ او معزول شد

جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا — یہ خبریں اُس کے لئے بیکار ہو گئیں

چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں — دفع کُن دَلّالگاں را بعد ازیں

جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا — اس کے بعد دلّالہ (عورتوں)، کو دفع کر

ہر کہ از طفلی گذشت و مرد شد — نامہ و دلّالہ بروے سرد شد

جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا — خط اور دلّالہ اُس کیلئے بے ضرورت بنگئے

نامہ[2] خواند از پئے تعلیم را — حرف گوید از پئے تفہیم را

خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لئے — بات کرتا ہے، سمجھانے کے لئے

پیشِ بینایاں خبر گفتن خطاست — کاں دلیلِ غفلت و نقصانِ ماست

دیکھنے والوں کو خبر سُنانا غلطی ہے — کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیشِ بینا شُد خموشی نفعِ تو — بہرِ ایں آمد خطابِ اَنصِتُوا

صاحبِ بصیرت کے سامنے چُپ بنا تیرے لئے مفید ہے — اسی لئے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید بگو بر گوئی خوش — لیک اندک گو دراز اندر مکش

اگر وہ حکم دے کہ بول (تو) اچھی بات کر — لیکن بات کو طول نہ دے

ور بفرماید کہ اندر کش دراز — ہمچناں شیریں بگو با امر ساز

اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر — اسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان

ہمچناں[3] کہ من دریں زیبا فسوں — با ضیاء الحق حُسام الدیں کنوں

جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں — اب ضیاء الحق حُسام الدین کے ساتھ ہوں

چونکہ کوتہ می کُنم من از رَشد — او بصد نوعم بگفتن می کشد

جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں — وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حُسام الدیں ضیاء ذوالجلال — چونکہ می بینی چہ می جوئی مقال

اے حسام الدین آپ اللہ (تعالٰی) کا نور ہیں — جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

ایں مگر باشد ز حُبِّ مُشتہٰی — اَسقِنی خمراً و قُل لِی اِنّہا

یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے — مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

چونکہ حسام الدین کا شوقِ سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اے حسام الدین، آپکو جب مشاہدہ حاصل ہو تو محبوب کی باتیں سننے کا اسقدر شوق کیوں ہے؟ آپ مگر یہ جواب ہے عشق کا تقاضہ ہو کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہو تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہے۔ جیسے مست چاہتا ہو کہ ساقی کی شراب کے مزے سے ہی منہ کی لذت حاصل کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سُنیں۔

---

[1] ہر کہ۔ جو شخص مشاہدہ کر رہا ہو اُس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلّالگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوق کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جبتک کہ سالک کا بچپن ہے اُس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کر لیتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

[2] نامہ خواند۔ کاملین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے ہوتے ہیں۔ پیش بینایاں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے اُن کو خبریں دینا اُن کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اَنصِتُوا۔ قرآن پاک میں ہے: اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔ گر بفرماید۔ اگر صاحبِ مشاہدہ تم سے اُس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصر بات کہہ دو، اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کر دو۔

[3] ہمچناں۔ میرا اور ضیاء الحق کا بھی یہی معاملہ ہے میں اُس صاحبِ مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن اُنکی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

برلہ دہانِ تست ایں دم جامِ اُو — گوش می گوید کہ قسمِ گوش کو

اِس وقت آپ کے منھ سے اُس کا جام لگا ہے — کان کہتا ہے کہ کان کا حصہ کہاں ہے؟

قسمِ تو گرمی ست نک گرمیت ہست — گفت حرصِ من ازیں افزوں تر ست

تیرا حصہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے — اُسنے کہا میری حرص اِسس سے بڑھی ہوئی ہے

جوابِ گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را

اُس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

درحضورِ مصطفائے قند خُو — چوں زحد بُرد آں عرب آں گفتگو

شیریں مزاج مصطفیٰ کے دربار میں — جب اُس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھادی

آں شہِ وَالنَّجم و سُلطانِ عَبَس — لب گزید آں سرد دم را گفت بس

وَالنَّجم کے شاہ اور عَبَس کے سلطان نے — ہونٹ دبایا، اُس سرد لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہر منعش بر دہاں — چند گوئی پیشِ دانائے نہاں

اُس کو روکنے کے لئے منھ پر ہاتھ رکھا — واقفِ اسرار کے سامنے کتنا بولے گا!

پیشِ بینا برده سرگینِ خشک۲ — کہ بخر ایں را بجائے نافِ مشک

تو خشک گوبر صاحبِ بصیرت کے سامنے لیجاتا ہے — کہ اِسس کو مشک کے نافہ کی جگہ خریدلے

بعر را اے گندہ مغز گندہ مخ — زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اخ

اے بد دماغ گندہ مغز، مینگنی کو — ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخاخا

اخ اخے برداشتی اے گیج و کاج — تا کہ کالائے بدت یابد رواج

اے احمق بھینگے! تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تیرا خراب مال چالو ہو جائے

اخ اخے برداشتی اے خشک مغز — تا نمائی پشک را مشکِ نغز

اے خشک دماغ تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مُشک ظاہر کرے

تا فریبی۳ آں مشامِ پاک را — آں چرندہ گلشنِ افلاک را

تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دیگا؟ — آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ اُو خود را اگرچہ گول ساخت — خویشتن را اندکے باید شناخت

اس کی بردباری نے اگرچہ اپنے آپکو بھولا بنالیا ہے — (مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیئے

دیگ را گر باز ماند امشبے ہَن — گربہ را ہم شرم باید داشتن

اگر آج کی رات دیگ کا منھ کھلا رہ گیا ہے — بِلّی کو بھی شرم کرنی چاہیئے

لہ برد ہان: منھ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصہ مانگتا ہے۔ قسمِ تو: کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کر رہی ہے وہ کہتا ہے نہیں میں اُس کی زیادہ لذت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ در حضور: اُس معترض نے ہذیل نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضورؐ نے اُس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وَالنَّجم: اِس سورۃ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورۂ عَبَس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اسلئے اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ دانائے نہاں: آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی۔

لہ۲ پیشِ بینا: معترض نے بات اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اس کا منشا حسد اور بدباطنی تھی اِسلئے مولانا نے اُس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را: مینگنی کو سونگھ کر آہا کرتا ہے تاکہ دوسرے خوشبودار مُشک سمجھ لیں۔ گیج: احمق۔ کاج: بھینگا۔ کالا: سامان۔ پشک: مینگنی۔

لہ۳ تا فریبی: تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ حلم: بڑوں کی بردباری انکو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ:

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر — سخت بیدارست دستارش مبر
اگر اُس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے؟ — وہ خوب بیدار ہے اُس کی پگڑی نہ اُتار

چند گوئی اے لُجوجِ بے صفا — ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ
اے بد باطن جھگڑالو! تو کب تک پڑھے گا؟ — یہ شیطانی منتر مصطفیٰ کے روبرو

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ — ہر یکے حلمے ازانہا صد چو کوہ
یہ لوگ لاکھوں بُردباریاں رکھتے ہیں — اُن میں سے ہر بُردباری سَو پہاڑوں جیسی ہے

حلمِ شاں بیدار را ابلہ کند — زیرکِ صد چشم را اکمہ کند
اُن کی بُردباری بیدار (مغز) کو بیوقوف بنا دیتی ہے — سَو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حلمِ شاں ہمچوں شرابِ خوب و نغز — نغز نغزک بر رود بالائے مغز
اُن کی بُردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے — جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست[2] را بیں زاں شرابِ پُر شگفت — ہمچو فرزیں مست و کژ رفتن گرفت
اِس عجیب شراب سے مست کو دیکھ — فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برنا زاں شرابِ زود گیر — در میانِ راہ می افتد چو پیر
اِس زود اثر شراب سے جوان انسان — بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خُمِ نبی ست — نے مئی کہ مستیِ اُو یک شبی ست
خصوصاً یہ شراب جو کہ نبیؐ کے مٹکے کی ہے — نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحابِ کہف از نقل و نقل — سہ[3] صد و نہ سال گم کردند عقل
وہ (شراب) کہ اصحابِ کہف نقل اور سفر سے — تین سَو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں[4] زنانِ مصر جامے خوردہ اند — دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند
اِسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہو — اُنھوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم شکرِ موسیٰؑ داشتند — دار را دلدار می پنداشتند
جادوگر بھی (حضرت) موسیٰؑ کا نشہ رکھتے تھے — اُنھوں نے سولی کو پیا[را سمجھا]

جعفرِ طیارؓ زاں مے بود مست — زاں گرو می کرد بہ[...] [...]ود پا و دست
(حضرت) جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے — اِسی لئے بیخود[ی] [...]سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

اِس شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا اُن کو پیارا [...] شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی اُن کو [...] [...]نا۔ جعفر۔ حضرت جعفرؓ غزوۂ موتہ میں اسی [...]وئی پروانہ ہوئی

[1] خویشتن۔ بڑے لوگ حلم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لُجوج۔ جھگڑالو بے صفا۔ بدباطن۔ فسونِ دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیاء کی بُردباری کا معمولی حصہ سَو پہاڑوں سے زیادہ مُتحمّل ہوتا ہے۔ حلمِ شاں۔ اُن میں اِس قدر بُردباری ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بینا دھوکا کھا جاتا ہے۔ حلمِ شاں۔ اُن کی بُردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔

[2] مست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزیں۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جس کی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مردِ برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشے سے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اِس [...] شراب سے یہ اثرات ہیں تو عشقِ الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ اصحاب[ِ کہف]۔ اصحابِ کہف عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہوئے کہ نہ اُنکو جینا یاد رہا نہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سَو نو سال سوتے رہے۔

[4] زاں۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر مصری عورتیں عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ساحراں۔ جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر لایا تھا وہ

قصۂ[1] سُبحانی ما اعظم شانی گفتنِ بایزید قدس سرہٗ و اعتراضِ
حضرت بایزید قدس سرہٗ کے سُبحانی ما اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مُریدوں کا اعتراض

مُریداں و جوابِ اُو مر ایشاں را نہ بطریقِ گفتِ زباں بلکہ از راہِ عیاں
اور اُن کو اُن کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مُریداں آں فقیرِ محتشم | بایزید آمد کہ نک یزداں منم
وہ معزز درویش مُریدوں کے سامنے | بایزید آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں | لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا ھَا فَاعْبُدُوْن
اُس صاحبِ کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا | کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! بس میری عبادت کیجئے

چوں[2] گذشت آں حال گفتندش صباح | تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح
جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو اُنھوں نے اُن سے کہا | آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ | کاردہا در من زنید آں دم ہلہ
فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں | خبردار! فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا

حق منزہ از تن و من با تنم | چوں چنیں گویم ببابد کشتنم
اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسم ہوں | جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کردینا چاہیے

چوں وصیت کرد آں آزاد مرد | ہر مُریدے کاردے آمادہ کرد
جب اُس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی | ہر مرید نے ایک چھری تیار کرلی

مست گشت اُو باز زاں استغراقِ زفت | آں وصیتہاش از خاطر برفت
وہ پھر بھاری اِستغراق سے مست ہوگئے | وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں

عشق آمد عقلِ اُو آوارہ شد | صبح آمد شمعِ اُو بیچارہ شد
عشق آیا تو اُن کی عقل بھاگ گئی | صبح ہوگئی تو اُن کی شمع بےکار ہوگئی

عقل چوں شحنہ است چوں سُلطاں رسید | شحنۂ بیچارہ در کنجے خزید
عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا | بےچارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

عقل[3] سایہ حق بود حق آفتاب | سایہ را با آفتاب اُو چہ تاب
عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے | سایہ کی اُس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہو

---

[1] قصہ. حضرت بایزیدؒ کے اِس قصہ سے بھی شرابِ معرفت کے نشہ اور سُکر کی کیفیت کو ظاہر کرنا ہے. سُبحانی ما اعظم شانی. میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے. با مریداں. استغراقِ وحدت اور کمالِ مستی میں بایزیدؒ نے اپنے کو خدا کہہ دیا. ذوفنون. بایزیدؒ گفتندش. جب سُکر ختم ہوا اور اُن کی صحو کی حالت ہوئی تو مُریدوں نے اُن سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے. گفت. بایزیدؒ نے مریدوں سے کہا کہ اگر اس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کردینا میں خدا کیسے ہوسکتا ہوں میں مجسم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے.

[2] چوں. مُریدوں نے اُن کی وصیت پر چھریاں تیار کرلیں. مست گشت. پھر ایک بار اُن پر سُکر کی کیفیت طاری ہوگئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے. عشق. بایزیدؒ کے کلماتِ عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے. سلطان. عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال.

[3] عقل سایہ. عقل کا بقا اللہ کے حجابِ نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو شعوری اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہوجائے اِسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے

چوں[1] پری غالب شود بر آدمی — گم شود از مرد وصفِ مردمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے — آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہوجاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود — زیں سری وزاں سری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے — اس جانب کی، اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پری را ایں دم و قانوں بود — کردگارِ آں پری خود چوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے — (تو) اُس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

آدمی[2] اُو رفتہ پری خود اُو شدہ — ترک بے الہام تازی گو شدہ
اُس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا — تُرک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لغت — چوں پری را ہست ایں ذات و صفت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا — جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

ق

پس خداوندِ پری و آدمی — از پری کے باشدش آخر کمی
تو جن و اِنس کا خدا — آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیر گیر[3] از شیر کے ترسد بگو — شرحِ راہ از کور کے پرسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟ — بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیر گیر ار خونِ نرِ شیر خورد — تو بگوئی اُو نکرد آں بادہ کرد
نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے — تو کہیگا (یہ کام) اُس نے نہیں کیا، شراب نے کیا ہے

ور سخن پردازد از رازِ کہن — تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے — تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

بادہ را می بود گر ایں شر و شور — نورِ حق را نیست آں فرہنگ و زور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے — تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہوگی؟

ق

کہ ترا از تو بکل خالی کند — تو شوی پست اُو سخن عالی کند
کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کر دے — تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کرے

---

[1] چوں پری۔ پہلے تو مولانا نے بایزیدؒ کے اِس کلام پر عذر پیش کئے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل اُن کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذاتِ حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اُس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہوجاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں۔ جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے تو لامحالہ
گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود
[2] آدمی اُو یعنی اُسکی ہستی۔ تُرک۔ جن کے غالب آجانے پر جاہل تُرک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اُس تُرک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اُس تُرک پر سے جن اتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ چوں پری۔ یہ مصرع شرط ہے اُس کی جزاء اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ شیر گیر۔ شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرحِ راہ۔ اندھے کو کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ احکام کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفتِ انسانیت ختم ہوجائے تو کام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی

[3] شیر گیر نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اُس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اُس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے۔ ور سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلیِ رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اُس کی بات اُس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی۔

لہ گرچہ قرآں از لبِ پیغمبر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے
ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
(لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہُمای بے خودی پرواز کرد
جب بیخودی کے ہُما نے پرواز کی
آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی

عقل را سیلِ تحیر در ربود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہالے گیا
زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بود
اُس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جُبّہ ام اِلّا خدا
(کہا)، میرے جبہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے
چند جوئی بر زمین و بر سما
تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کریگا؟

۲ آں مریداں جملہ دیوانہ شدند
وہ سب مرید پاگل بن گئے
کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند
اُن کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں مُلحدانِ گردکوہ
گردکوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک
کارد می زد پیرِ خود را بے سُتوہ
اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھساتا تھا
باژگونہ از تنِ خود می درید
وہ اُلٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اثر نے بر تنِ آں ذوفنوں
اُس ہنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا
واں مریداں خستہ و غرقابِ خوں
اور وہ مرید زخمی اور خون میں غرق تھے

۳ ہر کہ او سوی گلویش زخم برد
جس نے اُن کے گلے پر زخم لگایا
حلقِ خود ببریدہ دید و زار مُرد
اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مرا

وانکہ او را زخم اندر سینہ زد
اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا
سینہ اش بشگافت و شد مُردہ اَبد
اُس کا سینہ چِرا اور ہمیشہ کے لئے مُردہ ہوگیا

وانکہ آگہ بود زاں صاحبقراں
اور جو شخص اُس اقبال مند سے واقف تھا
دِل ندادش کہ زند زخمِ گراں
اُسکے دل نے اُسکو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دستِ او را بستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اُس کے ہاتھ باندھ دیئے
جاں ببرد الا کہ خود را خستہ کرد
اُس نے جان بچالی مگر اپنے آپ کو زخمی کرلیا

لہ گرچہ۔ قرآن کے الفاظ اگرچہ آنحضورؐ کے دہنِ مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اُس کو آنحضورؐ کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اُس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزیدؒ کے مُنہ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔ چوں ہمای۔ حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بیخودی طاری ہوئی تو اس بار انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جبہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اُس کو میرے جبہ میں تلاش کرلو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

۲ آں مریداں۔ اس جملہ پر تمام مرید دیوانہ وار ان پر چھریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور اُن کے پاک جسم پر چھریاں چلادیں۔ ہر یکے۔ گردکوہ، رَے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازی کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی۔ بےستوہ۔ بغشتین، سنگدل ہونا۔ ہر کہ۔ جو مرید شیخ کے چھری مارتا تھا اُس کا زخم خود اُس کے لگتا تھا۔ یک اثر نے۔ بایزیدؒ کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم نہ لگا اور مرید خون میں نہاگئے۔

۳ ہر کہ۔ جس مرید نے اُن کا گلا کاٹنے کے لئے حملہ کیا اُس کا خود گلا کٹ گیا اور مرگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے بایزیدؒ کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اُس کا خود سینہ چاک ہوگیا اور ابدی نیند سوگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اُس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگایا پھر بھی وہ زخم خود اُس کے لگا۔

۱ روز گشت وآں مُریداں کاستہ *** نوحہا از جانِ شاں برخاستہ

دن نکل آیا اور وہ نیم مُردہ مُرید *** اُن کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ اُو آمد ہزاراں مرد و زن *** کاے دو عالم درج دریک پیرہن

ہزاروں مرد و زن اُن (شیخ) کے پاس آئے *** کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مردم بُدے *** چوں تنِ مردم ز خنجر گم شُدے

اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا *** انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

۲ باخودے با بے خودے دوچار زد *** باخود اندر دیدۂ خود خار زد

خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا *** تو اُس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو ذوالفقار *** برتنِ خود می زنی آں ہوشدار

اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی *** سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست *** تا ابد در ایمنی اُو ساکن ست

کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے *** وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے

نقشِ اُو فانی و اُو شد آئینہ *** غیر نقشِ رُوی غیر آنجای نہ

اُس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے *** سوائے غیر کی صورت کے اُس میں کچھ نہیں ہو

گر کُنی تُف سُوی رُویِ خود کُنی *** ور زنی بر آئینہ بر خود زنی

اگر تو تھوکے گا تو اپنے مُنہ پر تھوکے گا *** اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کریگا

۳ ور بہ بینی رُویِ زشت آں ہم توئی *** ور بہ بینی عیسیٰؑ مریم توئی

اگر تو نے بھدّا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے *** اگر تو عیسیٰؑ ابن مریم کو دیکھے گا، تو ہی ہے

اُو نہ اینست و نہ آں اُو سادہ است *** نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است

وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے *** اُس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید اینجا سخن لب در بہ بست *** چوں رسید اینجا قلم در ہم شکست

جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر لیا *** جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لب بہ بند ار چہ فصاحت دست داد *** دم مزن واللہ اعلم بالرشاد

ہونٹ بند کرلے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو *** دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

۱ روز گشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مُردہ مُریدوں پر حقیقت کھل گئی تو وہ اور سینکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہو جاتا۔

۲ باخودے۔ جب کوئی دنیا دار کسی بزرگ سے بھڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار۔ آنحضورؐ کی تلوار کا نام ہے جو آنحضورؐ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے پاس رہی تھی اُس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقامِ فنا پر پہنچنے کے بعد اُس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اُس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نقشِ او۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بنجاتا ہے اب اُس میں خود اُس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر بالمقابل ہوتا ہے اُس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر کُنی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے مُنہ پر تھوکنا ہے۔

۳ ور بہ بینی۔ اُسمیں جو کچھ اچھائی یا بُرائی تجھے نظر آرہی ہو وہ خود تیری اچھائی بُرائی ہے۔ چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب بُرائیاں اس مقام تک پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آگیا۔ لب بہ بند۔ مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو ان رازوں کو سربستہ رکھنا چاہیئے۔

لے بر کنارِ بامی اے مستِ مدام — پست بنشیں یا فرود آ والسلام
اے شراب سے مست! تو بالاخانہ کے کنارے پر ہے — نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اُتر آ والسلام۔

ہر زمانیکہ شدی تو کامراں — آں دمِ خوش را کنارِ بام داں
جس وقت تو کامیاب ہو — اُس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش ہراساں باش تو — ہمچو گنجش خفیہ کن نے فاش تو
تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ — اُس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تا نیاید بر وِلا ناگہ بلا — ترس ترساں رو دراں مکمن ہلا
تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے — خبردار! اُس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

تے ترسِ جاں در وقتِ شادی از زوال — زاں کنارِ بامِ غیب ست ارتحال
خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف — اُس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جانا ہے

گر نمی بینی کنارِ بامِ راز — روح می بیند کہ ہستش اہتزاز
اگر تو اَسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھتا ہے — روح دیکھتی ہے، کیونکہ اسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست — بر کنارِ کُنگرہ شادی بُدست
جو عذاب اچانک آیا ہے — وہ خوشی کے کنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جُز کنارِ بام خود نبود سقوط — اعتبار از قومِ نوحؑ و قومِ لوطؑ
گرنا، بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے — قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ سے عبرت حاصل کرے

اعتبارے گیر تا یابی صفا — از درونِ انبیا و اولیا
تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کرلے — انبیاء اور اولیاء کے باطن سے

سببِ فصاحت و بسیار گفتنِ آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

تے پرتوِ مستیِ بیحدِ نبیؐ — چوں بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی
نبی کی لامحدود مستی کا عکس — جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش (گفتار) بنگیا

لاجرم بسیار گو شد از نشاط — مست اَدب بگذاشت و آمد در خُباط
لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بنگیا — مست نے ادب (کا دامن) چھوڑا دیوانگی میں مبتلا ہوگیا

نے ہمہ جا بے خودی شر می کند — بے ادب را بے ادب تر می کند
مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے — بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے

لے بر کنار۔ بس اس قدر لوجتا دیتا ہوں کہ عشقِ الٰہی کا مست بالاخانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اُتر کر بیٹھے یا بالاخانہ کی ہی اُتر آئے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔ بر زمانِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اُس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیے۔ کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اُس خزانۂ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ وِلا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔

لے ترس۔ مقامِ قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اُس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔ گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اُس کی روح اُس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوامِ سابقہ قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ پر جو عذاب آیا وہ اُن کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصور ہوتا ہے۔ اعتبارے۔ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلو گے تو اُن کی طرح آئینہ بنجاؤ گے۔

تے پرتوِ۔ آنحضورؐ کو جو قربِ الٰہی کا نشاط اور مستی حاصل تھی اُس معترض پر اُس کا پرتو پڑ گیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہوگیا اور غلط اعتراضات شروع کر دیئے۔ نے ہمہ جا۔ اُس شخص میں مستی نے جو بُرا اثر کیا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مستی ہر جگہ بُرا اثر دکھاتی ہے۔

گر بُود عاقل[1] نکو فر می شود ... ور بُود بد خوی بدتر می شود

اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان شوکت والا بنجاتا ہے ... اگر وہ بدعادت ہوتا ہے تو اور زیادہ بُرا بنجاتا ہے

بر لبیب آید لُباب کاسِ او ... ور غبی کم گردد استیناسِ او

اُس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہے ... اگر غبی ہے تو اُس کی محبت کم ہو جاتی ہے

بے خود از مے با ادب گردد تمام ... با خود از مے بے ادب گردد مدام

فانی، شراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے ... خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

لیک[2] اغلب چوں بد اند و ناپسند ... بر ہمہ مے را مُحرّم کردہ اند

لیکن اکثر لوگ بُرے اور ناپسند ہیں ... اس لئے سب پر ہی شراب کو حرام کردیا ہے

حُکم غالب راست چوں اغلب بد اند ... تیغ را از دستِ رہزن بستد اند

حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں ... انھوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لی ہے

بیان کردنِ رسول علیہ السّلام سببِ تفضیل و اختیار کردنِ او آں ہذیلی را بامیری و سرلشکری بر پیرانِ کار دیدہ و کار آزمودہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چُن لینے کے سبب کا بیان کرنا

گفت[3] پیغمبر کہ اے ظاہر نگر ... تو مبیں اُو را جوان و بے ہنر

پیغمبر نے فرمایا اے ظاہر بیں! ... تو اُس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

اے بسا ریشِ سیاہ و مرد پیر ... وے بسا ریشِ سفید و دل چو قیر

بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں ... بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عقلِ اُو را آزمودم بارہا ... کرد پیری آں جواں در کارہا

میں نے بارہا اُس کی عقل آزمائی ہے ... کاموں میں اُس جوان نے بوڑھا پن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر ... نے سفیدی مُوی اندر ریش و سر

اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے ... نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس اُو پیر تر خود کے بُود ... چونکہ عقلش نیست اولا شی بُود

وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہو سکتا تھا؟ ... چونکہ اُس میں عقل نہیں ہے وہ لاشئی ہے

طفل گیرش چوں بُود حب کمال ... پیر باشد در ہنر آں خوشخصال

اُس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحبِ کمال ہو ... وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہوگا

[1] گر بُود۔ جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی اُن کو اُبھار دیتی ہے۔ بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی فہانت بڑھ جاتی ہے اور بے عقل مزید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ استیناس۔ مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خود غرض نہیں ہے اور اُس میں عالی جذبات ہیں تو وہ جذبات اور اُبھر جاتے ہیں۔ مدام۔ ہمیشہ۔

[2] لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لئے حرام کر دی گئی۔ تیغ۔ عوام کے لئے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔

[3] گفت پیغمبر۔ ہذیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اُس کا جواب دیا۔ اے بسا یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادّہ ہے۔ از بلیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقلمندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا۔ وہ عقلمند کہلاتا۔ طفل۔ بچہ اگر صاحبِ کمال ہے تو وہ عقلمند ہے۔

طفلِ گیرش چوں بُوَد عیسیٰ نفس ... پاک باشد از غرور و از ہوس

اُسکو بچہ سمجھ جب وہ حضرت عیسیٰؑ والی باتوں والا ہو ... تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہوگا

آں[1] سُفیدی مُو دلیلِ پختگی ست ... پیشِ چشمِ بستہ کِش کوتہ گی ست

بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے ... بند آنکھ کے لئے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مُقلّد چوں نداند جُز دلیل ... در علامت جوید اُو دائم سبیل

وہ مُقلّد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا ... تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہرِ اُو گفتیم کایں تدبیر را ... چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را

اُس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اِس تدبیر کو ... جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک پیرِ عقل نے پیرِ سِن ... می نداند مُمتحَن از مُمتحِن

لیکن عقل کا بوڑھا، نہ کہ عمر کا بوڑھا ... جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز نہ کرسکے

آنکہ[2] اُو از پردہ تقلید جَست ... اُو بنُورِ حق بہ بیند ہر چہ ہست

وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا ... وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نُورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں ... پوست بشگافد دَر آید در میاں

اُس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے ... کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سَرہ ... اُو چہ داند چیست اندر قوصرہ

ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا ... وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

اے بسا زرِ سیہ کردہ بدُود ... تا رہد از دستِ ہر دُزدِ حسُود

بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے ... تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ ہے

اے بسا مسہائے[3] اندودہ بزر ... تا فروشد آں بعقلِ مختصر

بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں ... تاکہ اُن کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کردے

ما کہ باطن بینِ جملہ کشوریم ... دِل بہ بینیم و بظاہر ننگریم

ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں ... ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند ... حُکم بر اشکالِ ظاہر می کنند

وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں ... وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود ... حکمِ اُو مُومن کنند ایں قوم زود

جب (کلمۂ) شہادت پڑھ لیا اور اسمیں ایمان نہ تھا ... یہ لوگ بہت جلد اُس پر مومن (ہونیکا) حکم لگا دیتے ہیں

---

[1] آں سفیدی۔ بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بیں... لوگوں کے لئے ہے۔ آں مقلد۔ جس کو نورِ بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہرِ اُو۔ مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے۔ لیک۔ لیکن اِس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحبِ بصیرت مراد ہے۔

[2] آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو اُس کی نگاہ کھال سے گذر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش۔ ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کرسکتا۔ قوصرہ۔ ٹوکری۔ اے بسا۔ بہت سے صحیح سکے کالے کردیئے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔

[3] مسہائے اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ ما کہ۔ حضورؐ نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اُس کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھے خواہ اُس کے دل میں تصدیق نہ ہو تو وہ اُس کو مومن قرار دے گا۔

بس[1] منافق کاندریں ظاہر گریخت | خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت
بہت سے منافق ہیں جنھوں نے اِس ظاہر میں پناہ پکڑلی | در پردہ اُنھوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کن تا پیرِ عقل و دیں شوی | تا چو عقلِ کُل تو باطن بیں شوی
کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے | تاکہ تو عقلِ کُل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عقلِ زیبا رُو گشاد | خلعتش داد و ہزاراں نام داد
جب حسین عقل، عدم سے رُونما ہوئی | (قدرت نے) اُس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمتریں زاں نامہائے خوش نفس | اینکہ نبوَد ہیچ او محتاجِ کس
اُن بہترین ناموں میں سے کمترین نام | یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہوگی

گر[2] بصورت وانماید عقل رُو | تیرہ باشد روز پیشِ نورِ او
اگر عقل مجسم ہوکر رُونما ہوجائے | دن اُس کے سامنے کالا پڑجائے

ور مثالِ احمقی پیدا شود | ظلمتِ شب پیشِ او روشن بود
اگر حماقت کی تصویر پیدا ہوجائے | رات کی تاریکی اُس کے مقابلہ میں روشن ہوگی

کوز شب مظلم تر و تاری تر است | لیک خفاشِ شقی ظلمت خور است
کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہو | لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

اندکے[3] اندک خوی کن با نورِ روز | ورنہ خفاشے بمانی بے فروز
دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال | ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشقِ ہر جا شکال و مشکلے ست | دشمنِ ہر جا چراغِ مقبلے ست
وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے | اُس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے

ظلمتِ اشکال زاں جوید دلش | تا کہ افزوں تر نماید حاصلش
اُسکا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اسلئے ہے | تاکہ اُس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا ترا مشغولِ آں مشکل کند | وز نہادِ زشتِ خود غافل کند
تاکہ تجھے اُس مشکل میں مشغول کردے | اور اپنی بُری فطرت سے غافل کردے

علامتِ عاقلِ تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامتِ شقیِ مغرورِ لاشیٔ

مکمل عاقل اور آدھے عقلمند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

---

[1] بس منافق۔ بہت سے مُنافقوں نے اِسی طرح اپنا ایمان ظاہر کرکے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔ عقلِ کُل۔ عقلِ کامل، جبرئیلؑ۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے اُسکی بہت عزّت افزائی فرمائی۔ کمتریں۔ اُس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے

[2] گر بصورت۔ اگر عقل مجسّم ہوکر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اُس کے سامنے ماند پڑجائے۔ ور۔ اگر حماقت مجسّم ہوکر رونما ہو تو رات کی تاریکی اُس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی مثال تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اُس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔

[3] اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے ورنہ بُری حالت میں موت آجائے گی۔ عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے، اور ہدایت سے بھاگتا ہے چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغِ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اِسلئے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تا ترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ علامت۔ اِس بیان سے مولانا کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقلمند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کرے۔ لاشیٔ۔

عاقل آں باشد کہ با اُو مشعلہ[1] است
عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے
اُو دلیل و پیشوایِ قافلہ است
وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیروِ نورِ خود ست آں پیش رَو
وہ پیشوا، اپنے نور کا پیرو ہے
تابعِ خویش ست آں بیخویش رَو
وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مُومنِ خویش ست و ایماں آورید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے
ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
اُس نور پر جس سے اُسکی روح نے غذا حاصل کی ہے

دیگرے[2] کہ نیم عاقل آمد اُو
دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے
عاقلے را دیدہ، خود داند اُو
(اور) کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دستِ دروے زد چو کور اندر دلیل
اُسنے اُسپر اِس طرح ہاتھ رکھ لیا جیسا کہ اندھا راہبر پر
تا بدو بینا شُد و جُست و جلیل
حتّٰی کہ وہ اُس کے ذریعہ بینا اور چُست اور پراعتماد بن گیا ہے

واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت
وہ گدھا جو ایک جَو برابر عقل نہیں رکھتا
خود نبُودش عقل و عاقل را گذاشت
اُسمیں خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا

رَہ نداند نے قلیل و نے کثیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت
می نجُوید ہم نذیر و ہم بشیر
نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے
ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
اُس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می رَوَد[3] اندر بیابانِ دراز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے
گاہ لنگاں آئس و گاہے بتاز
کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوایِ خود کُند
شمع نہیں ہے کہ اُس کو اپنا پیشوا بنالے
نیم شمعے نے کہ نورے گد کُند
آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش تا دمِ زندہ زند
اُس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونیکا دم بھرے
نیم عقلے نے کہ خود مُردہ کُند
آدھی عقل (بھی) نہیں ہو کہ اپنے آپکو مُردہ بنالے

مُردہ آں عاقل آید اُو تمام
وہ بالکلیہ اُس عقلمند کا مُردہ بن جائے
تا بر آید از نشیبِ خود بہ بام
تاکہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود را مُردہ کُن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپکو مُردہ بنالے
در پناہِ عاقلِ زندہ سُخن
زندہ دم عقلمند کی پناہ میں

---

[1] مشعلہ۔ یعنی نور کی مشعل۔ اُو۔ وہ دوسروں کا بھی رہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے۔ مومنِ خویش۔ یہ مرتبہ انبیاء کا ہے انبیاء کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوت کی تصدیق کریں۔

[2] دیگرے۔ نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحبِ نور کو اپنی آنکھ بنالے اور ہر چیز کو اُس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اُسپر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جو نِرا گدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔ نذیر و بشیر۔ یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے سے ذلت محسوس کرتا ہے۔

[3] می رَوَد۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اُس کو خود تو نورِ باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کرلے۔ نیست عقلش۔ اسکو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپکو کالمیّت فِی یَدِ الغسّال کردے۔ مُردہ۔ اگر مُردہ بنکر اپنے آپکو کسی عقلمند کے سپرد کردوگے تو بامِ عروج پر پہنچ جاؤ گے۔ عقلِ کامل۔ اگر اپنے اندر کامل عقل نہیں ہو تو اپنے آپکو

زندہ[1] نے تا ہمدم عیسیٰ بُود | مُردہ نے تا دمگہِ عیسیٰ شود

نہ وہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کا ہم مشرب ہو | مُردہ بھی نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشی بُود | غورہ باشد نے عنب نے مے بُود

نہ زندہ ہے نہ مُردہ ، وہ کچھ نہیں ہے | کچا انگور ہے ، نہ انگور ہے نہ شراب

غورہ کز غورگی در نگذرد | سنگ بست و خام و ترش و رد بود

کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے | وہ پتھرا گیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ[2] کورش گام ہر سو می نہد | عاقبت نجہد و لے بر می جہد

اُس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے | عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن کودتی رہتی ہے

سُود ندہد بر جہیدن آں زماں | زانکہ نازل شُد بلا از آسماں

اُس وقت اُچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے | کیونکہ آسمان سے بلا اُتر چکی ہے

قصۂ آبگیر و صیادان و آں سہ ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور ابلہ، مغفل، لاشی و عاقبتِ ایشان

تالاب اور شکاریوں کی اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشی تھی اور اُن کا انجام

قصۂ[3] آں آبگیر ست اے عنود | کہ درو سہ ماہیِ اشگرف بُود

اے سرکش ! اس تالاب کا قصہ ہے | جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں | قشرِ افسانہ بُود ویں مغزِ جاں

تو نے کلیلہ میں پڑھا ہو گا لیکن وہ | قصہ کا چھلکا تھا اور یہ رُوح کا مغز ہے

چند صیادے سوئے آں آبگیر | بر گذشتند و بدیدند آں ضمیر

اُس تالاب کی جانب چند شکاری | گذرے اور اُس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند | ماہیاں واقف شدند و ہوشمند

وہ دوڑے تاکہ جال لائیں | مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ عاقل بُود عزمِ راہ کرد | عزمِ راہِ مُشکلِ ناخواہ کرد

جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی | ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت | کہ یقیں سستم کنند از مقدرت

کہنے لگی میں ان سے مشورہ نہ کروں گی | کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے سست کر دیں گی

---

[1] زندہ۔ احمق انسان نہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی طرح اُس کے دَم میں اثر ہو اور نہ مُردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم کر زندہ ہو جائے۔ غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اُس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک نہ پائے ٹھٹھر کر کھٹا رہ جاتا ہے اور ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔

[2] جاں۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے۔ عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ سود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔ آبگیر۔ تالاب جھیل۔ قصہ۔ اس قصہ سے انہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

[3] قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اُس تالاب میں سکونت۔ آنکہ۔ ان تینوں مچھلیوں میں سے جو عقلمند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔

نہرِ۱؎ زاد و بُودِ شاں بَر جاں زَنَد — کاہلی و جہلِ شاں بر مَن تَنَد

پیدائش اور قیام کی محبت اُن کی جان پر اثر کرے گی — اُن کی سُستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مُشورت با زندہُ باید نِکو — کہ تُرا زندہ کُند آں زندہ کُو

مشورے کے لئے نیک اور زندہ (دل) چاہیئے — کہ تجھے زندہ کردے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر با مسافر رائے زن — زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن

اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر — عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کردے گی

اَزدَمِ۲؎ حُبُّ الوطن بگذر مَایست — کہ وطن آنسوست جاں ایں سُوئے نیست

وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، نہ ٹھہر — اے جان! وطن اُدھر ہے، اِدھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سُوئے شَط — ایں حدیث است راست کم خواں غلط

اگر تو وطن چاہتا ہے (نہر کے) اُس کنارے پر چلا جا — اِس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

سِرّ حدیث حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ وکژ خواندن شخصے

اِس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں

دُعائے اِستنشاق راکہ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِی رَائِحَةَ الْجَنَّةِ بجائے

پانی دینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھائے

وردِ استنجا کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی

استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کردے اور مجھے پاکی حاصل کرنے

مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وشنیدنِ عزیزے وطاقت نیاوردن وباز نمودن

والوں میں سے کردے" ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کرسکنا اور بتانا

دَرۡ۳؎ وضو ہر عضو را وِردے جُدا — آمدہ است اَندر خبر بہرِ دُعا

وضو کرنے میں، ہر عضو کا جُدا وظیفہ — حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے

چونکہ اِستنشاقِ بینی می کُنی — بُوئے جنّت خواہ از ربِّ غنی

جب تُو ناک میں پانی دے — بے نیاز رب سے، جنّت کی خوشبو چاہ

تا تُرا آں بُو کشد سُوئے جناں — بُوئے گُل باشد دلیلِ گُلستاں

تاکہ وہ خوشبو تجھے جنّتوں کی طرف کھینچے — پھول کی خوشبو، چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ اِستنجا کُنی وِرد و سُخن — ایں بُود یا رب تو زینم پاک کُن

جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام — یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اِس سے پاک کر

۱؎ نہر۔ اِن دونوں مچھلیوں پر وطن کی محبت غالب آجائے گی۔ اور وہ میرے ارادے میں مجھے سُست کردیں گی۔ اے مسافر، مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیئے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔

۲؎ اَزدَم۔ اِس حدیث میں وطن سے آخرت مُراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے۔ اِس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا۔ سِر۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اُس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیئے اِسی طرح حُبُّ الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

۳؎ در وضو۔ بزرگانِ دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دُعا پڑھتے ہیں۔ چونکہ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں۔ "خدا مجھے جنّت کی خوشبو سونگھادے" تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اِسی طرح سے جنّت کی خوشبو جنّت کی رہنما ہے۔ چونکہ استنجا۔ یہ دُعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیئے۔

دستِ من اینجا رسید ایں را بشست[1]	دستم اندر شستنِ جانست سست
میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اس کو دھو دیا	روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے
اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں	دستِ فضلِ تست در جانہا رساں
اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بن گئی ہے	تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے
حدِّ من ایں بود کردم من لئیم	زاں سوی حد را نقی کن اے کریم
مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کر لی	حد کی اُس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے
از حدث شستم خدایا پوست را	از حوادث تو بشو ایں دوست را
اے خدا! میں نے ناپاکی سے کھال کو دھو لیا	تو اس دوست کو حوادثِ (زمانہ) سے دھو دے
آں یکے[2] در وقتِ استنجا بگفت	کہ مرا با بوی جنت دار جفت
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا	مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے
گفت شخصے خوب وِرد آوردہ	لیک سوراخِ دعا گم کردہ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا	لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے
ایں دعا چوں وِردِ بینی بود چوں	وِردِ بینی را تو آوردی بکوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں	تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟
رائحہ جنت ز بینی یافت حُر	رائحہ جنت کے آید از دُبر
آزاد آدمی جنت کی خوشبو ناک کے ذریعہ پاتا ہے	مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟
اے تواضع[3] بردہ پیشِ ابلہاں	وے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں
اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے!	اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے!
آں تکبر بر خساں خوب ست و چست	ہیں مرو معکوس عکسش بندِ تست
تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے	خبردار! اُلٹا نہ چل، اُس کا اُلٹا تیری بیڑی ہو
از پئے سوراخِ بینی رُست گل	بو وظیفہ بینی آمد اے عتل
پھول، ناک کے سوراخ کے لئے اُگا ہے	اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے
بوی گل بہرِ مشام ست اے دلیر	جای آں بو نیست ایں سوراخِ زیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے	یہ نچلا سوراخ اُس خوشبو کی جگہ نہیں ہے
کے ازینجا بوی خلد آید ترا	بو ز موضع جو اگر باید ترا
تجھے جنت کی خوشبو اس جگہ سے کب آئے گی؟	اگر تجھے (خوشبو) چاہیئے تو اُس کو جگہ سے تلاش کر

۱ دستِ من۔ اِس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاستِ ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے ز تو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔ حدِّ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاستِ ظاہری سے پاکی حاصل کرے، نجاستِ ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث یعنی دنیوی معاملات۔

۲ آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وہ دُعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔ سوراخ۔ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ کون۔ پاخانہ کا سوراخ۔ دُبُر۔ پاخانہ کا سوراخ۔

۳ اے تواضع۔ جس طرح یہ بے محل دعا ہے اسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔ ابلہاں۔ دنیادار۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ بند۔ انسان کی اُلٹی چالیں اُس کی رفعت اور بلندی کیلئے مانع ہیں۔ رُست گل۔ پھول سونگھنے کیلئے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عتل۔ بدمزاج۔ مشام۔ دماغ۔ سوراخِ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے ازینجا۔ یعنی اس سوراخ سے جنت کی خوشبو کیونکر آسکتی ہے۔

ہمچنیں حُبُّ الوطن باشد درست[1] — تو وطن بشناس اے خواجہ نخست

اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے — اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے مشورت با دیگراں از حکمت

عقلمند مچھلی کا واقف ہوجانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہوجانا

گفت آں ماہیِ زیرک رہ کنم — دل زرای و مشورت شاں بر کنم

اس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کر جاؤں — ان کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

نیست وقتِ مشورت ہیں راہ کن — چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کن

خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا — (حضرت) علیؓ کی طرح تو کنویں میں آہ کر

مَحرم[2] آں راہ کمیاب ست و بس — شب رَوی و پنہاں رَوی کن چوں عَسس

اس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے — رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح اختیار کر

سوئے دریا عزم کن زیں آبگیر — بحر جو و ترک ایں گرداب گیر

اس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر — سمندر کی تلاش کر اور اس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پا ساخت و می رفت آں حذور — از مقامِ باخطر تا بحرِ نور

وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی — پُرخطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

ہمچو آہو کز پئے او سگ بود — می دود تا در تنش یک رگ بود

اس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو — وہ دوڑتا ہے جب تک اسکے بدن میں ایک رگ ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پے خطا ست — خواب خود در چشمِ ترسندہ کجا ست

خرگوش کی نیند اور کتا درپے، غلط ہے — ڈرنیوالے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟

رفت[3] آں ماہی رہِ دریا گرفت — راہِ دور و پہنۂ پہنا گرفت

وہ مچھلی چل گئی، دریا کی راہ لی — دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت — رفت آخر سوئے امن و عافیت

وہ بہت سی تکلیفوں سے دوچار ہوئی انجام کار — امن اور عافیت کی جانب چل گئی

خویشتن افگند در دریائے ژرف — کہ نیابد حدِ آں را ہیچ طرف

اس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا — جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

---

[1] درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزوِ ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اسکو سمجھ لے وہ کونسا وطن ہے، ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دِل۔ یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کرونگی۔ چوں علیؓ۔ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے جذبات سے مجبور ہوکر آہ کرنا چاہی تو کوئی اس آہ کا محرم نہ پایا اور کنویں میں منھ لٹکا کر آہ کی تھی۔

[2] مَحرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیئے سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سُوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رُخ کرنا چاہیئے یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لامحدود عقبیٰ اختیار کرنی چاہیئے۔ سینہ۔ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ ہمچو۔ وہ اِس طرح دوڑ کر پُرخطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کر رہا ہو۔ خواب۔ کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی غلطی ہے۔

[3] رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہو گئی اور اس نے لمبا چوڑا راستہ اختیار کر لیا۔ رنجہا۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور امن کی جگہ پہنچ گئی۔ خویشتن۔ اُسنے اپنے آپکو دریائے ناپیدا

پس[1] چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے
نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اُس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم وقت را
بولی، ہائے میں نے وقت گنوا دیا
چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اُس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی!

ناگہاں رفت اُو ولیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہر
می ببایستم شدن در پے بہ تفت
مجھ (بھی) جلد اُس کے پیچھے جانا چاہیئے تھا

ایں زماں سودے ندارد حسرتم
اب میری حسرت مفید نہیں ہے
چوں کنم چوں فوت شد آں فرصتم
کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا!

برگذشتہ حسرت آوردن خطاست
گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے
باز ناید رفتہ یادِ آں ہباست
(گیا وقت) نہیں لوٹتا ہے، اُس کی یاد بیکار ہے

قصۂ[2] آں مُرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور
اُس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو

و سخن مُحال باور مکن و در تدارکِ وقت اندیش و
اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں

روزگار مبر در پشیمانی
وقت ضائع نہ کر

آں یکے[3] مُرغے گرفت از مکر و دام
ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا
مُرغ اُو را گفت کاے خواجہ ہُمام
اُس سے پرند نے کہا کہ اے خواجۂ بزرگ!

تو بسے گاواں و میشاں خوردۂ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں
تو بسے اشتر بقرباں کردۂ
تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر زانہا در زمن
تو زمانہ میں اُن سے پیٹ بھرا نہ بنا
ہم نگردی سیر از اجزای من
میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھریگا

مر مرا آزاد گرداں از کرم
کرم کرکے مجھے آزاد کردے
اے جواں مردِ کریم محتشم
اے شریف! معزز جوان شخص!

---

[1] پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی۔ گفت۔ اُس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اُس عقلمند مچھلی کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چلدی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چلدی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اُس کے پیچھے چل دینا چاہیئے۔ ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گذرا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا اُس پر افسوس کرنیکی بجائے فوراً کام شروع کردینا چاہیئے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہوسکے۔

[2] قصہ۔ اِس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغو بات ہے۔

[3] آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرند پھانس لیا تو اُس پرندنے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کرکے کھا بھی لے گا تو کیا فائدہ ہوگا۔

[4] تو بسے۔ پرندنے شکاری سے کہا کہ تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور اُن سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مر مرا۔ مجھے مہربانی کرکے آزاد کردے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

ہِل مرا تا کہ سہ۳ پَندت بَردہم | تا بدانی زیرکم یا اَبلہم

مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کردوں | حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل۱ آں پَندے دہم بر دستِ تو | بعدِ ہمت اے جانِ و دل سَرمستِ تو

اُن میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) | تجھے کروں گا اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدہِم ثانیش | تا شوی زاں پند شاد و خوب و گش

اُن میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا | تاکہ تو اُس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

واں سوم پَندت دہم من بر درخت | کہ ازیں سہ۳ پند گردی نیک بخت

میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر (بیٹھ کر) کروں گا | تاکہ تو اُن تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بن جائے

آنچہ بر دست است اینست آں سخُن | کہ محالے را ز کس باور مکُن

جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرنی ہے) وہ یہ بات ہے | کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر

بر کفش چوں گفت اوّل بند رفت | گشت آزاد و بر آں دیوار رفت

اُسکے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہدی اُڑ گیا | آزاد ہو گیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت۲ دیگر بر گذشتہ غم مخور | چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر

دوسری نصیحت کی کہ گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر | جب تجھ سے گذر گئی، اُس پر حسرت نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم | دہ درم سنگ ست یک دُرِّ یتیم

اُسکے بعد اُس نے اُس سے کہا کہ میرے جسم میں چُھپا ہوا | دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو | بُود آں گوہر بحقِ جانِ تو

تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ | تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی دُر کہ روزیت نبوُد | کہ نباشد مثلِ آں دُر در وجوُد

تونے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں تھا | کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہوگی

آنچناں۳ کہ وقتِ زادن حاملہ | نالہ دارد خواجہ شُد در غلغلہ

جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت | فریاد کرتی ہے، (وہ شکاری) خواجہ شور کرنے لگا

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ | ایں چرا کردم کہ شُد کارم تباہ

غمگین ہو گیا اور کہتا تھا، ہائے ہائے | یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہو گیا

مَن چرا آزاد کردم مر تُرا | زیں حِیَل از راہ بُردی مر مرا

میں نے تجھے کیوں آزاد کیا؟ | تو نے اِن حیلوں سے مجھے گمراہ کر دیا

---

۱ اوّل۔ میں پہلی نصیحت تو اُس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا دوسری جب کرونگا کہ تو مجھے چھوڑ دیگا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کرونگا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ آنچہ بر دست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن الخ محال بات کہے اُس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرند نے یہ نصیحت کر دی تو شکاری نے اُس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

۲ گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرند نے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اُس کے بعد پرند نے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم بھر یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِّ یکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لئے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

۳ آنچناں۔ پرند کی اِس بات کو سُن کر وہ شکاری اِس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جنتے وقت کرتی ہے۔ گفت۔ وہ شکاری پرند کی اِس گفتگو پر غمگین ہو کر آہ آہ کرنے لگا اور اُس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کر کے مجھے

تباہ و برباد کر دیا ورنہ میں مرغ کے ذبیحہ سے دولتمند بن جاتا۔

مرغ[1] گفتش نے نصیحت کردمت — کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت

پرندے نے اُس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کر دی؟ — کہ کل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری — یا نکردی فہم پندم یا کری

جبکہ رفت و گذشت ہو گئی تو کیوں غم کرتا ہے؟ — یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے، یا تو بہرا ہے

واں دُوُم پندت بگفتم کز ضلال — ہیچ تو باور مکن قولِ محال

میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے — تو کبھی نا ممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد — دہ درم سنگ اندرونم چوں بود

میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر! — دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہوگا؟

خواجہ[2] باز آمد بخود گفت کہ ہیں — باز گو پندِ سوم اے نازنیں

خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں — اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بدآں — تا بگویم پندِ ثالث رائگاں

اُس نے کہا ہاں تو نے اِن (دو) پر اچھا عمل کیا — تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت و بر پرید و شاد رفت — سُوئے صحرا سرخوش و آزاد رفت

اُس نے یہ کہا اور اُڑ گیا اور خوش (ہو کر) چل دیا — مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند[3] گفتن با جہولِ خوابناک — تخم افگندن بود در شورہ خاک

نادان، جاہل کو نصیحت کرنا — شور والی زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حُمق و جہل نہ پذیرد رفو — تخمِ حکمت کم دہش اے پندگو

حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے — اے نصیحت کرنے والے! اُس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود — چونکہ تو پندش دہی اُو نشنود

کیونکہ جاہل، جہل کا غلام ہوتا ہے — جب تو اُسے نصیحت کریگا وہ نہ سُنے گا

چارہ اندیشیدنِ آں ماہیِ نیم عاقل و خود را مُردہ کردن

اُس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مُردہ بنا لینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا — چونکہ ماند از سایۂ عاقل جُدا

مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا — چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جُدا ہو گئی تھی

کو سُوئے دریا شد و از غم عتیق — فوت شد از من چُناں نیکو رفیق

کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہو گئی — مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

---

[1] مرغ۔ پرندے نے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اَب تو اُس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کر رہا ہے! یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔ واں دُوُم۔ میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کر لیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرند جس کا کُل وزن ساڑھے دس ماشے بھی نہ ہو اُسکے پوٹے میں تین تولے کا موتی کیسے ہو سکتا ہے۔

[2] خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اُس نے کہا تیسری نصیحت بھی سُنا دے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تو نے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سُنا کر ضائع کروں اِس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اسکو نصیحت نہ کر۔ ایں بگفت۔ اُس پرندے نے طنز آمیز جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اُڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

[3] پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا۔ چاک۔ حماقت اور جہل ناقابلِ اصلاح ہے۔ نشنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے سُنیگا۔ چارہ اندیشیدن۔ مکمل عقلمندی تو یہی ہے کہ قبل از مصیبت نفع کی تدبیر کرے نیم عقلمندی ہے کہ مصیبت کے وقت نجات کی تدبیر کرے۔ سایۂ عاقل یعنی عقلمند کی صحبت۔ [illegible] رفیق۔ ساتھی۔ عتیق۔ آزاد۔

لیک زاں نندیشم و بر خود زنم ¹ | خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم

لیکن میں اُس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف برداشت کرتی ہوں | اِس وقت اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں

پس برآرم اِشکمِ خود بَر زبَر | پُشت زیرو می رَوم برآب بَر

پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں | پُشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آجاتی ہوں

می رَوم بَر وے چنانکہ خَس رَوَد | نے بَستاحی چنانکہ کس رَوَد

اُس پر اِس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے | نہ کہ تیراکی سے، جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب | مرگ پیش از مرگ اَمن ست از عذاب

میں اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں | مرنے سے پہلے مر جانا، عذاب سے امن ہے

مرگ پیش از مرگ اَمن ست اے فتی | اینچنیں فرمودہ مارا مصطفیٰؐ

اے نوجوان! مرنے سے پہلے مر جانا امن ہے | مصطفیٰؐ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم مِن قَبلِ اَن | یَاۡتِیَ الْمَوۡتُ تَمُوۡتُوۡا بِالۡفِتَنۡ ²

فرمایا تم سب مرجاؤ اس سے پہلے کہ | موت آئے (ورنہ) فتنوں سے مرو

ہمچناں مُرد و شکم بالا فگند | آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند

اسی طرح مُردہ ہو گئی اور پیٹ اوپر کر لیا | پانی کبھی اُس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غصہ خورد | کہ دریغا ماہیِ مہتر بمُرد

ان ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا | کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شد اُو ازاں گفتِ دریغ | پیش رفت ایں بازیم رَستم ز تیغ

اُس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی | میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس گرفتش یک صیادِ ارجمند | پس برو تُف کرد و بر خاکش فگند

پھر اُس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا | پھر اُس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غلط غلطاں رفت پنہاں اندر آب ³ | ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب

وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی | وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ و از راست می جَست آں سلیم | تا کہ بجہد خویش برہاند گلیم

وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی | تاکہ (دریا میں) کود پڑے اپنی گدڑی چھڑا لے

دام اَفگندند و اَندر دام ماند | احمقی اُو را دراں آتش نشاند

اُنھوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی | بیوقوفی نے اُس کو اس آگ میں بٹھا دیا

---

۱ لیک۔ اب گذشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مُردہ بنالوں گی۔ برآرم۔ مچھلی مرکر اُلٹی ہو کر سطح آب پر آجاتی ہے۔ می رَوَم۔ پانی کے ساتھ اس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ بستاحی۔ تیراکی۔ مرگ۔ حدیث شریف ہے۔ مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یعنی نجات اسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کرلو۔

۲ تموتوا بالفتن۔ مقامِ فنا نہ اختیار کروگے تو فتنوں میں مبتلا ہو کر مروگے۔ ہمچناں۔ جیسا اُس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں۔ یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ۔ یعنی ہلاکت۔

۳ غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اُس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی اُچھل کود کرتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کرلے۔ سلیم۔ سادہ مزاج، بیوقوف۔ دام افگندند۔ شکاری نے اُس کو جال سے پکڑ لیا اور اُس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

برسرِ آتش بہ پُشتِ تابہ | باحماقت گشت اُو ہمخوابہ
آگ پر، توے کی پُشت پر | وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

اُو ہمی جوشید از تفِ سعیر | عقل[1] می گفتش الم یاتک نذیر
وہ آگ کی گرمی سے اُبل رہی تھی | عقل اُس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا تھا

اُو ہمی گفت از شکنجہ وز بلا | ہمچو جانِ کافراں قالوا بلیٰ
وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی | کافروں کی روح کی طرح کیوں نہیں

باز می گفت اُو کہ گر این بار من | وارہم از محنتِ گردن شکن
پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں | گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جز بدریائی وطن | آبگیرے را نسازم من سکن
میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی | میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم و ایمن شوم | تا ابد در امن و در صحت روم
لامحدود پانی تلاش کروں گی، امن میں ہو جاؤں گی | ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی

ہمچنیں[2] می کرد با خود عہدہا | کز چنیں ورطہ اگر گردم رہا
وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی | کہ اگر اِس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب | تا نیفتم در چنیں رنج و تعب
دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی | تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیانِ[3] آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتار و ندم ہیچ سُود

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید

ندارد کہ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔

نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں۔

ہیچ کاذب وفا ندارد

کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے۔

عقل می گفتش حماقت با تو است | باحماقت عہد را آید شکست
عقل اُس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہو | حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفای عہدہا | تو نداری عقل رَو اے خربہا
عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے | تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

---

[1] عقل۔ عقل اُس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانیوالے نہ آئے تھے۔ آدمی۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بیشک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ باز می گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رُخ کروں گی۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سُنیں گے۔

[2] ہمچنیں۔ اب وہ دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقلمند کا دامن پکڑ لوں گی۔

[3] بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے اُن عہدوں اور دعووں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر اُن کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے۔ یہ جھوٹے ہیں۔ عقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خربہا۔ گدھے کی قیمت والا۔

چونکہ عقلت نیست نسیاں[1] میرِ تُست — دشمن و باطل کنِ تدبیرِ تُست

چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہو — وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالی اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ خسیس — یاد نارد ز آتش و سوز و حسیس

کمینہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے — آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پرش سوخت توبہ می کُند — آز و نسیانش بر آتش می زند

جب اُس کے پر جلے توبہ کرتا ہے — حرص اور اُس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط[2] و درک و حافظی و یادداشت — عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت

ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت — عقل میں ہوتی ہے کیونکہ عقل نے اُنکو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بُوَد — چوں مُذکِّر نے ایابش چوں بُوَد

جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟ — جبکہ یاد دلانیوالا نہیں ہے اُسکی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمنا ہم ز بے عقلیِ اُوست — کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست

یہ تمنا بھی اُس کی بے عقلی سے ہے — کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہ رنج بُود — نے ز عقلِ روشنِ چوں گنج بُود

وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی — نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ[3] شد رنج آں ندامت شد عدم — می نیرزد خاک آں توبہ و ندم

جب تکلیف ختم ہوئی، وہ ندامت ختم ہو گئی — وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمتِ غم بست بار — پس کلام اللیلِ یمحوہ النہار

اُس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے — تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش — ہم رود از دل نتیجہ و زادہ اش

جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا — دل سے اُس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے

می کُند اُو توبہ و پیرِ خرد — بانگ لَو رُدُّوا لعادُوا می زند

وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل — پکارتی ہے "اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کریں گے"

در بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست و ستیزۂ اُوست

اِس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اُس کا مخالف ہے

و با اُو ماند و اُو نیست

اور اُسکے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

---

[1] نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ از کمی پروانہ میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اُس کو یاد نہیں آتی۔ حسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اُس کو جلا دیتی ہے۔

[2] ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اُس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔ گوہر یعنی عقل۔ تابش یعنی عقل کے آثار۔ مذکّر۔ انسان کی عقل اُس کو اُس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا یعنی دوبارہ زندہ ہو کر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اُس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

[3] چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت، عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائیگا ندامت بھی ختم ہو جائیگی اسی لئے اُس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائیگی ندامت بھی باقی نہ رہیگی۔ نتیجہ۔ یعنی ندامت۔ پیرِ خرد۔ تجربہ کار عقل۔ در بیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

عقلؔ ضدِ شہوت ست اے پہلواں	آنکہ شہوت می تَنَد عقلش مخواں
اے بہادر! عقل، شہوت کی ضِد ہے	جو شہوت کا چکّر کاٹے، اُس کو عقل نہ کہہ
وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست	وہم قُلب و نقدِ زرِ عقلہاست
اُس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے	وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں
بے محک پیدا نگردد وہم و عقلؔ	ہر دو را سُوئے محک کُن زود نقل
وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے	دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر
ایں محک قرآن و حالِ انبیا	چوں محک مر قُلب را گوید بیا
یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے	کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آجا
تا بہ بینیؔ خویش را از آسیبِ من	کہ نہ اہلِ فراز و شیبِ من
تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے	کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے
عقل را گر ارّہ سازد دو نیم	ہمچو زر باشد در آتش اُو بسیم
اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے	وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہوگی

مُجاوباتِ موسیٰؑ کہ صاحبِ عقل بُود با فرعون کہ صاحبِ وہم بُود

(حضرت) موسیٰؑ کے جو عقلمند تھے، فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را	عقل مر موسیٰؑ جاں افروز را
عالم سوز، فرعون کے لئے، وہم ہے	جان کو منوّر کرنے والے موسیٰؑ کے لئے عقل ہے
رفتؔ موسیٰؑ بر طریقِ نیستی	گفت فرعونش بگو تو کیستی
(حضرت) موسیٰؑ فنا (کے مقام) کے طریقہ پر روانہ ہوگئے	فرعون نے اُن سے کہا، بتا تو کون ہے؟
گفت من عقلم رسولِ ذُوالجلال	حُجۃ اللہ ام اَمانم از ضلال
انھوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں	میں اللہ کی حجت ہوں گمراہی سے امن دلانیوالا ہوں،
گفت نے خامش رہا کُن ہای و ہوی	نسبت و نامِ قدیمت را بگوی
اُس نے کہا چپ، ہائے و ہُو ختم کر	اپنا پہلا نام اور نسب بتا
گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش	نامِ اصلم کمترین بندگانش
فرمایا میری نسبت اُس کے خاکداں سے ہے	میرا اصلی نام "اُس کا کمترین بندہ" ہے
بندہ زادہ آں خداوندِ وحید	زادہ از پُشتِ جواری و عبید
اُس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں	لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

لہ عقل۔ شہوت نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اُس کی طرف مائل نہیں ہوسکتی وہم۔ جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے، وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے۔ بے محک۔ عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا۔

ٹہ تا بہ بینی۔ قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات اُن کے مطابق نہیں ہیں۔ عقل۔ عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائیگا اُس کا خالص ہونا واضح ہوگا۔ بسیم۔ مسکرانے والا۔ فرعون۔ فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰؑ صاحبِ عقل تھے۔

ٹہ رفت۔ حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس پہنچے اور اُس وقت وہ مقامِ فنا میں تھے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں عقلِ مجسّم ہوں، خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ گفت نے۔ فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزادہ ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پُشت و بطن سے پیدا ہوا ہوں۔

نسبتم اصلم زخاک و آب و گل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے
آب و گل را داد یزداں جان و دل
پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے

مرجع ایں جسم خاکم ہم بخاک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے
مرجع تو ہم بخاک اے سہمناک
اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصل ما و اصل جملہ سرکشاں
ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل
ہست از خاکے و آں را صد نشاں
خاک سے ہے اور اس کی سَو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟
از غذائے خاک فربہ گردنت
خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں رود جاں می شود او باز خاک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائیگا
اندراں گورِ مخوف سہمناک
خوفناک، ڈراؤنی قبر میں

ہم تو و ہم ما و ہم اشباہِ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی
خاک گردند و نماند جاہِ تو
خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت غیرِ ایں نسب نامیت ہست
اس نے کہا اِس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے
مر ترا آں نام خود اولیٰ تر است
وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام
کاز وے پرورد اول جسم و جانش
جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش پائی

بندۂ باغی و طاغی ظلوم
تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے
زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم
بُرے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خونی و غداری و حق ناشناس
تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے
ہم بریں اوصافِ خود می کن قیاس
اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

در غریبی خوار و درویش و خلق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور خستہ حال تھا
کہ ندانستی سپاسِ ما و حق
کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گذاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک
انھوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو
در خداوندی کسِ دیگر شریک
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک او را یار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے
بندگانش را جز او سالار نے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

۱ نسبت۔ میں آدمؑ کی اولاد ہوں۔ آدمؑ کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرما دیا۔ مرجع۔ میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائیگا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔ اصلِ ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی سَو علامتیں ہیں۔ نے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔

۲ چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔ گفت۔ فرعون نے غصے سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے: "فرعون کا غلام" "فرعون کے غلاموں کا غلام" کاز وے۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔

۳ بندہ۔ تو غلام تو ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعلِ شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہم بریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اور اوصاف سمجھ لے۔ در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا چونکہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لئے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدا کے

واحد ملک کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے بندوں کا محتاج نہیں ہے

نیست خلقش را دگر کس مالکے — شرکتش[1] دعوی کند جز ہالکے
اُس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے — اُس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

نقش[1] او کردہ است و نقاشِ من اوست — غیر اگر دعوی کند او ظلم جوست
اُس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورتگر وہی ہے — غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو[1] نتانی ابروئے من ساختن — چوں توانی جانِ من بشناختن
تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا — تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ[1] آں غدار و آں طاغی توئی — کہ کُنی با حق تو دعویٔ دوئی
[2] بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے — جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

گر بکُشتم من عوانے را بسہو — نے برائے نفس کُشتم نے بلہو
اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا — تو نفس کے لئے نہیں مارا نہ کھیل سے

من زدم مُشتے و ناگہ او فتاد — آنکہ جانش خود نہ بُد جانے بداد
میں نے ایک مُکّا مارا اچانک گر پڑا — جس میں خود جان نہ تھی اُس نے جان دیدی

من سگے کُشتم تو مُرسل زادگاں[3] — صد ہزاراں طفلِ بے جرم و زیاں
میں نے ایک کُتّے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد کے — لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

کُشتہ و خونِ شاں در گردنت — تا چہ آید بر تو زیں خوں خوردنت
قتل کئے ہیں اور اُن کا خون تیری گردن پر ہے — دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟

کُشتہ ذُریتِ یعقوبؑ را — بر امیدِ قتلِ من مطلوب را
تو نے (حضرت) یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے — میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

کوریِ تو حق مرا خود بر گزید — سرنگوں شد انچہ نفست می پزید
تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چُن لیا — تیرا نفس جو (خیال) پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک — ایں بگو حقِ من و نان و نمک
اُس (فرعون) نے کہا اِن (باتوں) کو چھوڑ، بلا شک — میرا اور نان و نمک کا یہی حق تھا

کہ مرا پیشِ حشر خواری کُنی — روزِ روشن بر دلم تاری کُنی
کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے — اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کرے

گفت خواریِ قیامت صعب تر — گر نداری پاسِ من در خیر و شر
(موسیٰؑ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے، — اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کریگا

---

[1] شرکتش۔ جو اُس کی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔ نقش۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہی میرا صورتگر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔ تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔ بلکہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا غدار میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔

[2] گر بکشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا۔ خود نہ بُد۔ وہ کافر تھا اُس کی جان جان ہی نہ تھی۔ مرسل۔ یعنی حضرت یعقوبؑ۔ کشتہ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولادِ یعقوبؑ کو قتل کیا اُس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔

[3] کشتہ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اُس کا مقصد حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا تھا۔ کوریِ تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ اِن باتوں کو چھوڑ کیا میرے حقوق کا یہی تقاضہ ہے کہ تو مجھے بر سرِ مجمع ذلیل کرتا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہوگا اور وہ ذلت اِس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔

زخمِ کیکے را نمی تانی کشید (۱) — زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید
جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کرسکتا — سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟

ظاہراً کارِ تو ویراں می کنم — لیک خارے را گلستاں می کنم
میں بظاہر تیرا کام تباہ کررہا ہوں — لیکن میں کانٹے کو گلستان بنارہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مراد در بے مرادی و وجود در عدم و علیٰ ہٰذا بقیۃ الاضداد والازواج

اِس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اِسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکے (۲) آمد زمیں را می شگافت — ابلہے فریاد کرد و بر نتافت
ایک شخص آیا، زمین کھودنے لگا — ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کرسکا

کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی — می شگافی و پریشاں می کنی
کہ تو اِس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ — کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے

گفت اے ابلہ برو بر من مراں — تو عمارت از خرابی باز داں
اُس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر الگم، نہ چلا — (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

کے شود (۳) گلزار و گندم زار ایں — تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں
یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟ — جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو

کے شود بستان و کشت و برگ و بر — تا نگردد نظمِ اُو زیر و زبر
باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں — جب تک اُس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو

تا نہ بشگافی بہ نشتر ریشِ غنز — کے شود نیکو و کے گردید نغز
جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے — وہ اچھا اور شفایاب کب ہوسکتا ہے؟

تا نسوزد خلطہایت از دوا — کے رود شود وشش کجا یابد شفا
جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں — اُس کو فائدہ کب ہوسکتا ہے اور شفایاب کب ہوسکتا ہے؟

پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را — کس زند آں درزیِ علامہ را
درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا — اُس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

---

(۱) زخم کیکے۔ یہاں تو ایک مچھر کے کاٹنے کو برداشت نہیں کرسکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیئے گا۔ ظاہراً جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اُس میں ہی تیری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

(۲) آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا تھا۔ اُس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کررہا ہے اور اُس کی مٹی کو متفرق کررہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کرسکتا ہے۔ کے شود۔ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کردیا جائے۔

(۳) کے شود۔ زمین کو جب تک اُلٹا پلٹا نہ جائے نہ اُس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اُس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ غنز۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو۔ پارہ۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو بُرا نہیں کہتا ہے۔

کہ چرا ایں اطلسِ برگزیدہ را ‖ بَر دریدی چہ کُنم بد ریدہ را

کہ اِس منتخب اَطلس کو کیوں ‖ تونے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر بِنائے[۱] کہنہ کآباداں کُنند ‖ نے کہ اوّل کہنہ را ویراں کُنند

جس پُرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں ‖ کیا پہلے پُرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچُنیں نجّار و حدّاد و قصّاب ‖ ہست شاں پیش از عمارتہا خراب

اِسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی ‖ تعمیرات سے پہلے اُن کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن ‖ زاں تلف کردند معموری تن

ہیڑ اور بہیڑے کا کوٹنا ‖ اُس بربادی سے (لوگوں نے) جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا ‖ کے شود آراستہ زاں خوانِ ما

جب تک تو گیہوں کو چکّی میں نہ پیسے گا ‖ اُس سے ہمارا دسترخوان کب آراستہ ہوگا

جوابِ دادنِ موسیٰ علیہ السّلام فرعون را در تہدیدِ اُو

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا فرعون کو جواب دینا اُس کی دھمکی کے بارے میں

ایں تقاضا[۲] کرد آں نان و نمک ‖ کز شستت وا رہانم اے سمک

اُس نان و نمک نے یہ چاہا ‖ کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچادوں

گر پذیری پندِ موسیٰ وارہی ‖ از چنیں شستِ بدِ نامنتہی

اگر تو موسیٰ کی نصیحت کو قبول کریگا تو نجات پاجائیگا ‖ ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

بسکہ خود را کردہ بندہ ہوا ‖ کرمکے را کردہ تو اژدہا

تونے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنایا ہے ‖ (کہ) تونے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا[۳] را اژدہا آوردہ ام ‖ تا باصلاح آورم من دمبدم

میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں ‖ تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں

تا دمِ آں از دمِ ایں بشکند ‖ مارِ من آں اژدہا را بر کند

تاکہ اُس کی پھنکار کو اِس کی پھنکار دبادے ‖ میرا سانپ اِس اژدہے کو برباد کردے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار ‖ ورنہ از جانت برآرد آں دمار

اگر تو راضی ہوگیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا ‖ ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کردے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السّلام را و تہدیدِ اُو

فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو جواب دینا اور اُس کی دھمکی

---

۱ ہر بنائے۔ جب پُرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو اُن بنیادوں کو اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہمچنیں۔ جتنے کاریگر ہیں اُن کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔ تلف۔ یعنی اُن کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تا نکوبی۔ گیہوں کو چکّی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔

۲ ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلادوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کرے گا تو ابدی ہلاکت سے نجات پاجائیگا۔ کرمکے۔ یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اُس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے۔

۳ اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اسکے مقابلہ کے لئے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تا دم۔ اُس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبا دیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔

گفت[1] الحق سخت اُستا جادوئی | کہ درافگندی بمکر اینجا دوئی
اُس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے | کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خلقِ یک دل را تو کردی دو گروہ | جادوئی رخنہ کُند در سنگ و کوہ
تو نے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا | تیری جادو گری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی کردنِ موسیٰ علیہ السّلام جادوئی و سحر را از خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا | جادوئی کہ دید با نامِ خدا
اُنھوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مُستغرق ہوں | خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفر ست مایہ جادوئی | مشعلہ دین ست جانِ موسوی
جادوگری کا مدار (اللہ سے) غفلت اور کفر پر ہے | موسیٰؑ کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے قبیح | کز دمم پُر رشک می گردد مسیح
اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں؟ | کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے جُنُب | کہ ز جانم نور می گیرد کُتُب[2]
اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ | میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث | کز خدا نازل شود بر من حدیث
اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ | کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

چوں تو با پرِ ہوا برمی پری | لاجرم بر من گماں آں می بری
تو چونکہ ہوس کے پروں سے اُڑتا ہے | لامحالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر[3] کرا افعالِ دام و دد بود | بر کریمانش گمانِ بد بود
جس کے پرندوں اور درندوں کے کام ہوں | اُس کا بھلوں کے بارے میں بُرا گمان ہوتا ہے

چوں تو جزوِ عالمی پس اے مہیں | کُل را بر وصفِ خود بینی غوی
چونکہ تو دنیا کا جُزو ہے، اسلئے اے ذلیل! | تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو برگردی و برگردد سرت | خانہ را گردندہ بیند منظرت
اگر تو چکّر کاٹے اور تیرا سر چکرائے | تیری آنکھ گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بر یم رواں | ساحلِ یم را ہمی بینی دواں
اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے | دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

---

[1] گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔ نفی۔ حضرت موسیٰؑ نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔ مسیح۔ اس سے مُراد حضرت عیسیٰ نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مُراد ہے۔

[2] کتب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔ کز خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔ چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔

[3] ہر کرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چوں تو۔ تو دنیا دار ہے اسلئے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسرے کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔

گر[1] تو باشی تنگدل از ملحمہ — تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے — تو پوری دنیا کی فضا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش باشی بکامِ دوستاں — ایں جہاں بنمایدت چوں گلستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے — یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق — او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے — انھوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے — او ندیدہ جز مگر بیع و شرے
بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے — انھوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں — او ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے — انھوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالبِ[2] ہر چیز اے یارِ رشید — جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے — اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا

چوں ندارد مدرکے جز رنگ و بو — جملہ اقلیمہا را گو بجو
جبکہ اس کا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے — کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں — بگذرد او زیں سراں تا آں سراں
بیل اچانک بغداد میں آ گیا — اس جانب سے اس جانب گذر گیا

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ — او نہ بیند جز کہ قشرِ خربزہ
تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں — وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ[3] بود افتادہ در راہ یا حشیش — لائقِ سیرانِ گاوی یا خریش
جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس — جو گائے کی رفتار اور اس کی حماقت کے لائق ہے

خشک بر میخِ طبیعت چوں قدید — بستۂ اسباب و جانش لا یزید
وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک — وہ اسباب سے وابستہ ہے اس کی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے

واں فضائی خرقِ اسباب و علل — ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل
اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا — اے صدرِ اعظم! اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مبدل شود چوں نقشِ جاں — نو بنو بیند جہانے در عیاں
جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے — تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

[1] گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔ ور تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اس کو تمام دنیا پر مسرت معلوم ہوگی۔ شام و عراق۔ جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئیگا۔ ہرے۔ ملک ہرات۔

[2] طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اسکو نظر آتی ہے۔ مدرک یعلوم، جو چیز محسوس ہو۔ بجو یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اسکو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئیگا۔ گاو۔ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

[3] کہ بود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ لائق۔ ظاہر بین انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے مزاج کی مثال اس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں بلکہ روز مرہ گھٹ رہا ہے۔ واں فضای۔ اسباب و علل سے گذر کر جب انسان اس مقام تک پہنچتا ہے جہاں مسبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے تو اسکو ایک وسیع میدان ملتا ہے۔ ہر زماں۔ اس مقام پر پہنچ کر تجدد امثال کے طریقہ پر اسکو نئے عالم نظر آتے ہیں۔

گر[۱] بُوَد فردوس و اَنہارِ بہشت — چوں فسُردہ یک صفت شد گشت زشت
خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں — جب ٹھٹھر کر ایک صفت بن جائیں تو بُری ہیں

اے زغفلت از مُسبّب بے خبر — بندۂ اَسباب گشتی ہمچو خر
اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنیوالے سے بیخبر ہے — تو گدھے کی طرح اَسباب کا بندہ بنگیا ہے

لاجرم اعمیٰ دل و سَر گشتۂ — مُضطرب اَحوال و مُضطر گشتۂ
لامحالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہوگیا ہے — پریشان حال اور مجبور ہوگیا ہے

چشم بکُشا و مُسبّب را نگر — تا شوی فارغ ز اَسباب ضرر
آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنیوالے کو دیکھ — تاکہ تو نقصان کے اَسباب سے نجات پاجائے

بیان[۲] آنکہ ہر حسِّ مُدرِک را از آدمی نیز مُدرکاتے دیگرست

اِس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حِس کے معلومات دوسرے ہیں جو

کہ از مُدرکاتِ آں حسِّ دیگر بیخبرست چُنانکہ ہر پیشہ ور اُستاد

کی دوسری حِس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ ور اُستاد دوسرے اُستاد کے کام

اعجمی از کارِ اُوستادِ دیگرے بے خبرست و بے خبری اُو از انکہ

سے بے خبر ہے اور اُس کی بے خبری اِس لئے ہے کہ یہ اُس کا کام نہیں ہے

وظیفۂ اُو نیست، دلیل نبُوَد کہ آں مُدرکات نیست

اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مُدرکات نہیں ہیں

چنبرہ دیدِ جہاں ادراکِ تُست — پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تُست
دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا اِدراک ہے — تیری ناپاک حِس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مدّتے[۳] حِس را بشوز آبِ عیاں — ایچنیں داں جامہ شوئیِ صوفیاں
مشاہدہ کے پانی سے حِس کو ایک مدّت تک دھو ڈال — صوفیوں کی جامہ شوئی اِسی طرح کی سمجھ

چوں شُدی تو پاک پردہ بر کَنَد — جانِ پاکاں خویش را بر تو زند
جب تو پاک ہوجائے گا، پردہ اُٹھ جائے گا — پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کردیگی

جُملہ عالَم گر بُوَد نُور و صُوَر — چشم را باشد ازاں خوبی خبر
تمام عالَم اگر نور اور صورتیں ہوگا — آنکھ کو اُس خوبی کی خبر ہوجائے گی

چشم بستی گوش می آری بہ پیش — تا نمائی زلف و رُخسارہ بتیش
(اگر) تو آنکھ بند کرلے، کان کو سامنے لائے — تاکہ تو اُس کو کسی بُت کی زُلف اور رُخسار دکھائے

---

[۱] گر بُوَد۔ مشہور ہے۔ "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را" اے زغفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اَسباب کی طرف نظر رکھتا ہے، مُسبّبُ الاسباب سے غافل ہے۔

[۲] بیان۔ انسان کے ہر حِس کے مُدرکات جداگانہ ہیں ایک حِس دوسرے حِس کے مُدرکات سے بے خبر ہے۔ چنبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اُس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔

[۳] مدّتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک وصاف کرنا چاہیئے۔ چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہوجائیں گے، بزرگوں کی حقیقت کو سمجھے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

گوش گوید من بصورت نگروم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں
صورت ار بانگے[۱] زند من بشنوم
صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں
حسِ چشم ست آں زدیدن قاصرم
وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالمم[۱] من لیک اندر فنِ خویش
میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں
فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش
میرا فن حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی[۱] ببیں ایں خوب را
خبردار! ناک تو آ اِس حسین کو دیکھ
نیست بینی در خورِ ایں مطلوب را
ناک (بھی) اِس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بُوَد مُشک و گلابے بو برم
اگر مُشک اور گلاب ہو میں سونگھ لونگی
فنِ من اینست و علم و مجرم
میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم من رخِ آں سیم ساق
میں اُس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟
ہیں مکن تکلیف مالیس یُطاق
خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اُس کی تکلیف نہ دے

باز[۱] حسِ کژ نہ بیند غیر کژ
پھر ٹیڑھی حِس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی
خواہ کژ غژ پیشِ او یا راست غژ
خواہ تو اُس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشمِ احول[۲] از یکے دیدن یقیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً (قاصر ہے)
ناظرِ شرک است نہ توحید بیں
وہ شرک کو دیکھنے والی ہے، نہ کہ توحید کو

تو کہ فرعونی ہمہ مکری و زرق
تو جو فرعون ہے مجسّم مکر اور فریب ہے
مر مرا از خود نمیدانی تو فرق
تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر[۳] از خود در من اے کژ باز تو
اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ
تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو
تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من ز من یک ساعتے
تھوڑی دیر کے لئے مجھے میری ذات سے دیکھ
تا ورای کون بینی ساحتے
تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وارہی از تنگی و از ننگ و نام
تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائیگا
عشق اندر عشق[۱] بینی والسلام
عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن
جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لیگا
گوش و بینی چشم می تاند شدن
کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

---

۱ بانگے۔ سننا کان کا کام ہے۔ عالم۔ کان سننے کا ماہر ہے۔ بینی۔ ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے کے بہ بینم۔ ناک محبوب کا منھ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ باز حس۔ اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔

۲ چشم احول۔ بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔ تو کہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا۔

۳ منگر۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ۔ بنگر۔ مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالمِ غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق۔ میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ پس۔ جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں[1]
اُس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے
چشم گردد مُو بمُوی عارفاں
عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبُود اوّل یقیں
یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی
در رحم بُود او جنینِ گوشتیں
وہ رحمِ (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علّتِ دیدن مداں پیہ اے پسر
اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ
ورنہ خواب اندر ندیدے کس صُوَر
ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پری و دیو می بیند شبیہ
پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں
نیست اندر دیدگانِ ہر دو پیہ
دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور را با پیہ خود نسبت نبُود
روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی
نسبتش بخشید خلّاقِ وَدُود
خلّاقِ ودود نے اُس کو نسبت عطا کی ہے

آدم[2] ست از خاک کے ماند بخاک
آدمؑ خاک سے (بنے) ہیں، خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟
جنّی است از نار بے ہیچ اشتراک
بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں

نیست خود مانندِ آتش آں پری
پری، آگ کے مشابہ نہیں ہے
گرچہ اصلش اُوست چوں می بنگری
اگرچہ اُس کی اصل وہ ہے جب تو غور کریگا

مُرغ از بادست کے ماند بباد
پرندہ ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟
نامناسب را خدا نسبت بداد
غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا
اِن فروع کی اصول سے نسبت
ہست بیچوں ارچہ دادش وصلہا
بے نظیر ہے، اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیئے ہیں

آدمی چوں زادہ خاک و ہباست
آدمی خاک اور ذرّوں سے پیدا ہوا ہے
ایں پسر را با پدر نسبت کجاست
اِس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد
اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے
ہست بیچون و خرد کے پے برد
وہ بے کیفیت ہے اور عقل اُسکو کب پا سکتی ہے؟

باد[3] را بے چشم اگر بینش نداد
اگر اُس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہو
فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد
تو اُس نے قومِ عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدو
اُس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر لیا؟
چوں ہمی دانست مے را از کدو
اُس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟

۱ شیریں زباں۔ یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علّت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علّت نہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اُس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں اُن کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔ نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اُس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اُس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھدے۔

۲ آدمؑ۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب اُن میں اور اُن کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ مرغ۔ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے۔ ہست۔ اِن اصول اور فروع میں وہ نسبت ہو جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

۳ باد۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قومِ عاد پر جو ہوا مسلّط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔

آتشِ نمرود را اگر چشم نیست
نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے
با خلیلش چوں تجشّم کردنی ست
اُس کے خلیل کے ساتھ اُس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید
اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی
از چہ قبطی را ز سبطی می گزید
تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شُد
اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے
پس چرا داؤد را اُو یار شُد
تو وہ (حضرت) داؤدؑ کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں را گر نبودے چشمِ جاں
اگر اِس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی
از چہ قاروں را فرو خورد آنچناں
تو قارون کو اِس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنّانہ را
اگر (اسطوان) حنّانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی
چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را
تو اُن عقلمندؐ کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ وَر
اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے
چوں گواہی دادے اندر مُشت دَر
تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

اے خرد بر کش تو پَرّ و بالہا
اے عقل تو بال و پر کھول لے
سورہ برخواں زُلزِلَت زِلزالَہا
سورۂ زُلزلت زلزالہا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بر نیک و بد
نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں
کے ز نا دیدہ گواہیہا دہد
بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحَدِّثُ حالَہا و اَخبارَہا
کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائیگی
تُظْہِرُ الْاَرْضُ لَنَا اَسْرَارَہَا
زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں فرستادن مرا پیشِ تو میر
تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا
ہست بُرہانے کہ بُد مُرسِل خبیر
اِس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے

ق

کہ چنیں دارُو چناں ناسُور را
کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا
ہست در خورد از پئے تیسور را
سہولت کے لئے مناسب ہے

واقعاتے دیدہ بودی پیش ازیں
تو نے اِس سے پہلے واقعات دیکھ لئے تھے
کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں
کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عصا و نُور بگرفتہ بدست
میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر
شاخِ گستاخ ترا خواہم شکست
تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

---

۵۱ آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اسی لئے وہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں جلارہی تھی۔ تجشّم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حفاظت کی تکلیف اٹھارہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قبطیوں کو ڈبویا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤدؑ۔ پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤدؑ کو پہچان گئے تھے اور اُن سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کیلئے ہمیں ساتھ لے چلو۔

۵۲ زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قارون کو نگل لیا۔ حنّانہ۔ اسطوانہ حنّانہ حضورؐ کے فراق پر رویا اس کی وجہ اُس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اُس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضورؐ کی مٹھی میں حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ زلزلت۔ سورۂ زلزال میں اِس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کردے گی۔

۵۳ ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لئے خدا کا مجھے بھیجنا اِس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

واقعاتے سہمگیں از بہرِ ایں — گونہ گونہ می نمودت ربِّ دیں
اِسی لئے خوفناک واقعات — دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

در خورِ سِرِّ بد و طُغیانِ تو — تا بدانی کو ست در خوردانِ تو
تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر — مُصلحِ امراضِ درماں ناپذیر
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے — ناقابلِ علاج مرضوں کا مُصلح ہے

تو بتاویلات می گشتی ازاں — کور و کر کایں ہست از خوابِ گراں
تو تاویلوں کے ذریعہ اُن سے بنتا تھا — اندھا اور بہرا، کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں طبیب و آں منجّم در لمع — دید تعبیرش بپوشید از طمع
اور اُس طبیب اور نجومی نے روشنی میں — اُس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپائی

گفت دور از دولت و از شاہیت — کہ در آید غصّہ در آگاہیت
اُس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دُور — کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

از غذائے مختلف یا از طعام — طبعِ شوریدہ ہمی بیند منام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے — پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید اُو کہ نصیحت جو نہٗ — تُند و خونخواری و مسکیں خو نہٗ
کیونکہ اُس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے — تو بد مزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں خوں کُنند از مصلحت — لیک رحمت شاں فزوں ست از عنت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں — لیکن اُن کی محبت غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ را باید کہ باشد خوئے رب — رحمتِ اُو سبق گیرد بر غضب
بادشاہ کو چاہیئے کہ خدائی مزاج کا ہو — اُس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بود مانندِ دیو — بے ضرورت خوں کُند از بہرِ ریو
نہ دیو کی طرح اُس پر غصہ غالب ہو — (اور) مکر کے لئے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمی مخنّث وار نیز — کہ شود زن رُوسپی زان و کنیز
ہیجڑے کی سی بُردباری بھی نہ ہو — کہ اُس سے بیوی اور باندی بدکار ہو جاتی ہے

دیو خانہ کردہ بُودی سینہ را — قبلہ سازیدہ بُودی کینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا — تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

لہ واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھ لیا تھا کہ خدا نے تیرے مقابلہ کے لئے مجھے منتخب کر لیا ہے۔ در خور۔ وہ خواب تیرے مناسب حال تھے اور تجھے یہ بتانے کے لئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ناقابلِ علاج مرض کا علاج بھی فرما دیتا ہے۔ تو بتاویلات۔ لیکن تو اُن خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔

لہ واں طبیب۔ اطبّاء اور نجومی اُن خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو اُن کی بات نہ مانے گا اور اُن پر عتاب نازل کرے گا اسلئے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور معدہ کی خرابی اِن خوابوں کا سبب ہیں۔ پادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر قتل بھی کراتے ہیں لیکن رعایا پر اُن کی شفقت اُن کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔

لہ شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہئیں۔ رحمت۔ خدا کا خُلق یہ ہے کہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اُس کی شفقت پر غالب ہے۔ نے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہئے جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ رُوسپی۔ رنڈی، زانیہ۔

شاخِ[1] تیزت بس جگرہا را کہ خست نک عصایم شاخِ شوخت را شکست

تیرے تیز سینگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہی

حملہ آوردنِ ایں جہانیان و تاختن بردن براں جہانیاں

اِس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارتگری کرنا اُس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک

تا ثغورِ دژ کہ سرحدِ غیبست و غفلتِ ایشاں از کمین کہ چوں

جو کہ غیب کی سرحد ہے اور اُن کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب

غازی بغزا نرود کافر تاختن آرد

جہاد نہیں کرتا ہے ، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بُردند اسپہ جسمانیاں جانبِ قلعہ و دژِ رُوحانیاں

جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا رُوحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فرو گیرند بر دربندانِ غیب تا کسے نایداز آں سو پاک جیب

تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کریں تاکہ کوئی پاک دل اُس جانب سے نہ آئے

غازیاں[2] حملہ غزا چوں کم برند کافراں بر عکس حملہ آورند

غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلمِ خویش حملہ ناوردند بر تو زشت کیش

غیب کے غازیوں نے جب اپنی بُردباری کی وجہ سے تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بُردی سوی دربندانِ غیب تا نیایند ایں طرف مردانِ غیب

تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا تاکہ غیب کے جوانمرد اِدھر نہ آئیں

چنگ در صُلب و رحمہا در زدی تاکہ شارع راہگیری از بدی

تو نے پُشتوں اور رحموں پر دست درازی کی تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہ کہ ذوالجلال برکشادست از برای انتسال

تو اُس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہو جسکو خدا نے نسل بڑھانے کے لئے کھولا ہے؟

سد[3] شُدی دربندہا را اے لجوج کوریِ تو کرد سرہنگے خروج

اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا

نک منم سرہنگ و ہنگت بشکنم نک بنامش نام و ننگت بشکنم

اب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دونگا اب اُس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دونگا

---

[1] شاخ۔ لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ حملہ آوردن۔ قدرتِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تدابیر، اہلِ دنیا کا عالمِ غیب پر حملہ کرنا ہے۔ ثغور جمع ثغر بضم اول و ثانی ترکی رومی لغت ہے وہ سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان فاصل ہو۔ اسپہ۔ سپاہ۔ دژ۔ قلعہ۔ دربنداں۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاکباز۔

[2] غازیان۔ قدرت کیطرف سے ڈھیل ہوتی ہے تو کافروں کو جرات ہو جاتی ہے۔ کیش۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہرہ۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔

[3] سد۔ بند۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰ۔ ہنگت۔ قصدِ تو۔

تو ہلا در بند ہا را سخت بند — چند گاہے بر سبالِ[1] خود بخند

خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے — تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سبلتت را بر کَنَد یک یک قدر — تا بدانی کالقدر یعمی البصر

تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دیگی — تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے

سبلتِ تو تیز تر یا آنِ عاد — کہ ہمی لرزید از دمِ شاں بلاد

تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا (قومِ) عاد کی — جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رُو تری یا آں ثمود — کہ نیامد مثلِ ایشاں در وجود

تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود — کہ اُن جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازینہا گر بگویم تو کری — بشنوی و ناشنودہ آوری

اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے — تو سُنی ہوئی بات کو اَن سُنی کر دے گا

توبہ کردم از سخن کانگیختم — بے سخن من دارویت آمیختم

جو باتیں میں نے اُٹھائیں اُن سے توبہ کرتا ہوں — بغیر کہے میں تیری دوا گھولتا ہوں

کہ نہم بر ریشِ خامت تا پزد — تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد

تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے — تاکہ ہمیشہ کے لئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے

تا بدانی[2] کو خبیر ست اے عدو — می دہد ہر چیز را در خوردِ او

اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے — ہر چیز کو اس کے مناسبِ حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر — کہ ندیدی لائقش در پے اثر

تونے کب کجی برتی ہے اور تونے کب شر پھیلایا ہے؟ — کہ اس کے مناسب اُس کے بعد تونے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں — نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں

تھوڑی دیر کے لئے تونے آسمان پر کب بھیجی ہے؟ — نیکی، کہ اُس کے بعد اُس جیسی نہ آئی ہو

گر مراقب[3] باشی و بیدار تو — ہر دَمے بینی جزای کارِ تو

اگر تو نگراں اور بیدار ہو جائے — ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مراقب باشی و گیری رسن — حاجتت ناید قیامت آمدن

جب تو نگراں ہوگا اور رسّی کو پکڑ لے گا — تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت نہ رہیگی

آنکہ رمزے را بداند او صحیح — حاجتش ناید کہ گویندش صریح

جو اِشارے کو صحیح سمجھ لے — اُس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

---

[1] سبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔ عاد۔ قومِ عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لئے مُفید نہیں ہے۔ ریش۔ زخم، داڑھی۔

[2] تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کیلئے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔

[3] مُراقِب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو اُس کو پتہ چل جائے کہ ہر کام کا بدلہ فوراً ملتا ہے۔ چوں مراقب۔ اگر انسان محاسبہ کرتا ہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اُس کیلئے ضرورت نہیں ہے۔ آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشاراتِ خداوندی کو سمجھ لیگا اُس کے لئے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔

ایں[1] بلا از کودنی آید ترا — کہ نکردی فہم نکتہ و رمز را
یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آتی ہے — کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شُد — فہم کُن اینجا نشاید خیرہ شُد
جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا — سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شَوَد آں تیرگی — در رسد در تو جزائے خیرگی
ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائیگی — تجھے بے باکی کی سزا لے گی

ور[2] نیاید تیرت از بخشایش ست — نے پئے نادیدنِ آلایش ست
اگر تجھے تیر نہ لگے، تو یہ بخشش ہے — نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مُراقب باش گر دل بایدت — کز پئے ہر فعل چیزے زایدت
اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہئیے تو نگراں بن — اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

ور ازیں افزوں ترا ہمت بُوَد — از مراقب کار بالا تر رَوَد
اگر تجھ میں اِس سے زیادہ ہمت ہو — نگرانی کرنے والے سے کام بالاتر ہو جائیگا

بیانِ آنکہ تنِ خاکیِ آدمی زاد ہمچو آہنِ نیکو جوہر قابلِ آئینہ شُدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت وغیرہا معائنہ بنماید نہ بطریق خیال بل بعیاں

اِس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اُس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تاکہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کرلے محض خیالی طریقہ پر نہیں، بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس[3] چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی — صیقلی کُن صیقلی کُن صیقلی
پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے — صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پُر صُوَر — اندرو ہر سُو ملیحے سیم بر
تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے — جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ارچہ تیرہ و بے نور بُود — صیقلی آں تیرگی از وے زُدود
لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا — صیقل کرنے نے اُس کی کالک صاف کردی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رُو — تا کہ صورتہا تواں دید اندرو
لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کرلیا — یہاں تک کہ اُس میں صورتیں دیکھی جاسکتی ہیں

---

[1] ایں بلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

[2] ور۔ اگر انسان کی بُرائی پر اُس کی گرفت نہیں ہوئی ہو تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اُس کی بُرائی کا علم نہیں ہے۔ کز پئے۔ انسان کے ہر فعل کا اُس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقبہ کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تا در۔ انسان دل کو مصفیٰ کرلے تو اُس پر آخرت منکشف ہوجاتی ہے۔

[3] پس۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہوجاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقلی۔ لوہے نے صیقل سے حُسن اختیار کرلیا۔

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است — صیقلش کُن زانکہ صیقل گیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے — اُس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کرنے والا ہے

تا درو اشکال غیبی رُو دہد — عکسِ[1] حُورے و مَلک در وَے جہد
تاکہ اُس میں غیبی صورتیں نظر آئیں — حُور اور فرشتے کا عکس اُس میں جھلکے

صیقلِ عقلت بداں دادست حق — کہ بدُو روشن شود دل را وَرق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اِسی لئے دیا ہے — تاکہ اُس کے ذریعہ دل کا ورق روشن ہو

صیقلی را بستۂ اے بے نیاز — واں ہوا را کردہ دو دست باز
اے لاپروا! تو نے صیقل کر بند کر دیا ہے — اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں

گر ہوا را بند بنہادہ شود — صیقلے را دست بکشادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے — صیقل کے ہاتھ کُھل جائیں گے

آہنے کائینۂ غیبی بُدے — جُملہ صُورتہا درو مُرسَل شُدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے — تمام صورتیں اُس میں بھیجی جاتی ہیں

تیرہ کردی زنگ دادی در نہاد — ایں بُوَد یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَاد
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا — "وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں" کے یہی معنیٰ ہیں

تاکنوں[2] کردی چنیں اکنوں مکن — تیرہ کردی آب را افزوں مکن
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر — تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف — واندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اس کو نہ ہلا - تاکہ پانی صاف ہو جائے — اور اُس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مردم ہست ہمچوں آبِ جُو — چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ اُو
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے — جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے

قعرِ[3] جُو پُر گوہرست و پُر زِ دُر — ہیں مکن تیرہ کہ ہست آں صاف و حُر
نہر کی تہ موتیوں اور گوہر بھری ہے — خبردار اُس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مردم ہست مانندِ ہوا — چوں بگرد آمیخت شُد پردہ سما
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے — جب وہ گرد آلود ہو گئی، آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو ز دیدِ آفتاب — چونکہ گردش رفت شُد صافی و ناب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے — جب اُس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بن گئی

لہ عکس۔ یعنی عالمِ غیب کی صورتیں۔ ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشاتِ نفسانی کے درپے ہے۔ گر ہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اُس کے دل کی صیقل ہو جائے۔ تیرہ کردی۔ قرآن پاک میں ہے۔ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا مولانا نے اِس آیت میں فساد کے معنیٰ قلب کی تیرگی کے کئے ہیں۔

لہ تاکنوں حضرت موسیٰ ع کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ بر مشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اُسکو زائل کر اور اُس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ پانی جب گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

لہ قعرِ جُو۔ انسان کی طبیعت میں زر و جواہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو منقیٰ کرے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانندِ ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہو جاتی ہے وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ مانع آید۔ جب ہوا کثیف ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لئے پردہ بن جاتی ہے۔

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرو — صیقلی واللہ اعلم بالصدور

اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر — صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

۱ باز گفتن موسیٰؑ اسرارِ فرعون را و واقعاتِ او بظہر الغیب تا

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتا دینا تاکہ اللہ کے باخبر

بخبیریِ حق ایماں آورد و قصۂ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ بھر دیا

باکمالِ تیرگیِ حق واقعات — می نمودت تا روی راہِ نجات

باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات — تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ چلے

زآہنِ تیرہ بقدرت می نمود — واقعاتے کہ در آخر خواست بود

قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کئے — وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے

۲ تا نکنی کم تر تو آں ظلم و بدی — آں ہمی دیدی و بدتر می شدی

تاکہ تو ظلم اور برائی نہ کرے — تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زشت خوابت می نمود — می رمیدی زاں و آں نقشِ تو بود

خواب تجھے بری صورتیں دکھلاتے تھے — تو اُن سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید — روی خود را زشت و بر آئینہ رید

اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا — اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ بھر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس — زشتیم آنِ تو است اے کور خس

کہ تو کیسا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے — اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری بلکہ ہے

۳ ایں جفا بر روی زشتت می کنی — نیست بر من زانکہ ہستم روشنی

یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے — مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ می دیدی لباست سوختہ — گہ دہان و چشم تو بر دوختہ

کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا — کبھی اپنا منہ اور آنکھیں سلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ — گہ سرِ خود را بدندانِ ددہ

کبھی جانور تیرے خون کے درپے ہوا — کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میانِ آب ریز — گہ غریقِ سیلِ خوں آمیز تیز

کبھی بیت الخلا میں اوندھا — کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

---

۱ باز گفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات ...... بیان فرمائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ باکمال۔ فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لئے بہت سے واقعات تجھ پر رونما کئے جو ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

۲ تا نکنی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لئے دکھائے جاتے تھے کہ تو ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ نقشہای۔ یہ بُری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اس کو اپنی صورت سمجھتا آئینہ کی خرابی سمجھا اور اس پر پاخانہ بھر دیا۔ کہ چہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔

۳ ایں جفا۔ اس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا آئینہ تو روشن ہے اس پر ظلم نہ تھا۔ گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون ملے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

گہ[1] زبامے اُوفتادہ گشتہ پست
کبھی بالا خانہ سے گِرا ہوا دبا ہوا
گاہ در اشکنجہ وبستہ دو دست
کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غُل
کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا
گاہ مغزت را زدندے چوں دہل
کبھی تیرے سَر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندا آمد ازیں چرخِ نقی
کبھی اِس صاف آسمان سے آواز آئی
کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی
کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

گہ[2] ندا آمد صریحًا از جبال
کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی
کہ برو ہستی زاصحابِ شمال
کہ جا، تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد
کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی
تا ابد فرعون در دوزخ فتاد
کہ فرعون، ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گر گیا

گہ خطاب آمد تُرا از ہر نبات
کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی
گشت مطرودِ ابد فرعون و مات
کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بتر ہا کہ نمیگویم ز شرم
اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں
تا نگردد طبعِ معکوسِ تو گرم
تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو

اندکے[3] گفتم بتُو اے ناپذیر
اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں
ز اندکے دانی کہ ہستم من خبیر
تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات
تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مُردہ بنا لیا
تا نیندیشی زخواب و واقعات
تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیشِ تو
تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی
کوریِ ادراکِ مکر اندیشِ تو
تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیرتی

دربیانِ آنکہ درِ توبہ و استغفار بازست از کرمِ حق
اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھُلا ہوا ہے

ہیں مکُن زیں پس فراگیر احتراز
خبردار! اِس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر
کہ ز بخشایش درِ توبہ است باز
کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانبِ مغرب درے
مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ
باز باشد تا قیامت بر ورے
کھُلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

[1] گہ زبامے۔ کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے۔ کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سَر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ۔ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

[2] گہ ندات۔ کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد۔ کبھی تو پتھروں سے اپنے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بتر ہا۔ اِس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سُنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضبناک نہ ہو جائے۔

[3] اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتلائے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی۔ اِن واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کریگا۔ دربیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری سے توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ۔ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ورے۔ مخلوق۔

تا ز مغرب بر زند سر آفتاب — باز باشد آں در از وے رُو متاب

جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے — وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے رُو گردانی نہ کر

هشت[۱] جنّت را ز رحمت هشت در — یک درِ توبہ است زاں هشت اے پسر

(خدا کی) رحمت سے جنّت کے آٹھ دروازے ہیں — ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

آں همہ گہ باز باشد گہ فراز — واں درِ توبہ نباشد جز کہ باز

وہ سب کبھی کھلتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں — اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

هیں غنیمت دار در باز است زود — رخت آنجا کش بکوریِ حسود

خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد — سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کے

پیش ازاں کز قهر در بستہ شود — بعد ازاں زاریِ تو کس نشنود

اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے — اس کے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سنے گا

باز گرد[۲] از کفر و ایں در باز یاب — تا نگردی از شقاوت ردِّ باب

کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کرلے — تاکہ تو بدبختی سے، مردودِ بارگاہ نہ بنے

گفتنِ موسیٰ علیہ السّلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کن و چہار فضیلت عوض بستاں و پرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام است

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کرلے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

هیں ز من بپذیر یک چیز و بیار — پس ز من بستاں عوض آں را چہار

آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجا لا — پھر مجھ سے اس کے بدلے میں چار لے لے

گفت[۳] اے موسیٰ کدام است آں یکے — شرح کن با من ازاں یک اندکے

اس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟ — اس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کر دے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار — کہ خدائے نیست جز از کردگار

فرمایا وہ ایک یہ ہے کہ تو علی الاعلان کہہ دے — کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر علا — مردم و دیو و پری و مرغ را

جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنے والا ہے — (اور) انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالقِ دریا و کوہ و دشت و تیہ — ملکتِ او بے حد و او بے شبیہ

دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنے والا ہے — اس کی سلطنت لامحدود ہے اور وہ بے مثال ہے

۱ هشت۔ جنّت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے اس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ جب ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اس کی طرف رجوع کر لینا چاہیے اس کے بند ہو جانے کے بعد آہ و زاری کام نہ آئیگی۔

۲ باز گرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اے فرعون اس دروازے کی طرف جلد رجوع کرلے۔ گفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کرلے۔

۳ گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اس ایک بات کی تشریح کر دیجئے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔ خالق۔ الٰہی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان جنگل۔ ملکت۔ ملکت۔ بے شبیہ۔ بے مثال۔

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے

رازقِ ہر جانور اندر جہاں
دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے

ہم پدید آرندۂ گل از گیا[۱]
گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

مُطّلع اُو بر ضمیرِ بندگاں
وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے

حاکم و جبّار بر گردن کشاں
وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے

اُوست بر ہر بادشاہے بادشاہ
وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے

حکم اُو را یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاء
اُس کا حکم ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آنچہار
اُس نے کہا اے موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟

کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار
کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بُوَد کز لطفِ آں وعدۂ حَسَن
ہوسکتا ہے کہ اُس اچھے وعدے کی خوبی سے

سُست گردد چارمیخِ کُفرِ مَن
میرے کفر کی سزا سُست پڑ جائے

بُوکہ زاں خوش وعدہائے مغتنم
ہوسکتا ہے کہ اچھے مغتنم وعدوں کی وجہ سے

بر گُشاید قفلِ کفرِ صد مَنم
میرے کفر کا سینکڑوں مَن کا قفل کھل جائے

بُوکہ از تاثیرِ جُوئے انگبیں[۲]
ہوسکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے

شہد گردد در تنم ایں زہرِ کیں
یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جُوئے آں پاکیزہ شیر
یا اُس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے

پرورش یابد دمے عقلِ اسیر
تھوڑی دیر کے لئے قیدی عقل پرورش پالے

یا بُوَد کز عکسِ آں جُوہائے خمر
یا شاید شراب کی اُن نہروں کے پرتو سے

مست گردم بُو برم از ذوقِ امر
میں مست ہوجاؤں، حکمِ خداوندی کا ذوق حاصل کرلوں

یا بُوَد کز لطفِ آں جُوہائے آب[۳]
یا شاید اُن پانی کی نہروں کی لطافت سے

تازگی یابد تنِ شورہ خراب
برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کرلے

شورہ اَم را سبزہ پیدا شود
میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہوجائے

خارزارم جنّۃُ المأویٰ شود
میرا کانٹوں کا کھیت جنّۃ المأویٰ بنجائے

بُوکہ از عکسِ بہشت و چار جُو
ہوسکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے

جاں شود از یاریِ حق یار جُو
جان، اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

---

[۱] گیا۔ گھاس۔ مُطّلع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ فرعون نے کہا۔ برگو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیئے جاتے تھے۔ کفرِ صد من۔ بھاری کفر۔

[۲] جُوئے انگبیں۔ جنت کی شہد کی نہر۔ شیر۔ جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بُوَد۔ جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ خمر۔ یعنی اَمرِ خداوندی۔

[۳] آب۔ جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔ شورہ۔ یعنی شوریلی زمین۔ جنّۃ المأویٰ ایک جنت کا نام ہے۔ بُوکہ۔ انسان کے اخلاقِ حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاقِ ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جُو۔ جنت کی چار نہریں۔

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ اَم ۔۔۔ آتش و دَر قہرِ حق آغشتہ اَم
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بنگیا ہوں ۔۔۔ آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ زعکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار[1] ۔۔۔ گشتہ اَم بر اہلِ جنّت زہر بار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح ۔۔۔ جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

کہ زعکسِ جوششِ آبِ حَمیم ۔۔۔ آبِ ظُلمم کرد خلقاں را رمیم
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے ۔۔۔ میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا ہے

من زعکسِ زمہریرم زمہریر ۔۔۔ یا زعکسِ آں سَعیرم چوں سَعیر
میں زمہریر کے عکس سے، زمہریر ہوں ۔۔۔ یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلوم کنوں ۔۔۔ وایِ آنکہ یابمش ناگہ زبوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں ۔۔۔ اُس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیا[2] باشد کہ بکشایم دَر ۔۔۔ وز فضیلتہات گردم باخبر
اے موسیٰ! ہو سکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھول دے ۔۔۔ اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہو جاؤں

موسیا باشد کہ یابم مامنے ۔۔۔ وارہم از کثرتِ ما و منے
اے موسیٰ! ہو سکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پا لوں ۔۔۔ میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں بگو با من کدامست آں چہار ۔۔۔ کہ عوض خواہیم دادن بر شمار
ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟ ۔۔۔ جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰ آں چار فضیلت را جہتِ پامُزدیِ ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰ کا اُن چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰ کاوّلینِ آں چہار ۔۔۔ صحّتے[3] باشد تنت را پائیدار
حضرت موسیٰ نے فرمایا اُن چار میں سے پہلی یہ ہے ۔۔۔ کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہوگی

ایں عِلَلہای کہ در طب گفتہ اَند ۔۔۔ دور باشد از تنت اے ارجمند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں ۔۔۔ اے با اقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیًا باشد ترا عمرِ دراز ۔۔۔ کہ اجل دارد زعمرت احتراز
دوسرے تیری عمر دراز ہوگی ۔۔۔ کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

ویں نباشد بعد عمرِ مستوی ۔۔۔ کہ بناکام از جہاں بیروں روی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہوگا ۔۔۔ کہ تو دنیا سے ناکام جائے

---

[1] کہ زعکس۔ انسان کا ظلم دراصل دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رمیم۔ پرانا، بوسیدہ۔ من زعکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وای۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔

[2] موسیا۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ مامن۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبر اور خودی۔ ہیں۔ وہ چار چیزیں بتا دے جو تو جس کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہوں گی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰ نے اُن چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہوں گی۔

[3] صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحتمند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحتمند رہنے کا وعدہ ہے۔ ثانیًا۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہوگی وہ عمر کی درازی ہے۔ ویں نباشد۔ بالآخر موت آئیگی لیکن ایسی حالت میں آئیگی کہ تو دنیا سے بامقصد جائیگا۔

بلکہ[1] خواہانِ اَجل چوں طفلِ شیر
بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ
نے ز رنجے کہ ترا دارد اَسیر
نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جُو باشی ولے نز عجز و رنج
تو موت کا جویاں ہوگا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں
بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج
بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

پس بدستِ خویش گیری تیشہ
تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا
می زنی بر خانہ بے اندیشہ
بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجابِ گنج بینی خانہ را
کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا
مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را
اِس ایک دانہ کو سَو کھلیانوں کا مانع (سمجھے گا)

پس در آتش افگنی ایں دانہ را
تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا
پیش گیری تیشۂ مردانہ را
مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

بر کنی ایں خانۂ تن بے دریغ
بے تامل اِس جسم کے گھر کو اُکھاڑ دے گا
تا بروں آید مہت از زیرِ میغ
تاکہ تیرا چاند اَبر کے نیچے سے نکل آئے

اے[2] بیک برگے ز باغے ماندہ
اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم رہ گیا ہے
ہمچو کرمے برگش از رز راندہ
اُس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے

چوں کرم ایں کِرم را بیدار کرد
جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا
اژدہائے جہل را ایں کِرم خورد
اِس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کِرم کرمے شد پُر از میوہ درخت
کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا
ایں چنیں تبدیل کرد اُو نیکبخت
اُس نیک بخت نے اِس طرح تبدیلی کر لی

تفسیر[3] کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِاُعرَفَ

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ بر کَن کز عقیقِ ایں یَمن
گھر کھود ڈال یمن کے اِس عقیق سے
صد ہزاراں خانہ شاید ساختن
لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست
خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے
از خرابی ہیں مَیندیش و مَایست
ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقدِ گنج
ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر
می تواں کردن عمارت بے ز رنج
تکلیف کے بغیر تعمیر کئے جا سکتے ہیں

---

[1] بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی ایسی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آکر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اسلئے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اُس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانہ معرفت کیلئے تو پردہ سمجھے گا۔ تا بروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔

[2] اے بیک۔ جو لوگ جسم پروری میں لگے ہیں اُن کی مثال اُس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چپٹا ہوا ہے اور اُس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم ہے۔ چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا بیدار ہو جائیگا تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائیگا۔

[3] تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔ عقیقِ ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رُک۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آجائے تو اِس ویران شدہ گھر جیسے سینکڑوں اُس کے ذریعہ تعمیر کرلئے جائینگے۔

عاقبت[1] ایں خانہ خود ویراں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا
گنج از زیرش یقیں عریاں شود
خزانہ یقیناً اُس کے نیچے سے ظاہر ہوگا

لیک آں تو نباشد زانکہ رُوح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہوگا کیونکہ روح (کیلئے)
مُزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
وہ نذرانہ اِس (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد آنکار مُزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا، اُس کی مزدوری معدوم ہے
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی
انسان کے لئے وہی ہے جو اُس نے کوشش کی

دست خائی بعد ازاں تو کاے دریغ
اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس
ایں چنیں ماہے بُد اندر زیر میغ
اَبر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

من[2] نکردم انچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات انھوں نے کہی میں نے نہ کی
گنج رفت و خانہ و دستم تہی
خزانہ گیا اور گھر (بھی)، اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ بُود
سینکڑوں کھلیانوں کیلئے ایک دانہ مانع تھا
حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بُود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اُجرت گرفتی و کرے
تونے گھر اُجرت اور کرایہ پر لیا ہے
نیست مِلکِ تو بہ بیعے یا شرے
خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے را مُدّتے اُو تا اجل
اِس کرایہ کی مدت موت تک ہے
تا دریں مُدّت کُنی دروے عمل
تاکہ تو اِس مدت میں اُس میں کام کرلے

پارہ[3] دوزی میکُنی اندر دُکاں
تو دُکان میں چیتھڑے سی رہا ہے
زیر ایں دُکانِ تو مدفوں دو کاں
اِس دکان کے نیچے دو کانیں مدفون ہیں

ہست ایں دُکاں کرائی زود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر
تیشہ بستان و تگش را می تراش
کُدال لے اور اُس کی تہ کو کھود

تاکہ تیشہ ناگہاں بر کاں نہی
تاکہ تو کُدال اچانک کان پر رکھ دے
از دُکان و پارہ دوزی وا رہی
دُکان اور چیتھڑے سینے سے نجات پا جائے

پارہ دوزی چیست خوردِ آب و ناں
چیتھڑے سینا کیا ہے، روٹی پانی کی خوراک
ہر زماں می دَرّد ایں دلقِ تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے

میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے
پارہ بروے می زنی زیں خوردنت
تو اِس خوراک سے اُس پر پیوند لگاتا ہے

---

[1] عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اُس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔ چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اِس لئے کہ انسان کو اُس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دست خائی جب خزانہ نمودار ہوگا اور وہ تیرا نہ ہوگا تو افسوس کریگا۔

[2] من نکردم۔ اُس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اِس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔ ایں کرے۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اِسی لئے ہے کہ اُس میں عمل کرے۔

[3] پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اُس میں دو کانیں مدفون ہیں۔ تگش یعنی اُس کی گہرائی۔ دلقِ گراں یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اسکی رفوگری ہے۔

اے ز نسلِ بادشاہِ[1] کام یار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے

با خود آ زیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ اِس چیتھڑے سینے سے شرم کر

پارہ بر کُن از ایں قعرِ دُکاں
اِس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا

تا بر آرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دو کانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مُہلت خانہ کرے
اِس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت

آخر آید تو نخوردہ زو برے
ختم ہو، (اور) تو نے اُس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس[2] ترا بیروں کُند صاحب دکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکالدے

ایں دُکاں را بر کَند از روی کاں
اِس دکان کو، کان کے منہ سے اُکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا

گاہ ریشِ خامِ خود بر می کَنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بُود ایں دُکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی

کور بُودم بر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اِس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا

آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بُودِ ما را بُرد باد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہو گیا

تا اَبد یا حسرتا شُد للعباد
قیامت تک بندوں کے لئے حسرت ہے رہ گیا

غرّہ شدنِ[3] آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش و طلب ناکردنِ علمِ غیب کہ علمِ اَنبیاست علیہم السّلام

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور علمِ غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے

بُودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ اَم در خانہ حیران و نزار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا

لابُد از معنیٰ شدم من عُور و زار
لامحالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی

لاجرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

[1] بادشاہ۔ یعنی حضرت آدمؑ جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔ پارہ کُن۔ اِس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اِس میں سے زر و جواہر کی دو کانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں یہ عارضی جسم ہے اِس سے فائدہ اٹھالے اور اسکی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اسکو فنا کردے۔

[2] پس۔ ایک وقت آجائیگا کہ یہ عارضی جسم تجھسے لے لیا جائیگا اور تو اُس کان سے محروم ہوجائے گا جو اس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہوگیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپا دیا۔ تا اَبد۔ پھر تو اِس آیت کا مصداق بن جائیگا۔

[3] غرّہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقلمندی کے بھروسہ پر علمِ نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیدم۔ بالآخر اُسی کو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہو کر اُس کے خزانہ سے محروم ہوگیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اُس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہوگیا۔

بُودم از گنجِ نہانی بے خبر — وَرنہ دستنبوئے[۱] من بُودے تبر
میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا — ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے — ایں زماں غم را تبرّا دادمے
افسوس، اگر میں تبر کی قدر کر لیتا — اس وقت میں غم پر تبرّا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم — ہمچو طفلاں عشقہا می باختم
میں نے نقش (ونگار) پر آنکھ جما دی — بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس[۲] نِکو گفت آں حکیمِ کامیار — کہ تو طفلی خانہ پُر نقش ونگار
اُس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے — کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش ونگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی نامہ بس اَندرز کرد — کہ برآر از دودمانِ خویش گرد
الٰہی نامہ میں اُس نے نصیحت کی ہے — کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامیِ شرح کردن موسیٰ علیہ السّلام با فرعون فضیلتِ چہارگانہ

حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کُن اے موسیٰؑ بگو وعدۂ سوم — کہ دلِ من زاضطرابش گشت گم
اے موسیٰؑ بس کر، تیسرا وعدہ بتا — کیونکہ میرا دل اُس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰؑ آں سوم مُلکِ دو تو — دو جہانے خالص از خصم و عدو
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ تیسری، دوہری حکومت ہے — دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں مُلک کاکنوں داشتی — کاں بُد اندر جنگ وایں در آشتی
اُس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے — کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت[۳] چناں مُلکے دہد — بنگر اندر صُلح خوانت چوں نہد
وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا مُلک عطا کر دیتا ہے — غور کر کہ صلح میں تیرے سامنے کیسا دسترخوان بچھائیگا؟

آں کرم کاندر جفا آنہا ت داد — در وفا بنگر چہ باشد افتقاد
جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا — غور کر وفاداری میں اُس کی دلجوئی کیسی ہوگی؟

گفت اے موسیٰؑ چہارم چیست زود — باز گو صبرم شُد و حرصم فزود
اُس نے کہا اے موسیٰؑ! چوتھی کیا ہے، جلد — کہہ دے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں — مُوئے ہمچوں قیر و رُخ چوں ارغواں
فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا — بال تارکول کی طرح اور چہرہ گُلِ بابونہ کی طرح (رہیگا)

---

۱ دستنبو۔ ایک مصنوعی خوشبوؤں کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبرّ یعنی میں تبر کے ذریعہ اِس خزانہ کو کھود لیتا۔ تبرّا۔ کسی چیز سے برأت کا اظہار کرنا۔ چشم الخ۔ میں نے مکان کے ظاہری نقش ونگار پر نظر رکھی۔

۲ بس نکو۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔ الٰہی نامہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔

ہمہ اندرزِ من بتو اینست
کہ تو طفلی و خانہ رنگینست

دُودمان۔ خاندان یعنی اعضاءِ جسمانی۔ بس کن۔ یہاں تک مولانا کی تقریر حضرت موسیٰؑ کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کرو اور تیسری بات بتاؤ۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ایمان لائے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔

۳ در جنگت۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کرے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا یعنی کفر۔ وفا۔ یعنی ایمان۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملیگی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہیگا۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ارغوان۔ گُل بابونہ۔

رنگ و بو در پیشِ ما بس کاسِد ست [1]
رنگ و بو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں

لیک تو پستی سخن کردیم پست
لیکن تو گھٹیا ہے (اسلئے) ہم نے گھٹیا بات کہی

افتخار از رنگ و بو و از مکاں
رنگ و بو اور مکان پر فخر کرنا

ہست شادی و فریبِ کودکاں
بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ
اس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے اُن کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ

لَا عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِکُمْ حَتّٰی لَا یُکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اُس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سروکارم فتاد
چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا

ہم زبانِ کودکاں باید گشاد
مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیے

کہ برو کُتّاب تا مُرغت خرم [2]
کہ مدرسہ جا، تیرے لئے پرند خرید دوں گا

یا مویز و جوز و فستق آورم
یا منقیٰ یا اخروٹ یا پستہ لادوں گا

جز شبابِ تن نمیدانی بگیر
جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے لے لے

ایں جوانی را بگیر اے خرِ شعیر
اس جوانی کو، اے گدھے! جو لے لے

ہیچ آژنگے نیفتد بر رُخت
ترے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی

تازہ ماند ایں شبابِ فرخت
یہ تیری مبارک جوانی تازہ رہے گی

نے ترنّدِ پیریت آید برو
نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی

نے قدِ چوں سروِ تو گردد دوتو
نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہوگا

نے شود زورِ جوانی از تو کم
تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا

نے بدنداں نہا خللہا یا اَلَم
نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئیگی)

نہ کمی در شہوت و طَمث و بعال [3]
نہ شہوت اور جماع اور ملاعبت میں کمی آئے گی

کہ زناں را آید از ضعفت ملال
کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مُویت سفید و پُشت خم
نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی

لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم
بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہوگا

آنچناں بکشایدت فرِّ شباب
تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اسطرح کشادہ ہوگی

کہ کشود آں مژدہ بر عکاشہ باب
جسطرح (حضرت) عکاشہؓ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

---

[1] کاسد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں بچوں کی خوشی کی ہیں۔ کلموا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو اُن کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ اُن کی تکذیب کردینگے۔

[2] کہ برو۔ بچوں سے ایسی بچکانہ باتیں کی جاتی ہیں فستق۔ پستہ۔ خرِ جس۔ ریچھ۔ آژنگ۔ جھری۔ ترنّد۔ ذلّت و خواری۔ اَلَم۔ تکلیف۔

[3] طمث۔ حیض، جماع بعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا خوشتر یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہوگا۔ عکاشہ۔ حضرت عکاشہؓ مشہور صحابی ہیں ایک روز حضورؐ نے فرمایا میری اُمّت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو بغیر حساب و کتاب جنّت میں داخل ہونگے حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا حضورؐ دعا فرما دیجئے کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوں تو حضورؐ نے اُن کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔

معنیٔ حدیث من بشّرنی بخروج الصفر بشّرته بدخول الجنة وسبق عکاشہؓ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دیگا میں اسکو جنت کی خوشخبری دیدونگا اور حضرت عکاشہ کی پیش

احمدِ آخر زمانؐ را انتقال ¹ | در ربیع الاوّل آمد بے جدال
(نبی) آخرالزماں احمدؐ کا انتقال | بلا اختلاف، ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابد دلش زیں وقتِ نقل | عاشقِ آں وقت گردد او بعقل
جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہوگیا | آپ دل (و جان) سے اُس وقت کے مشتاق ہوگئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر | کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر
جب (ماہِ) صفر آیا، آپ صفر سے خوش ہوئے | کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ ھُدے | اے رفیقِ راہِ اعلیٰ می زدے
راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک | آپ راہِ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفت ² ہر کس کہ مرا مژدہ دہد | چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد
فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا | جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالیگا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع | مژدہ ور باشم مر او را و شفیع
کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہوگیا | میں اسکو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنیوالا ہونگا

چوں صفر بر بست رخت و ماہِ نو | گشت پیدا بر فلک با تاب و ضو
جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند | رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہوگیا

گفت عکاشہ صفر بگذشت و رفت | گفت جنت مر ترا اے شیر زفت
(حضرت) عکاشہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا | (آنحضورؐ نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لئے جنت ہے

دیگرے ³ آمد کہ بگذشت آں صفر | گفت عکاشہ ببرد از مژدہ بر
دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا | فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

پس رجال از نقلِ عالم شادماں | وز بقایش شادماں ایں کودکاں
بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں | اور اُس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

چونکہ آبِ خوش ندید آں مرغِ کور | پیشِ او کوثر نماید آبِ شور
چونکہ اُس اندھے پرند نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے | اُس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہمچنیں موسیٰؑ کرامت می شمرد | ہم بدنیساں بے قدم رہ می سپرد
(حضرت) موسیٰؑ اِس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے | اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

---

¹ آخرِ ماہ - اہلِ سنت کے نزدیک بالاتفاق حضورؐ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔ رفیق۔ وفات کے قریب حضورؐ یہ جملہ فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

² گفت۔ حضورؐ نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دیگا میں قیامت میں اسکا سفارشی بنوں گا۔ ماہِ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔

³ دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے بھی صفر کے ختم ہونے کی خوش خبری دی۔ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ پس رجال۔ جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہوجاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں رہنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبع ہیں۔ ہمچنیں۔ ایمان لانے پر جو اُس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰؑ وہ شمار کراتے رہے۔

کہ نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد ۔۔۔ ہم نگردد اطلسِ بختِ تو بُرد
کہ تیرا صاف اقبال، تلچھٹ نہ بنے گا ۔۔۔ تیرے نصیب کا اطلس، بُرد نہ بنے گا

ہر چہ خواہی یابی از بختِ جواں ۔۔۔ شادماں مانی نگردی ناتواں
تو جو نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا ۔۔۔ تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت اَحسنت نکو گفتی ولیک ۔۔۔ تا کنم من مشورت با یارِ نیک
فرعون نے کہا بہت اچھا، تو نے عمدہ بات کہی لیکن ۔۔۔ میں اچھے دوست سے مشورہ کر لوں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ اُورا با ایمان آوردن

حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے، فرعون کا مشورہ کرنا اور حضرت آسیہ کا اُس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت اُو ایں سخن با آسیہ ۔۔۔ گفت[۲] جاں افشاں بریں اے دل سیہ
پھر اُس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں ۔۔۔ انھوں نے فرمایا اے سیاہ دل! ان پر جان چھڑک دے

بس عنایتہاست متنِ ایں مقال ۔۔۔ زود دریاب اے شہِ نیکو خصال
اِس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں ۔۔۔ اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کر لے

وقتِ کشت آمد زہے پُر سود کشت ۔۔۔ ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
کھیتی کا وقت آگیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی ۔۔۔ یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں

بر جہید از جا و گفتا بخ لک ۔۔۔ آفتابے تاج گشتت اے کلک
جگہ سے کود دیں اور کہا تجھے مبارک ۔۔۔ اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیب[۳] کل را خود بپوشاند کلاہ ۔۔۔ خاصہ چوں باشد کلہ خورشید و ماہ
عیب خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے ۔۔۔ خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں ۔۔۔ چوں نگفتی آرے و صد آفریں
اُسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سُنا تھا ۔۔۔ تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

ایں سخن در گوشِ خورشید ار شدے ۔۔۔ سر نگوں بر بُوئے آں زیر آمدے
یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی ۔۔۔ اُس کی تمنا میں اوندھا نیچے آ جاتا

ہیچ میدانی چہ وعدہ ست اُو چہ داد ۔۔۔ می کند ابلیس را حق افتقاد
تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کسقدر سخاوت ہے ۔۔۔ اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

۱؎ کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئیگا تو تیرا اقبال بنا رہیگا۔ بُرد۔ دھاری دار معمولی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔ گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سُن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کر لوں اُس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا

۲؎ گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انھوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی نصیحتوں پر عمل کرے۔ متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشق خداوندی میں گرم ہو گئی۔ بخ لک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ کل، گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے۔

۳؎ عیب۔ کل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اُڑھا کر اُس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اُسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔ ہیچ۔ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دل جوئی کرے۔

چوں بدیں لطف آں کریمت بازخواند
جب اُس کریم نے اِس مہربانی سے تجھے بلایا ہے
اے عجب چوں زہرہ اَت بر جائے ماند
تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زہرہ اَت ندرید تازاں زہرہ آت
تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اِس پتے سے
بُودے اندر ہر دُو عالم بہرہ اَت
دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا

زہرہ کز بہر حق اُو بردَرَد
وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے
چوں شہیداں از دُو عالم بر خورد
وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان کا فائدہ اُٹھاتا ہے

غافلی ہم حکمت ست وایں عمیٰ
غفلت اور یہ اندھاپن بھی حکمت ہے
تا بماند لیک تا ایں حد چرا
تاکہ اُس کا وجود رہے، لیکن اِس حد تک کیوں ہے

غافلی ہم حکمت ست و نعمت ست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے
تا نپرد زود سرمایہ ز دست
تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسور شود
لیکن نہ اِس قدر کہ ناسور بن جائے
زہرِ جان و عقلِ رنجورے شود
ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کرسکتا ہے؟
کہ بیک گل می خری گلزار را
کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے

دانہ را صد درختانت عوض
ایک دانہ کا سو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں
حبہ را آیدت صد کاں عوض
ایک رتی کا تیرے لئے سو کانیں بدلہ ہوں

کانَ لِلّٰہ دادنِ آں حبہ است
اِس رتی کا دینا، اللہ کا ہو جانا ہے
تا کہ کانَ اللّٰہ لہٗ آید بدست
تاکہ "اللہ اُس کا ہوگیا" ہاتھ آجائے

زانکہ ایں ہُوی ضعیفِ بیقرار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت
ہست شد زاں ہُوی ربِّ پایدار
اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

ہُوی فانی چونکہ خود با اُو سپرد
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اسکے سپرد کردیا
گشت باقی دائم و ہرگز نمرد
وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہوگئی اور ہرگز نہ مریگی

ہمچو قطرہ خائف از باد و زخاک
اُس قطرے کیطرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے
کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
کہ اِن دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا
از تفِ خورشید و باد و خاک رست
(تو) اُس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پالی

---

۱ چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کیلئے پھٹ جائے اُس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔ غافلی۔ نظامِ عالم کی بقا کے لئے خدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

۲ غافلی۔ اگر انسان ہمہ وقت استغراق میں رہے اور اُس کے حواس معطل رہیں تو اُس کے علم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بُری چیز ہے۔ خود کہ یابد۔ حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درختستاں۔ باغ۔

۳ کانَ لِلّٰہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہوگیا۔ ھُوِیْ۔ ذات، شخصیت۔ گشت باقی۔ حدیث قدسی ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اُسکو قتل کردیتا ہوں اور میں جسکو قتل کرتا ہوں اُس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہمچو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی، ہوا، خاک ختم کردیتی ہے۔

ظاہرش[1] گم گشت در دریا ولیک — ذاتِ او معصوم و پابرجا و نیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہوگیا لیکن — اُس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم — تا بیابی در بہائے قطرہ یم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دیدے — تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کرلے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف — در کفِ دریا شو ایمن از تلف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش — دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہوجا

خود کرا آید چنیں دولت بدست — قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟ — کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا کرنے والا ہوا ہے

چوں[2] تقاضا می کند دریا تُرا — پس چہ استادی و درماندی ہلا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے — تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ اللہ زود بفروش و بخر — قطرہ دہ بحرِ پُر گوہر ببر
خدا کے لئے، جلد بیچ اور خرید — قطرہ دیدے، جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن — کہ ز بحر لطف آمد ایں سخن
خدا کے لئے، بالکل تاخیر نہ کر — کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو — چونکہ بحرِ رحمت ست ایں نیست جو
خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر — کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے، نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوئی[3] شو بیدست و پا — تا شود چوگانِ موسیٰؑ پا ترا
خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا — تاکہ موسیٰؑ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر — بر چنیں انعامِ عام اے بیخبر
خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر — اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

اللہ اللہ زود دریاب اے فتا — تا نگردی در غلط بینی فنا
خدا کے لئے، اے نوجوان! جلد حاصل کرلے — تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہوجائے

اللہ اللہ ترک کُن ہستیِ خود — چونکہ خواند ست برو اے معتمد
خدا کے لئے، اپنی ہستی کو چھوڑ دے — جب اُس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

اللہ اللہ زود تر تعجیل کُن — بر فروز از ایں اشارتے بے سخن
خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر — اِس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہوجا

---

[1] ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہوگیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کرکے ذاتِ باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔ ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے۔ خود کرا۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[2] چوں۔ جب دریائے وحدت خود دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔ اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔

[3] گوئی شو۔ جس طرح موسیٰؑ کہیں وہ کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو موسیٰؑ کے بلّے کی گیند بنا دینا چاہیئے۔ ترک کُن۔ اپنی ہستی کو ترک کرکے قُرب حاصل کرنا چاہیئے۔ اشارت۔ موسیٰؑ کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اُس سے منور ہوجانا چاہیئے۔

اللہ اللہ[1] تاکنوں کژ باختی — گردن اندر معصیت افراختی
خدا سے ڈر! ابتک تو نے ٹیڑھی بازی چلی — تو نے گردن کو گناہ میں اُبھارا

اللہ اللہ چوں عنایت در رسید — بے توقف در وے آمیز اے عَنید
سُبحان اللہ، جب اللہ کی مہربانی ہوگئی — اے سرکش! بغیر تاخیر کے اُس سے وابستہ ہوجا

اللہ اللہ چونکہ عصیاناتِ تو — در نمی نالد برویت شکر گو
خدا کے لئے، جب تک تیرے گناہ — تیری رُسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں ز فضلت راہ داد — سر بخاکِ پایِ اُو باید نہاد
خدا کیلئے، جبکہ اُس نے فضل کر کے تجھے راستہ دیا ہے — اُس کی خاکِ پا پر سر رکھ دینا چاہیے

اللہ اللہ با چنیں کفرِ[2] دو تو — چوں قبولت می کند اکرامِ او
تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے — اُس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لطف اندر لطفِ اُو گم می شود — کاسفلے بر چرخِ ہفتم می شود
مہربانی اُس کی مہربانی میں گم ہو رہی ہے — کہ ایک فرومایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے

ہیں کہ یک بازِ فتادت بو العجب — ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آگیا ہے — اِس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پا سکتا

در پذیر ایں چار خلعت زود زود — تا بہ بینی در عوض صد عز و سود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے — تاکہ تو بدلے میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت[3] با ہاماں بگویم اے ستیر — شاہ را لازم بُود رایِ وزیر
اُس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا — کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے

گفت با ہاماں مگو ایں راز را — کوزکم پیرے چہ داند باز را
اُس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا — کُبڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قصۂ بازِ بادشاہ و کم پیرزن کہ در خانہ اُو بُود

بادشاہ کے باز اور اُس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اسپیدے بکم پیرے دہی — اُو ببُرد ناخنش بہرِ بہی
ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے — وہ بھلائی کے لئے اُس کے ناخن تراش دیگی

ناخنے کہ اصل کار ست و شکار — کوژ کم پیرے ببُرد کور وار
وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں — کُبڑی بُڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

---

[1] اکرام اللہ۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سر بلندی حاصل کرتا رہا ہے۔ عنایت۔ خدائی توجہ۔ عَنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اِس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ ابتک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔

[2] کفرِ دو تو۔ خود فرعون کا کفر اور اُس کی قوم کا کفر۔ اسفلے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہو رہی ہے۔ بازے۔ یعنی توفیقِ خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہو جائینگی۔

[3] گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سُن کر فرعون نے کہا میں اِس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔ کوزکم پیرے۔ کُبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اسپیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اُس کے پنجوں پر ہے۔ کوروار۔ اندھا پن۔

[1] کہ کجا بُود ست مادر تا تُرا — ناخناں زینساں دراز ست اے کیا

کہ تیری، ماں کہاں تھی کہ تیرے — ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے مانس!

ناخن و منقار و پرّش را بُرید — وقتِ مہر ایں می کُند زالِ پلید

ناخن اور اُس کی چونچ اور اُسکے پَر کاٹ ڈالے — ناپاک بُڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکہ تُتماجش دہد اُو کم خورد — خشم گیرد مہرہا را بر دَرَد

جب وہ اُس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا — غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

کہ چنیں تُتماج پختم بہرِ تُو — تو تکبّر می نمائی و عُتُو!

کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا — تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مر ہُماں اِدبار را — نعمت و اقبال کے سازد تُرا

تو اُسی بدبختی کے لائق ہے — نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آسکتی ہے؟

[2] آبِ تُتماجش دہد کایں را بگیر — گر نمی خواہی کہ نوشی زاں فطیر

اُس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے — اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آبِ تُتماجش نگیرد طبعِ باز — زاں بتر رنجد شود خشمش دراز

باز کی طبیعت اُس دلیئے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے — اس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اُسکا غصہ بڑھ جاتا ہے

از غضب آں آشِ سوزاں بر سرش — زن فرو ریزد شود کَل مِغفرش

غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اُس کے سر پر — عورت ڈال دیتی ہے، اُسکی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے

اشک ازاں چشمش فرو ریزد ز سوز — یاد آرد لطفِ شاہِ دل فروز

سوزش سے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں — دل کو منوّر کرنیوالے بادشاہ کی مہربانی اُسکو یاد آتی ہے

[3] زاں دو چشمِ نازنینِ با دلال — کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال

اُن نازنین پُر غمزہ آنکھوں سے — جو شاہ کے چہرے کیوجہ سے سینکڑوں کمالات رکھتی تھیں

چشمِ مازاغش شدہ پُر زخمِ زاغ — چشمِ نیک از چشمِ بد با درد و داغ

اُسکی کج نہ ہونیوالی آنکھ کوّے کے زخم سے پُر ہو گئی — اچھی آنکھ، بد نظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ اُو — ہر دو عالم می نماید تارِ مُو

سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے — دونوں جہان ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود — ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود

اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں — چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

لہ کہ کجا۔ بوڑھی عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اس کے ناخن اِس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اُس بوڑھی نے اِس باز کے پَر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تُتماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے خشم گیرد۔ باز تتماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اُسکی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ عُتو۔ سرکشی۔ اِدبار۔ نحوست۔

لہ۲ آبِ تُتماجش۔ اُسکو تتماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھالے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ کَل۔ گنجا۔ مِغفر۔ سر پر اوڑھنے کی لوہے کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اُس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

لہ۳ زاں دو چشم۔ یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضورؐ کی نگاہیں صحیح پڑیں اور اُن کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

چشم[۱] بگذشتہ ازیں محسوسہا
وہ آنکھ جو اُن محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے

یافتہ از غیب بینی بوسہا
غیب بینی سے لذتیں محسوس کیے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من
میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں

نکتۂ گویم ازاں چشمِ حسن
کہ اس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آبِ محمودِ جلیل
اُس سے وہ قابلِ تعریف عظیم آنسو ٹپکتے

می ربودے قطرہ اش را جبرئیلؑ
کہ جبرئیلؑ اُس کے قطرے کو لے اُڑتے

تا بمالد در بر و منقارِ خویش
تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں

گر دہد دستوریش آں خوب کیش
اگر وہ پاک خصلت اُن کو اجازت دے

باز[۲] گوید خشمِ کم پیرار فروخت
باز کہتا اگرچہ بڑھیا کا غصہ بھڑک اُٹھا ہے

فر و نور و صبر و حلمم را نسوخت
میری شان و شوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلا سکا

بازِ جانم باز صد صورت تند
میری جان کا باز پھر سینکڑوں صورتیں حاصل کریگا

زخم بر ناقہ نہ بر صالحؑ زند
وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالحؑ پر زخم لگاتی ہے

صالحؑ ار یکدم کہ آرد با شکوہ
(حضرت) صالحؑ اگر ایک پرشوکت پھونک مار دیں

صد چناں ناقہ بزاید متنِ کوہ
پہاڑ کی چٹان ایسی سینکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار
دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ

ورنہ دراند غیرت پود و تار
ورنہ غیرت (خداوندی) تانا بانا اُدھیڑ دیگی

غیرتش[۳] راہست صد حلمِ نہاں
اُس کی غیرت میں سینکڑوں حلم پوشیدہ ہیں

ورنہ سوزیدے بیک دم صد جہاں
ورنہ ایک دم سے سینکڑوں جہان پھونک دے

نخوتِ شاہی گرفتش جائے پند
شاہی تکبر نے اُس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کرلیا

تا دل خود را ز پند او کرد بند
حتیٰ کہ اُس نے نصیحت کیجانب سے دل کو روک دیا

کہ کنم با رائے ہاماں مشورت
کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا

کوست پشتِ ملک و قطبِ مقدرت
کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفیٰؐ را رائ زن صدیقؓ رب
(حضرت) مصطفیٰؐ کے مشیر اللہ کے صدیقؓ ہیں

رائ زن بوجہل را شد بولہب
ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد
ہم جنس ہونے کی رگ نے اُسکو ایسا کھینچا

کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد
کہ وہ نصیحتیں اُس کے لئے ٹھنڈی پڑگئیں

۱ چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالف جاہلوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گذر کر مُغیبات سے لُطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اِس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اُس کو حضرت جبرئیلؑ اُٹھا لیتے ہیں اور تبرکاً اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

۲ باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اُٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصہ سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے۔ بازِ جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہوجائے تو کیا پروا ہے اُس کی مثال تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالحؑ میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔

۳ غیرتش۔ غیرتِ خداوندی بڑی بُردبار ہے ورنہ اِس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اِس قدر غضبناک ہوجاتی کہ عالم کو تباہ کردیتی۔ نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا۔ کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اُس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰؐ۔ ہم جنس اپنی جنس سے مشورہ کرتا ہے آنحضورؐ کے مشیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحتہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔

جنسؔ سوی جنس صد پرّہ پرد | بر خیالش پردہ ہا را بر درد
جنس، جنس کی جانب سینکڑوں پروں سے اڑتی ہے | اُس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصۂ آں زن کہ طفلِ اُو بر سرِ ناوداں غژیدہ بُود و خطرِ افتادن داشت
اُس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا

واز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جُستن مادرِ اُو
اور اُس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مُرتضیٰ | گفت شُد بر ناوداں طفلے مرا
ایک عورت (حضرت) مرتضیٰؑ کے پاس آئی | بولی، میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست | ور ہلم ترسم کہ اُفتد اُو بہ پست
اگر میں اُس کو بُلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے | اگر چھوڑتی ہوں ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیستؔ عاقل تا کہ دریابد چو ما | گر بگویم کز خطر سوئے من آ
وہ سمجھدار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے | اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آجا

ہم اشارت را نمی داند بدست | ور بداند نشنود ایں ہم بدست
وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے | اگر جانتا بھی ہے نہیں سنتا ہے یہ بھی بُرا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو | اُو ہمی گرداند از من چشم و رو
میں نے اُس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی | وہ مجھ سے آنکھ اور مُنہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مِہاں | دستگیرِ ایں جہان و آں جہاں
اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں | اس جہان اور اُس جہان کے دستگیر

زود درماں کُن کہ می لرزد دلم | کہ بدرد از میوۂ دل بگسلم
جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے | کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں

گفتؔ طفلے را برآور ہم زبام | تا ببیند جنسِ خود را آں غلام
فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا | تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سوئے جنس آید سبک زاں ناوداں | جنس بر جنس ست عاشق جاوداں
وہ فوراً پرنالے سے اپنے ہم جنس کیطرف آجائیگا | ہم جنس، ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چُناں کرد و چو دید آں طفلِ او | جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رو
عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اُس بچے نے اسکو دیکھا | اُس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رُخ کر دیا

لؔہ جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔ قصہ۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالے سے اسکے پاس آجائے گا۔ مرتضیٰ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالے زمین پر۔

ٹؔہ نیست۔ اُس میں اتنی عقل نہیں کہ اس خطرے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی از دست ہے دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی "بُرا ہے" ہے۔ کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔

سؔہ گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اُس کے پاس آجائے گا۔ زن۔ اُس عورت نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اُس بچے کے پاس آگیا۔

سُوئیِ بام آمد زمتنِ ناوداں
پرنالہ پر سے کوٹھے پر آ گیا

جاذِبِ ہر جنس را ہم جنس داں
ہر جنس کو ہم جنس کا کھینچنے والا سمجھ

غژغژاں آمد بسُوئیِ طفل طفل
کِھسکتا کِھسکتا بچہ بچہ کی طرف آ گیا

وارہید از اُوفتادن سُوئیِ سِفل
نیچے گرنے سے نجات پا گیا

زاں بُود جنسِ بشر پیغمبراںؑ
اِسی لئے پیغمبرؑ انسان کی جنس کے ہوتے ہیں

تا بجنسیّت رہند از ناوداں
تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالے سے نجات پا جائیں

پس بشر فرمود خود را مثلکم
پس انھوں نے اپنے آپکو تم جیسا انسان کہا

تا بجنس آیند و کم گردند گم
تاکہ ہم جنس کی طرف آ جائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیّت عجائب جاذبیست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے

جاذبش جنس ست ہر جا طالبیست
جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اُس کی جاذب ہے

عیسٰیؑ و ادریسؑ بر گردوں شدند
حضرت عیسٰیؑ اور ادریسؑ آسمان پر چلے گئے

با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند
چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند
پھر وہ ہاروت اور ماروت بلندی سے

جنسِ تن بودند از آں زیر آمدند
(چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آ گئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں

جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ
ان کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

صد ہزاراں خوئیِ بد آموختہ
انھوں نے لاکھوں بُری عادتیں سیکھ لیں

دیدہائے عقل و دل بر دوختہ
عقل اور دل کی آنکھیں بند کر لیں

کمتریں خوشاں بُدستے ایں حسد
حسد اُن کی کم از کم عادت ہے

آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد
وہ حسد جس نے شیطان کی گردن ماردی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد
انھوں نے اُن کتّوں سے کینہ اور حسد سیکھا

کہ نخواہد خلق را مُلکِ ابد
جو مخلوق کے لئے اَبدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید اُو کمال از چپ و راست
وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحبِ کمال دیکھتا ہے

از حسد قولنجش آمد درنخاست
تو حسد کی وجہ سے اُس کو قولنج کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بدبختِ خرمن سوختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو

می نخواہد شمعِ کس افروختہ
وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

لہ سُوئیِ بام۔ وہ بچہ پرنالہ سے چھت پر آ گیا۔ جاذِب۔ کھینچنے والا۔ سِفل یعنی زمین۔ زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اِسی لئے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ مثلکم۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ طالب۔ جو طلبگار ہوتا ہے اُس کو اُس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔

لہ۲ عیسٰیؑ۔ حضرت عیسٰیؑ اور حضرت ادریسؑ آسمان پر بُلا لئے گئے۔ چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے۔ آسمان سے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لئے اُن سے اُن کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

لہ۳ کمتریں۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اُس سے سیکھ لی ہے۔ مُلکِ ابد۔ یعنی آخرت کی زندگی۔ ہر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کر چکا ہے اسلئے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع کو روشن نہیں دیکھ سکتا

ہین[1] کمالے دست آور تا تو ہم
خبردار! کمال حاصل کر تاکہ تو بھی

از کمالِ دیگراں نفتی بغم
دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا می خواہ دفعِ ایں حسد
اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ

تا خدایت وا رہاند زیں حسد
تاکہ خدا تجھے اِس حسد سے نجات دیدے

مر ترا مشغولیئے بخشد دروں
تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کردے

کہ نہ پردازی ازاں سوی بروں
تاکہ تو اُس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جرعۂ مے را خدا آں می دہد
خدا اُس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کردیتا ہے

کہ بدو مست از دو عالم می رہد
کہ اُس کا مست دونوں عالم سے نجات پاجاتا ہے

خاصیت[2] بنہادہ در کفِ حشیش
ایک مُٹھی بھنگ میں اُس نے خاصیت رکھی ہے

کو زمانے می رہاند از خودیش
کہ وہ اُس کو تھوڑی دیر کیلئے خودی سے چھڑا دیتی ہے

خواب را یزداں بداں ساں میکند
نیند کو خدا ایسا کردیتا ہے

کز دو عالم فکر را بر می کند
کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کردیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ پوستے
مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کردیا

کو نشناسد عدو از دوستے
کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کرسکتا

صد ہزاراں ایں چنیں می دارد او
وہ اِس طرح کی لاکھوں بیخودیاں رکھتا ہے

کہ بر ادراکاتِ تو بگمارد او
جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کردیتا ہے

ہست میہائے شقاوت نفس را
بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں

کہ ز رہ بیروں برد آں نحس را
جو اُس منحوس کو گمراہ کردیتی ہیں

ہست[3] میہائے سعادت عقل را
نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں

کہ بیابد منزلِ بے نقل را
کہ وہ منتقل نہ ہونیوالی منزل کو حاصل کرلیتی ہے

خیمۂ گردوں ز سرمستیِ خویش
وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو

بر کند زاں سو بگیرد راہ پیش
اُکھاڑ دیتی ہے اور اُس جانب آگے راستہ اختیار کرلیتی ہے

ہین بہر مستی دلا غرّہ مشو
خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا

ہست عیسیٰؑ مست حق خر مست جو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام حق کے مست اور گدھا جو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بجو زیں خنبہا
اِن مٹکوں سے ایسی شراب پی

مستیش نبود ز کوتہ دنبہا
اُس کی مستی کوتاہ دم والوں کیلئے نہیں ہے

---

[1] ہین۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسرے پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نہ اُفتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کرسکتا ہے۔ مشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اُس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔

[2] خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کردیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہوکر دوسروں سے غافل ہوگیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنادیتی ہیں۔ ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اُسکو راہِ مستقیم سے غافل بنادیتی ہیں۔

[3] ہست۔ عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کرلیتی ہے جس کے نتیجہ میں اُس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہوجاتی ہے۔ ہین۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیئے ہر مستی محمود نہیں ہو حضرت عیسیٰؑ کی مستی اور خر عیسیٰ کی مستی جداگانہ ہے۔ خنب۔ خم۔

زانکہ[1] ہر معشوق چوں خنبست پُر
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے
آں یکے دُردو دگر صافی چو دُر
ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مَے شناسا ہین بچش با احتیاط
اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ
تا مَئے یابی مُنزّہ ز اختلاط
تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کرلے

مَے شناسا ہین بچش از رُوی کش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ
آں مَئے صافی کزو گردی خمُش
اُس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہوجائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ
مستیت آرد کشاں تا ربِّ دیں
مستی تجھے دین کے رب کیطرف کھینچ کر لاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حِیَل
تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پاجائے
بے عِقالِ عقل در رقصِ اَجَل
وہ عقل کی رسّی کے بغیر اُچھل کود میں ہے

اَنبیار[2] چوں جنسِ رُوح اَند و مَلَک
انبیار چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں
مَر مَلَک را جذب کردند از فلک
فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ اُو
ہوا، آگ کی جنس اور اُس کی یار ہے
کہ بُود آہنگ ہر دو بر عُلو
کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

چوں بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی
اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے
در میانِ حوض یا جوئے نہی
حوض یا نہر میں اُس کو رکھے

تا قیامت اُو فرو ناید بہ پست
وہ قیامت تک نیچے کی جانب رُخ نہ کریگا
کہ دلش خالی ست و در وے باد ہست
کیونکہ اُس کا پیٹ خالی ہے اسمیں ہوا ہے

مَیلِ بادش چوں سُوئے بالا بُود
چونکہ اُس کی ہوا کا میلان اوپر ہے
ظرفِ خود را ہم سُوئے بالا کشد
وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

باز[3] آں جانہا کہ جنسِ انبیاست
پھر وہ جانیں جو انبیار کی ہم جنس ہیں
سُوئے ایشاں کَش کشاں چوں سایہاست
وہ سایوں کی طرح اُن کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عقلش غالبست و بے زشک
کیونکہ اُس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے
عقل جنس آمد بخلقت با ملک
عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوائے نفس غالب بر عدو
خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے
نفس جنسِ اسفل آمد شُد بدو
نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اُس پر تُف ہے

---

[1] زانکہ۔ ہر شیخ کی صحبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مَے شناسا سالک کو امتیاز کرنا چاہیئے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اُس کشش کو اختیار کرنا چاہیئے جو "آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد" کا مصداق ہو۔ تا ربِّ دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے۔ رقصِ اجل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔

[2] انبیا۔ انبیا کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہوتا ہے اسلئے فرشتے اُن تک پیغام لاتے ہیں۔ باد۔ ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔ چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کرکے پانی میں ڈالو تو چونکہ اُس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائیگا۔ میلِ بادش۔ وہ ہوا اُس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دیگی۔

[3] باز۔ جو روحیں انبیاء کی ہم جنس ہیں وہ انبیا کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ اُن لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔ ہوائے نفس۔ خواہشاتِ نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ شُد بدو۔ اُس پر تُف ہے۔

بود قبطی[1] جنسِ فرعونِ ذمیم — بود سبطی جنسِ موسیٰؑ کلیم

قبطی بُرے فرعون کا ہم جنس تھا — سبطی موسیٰ کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا

بود ہاماں جنسِ تر فرعون را — برگزیدش بُرد تا صدرِ سرا

ہامان، فرعون کا ہم جنس تھا — اس نے اس کو منتخب کیا گھر کے بالانشین تک لے گیا

لاجرم از صدر در قعرش کشید — کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید

لامحالہ اس نے اُسکو بلندی سے گہرائی کیطرف کھینچا — کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سوزندہ چوں دوزخ ضدِّ نور — ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور

دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں — دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مؤمن تو زود — بر گذر کہ نورت آتش را ربود

کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد — گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

در بیانِ[2] حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُز یا مؤمن فانّ نورک اطفأ ناری

آنحضورؐ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مؤمن کہ نورت می کشد — آتشم را چونکہ دامن می کشد

اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے — میری آگ کو، جب وہ ناز سے چلتا ہے

می رمد آں دوزخی از نور ہم — زانکہ طبعِ دوزخستش اے صنم

وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے — اے پیارے! کیونکہ اس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مؤمن گریزد آنچناں — کہ گریزد مؤمن از دوزخ بجاں

دوزخ، مومن سے اسی طرح بھاگتی ہی جس طرح — مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبود نورِ او — ضدِّ نار آمد حقیقت نور جو

اس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے — نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

در حدیث[3] آمد کہ مؤمن در دعا — چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا

حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں — خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں — کہ خدایا دور دارم از فلاں

دوزخ اُس سے (دل و) جان سے پناہ چاہتی ہے — کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیت است اکنوں بہ بیں — کہ تو جنسِ کیستی از کفر و دیں

جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے — کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

---

[1] قبطی۔ فرعون کی قوم کا۔ سبطی۔ بنی اسرائیل۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لئے فرعون نے اُسکو مشورہ کے لئے منتخب کیا۔ لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نورِ ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔

[2] در بیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھانا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔ نور جو۔ یعنی جنتی۔

[3] در حدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہیئے کہ اس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

گر[1] بہاماں مائلی ہامانیی | ور بموسیٰ مائلی سُبحانیی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے | اگر تو موسیٰؑ کی طرف مائل ہے تو الٰہی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ | نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے اکسایا ہوا ہے | تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہان و ہاں بکوش | تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش
دونوں بر سر پیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر | تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آجائے

ساغرِ صدق از کفِ موسیٰ بنوش | تا شود غالب معانی بر نقوش
(حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی | تاکہ معانی، نقوش پر غالب آجائیں

در[2] جہانِ جنگ شادی ایں بس ست | کہ ببینی بر عدو ہر دم شکست
لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے | کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اشکستہ شود | گرچہ فرعونِ دَنی ایں نشنود
کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے | خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے

ایں حدیث آمد دراز اے ناگزیر | باز گو اضلالِ فرعونِ مشیر
یہ بات لمبی ہو گئی مجبوری تھی | فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

مشورت کردنِ فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردنِ بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں[3] ستیزہ رُو بسختی عاقبت | گفت باہاماں برائے مشورت
بالآخر اُس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے | مشورے کی غرض سے، ہامان سے کہا

وعدہای آں کلیم اللہؑ را | گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
کلیم اللہؑ کے وعدوں کو | اُس گمراہ سے کہا اور اُس کو رازدار بنالیا

گفت باہاماں چو تنہائیش بدید | جست ہامان و گریباں را درید
جب ہامان کو تنہا دیکھا اُس سے کہا | ہامان اُچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں | کوفت دستار و کلہ را بر زمیں
اُس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا | ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگونہ گفت اندر روی شاہ | اینچنیں گستاخ آں حرفِ تباہ
کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟ | وہ بُری بات ایسے گستاخ نے

---

[1] گر بہ ہامان۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰؑ کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔ ساغر۔ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس پر عقل کا غلبہ رہے۔

[2] در جہاں۔ اس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے۔ گرچہ۔ جس کی طبیعت فرعونی ہو گی وہ اس نصیحت کو قبول نہ کریگا۔ اضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

[3] آں ستیزہ رُو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰؑ نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے تھے وہ سب ہامان سے کہدیئے۔ جست۔ ہامان اُچھلا اور اُس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰؑ کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔

جُملہ عالَم را مُسخّر کردہ تو[1]
تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے
کار را با بخت چوں زر کردہ تو
تو نے اقبال مندی سے کام کو سونے کی طرح کر لیا ہے

از مَشارق وز مَغارب بے لَجاج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے
سُوئے تو آرند سلطاناں خراج
بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں لَب ہمی مالند شاد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں
بر ستانہ خاکِ تو اے کیقباد
اے عالی مقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اَسپِ باغی چوں بہ بیند اَسپِ ما
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے
رُو بگرداند گریزد بے عصا
بغیر ڈنڈے کے رُخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تاکنوں[2] معبود و مسجودِ جہاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود
بودہ، گردی کمینہ بندگاں
رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

دَر ہزار آتش شُدن زیں خوشتر ست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے
کہ خداوندے شود بندہ پرست
کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکُش اَوّل مرا اے شاہ ہیں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے
تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں
تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

خسروا اوّل مرا گردن بزن
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے
تا نہ بیند ایں مَذلّت چشمِ من
تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود[3] نبُود و مبادا ایں چنیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو
کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ما شوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں
بیدلاماں دلخراشِ ما شوند
ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمناں و دوست کور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا
گشت ما را ایں گلستاں قعرِ گور
تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییفِ سخنِ ہامان با فرعون علیہ اللعنۃ

فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشناخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا
نرد را کورانہ کژ می باخت او
اُس نے اندھے پن سے بازی اُلٹی چلی

---

[1] جملہ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تو نے تمام عالم کو تابعِ فرمان بنا لیا ہے۔ اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لَجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔ بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ تیرے دَر کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اَسپ باغی۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔

[2] تاکنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ نے بکُش۔ موسیٰ پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رُسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

[3] خود۔ یہ اب تک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بنے اور نہ ہو گا۔ بندگانماں۔ یہ اسرائیلی جو اب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریکِ سلطنت بنیں۔ چشمِ روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست رنجیدہ ہوں گے اور دشمن خوش ہوں گے۔ اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائیگا۔ تزییف۔ کھوٹا پن۔ دوست۔ اُس ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ اُلٹی بازی کھیل رہا تھا۔

دشمنِ[1] تو جز تو نبود اے لعیں — بیگناہاں را مگو دشمن بکیں
اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے — کینہ سے بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت ست — کہ دوا دوا اوّل و آخر لت ست
تیرے لئے یہ بُری حالت دولت ہے — کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر ازیں دولت نتازی خز خزاں — ایں بہارت را ہمی آید خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا — تیری اس بہار پر خزاں آجائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند — کہ سرِ ایشاں ز تن ببریدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں — جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود برقرار — چوں کنند آخر کسے را پائیدار
مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں — وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں؟

تو بداں[2] فخر آوری کز ترس و بند — چاپلوست گشت مردم روز چند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے — چند روز کیلئے انسان تیرے خوشامدی بن گئے ہیں

ہر کرا مردم سجودے می کنند — زہر اندر جانِ او می آگنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں — اُس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ برگردد ازو آں ساجدش — داند او کاں زہر بود و موبدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے روگردانی کرتا ہے — وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اس کا سردار زہر تھا

اے[3] خنک آں را کہ ذلت نفسہٗ — وائے آں کز سرکشی شد چوں کُہ
مبارک باد ہے اسکے لئے جس کا نفس خاکسار بنا — اس پر افسوس، جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بن گیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست — از مئے پُر زہر گشت آں گیج و مست
اِس تکبر کو زہرِ قاتل سمجھ کہ جو ہے — زہر بھری شراب کی قسم ہے (جس نے) وہ احمق اور مست بنا ہے

چوں مئے پُر زہر نوشد مُدبرے — از طرب یک دم بجنباند سرے
جب کوئی بدنصیب زہر ملی ہوئی شراب پیتا ہے — تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعدِ یک دم زہر در جانش فتد — زہر در جانش کند داد و ستد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اسکی جان میں اثر کرتا ہے — زہر اسکی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہریش را اعتقاد — گرچہ زہر آمد نگر در قومِ عاد
اگر تو اسکے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے — اگرچہ وہ زہر ہے، قومِ عاد کو دیکھ لے

[1] دشمنِ تو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔ گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اُسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیداری کیا دے سکتی ہے۔

[2] تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگتے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی رُوح کو ہلاک کرتا ہے۔ چونکہ۔ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور اُن کو اس زہر کا پتہ جب چلتا ہے جب اُن کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔

[3] اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ تکبر۔ تکبر ایک زہر ملی ہوئی شراب ہے۔ چوں۔ تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قومِ عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔

چونکہ شاہے دست یابد بر شہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پا لیتا ہے

بکشدش یا باز دارد در چہے
اسکو قتل کر دیتا ہے یا اُس کو کنوئیں میں قید کر دیتا ہے

ور بیابد خستہ اُفتادہ راہ
اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے

مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
بادشاہ اُسکی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گر نہ زہر ست آں تکبر پس چرا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟

کشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اُس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

ویں دگر را بے ز خدمت چوں نواخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا!

زیں دو جنس زہر را باید شناخت
زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیئے

راہزن ہرگز گدائے را نزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا

گرگ گرگ مُردہ را ہرگز گزد
بھیڑیئے نے کسی مُردہ بھیڑیئے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضر کشتی را برائے آں شکست
حضرت خضرؑ نے کشتی اسی لئے توڑی

تا تواند کشتی از فجار رست
تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

چوں شکستہ می رہد اشکستہ شو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے شکستہ ہو جا

امن در فقر ست اندر فقر رو
امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کہے کو داشت از کاں نقد چند
وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا

گشت پارہ پارہ از زخم کلند
وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہر اوست کو را گردنیست
تلوار اُس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے

سایہ کافگندست بر رُوے زخم نیست
وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اُس پر وار نہیں ہے

مہتری نفط ست و آتش اے غوی
اے گمراہ! سرداری بھی کا تیل اور آگ ہے

اے برادر چوں بر آذر می روی
اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہر چہ او ہموار باشد با زمیں
جو چیز زمین سے ہموار ہو

تیرہا را کے ہدف گردد ببیں
وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سر بر آرد از زمیں آنگاہ او
وہ زمین سے سر اُبھارتی ہے تب وہ

چوں ہدفہا زخم یابد بے رفو
نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے

نردبانِ خلق ایں ما و منی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے

عاقبت زیں نردباں اُفتادنی ست
انجام کار اس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

ل۱ چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔ گر نہ زہر ست۔ اِس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اِس کا زہر تکبر ہے۔ ویں دگر۔ اُس کی خستہ حالی اُس پر رحم کا سبب بنی۔

ل۲ راہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیئے کو پھاڑتا ہے۔ خضر جو کشتی کی شکستگی اُس کی نجات کا سبب ہے۔ چوں شکستہ۔ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کہے۔ جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اُس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن متکبر، سر بلندی کی کشتی ہے۔

ل۳ سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اُس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ سر بر آرد۔ جو چیز زمین سے سر ابھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسانوں کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔

ایں[1] فروع ست و اصولش آں بود — کہ ترفع شرکت یزداں بود
یہ فروعی باتیں ہیں اور اس کی اصل یہ ہے — کہ تکبر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں نہ مردی و نہ گشتی زندہ زو — باغیی باشی بشرکت ملک جو
جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا — تو باغی ہوگا، شرکت کے ذریعہ ملک کا جویاں ہوگا

چوں بدو زندہ شدی آں خود و ست — وحدت محض ست آں شرکت کے ست
جب تو اس کے ذریعہ زندہ ہو گیا وہ خود وہ ہے — خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرح[2] ایں در آئینہ اعمال جو — کہ نیابی فہم ایں از گفتگو
اس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر — کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم آنچہ دارم در دروں — بس جگرہا گردد اندر حال خوں
اگر میں وہ کہدوں جو دل میں رکھتا ہوں — تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست — بانگ دو کردم اگر در دہ کس ست
بس کرتا ہوں، عقلمندوں کیلئے یہ کافی ہے — میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصل[3] آں ہاماں بداں گفتار بد — ایں چنیں راہے براں فرعون زد
خلاصہ یہ ہے کہ اس ہامان نے بری گفتگو کے ذریعہ — ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں — از گلوی او بریدہ ناگہاں
دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا — اچانک اس کے گلے سے جدا کر دیا

خرمن فرعون را داد او بباد — ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد
اس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا — (خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چنیں ہمراہ بد دوری گزیں — زینہار اللہ اعلم بالیقیں
ایسے برے ساتھی سے دوری اختیار کر — خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدن موسیٰؑ از ایمان آوردن فرعون و جا یافتن سخن ہامان لعین در دل فرعون

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰ لطف بنمودیم و جود — خود خداوندیت را روزی نبود
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی — آقائی خود تیرے مقدر میں نہ تھی

[1] ایں۔ تکبر کی یہ مضرتیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبر دراصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔ چوں۔ وحدۃ الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے۔ چوں بدو جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خاص توحید ہے۔

[2] شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ گر بگویم۔ اس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کردوں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لئے کافی ہیں۔

[3] حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اس نے اس کی راہ ہدایت مسدود کردی۔ لقمہ۔ قریب تھا کہ وہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی

آں[1] خداوندی کہ نبود راستیں — مُردہ دانے دست واں نے آستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو — سمجھ لے اس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دُزدیدہ بُوَد — بے دل و بے جان و بے دیدہ بُوَد
وہ آقائی جو چرائی ہوئی ہو — وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خداوندی کہ دادندت عوام — باز بستانند از تو ہمچو وام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے — قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لیں گے

آں خداوندیِ تو از بندگی — کمترست ار باز دانی اندکی
تیری وہ آقائی غلامی سے — کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

دہ خداوندیِ عاریت بحق — تا خداوندیت بخشد مُتّفق
عارضی آقائی خدا کے سپرد کردے — تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کردے

منازعت[2] کردنِ امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ملک را مُقاسمہ کُن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں را کہ من ماموروم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضورؐ کا اُن کو جواب دینا کہ میں اِس حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے اُن کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند — نزدِ پیغمبر منازِع می شدند
عرب کے سردار جمع ہو گئے — پیغمبرؐ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے

کہ تو میری ہر یک از ما ہم امیر — بخش کُن ایں مُلک و بخشِ خود بگیر
کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے — اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے

ہر[3] یکے در بخشِ خود انصاف جو — تو ز بخشِ ما دو دستِ خود بشو
ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے — آپ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھولیجئے

گفت میری مر مرا حق دادہ است — سروری و امرِ مطلق دادہ است
آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے — (اس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرمایا ہے

کایں قِرانِ احمدست و دورِ او — ہیں بگیرید امرِ او را اتقوا
ہو شیار یہ فرمایا) یہ احمدؐ کا زمانہ اور دور ہے — خبردار! اس کا حکم مانو اور تقوی اختیار کرو

---

[1] آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندی۔ انسانوں کی عطا کردہ آقائی غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

[2] منازعت۔ اِس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ تو میری۔ ان سرداروں نے آنحضورؐ سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[3] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دست بردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہے کایں۔ اللہ نے فرمادیا ہے کہ یہ احمدؐ کا دور ہے اس کا حکم مانو اور پرہیزگار بنو۔

ل قوم گفتندش کہ ما ہم زاں قضا — حاکمیم و داد امیری ما خدا

قوم نے اُن سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے — حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مر مرا حق مُلک داد — مر شما را عاریۃ از بہرِ زاد

آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے — تمہارے پاس کھانے پینے کے لئے عارضی ہے

میریِ من تا قیامت باقی ست — میریِ عاریتی خواہد شکست

میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے — عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو — چیست حجت بر فزوں جوئیِ تو

لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ — آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

۲ سیل آمدن و قضیب انداختنِ اُمرا جہتِ دفعِ شُدنِ سیل

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں کا لکڑی ڈالنا

و غالب شُدنِ مصطفیٰ علیہ السّلام بر امیراں

اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آجانا

در زماں ابرے بر آمد ز امرِ مُر — سیل آمد گشت آں اطراف پُر

فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا — سیلاب آیا اور اطراف (پانی سے) پُر ہوگئے

رُو بشہر آورد سیلے بس مُہیب — اہلِ شہر افغاں کُناں جملہ رعیب

ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رُخ کیا — شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے

گفت پیغمبر کہ وقتِ امتحاں — آمد اکنوں تا نہاں گردد عیاں

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ امتحان کا وقت — اب آگیا تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہو جائے

۳ ہر امیرے نیزۂ خود در فگند — تا شود در امتحاں آں سیل بند

ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا — تاکہ آزمائش (کے وقت) میں سیلاب رُک جائے

نیزہ ہا را ہمچو خاشاکے رُبُود — آبِ تیزِ سیلِ پُر جوش و عَنُود

نیزوں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا — جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیب انداخت در وَے مصطفیٰ — آں قضیبِ معجزِ فرماں رَوا

پھر مصطفیٰؐ نے ایک شاخ اس میں ڈالدی — وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنیوالی اور حاکم تھی

نیزہ ہا گم گشت جملہ و آں قضیب — بر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب

سب نیزے گم ہوگئے اور وہ شاخ — نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

ل قوم گفتندش۔ اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا میری سرداری اَبدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند۔ سرداروں نے کہا اپنی اَبدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

۲ سیل آمدن۔ اِس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اِس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رُک گیا اور یہ معجزہ آنحضورؐ کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مُہیب۔ ہیبت ناک۔ رعیب۔ مرعوب، خوفزدہ۔ نہاں۔ یعنی اب تک میری اَبدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے واضح ہو جائے۔

۳ ہر امیرے۔ اِس سیلاب کو روکنے کیلئے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ عَنُود۔ سرکش۔ قضیب۔ شاخ۔ رقیب۔ نگراں۔

زاہتمامِ آں قضیب آں سیل رفت
اُس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہوگیا
رو بگردانید و سوی بحر رفت
اُس نے رُخ موڑا اور سمندر کی طرف چلاگیا

چوں بدیدند از وے آں امرِ عظیم[1]
جب اُنھوں نے اُن سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا
پس مُقر گشتند آں میراں زبیم
وہ سردار ڈر سے اِقرار کرنیوالے بن گئے

جز سہ کس کہ حقدِ ایشاں چیرہ بُود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا
ساحرش گفتند و کاہن از جُحود
اُنھوں نے انکار سے اُنکو جادوگر اور کاہن کہا

بُود بوجہلِ لعین و بُولہب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب
واں سوم ہم بُود بُوسفیانِ حرب
اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا

مُلکِ بر بستہ چناں باشد ضعیف
مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہے
مُلک نا رستہ چناں باشد شریف
آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

نیزہا[2] را گر ندیدی یا قضیب
اگر تونے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی ہے
نامِ شاں بیں نامِ اُو بیں اے نجیب
اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سیلِ تیزِ مرگ بُرد
اُن کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہالے گیا
نامِ اُو و دولتِ تیزش نمُرد
اُن کا نام اور اُن کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام
ہمیشہ پانچ وقت اُن کے نام پر نوبت بجتی ہے
ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
اِسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیثِ موسیٰ علیہ السّلام و تقریع و توبیخِ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قصّہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر ترا[3] عقل ست کردم لُطفہا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں
ور خری آوردہ ام خر را عصا
اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخرت بیروں کُنم
تجھے اصطبل سے اِس طرح نکالوں گا
کز عصا گوش و سرت پُر خوں کنم
کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کردوں گا

اندریں آخُر خران و مردماں
اِس اصطبل میں گدھے اور انسان
می نیابند از جفای تو اماں
تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عصا آوردہ ام بہرِ ادب
سزا دینے کیلئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں
ہر خرے را کو نباشد مُستجب
ہر اُس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے

---

[1] امرِ عظیم یعنی آنحضورؐ کی شاخ سے سیلاب کا رُک جانا۔ جز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضورؐ کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

[2] نیزہا۔ اے مخاطب اگر تونے وہ نیزوں اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اُس معاملہ کو سمجھ لے نامِ شاں۔ اُن کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضورؐ کے نامِ نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

[3] گر ترا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لئے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخر۔ اصطبل۔ اندریں۔ اِس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ یک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لئے ہے۔

اژدہائے می شود در قہرِ تو [۱]
تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی
کاژدہائے گشتۂ در فعل و خو
جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیی تو بے اماں
تو بے امان، پہاڑی سانپ ہے
لیک بنگر اژدہائے آسماں
لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی
یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے
بر تو و بر مومن آمد روشنی
تیرے لئے، اور مومن کے لئے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دنی
تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر
کہ ہلا بگریز اندر روشنی
خبردار! روشنی میں بھاگ آ

ورنہ درمانی تو در زندانِ من
ورنہ تو میری قید میں رہے گا
مخلصت نبود ز در بندانِ من
تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

باز گرد از کفر سوئے دینِ حق [۲]
کفر سے دین حق کی طرف آجا
ورنہ در نارِ ابد مانی خلق
ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہوگا

باز گرد اے گمرہِ بدبختِ دوں
اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ
ورنہ در دوزخ در افتی سرنگوں
ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بود ایندم اژدہاست
یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے
تانگوئی دوزخ یزداں کجاست
تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

دربیان آنکہ ناشناسائے قدرتِ حق تعالیٰ پرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست ایں دوزخ اما بر دلت [۳]
یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر
ہست پوشیدہ یقیں ز آب و گلت
یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کجا خواہد خدا دوزخ کند
خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کردے
اوج را بر مرغ دام و فخ کند
بلندی کو، پرند کے لئے جال اور پھندا بنادے

ہم ز دندانت برآرد درد ہا
تیرے دانتوں میں درد پیدا کردے
تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا
حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کند آبِ دہانت را عسل
یا تیرے لعاب دہن کو شہد بنادے
تا بگوئی کہ بہشت است و حُلل
حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

لہ اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لئے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہیی تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا۔ منکر کے لئے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لئے نورِ ہدایت ہے۔ ورنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لئے میری قید میں رہے گا۔

۲ باز گرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا کفر چھوڑ کر دینِ حق اختیار کرلے ورنہ دوزخ میں بُری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہو جائے۔ دربیان۔ جو شخص قدرت الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں شکوک نہیں ہوتا ہے۔

۳ ظاہرست۔ عالمِ غیب کی خبروں کے آثار اس عالمِ ظہور میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالمِ ناسوت میں انہماک اُن کے ادراک سے مانع ہے۔ اوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم ز دندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اس کو دوزخ اور اژدھوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یا کند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کردیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آجاتا ہے۔

از بُنِ دنداں بر دیاند شکر — **تا بدانی قوّتِ حکم و قدر**
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرمائے — تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس[1] بدنداں بیگناہاں را مگز — **فکر کُن از ضربتِ نامُحترز**
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ — ناقابلِ بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل را بر قبطیاں حق خوں کُند — **سبطیاں را از بلا محصُوں کُند**
(دریا) نیل کو اللہ تعالےٰ قبطیوں کیلئے خون کردیتا ہے — سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

آب بر فرعون در دم خوں شوَد — **بر کلیمے قندِ ناممنوں شوَد**
پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے — کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بنجاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمیز ہست — **درمیانِ ہوشیارِ راہ و مست**
تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں امتیاز ہے — راستہ کے ہوشیار اور مست کے درمیان

نیل[2] تمیز از خدا آموختہ است — **کہ گشاد آں را و ایں را سخت بست**
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے — کہ اس نے اسکو کھولدیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لطفِ اُو عاقل کُند مر نیل را — **قہرِ اُو ابلہ کُند قابیل را**
اس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے — اس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات از کرم عقل آفرید — **عقل از عاقل بقہرِ خود بُرید**
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرمادی — قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کردی

در جماد از لطف عقلے شُد پدید — **وز نکال از عاقلاں دانش رمید**
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہوگئی — عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامر آنجا بریخت — **عقل ایں سو خشمِ حق دید و گریخت**
عقل حکم سے اس جگہ بارش کی طرح برسی — عقل نے اس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی

ابر[3] و خورشید و مہ و انجم بلند — **جملہ بر ترتیب آیند و روند**
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر — سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے ناید مگر در وقتِ خویش — **کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش**
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں — کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را زانبیا! — **دانش آوردند در سنگ و عصا**
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھ — انھوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کردی

---

[1] پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو اُس کو کمزوروں کی ایذارسانی کے لئے نہ استعمال کرنا چاہیئے۔ نیل۔ دریائے نیل فرعونیوں کے لئے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لئے نجات کا سبب بنا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔ تا بدانی۔ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جو ذات اِن جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے۔

[2] نیل۔ دریائے نیل میں یہ قوتِ تمیز منجانب اللہ آئی تھی۔ آں۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ و ایں۔ یعنی فرعون۔ در جمادات۔ اللہ تعالےٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے۔

[3] ابر۔ تمام فلکی اجرام ترتیب سے معروفِ عمل ہیں۔ ہر یکے۔ ہر چیز اُس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اِس بات کو جب انسان انبیاء کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کردیتا ہے۔

تا۱ جمادات دگر را بے لباس — چوں عصا و سنگ دانی از قیاس

تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ — قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعت سنگ و عصا ظاہر شود — وز جمادات دگر مُخبر شود

پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو — تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مُخبر ہوتا ہے

کز یزداں آگہیم و طاعتیم — ما ہمہ بے اتفاقی ضائعیم

کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں — موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آب نیل دانی وقت غرق — کو میانِ ہر دو۲ اُمت کرد فرق

نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت — کہ اُس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمیں کش دانش آمد وقت خسف — در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف

زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آ گئی — قارون کے بارے میں کہ اُسکے قہر نے اُسکو کاٹ کر دیا

چوں۲ قمر کامر بشنید و شتافت — پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت

چاند کی طرح کہ اُس نے حکم سُنا اور دوڑا — پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستون نالید از ہجرِ نبیؐ — باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی

جس طرح ستون نبیؐ کے فراق میں رویا — جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام — مصطفیٰؐ را گفت ظاہر السلام

جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر — مصطفیٰؐ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سُنّی و فلسفی و جوابِ دہری کہ مُنکر الوہیت است

سُنّی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اُس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا مُنکر ہے

و عالم را قدیم داند

اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی۳ یکے می گفت عالم حادث است — فانی ست ایں چرخ و حقش وارث است

کل ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے — یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اُس کا مالک ہے

فلسفی گفتہ کہ چوں دانی حدوث — حادثی ابر چوں داند غیوث

فلسفی نے کہا تو نے اسکے نو پیدا ہونے کو کیسے جانا — بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرّہ خود نیستی از انقلاب — تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب

تو اِس انقلاب کا ایک ذرّہ (بھی) نہیں ہے — تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے؟

۱ تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کرکے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ عقل عنایت فرما دیتا ہے۔ بے لباس۔ التباس۔ طاعت۔ لاٹھی نے حضرت موسیٰؑ کی اور پتھروں نے آنحضورؐ کی اطاعت کی۔ ہر دو اُمت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔

۲ چوں قمر۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ ستون۔ اُستوانہ حنانہ آنحضورؐ کے فراق میں رویا۔ والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضورؐ کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔

۳ دی۔ سُنّی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔ فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے، پیداوار کو اُس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔ بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرّہ۔ ذرّہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

کرمکے کاندر حدث باشد دفیں ١
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے

کے بداند آخر و بدو زمیں
وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

ایں بتقلید از پدر بشنیدہٗ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے

از حماقت اندریں پیچیدہٗ
بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

چیست برہاں بر حدوثِ ایں بگو
یہ بتا! اس کے نو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ورنہ خامُش کُن فزوں گوئی مجو
ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحرِ عمیق
اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں

بحث می کردند روزے دو فریق
ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں

گشتہ ہنگامہ براں دو کس گروہ
(اور) اس ہنگامہ میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں
اس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا

تا بیابم اطلاع از حالِ شاں
تاکہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من بسوئے جمع ہنگامہ شدم ٢
میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا گیا

اطلاع از حالِ ایشاں بستدم
(اور) ان کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے

بے گمانے ایں بنا را بانی ست
بلاشبہ اس بنا کا کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست
دوسرے نے کہا یہ قدیم اور کب سے ہے کے بغیر ہے

نیستش بانی و یا بانی ویست
اس کو کوئی بنانے والا نہیں ہے یا وہ خود بنانے والا ہے

گفت منکر گشتۂ خلاق را
اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا

روز و شب آرندہ و رزاق را
دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت بے برہاں نخواہم من شنید ٣
اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

آنچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید
تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیا در حجت و برہاں کہ من
خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں

نشنوم بے حجت ایں را در زمن
اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درونِ جانم ست
اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے

در درونِ جاں نہاں برہانم ست
جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

١ کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہو اس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باوا دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اسکو مانتا چلا آتا ہے۔ چیست۔ فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ سنی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ در جدال۔ دونوں میں زوردار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوئے۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

٢ من بسوئے۔ میں بھی اس مجمع میں پہنچا تاکہ ان کی باتیں سنوں۔ آں یکے۔ ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست۔ یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا کہ تو پیدا کرنے والے اور رزاق کا منکر ہو گیا۔

٣ گفت بے برہاں۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ سنی نے کہا حجت ذوقی ہے یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجودِ باری پر استدلال کر سکتا ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا۔

تو نمی بینی[۱] ہلال از ضعفِ چشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے
من ہمی بینم مکن بر من تو خشم
میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج
بات لمبی ہو گئی اور لوگ حیران ہو گئے
در سر و پایانِ ایں چرخِ پسیج
اِس باارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت[۲] یارا در درونم حجتے ست
اُس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے
بر حدوثِ آسمانم آیتے ست
جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے

من یقیں دانم نشانش آں بود
مجھے یقین ہے، اُس کی علامت یہ ہے
مر یقیں داں راکہ در آتش رود
کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھُسے

در زباں می نایدایں حجت بداں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے
ہمچو حال و سرِ عشقِ عاشقاں
جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سرِ گفت و گوئے من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے
جز کہ زردی و نزاری رُوی من
سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اشک[۳] چوں بر رخ روانہ می رود
جب آنسو رخ پر بہتے ہیں
حجتِ حسن و جمالش می شود
اُس کے حسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندانم حجتے
اُس نے کہا میں اِسکو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں
کہ بود در پیشِ عامہ آیتے
جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری من کنم آنرا قبول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا
ورنہ کوتاہ کن حدیثِ عرض و طول
ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند
اُس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعویٰ کریں
کہ تو قلبی من نکویم وار جمند
کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں
تو آخری آزمائش آگ ہے
کاندر آتش در فتند آں دو قریں
کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالم شوند
عوام اور خواص اُن کے حال سے باخبر ہو جائینگے
از گمان و شک سوئے ایقاں رَوَند
گمان اور شک سے یقین کی جانب چلے جائینگے

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں
نقد و قلبے راکہ آں باشد نہاں
اِس کھرے اور کھوٹے کیلئے جو پوشیدہ ہو

---

۱ تو نمی بینی۔ اِس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اُس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ اُن دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہو گئے۔

۲ گفت یارا۔ سُنّی نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے۔ اور اُس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اُس کے آثار اور حالات سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

۳ اشک۔ عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ کہ بود۔ فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ ہست۔ سُنّی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ انکو آگ میں تپایا جائے اس سے شکوک و شبہات رفع ہو جائینگے لہٰذا تجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہئے جو سچا ہے وہ بچے گا۔

تا من و تو ہر دو در آتش رویم [1] — حجت باقی حیراناں شویم

میں اور تو دونوں آگ میں گھسیں — باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں

یا من و تو ہر دو در بحر اوفتیم — کیں در دعویٰ من و تو کوفتیم

یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں — کیونکہ میں نے اور تو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے

ہمچناں کردند و در آتش شدند — ہر دو خود را بر تف آتش زدند

انھوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے — دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈالدیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد — متقی را ساخت تازہ تر بکرد

اس نے فلسفی کو جلادیا راکھ بنا دیا — متقی کو سنولادیا، تر و تازہ کر دیا

آں خدا گوینده مرد مدعی — رست و سوزید اندر آتش آں دعی

وہ مرد مدعی خدا کا ماننے والا — بچ گیا اور وہ حرامزادہ آگ میں جل گیا

آزمودہ بشنو ایں اعلام را — کوری افزوں روان خام را

اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن — جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کہ نسوزید ست ایں نام از اجل [2] — کش مسمیٰ صدر بود ست و اجل

کہ موت سے یہ نام نہ جلا — کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صد ہزاراں روح شد دلدادہ — در رہ او سر بسر افتادہ

لاکھوں رُوحیں دل دادہ ہیں — اُس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صد ہزاراں خلق را در بادیہ — سر گروہ و بے عصا را راویہ

جنگل میں لاکھوں انسانوں کا — سرگروہ (بنا) اور بے سہارے کیلئے سیراب کرنیوالا (بنا)

صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں — بر دریدہ پردہای منکراں

قرآن میں اِس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں — جنھوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں

چوں گرو بستند غالب شد صواب [3] — در دوام معجزات و در جواب

جب اُنھوں نے بازی لگائی صحیح بات غالب آئی — معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق — در حدوث چرخ پیروز ست و حق

میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا — آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور صحیح ہے

حجت منکر ہمارہ زرد رو — یک نشاں بر صدق آں انکار کو

منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے — اسکے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

---

۱ تامن و تو۔ پانی سے بھی آزمائش ہوجائے گی تو اور میں سمندر میں کودیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہمچناں۔ چنانچہ دونوں آگ میں کودے متقی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

۲ کہ نسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔ صد ہزاراں۔ غالباً آنحضورؐ کے اُس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی پلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ رہاں۔ باہمی شرط لگانا۔

۳ چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیاء معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو نو پید لکھنے والا سچا ہے۔

یک منارہ[۱] در ثنای منکراں — کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی) — دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے — یاد آرد روزگار منکرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا — منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

روی دینار و درم از نامشاں — تا قیامت می دہد از حق نشاں
دینار اور درہم کا رُخ اُن کے نام سے ہے — قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر — سکۂ احمدؐ بہ بیں تا مستقر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے — احمدؐ کے سکے کو قیامت تک دیکھ

بر رخ نقرہ و یا روی زرے — وانما بر سکہ نام منکرے
چاندی پر یا سونے پر — سکے پر کسی منکر کا نام دکھا

بر رخ سیم و زرے اندر جہاں — سکۂ بنما بنام منکراں
دنیا میں چاندی اور سونے پر — منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود[۲] بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب — صد زبان و نام او ام الکتاب
اس سورج جیسے معجزے کو لے — جو سو زبانوں والا ہے اور اس کا نام قرآن ہے

زہرہ نے کس را کہ یک حرفے از آں — یا بدزدد یا فزاید در میاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف — چرائے یا درمیان میں بڑھائے

یار غالب شو کہ تا غالب شوی — یار مغلوباں مشو ہیں اے غوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بن جائے — خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجت منکر ہمی آمد کہ من — غیر ایں ظاہر نمی بینم وطن
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں — اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ[۳] نندیشد کہ ہر جا ظاہریست — آں ز حکمتہای پنہاں مخبریست
اس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے — وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنیوالا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست — ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے — جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں — تا بدانند اہل عرفاں در جہاں
زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے — تاکہ اہل عرفان دنیا میں سمجھ لیں

---

۱ منارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لیے آگ روشن کرتے تھے۔ مخبرے۔ خبر دینے والا۔ روی۔ سکوں پر انبیاء کا نام اُن کی سچائی کا نشان ہے۔ مستقر: دائم، ہمیشہ۔ منکرے۔ یعنی منکرِ خدا۔

۲ خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں شک و شبہات ہیں تو حضور کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔ زہرہ۔ قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہو سکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔ حجت منکر۔ منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہرِ عالم بتاتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے، پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔

۳ ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر، باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ۔ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔

عُمرِ کرگس[1] سہ ہزار و پانصد ست — **مرگِ کبوتر را چہ باشد زاں بدست**

گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے — کبوتر کو اُس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار — **مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار**

لاکھوں کبوتر مرتے ہیں — گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جُملہ پندارند کرگس باقیست — **نے غلط کردند یک کس باقیست**

سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے — نہیں! اُنھوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شُدند از جہلِ خویش — **می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش**

وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں بنے — اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می نماند[2] در جہاں یک تارِ مو — **کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ**

دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا — سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

ہر چہ پیدا کرد بہرِ معنی ست — **باطنش بنگر برین ظاہر مایست**

اُس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے — اُس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ نیافریدشاں از بہرِ ہمیں کہ شما می بینید بلکہ بہرِ معنیٰ و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را

تفسیر آیتِ کریمہ "آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ" اُن کو صرف اِسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو بلکہ ایک معنیٰ اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پر جسکو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقّاشے نگارد زین نقش — **بے امیدِ نفع بہرِ عینِ نقش**

کوئی مصوّر عُمدہ تصویر بناتا ہے — نفع کی اُمید کے بغیر محض تصویر کیلئے؟

بلکہ[3] بہرِ میہمانان و کِہاں — **کہ بفرجہ وارہند از اندہاں**

بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے — تاکہ مسرّت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

شادیِ بچگان و یادِ دوستاں — **دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں**

بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے — گزرے ہوئے دوستوں کو اُن کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کُند کوزہ شتاب — **بہرِ عینِ کوزہ نے از بہرِ آب**

کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے — محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے؟

---

[1] کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے۔ یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اُس کو قدیم مان لیتا ہے۔ جُملہ۔ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔

[2] می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، بس باقی ذاتِ خداوندی ہے۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہر کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔ ہیچ۔ کوئی مصوّر تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اُس کا اُس میں کوئی پوشیدہ مقصود ہوتا ہے۔

[3] بلکہ۔ مصوّر کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچہ دیکھ کر خوش ہو یا غائب دوستوں کی تصویر کو دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار سکورا اس لئے بناتا ہے کہ اُس میں بھر کر پانی پیا جائے۔

هیچ کاسه[1] گر کند کاسه تمام — بهرِ عینِ کاسه نے بهرِ طعام

کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے — محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لئے؟

هیچ خطّاطے نویسد خط بفن — بهرِ عینِ خط نہ بهرِ خواندن

کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے — محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لئے؟

نقشِ ظاهر بهرِ نقشِ غائب است — واں برای غائبِ دیگر بہ بست

ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے — وہ کسی دوسرے غائب کے لئے بنا ہے

تا سوم چارم دهم بر می شمر — ایں فوائد را بمقدارِ نظر

تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کرلے — اِن فوائد کو نظر کے اندازے کے مطابق

همچو[2] بازیهای شطرنج اے پسر — فائده هر لعب در ثانی نگر

اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح — ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ

ایں نهاده بهرِ آں لعبِ نہاں — واں برای آن واں بهرِ فلاں

اُس نے اِس کے لئے پوشیدہ چال چلی — وہ اُس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے

همچنیں دیده جهات اندر جهات — در پے هم تا رسی در بُرد و مات

اسی طرح غرضوں میں غرضیں — پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اول[3] از بهرِ دوم باشد چناں — کہ شدن بر پایہای نردباں

پہلی (چال) دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ — سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا

واں دوم بهرِ سوم می داں تمام — تا رسی تو پایہ پایہ تا ببام

دوسری کو تیسری کے لئے یقیناً سمجھ لے — تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالاخانہ تک پہنچ جائے

شهوتِ خوردن ز بهرِ آں منی — واں منی از بهرِ نسل و روشنی

کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے — اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے

کُند بینش می نه بیند غیرِ ایں — عقلِ اُو بے سیر چوں نبتِ زمیں

ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے — اُس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہو

نبت را چه خوانده چه ناخوانده — هست پای اُو بگل در مانده

گھاس کو کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا — اُس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

---

[1] کاسہ۔ پیالہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اس لئے دکھاتا ہے کہ اُس کو لوگ خوشی سے پڑھیں۔ نقش۔ نقشِ ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اُس سے مقصود وہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اُس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔ ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیشِ نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔

[3] اوّل۔ پہلی چال دوسری چال کے لئے اسی طریقہ سے ذریعہ جیسے سیڑھی کے ڈنڈے پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کیلئے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔ کُند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے، اُس کے نزدیک مقصود اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبتِ زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اُس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔

گر سرش۱ جنبد بباد تیز رَو
اگر تیز چلنے والی ہوا سے اُس کا سر ہلے

تو بسر جنبانیش غرّہ مشو
تو اُس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سرش گوید سَمِعنا یا صبا
اُس کا سر کہتا ہے ہم نے اے باد، صبا کی اطاعت کی

پای او گوید عَصَینا خلّنا
اُس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد سیر میراند چو عام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے

بر توکل می نہد چوں کور گام
اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے

بر توکل۲ تا چہ آید در نبرد
جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے!

چوں توکل کردنِ اصحابِ نرد
جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا

واں نظرہای کہ آں افسردہ نیست
وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں

جز رَوندہ جز درندہِ پردہ نیست
وہی چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

آنچہ در دہ سال خواہد آمدن
جو کچھ دس سال میں آئے گا

ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن
وہ اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر
اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق

غیب و مستقبل بہ بیند خیر و شر
غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سدِ پیش و سدِ پس نماند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی

شد گذارہ چشم و لوحِ غیب خواند
وہ گذر جانے والی آنکھ بنگیا اور اُسنے غیب کی تختی پڑھی

چوں نظر۳ پس کرد تا بدوِ وجود
جب اُس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک

آخر و آغازِ ہستی رُو نمود
وجود کا آخر اور آغاز رُونما ہو گیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا
خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث

در خلیفہ کردنِ بابای ما
ہمارے ابا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند او بدید
اُس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا

آنچہ خواہد بود تا محشر پدید
ہر اُس چیز کو جو حشر تک رُونما ہو گی

پس زپس می بیند او تا اصلِ اصل
پس، وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے

پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل
سامنے کی جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھتا ہے

ہر کسے اندازۂ روشن دلی
ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے

غیب را بیند بقدرِ صیقلی
صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

۱ گر سرش۔ گھاس کے تنکے سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے، وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔ آں سرش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اُس کا سر لبیک کہتا ہے اُس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔ چوں ندارد۔ اُس کو آفاق اور انفس کی سیر حاصل نہیں، ہر وہ غائبانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکل کا سہارا پکڑتا ہے۔

۲ بر توکل۔ اسباب کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا غلط ہے میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔ نظرہای۔ اولیاء کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور انفس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کر دیتی ہیں دس سال میں ہونیوالے واقعات کو عالمِ مثال میں دیکھ لیتی ہیں اُن کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کی نظریں لوحِ غیب سے ہونیوالے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

۳ چوں نظر۔ اُن بزرگوں کی نظریں ابتداءِ آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدم کو خلیفہ بنانے کے بارے میں ملک نے جو گفتگو کی اُسکو یہ سُن لیتے ہیں۔ در پیش۔ ابد تک جو واقعات ہونے والے ہیں اُنکو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد اُنکی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور اُنکا علم اگرچہ علمِ خداوندی کیطرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرت حق اُنکو بہت سی چیزوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ روزِ فصل۔ روزِ محشر، ہر کسے۔ جو شخص جسقدر دل کو صاف کر کے اُس پر صیقل کر لیتا ہے اُسیقدر اُسکو مغیبات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ہر کہ صیقل بیش کرد اُو بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کر لی اُس نے زیادہ دیکھا
بیشتر آمد برو صورت پدید
اُس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

[1] گر تو گوئی کاں صفا فضلِ خداست
اگر تو کہے کہ وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے
نیز ایں توفیقِ صیقل زاں عطاست
نیز اُس صیقل کی توفیق اُس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دُعا
وہ کوشش اور دُعا ہمت کے اندازے سے ہے
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

[2] واہبِ ہمت خداوند است و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے
ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا
مانعِ طوع و مُراد و اختیار
اطاعت اور مقصد اور اختیار کیلئے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بد بخت را
لیکن جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے
اُو بگزراند بکفراں رخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرلیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے
رخت را نزدیک تر وامے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

بد دلاں از بیم جاں در کارزار
بُزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے
کردہ اسبابِ ہزیمت اختیار
پسپائی کے اسباب اختیار کرلئے

پُر دلاں در جنگ ہم از بیمِ جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے
حملہ کردہ سوی صفِ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا

[3] رستماں را ترس و غم وا پیش بُرد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا
ہم ز ترس آں بد دل اندر خویش مُرد
بُزدل خوف سے خود بہ خود مرگیا

چوں محک آمد بلا و بیمِ جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا
زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اُس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہوگیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسہ ہر جانب سے جدا ہوگیا
از قضا ہم در قضا باید گریخت
اُسکو قضاءِ (خداوندی) سے قضاء کیجانب بھاگنا چاہئے

قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہیں تو انھوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ "ہاں ہم قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں" یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائیگی وہ بھی قضاءِ الٰہی ہو۔

[1] گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیہ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آکر عطیہ کر دیتا ہے۔

[2] واہب۔ انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفان کا کمالات کا ارادہ نہیں کر سکتا۔ نیست۔ تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ وزاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کرلیتا ہے بد دلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور انکے اختیار ہی کی بنیاد پر ایں۔

[3] رستماں۔ بہادروں کے لئے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مرجاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچکر قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگنا چاہیئے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمر رضؓ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ عَنْ قَدَرِ اللّٰہِ آپ

وحی کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السّلام کہ اے موسیٰ من خالق اَم تُرا دوست دارم

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰؑ میں جو کہ پیدا کرنے والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰؑ را بوحیِ دل خدا ۱ — کاے گزیدہ دوست می دارم تُرا

اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰؑ سے کہا — کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بُود اے ذُو الکرم — موجبِ آں تا من آں افزوں کنم

(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے صاحبِ کرم! کونسی عادت ہو — اُس کا سبب، تاکہ میں اُس کو بڑھاؤں

گفت چوں طِفلے بہ پیشِ والدہ — وقتِ قہرش دست ہم بر وے زدہ

فرمایا (تو) ماں کے سامنے کے بچّہ کی طرح ہے — جو اُس کے غصّہ کے وقت (بھی) اُس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جُز اُو دیّار ہست — ہم ازو مخمُور و ہم از اُوست مست

وہ (بچّہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اُس (ماں) کے سوا کوئی اور ہے — اُسی سے وہ مخمور ہے اور اُسی سے وہ مست ہے

مادرش گر سیلیے بر وے زند — ہم بمادر آید و بر وے تند

اگر اُس کی ماں اُس کے طمانچہ مارے — ماں کے پاس آتا ہے اُس کا چکر کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ اُو — اُوست جملہ شرِّ اُو و خیرِ اُو

اُس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا — اُس کا اچھا بُرا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ تو ۲ ہم ز ما در خیر و شر — اِلتفاتش نیست جاہائے دگر

بھلائی اور بُرائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے — اُس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ ست و کلوخ — گر صبی و گر جوان و گر شیُوخ

میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے — خواہ بچّہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ ۳ در حَنِیں — در بلا از غیرِ تو لَا نَسْتَعِیْن

جس طرح کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے — مصیبت میں تیرے غیر سے "ہم مدد نہیں چاہتے ہیں" ہے

ہست ایں اِیَّاکَ نَعْبُدُ حصر را — در لُغت داں از پئے نفیِ ریا

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" یہ حصر کیلئے ہے — عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لئے ہے

ہست اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن ہم بہرِ حصر — حصر کردہ اِستعانت را و قصر

"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" بھی حصر کے لئے ہے — جس نے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کیساتھ) محصور اور مخصوص کر دیا ہے

---

۱ وحی۔ اِس قصّہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا میری کونسی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اُس میں اور اضافہ کر لوں۔ طفلے۔ حضرت حق تعالےٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچّہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اُس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا ہے۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

۲ خاطر تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہے کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیرِ من۔ میرے سوا تیرے لئے ناقابلِ التفات ہے خواہ بچّہ ہو یا جوان یا بوڑھا۔ صبی۔ بچّہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

۳ اِیَّاکَ نَعْبُدُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کیلئے منحصر کرنے کیلئے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔ ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں، بھی حصر کیلئے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کیساتھ مخصوص کرنے کیلئے ہے۔

کہ[1] عبادت مرترا آریم و بس — طمع یاری ہم زتو داریم و بس

کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس — مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردنِ شفیع مغضوب علیہ را واز پادشاہ درخواستن و قبول کردنِ پادشاہ درخواست و شفاعت کردنِ شفیع را و رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد — خواست تا از وے بر آرد دود و گرد

ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا — چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف — تا زند بر وے جزای آں خلاف

بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی — تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس[2] را زہرہ نے تا دم زند — یا شفیعے بر شفاعت بر تند

کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے — یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص — در شفاعت مصطفیٰ وار از خاص

سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا — اور حضرت مصطفیٰؐ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

بر جہید و زود در سجدہ فتاد — در زماں شہ تیغ قہر از کف نہاد

وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا — بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی

گفت اگر دیو ست من بخشیدمش — ور بلیسی کرد من پوشیدمش

اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان (بھی) ہے تو میں نے اسکو معاف کر دیا — اگرچہ اس نے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کر دی

چونکہ[3] آمد پای تو اندر میاں — راضیم گر کرد مجرم صد زیاں

چونکہ تیرا قدم بیچ میں آگیا ہے — میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کیے ہیں

صد ہزاراں خشم را تانم شکست — کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست

میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں — کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے

لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست — زانکہ لابہ تو یقیں لابہ من ست

تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں — کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

---

[1] کہ - دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ خشم - اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گزری یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملہ میں ہونی چاہیے۔ ندیم بمصاحب۔ دود۔ یعنی اسکو قتل کر دے۔ خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے شاہ کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔

[2] ہیچکس - بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس مصاحب کی سفارش کرے۔ جز - عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا، جس طرح آنحضورؐ حشر میں عام شفاعت کیلئے مخصوص ہونگے۔ درزماں - بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت - بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اسکو معاف کر دیا۔

[3] چونکہ - بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سیکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آگیا ہے میں سیکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ - چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا بعینہ میرا خوشامد کرنا ہے۔

گر[1] زمین و آسماں را برہم زدے — زانتقام ایں مرد بیروں نامدے
خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے — یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

ور شدے ذرّہ بذرّہ لابہ گر — اُو نبردے ایں زماں از تیغ سر
اگر ذرّہ ذرّہ خوشامدی بنتا — وہ تلوار سے اِسوقت سر نہ بچا سکتا

بر تو می ننہیم منّت اے کریم — لیک شرحِ عزتِ تست اے ندیم
اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں — ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی، تو کہ من کردم یقیں — اے صفاتت در صفاتِ ما دفیں
یہ (سفارش) تونے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے — اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں گم ہو گئی ہیں

تو دریں مُستعملی نے عاملی — زانکہ محمولِ منی نے حاملی
تو اس (سفارش) میں مستعمل ہوا ہے تو کرنے والا نہیں ہے — کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

مَا رَمَیْتَ[2] اِذْ رَمَیْتَ گشتۂ — خویشتن در موج چوں کف ہشتۂ
تو "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" بن گیا ہے — تونے اپنے آپ کو جھاگ کیطرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لاشدی پہلوی اِلّا خانہ گیر — اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر
تو لا بن گیا، اِلّا کے پہلو میں مقیم ہو گیا — تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

انچہ دادی تو ندادی شاہ داد — اُوست بس وَاللہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
جو تونے دیا تونے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے — بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

واں[3] ندیم رستہ از زخم و بلا — زیں شفیع آزرد و برگشت از وِلا
وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر — اِس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منحرف ہو گیا

دوستی ببرید زاں مخلص تمام — رُو بحایط کرد تا نارد سلام
اُس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی — دیوار کی طرف کو مُنہ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیعِ خویشتن بیگانہ شُد — زیں تعجب خلق در افسانہ شُد
اپنے اُس سفارشی سے بیگانہ بن گیا — اِس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

---

[1] گر زمیں۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ بر تو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ ایں۔ یہ سفارش تونے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اِس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ کار ہے کام کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تونے خود اُس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔

[2] مَا رَمَیْتَ۔ آنحضورؐ نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگِ بدر میں آنحضورؐ کا مٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضورؐ کیطرف منسوب نہ ہوا بلکہ خدا کی طرف منسوب ہوا اِسی طرح جب تو اپنی صفات کو میری صفات میں گم کر چکا ہے تو سفارش کرنا تیری طرف منسوب نہ ہو گا۔ لاشدی۔ کلمۂ طیبہ میں لا اِلٰہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور اِلّا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے۔ تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی، اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔ اُوست بس۔ وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا دینا تیری طرف منسوب نہ ہو گا شاہ کیطرف منسوب ہو گا۔

[3] واں ندیم۔ عمادُ الملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عمادُ الملک سے ناراض ہو گیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عمادُ الملک سے ناراض ہو گیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں کوئی اُس کو پاگل کہتا کوئی اسکی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاکِ پا بننا چاہیئے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

گر نہ مجنون ست یاری چون گزید — از کسے کہ جانِ اُو را وا خرید

اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اُس نے دوستی کیوں توڑ دی؟ — ایسے شخص سے جس نے اُس کی جان دوبارہ خریدی

وا خریدش آں دم از گردن زدن — خاکِ نعلِ پاش بایستے شدن

اُس وقت اُس نے اُس کو گردن کٹنے سے بچایا — اُسکو تو اُس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہئے

باز گونہ رفت و بیزاری گرفت — با چنیں دلدار کیں داری گرفت

اُس نے اُلٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی — ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی

بس[1] ملامت کرد اُو را ناصحے — کیں جفا چوں میکنی با مُصلحے

اُس کو ایک نصیحت کرنیوالے نے بہت ملامت کی — کہ ایسی نیکی کرنیوالے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے؟

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص — آں دم از گردن زدن کردت خلاص

اُس خاص دوست نے تیری جان خریدی — اُس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

گر جفا کردے نبایستے رمید — خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید

اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہئے تھا — خصوصاً جبکہ اُس قابلِ تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں — اُو چرا آید شفیع اندر میاں

اُس نے کہا جان بادشاہ کے لئے ہے — وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لِی[2] مَعَ اللہِ وقت بُود آندم مرا — لَا یَسَعُ فِیہِ نبیٌ مُجتبیٰ

اُسوقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا — جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جز رحمِ شاہ — من نخواہم غیرِ آں شہ را پناہ

میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں — میں اُس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیرِ[3] شہ را بہرِ آں لا کردہ ام — کہ بسوئے شہ تولا کردہ ام

بادشاہ کے غیر کی میں نے اِسی لئے نفی کی ہے — کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے

گر بُرّد اُو بقہرِ خود سرم — شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم

اگر وہ (شاہ) اپنے غصے سے میرا سر قلم کرے گا — شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کرے گا

کارِ من سربازی و بیخویشی ست — کارِ شاہنشاہِ ما سر بخشی است

میرا کام سر دینا اور اپنا پن چھوڑنا ہے — ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سر کہ کفِ شاہش بُرد — ننگ آں سر کہ بغیرے سر بَرد

وہ سر قابلِ فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے — وہ سر باعثِ ذلت ہے جو کسی غیر کے آگے جھکے

[1] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہو گیا اُس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔ گر جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اسکو برداشت کرنا چاہیئے نہ کہ اُس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیئے۔ گفت۔ اُس مصاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لئے تھی یہ بیچ میں آکر بچانیوالا کون تھا۔

[2] لِی مَعَ اللہِ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے لِی مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِی فِیہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لئے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی نہ کسی مرسل نبی کی۔ اُس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہِ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضورؐ کو جنابِ باری ہر حاصل ہوتا تھا، لہٰذا اعماد الملک کی اسمیں گنجائش کہاں تھی۔

[3] غیرِ شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کر دی ہے اور صرف کی دوستی پر بھروسہ کر لیا ہے اب اُس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اُس کی رضا پر راضی ہوں۔ فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعثِ فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعثِ ذلت ہے

شب[1] کہ شاہ از قہر در قبرش کشید ... ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید
وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تاریکول میں ڈالا ... عید کے ہزاروں دنوں سے ذلت محسوس کرتی ہے

خود طواف آنکہ اُو شہ بیں بُود ... فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بُود
جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹنا ... غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالاتر ہوتا ہے

زاں نیامد یک عبارت در جہاں ... کہ نہانست و نہانست و نہاں
اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے ... کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے پوشیدہ

زانکہ ایں اسماء و الفاظِ حمید ... از گِلابہ[2] آدمی آمد پدید
اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ ... انسان کے جسم سے نکلے ہیں

عَلَّمَ الْاَسْمَاء بُد آدمؑ را امام ... لیک نے بُد در لباسِ عین و لام
علم الاسماء آدمؑ کا امام تھا ... لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گِل بر سر کلاہ ... گشت آں اسمای جانی رُوسیاہ
جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی ... وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید ... تا شود بر آب و گِل معنیٰ پدید
کیونکہ اُن (اسماء) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا ... تاکہ پانی اور مٹی پر معنیٰ واضح ہو جائیں

گرچہ[3] از خشمِ شہم کرد اُو خلاص ... لیک ہم شہ شُد مرا حقا مناص
اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا ... لیکن واقعۃً شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ از یک وجہ منطق کاشف ست ... لیک از دہ وجہ دیگر مُکتنف ست
گفتگو اگرچہ ایک حیثیت سے (حقیقت کو) ظاہر کر دیتی ہے ... لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ

هَلْ لَكَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰى اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا

تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و اُو جبرئیلؑ ... من نخواہم در بلا اُو را دلیل
میں (اپنے) زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (بمنزلہ) جبرئیلؑ ہے ... میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

---

[1] شب۔ جس رات کو شاہ کے غصہ نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔ خود جس کو مشاہدۂ حق حاصل ہے اور وہ ذاتِ حق کا طواف کرتا ہے اس کے لئے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا یا یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقامِ مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

[2] گِلابہ۔ گِل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ عَلَّمَ الْاَسْمَاء۔ اگرچہ اسماء اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدمؑ کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسماء اِس مادی حروفِ تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب اِن غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو انکی روحانیت ختم ہو گئی اور اُن میں سیاہی پیدا ہو گئی۔ کہ نقاب۔ اِن اسماء کو مادی لباس اِس لئے پہنا دیا گیا تاکہ مادی انسان اُنکے معانی سمجھ سکیں۔

[3] گرچہ۔ اُس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریزگاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اُس کا ممنونِ احسان نہیں ہوں۔ گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا اصل مقصود الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اُس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ من خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلیل اللہؑ نے حضرت جبرئیلؑ کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے بھی عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

اُو ادب ناموخت از جبریلؑ راد[1] — کہ بپرسید از خلیلِ حق مُراد

اُس نے عقلمند جبریلؑ سے ادب نہ سیکھا — کہ اُس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مُرادت ہست تا یاری کُنم — وَرنہ بگریزم سُبکباری کُنم

کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں — ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

گفت ابراہیمؑ نے رَو از میاں — واسطہ زحمت بُود بعد العیاں

ابراہیمؑ نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا — کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ ایں دنیاست مُرسَل رابطہ — مُومناں را زانکہ ہست اُو واسطہ

اِس جہان کے لئے رسول رابطہ ہے — مومنوں کے لئے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دل ار سامع بُدے وحیِ نہاں — حرف و صوتے کے بُدے اَندر جہاں

اگر ہر دل مخفی وحی کا سُننے والا ہوتا — تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے؟

گرچہ[2] اُو محوِ حق ست و بے سَراست — لیک کارِ من ازاں نازک‌تر است

اگرچہ وہ (جبریلؑ) اللہ تعالیٰ میں فنا اور بےخود ہو — لیکن میرا کام اُس سے زیادہ نازک ہے

کردۂ اُو کردۂ شاہ است لیک — پیشِ چشمِ بد نمایندہ است نیک

اگرچہ اُس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن — لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

آنچہ[3] عینِ لُطف باشد بر عوام — قہر شُد بر عشق کیشانِ کِرام

جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے — شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید — عامہ را تا فرق را تا نند دید

بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں — عوام کو، تاکہ فرق کو دیکھ سکیں۔

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار — پیشِ واصل خار باشد خارخار

اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف — واصل (بحق) کیلئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا و رنج بایست و وقوف — تا دَمد آں روحِ صافی از حروف

بہت سی بلائیں اور رنج اور (انہیں) رکا جانا چاہئے — تاکہ وہ صاف روح حروف سے چمک اُٹھے

لیک بعضے زیں بلا کثر تر شُدند — باز بعضے صافی و برتر شُدند

لیکن بعض اِس بلا سے (اور) زیادہ ٹیڑھے ہوگئے — بعض صاف اور زیادہ بلند ہو گئے

[1] او آدب ۔ ملائکہ کو جبریلؑ کے اِس قصہ سے نصیحت حاصل کرلینی چاہیئے تھی کہ مراد حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں تھے تو حضرت جبریلؑ نے آکر مدد کرنی چاہی، حضرت ابراہیمؑ نے انکار کر دیا اور فرمادیا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بہرِ ایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں اُن کے لئے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خود مشاہدہ میں مستغرق تھے انکو جبریلؑ کا واسطہ ناگوار گذرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سُن سکے اِسلئے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حرف اور آواز کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

[2] گرچہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جبریلؑ کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اِس سے بھی نازک ہے اِس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبریلؑ کا کام مقامِ فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اُس کام میں ماذون ہیں اللہ کیجانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کیلئے آیا ہوں۔

[3] آنچہ۔ اسطرح کی مدد عوام کے لئے عین لُطفِ خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لئے مناسب نہیں ہے مشہور مقولہ ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں۔ بس۔ اِس بات کو سمجھنے کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہیں۔ بس بلا۔ بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اِس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیک۔ مصائب پر شکوہ ہو تو تباہی ہے ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔

ہمچو آبِ[1] نیل آمد ایں بلا	سعد را آبست و خوں بر اشقیا
یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے	جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کیلئے خون ہے
ہر کہ پایاں بیں تر او مسعود تر	جِدّ تر او کارد کہ افزوں دید بر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے زیادہ نیک بخت ہے	زیادہ محنت سے وہ بوئیگا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو
زانکہ داند کایں جہانِ کاشتن	ہست بہرِ محشر و بر داشتن
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا	محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کیلئے ہے
ہیچ[2] عقدے بہرِ عینِ خود نبود	بلکہ از بہرِ مقامِ ربح و سود
کوئی معاملہ بعینہٖ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے	بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے
ہیچ نبود منکرے گر بنگری	منکریش بہرِ عینِ منکری
اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے	(کہ) اس کا انکار محض انکار کے لئے ہو
بل برائے قہرِ خصم اندر حسد	یا فزونی جستن و اظہارِ خود
بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہوتا ہے	یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کیلئے ہوتا ہے
واں[3] فزونی ہم پئے طمعِ دگر	بے معانی چاشنی ندہد صُوَر
وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے	(محض) صورتیں بلا معانی کے لطف نہیں دیتی ہیں
زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی	کہ صُوَر زیت است و معنیٰ روشنی
اسی لئے تو دریافت کرتا ہے (کہ) تو یہ کیوں کرتا ہے؟	کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنیٰ روشنی ہیں
ورنہ ایں گفتن چرا از بہرِ چیست	چونکہ صورت بہرِ عینِ صورتیست
ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لئے ہے	جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے
ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست	جز برائے ایں چرا گفتن بدست
یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہے	اس کے سوا کیلئے "کیوں" کہنا برا ہے
از چہ رو فایدہ جوئی اے امیں	چوں بود فائیدۂ ایں خود ہمیں
اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟	جبکہ یہ (فعل) خود فائدہ ہو
پس نقوشِ آسمان و اہلِ زمیں	نیست حکمت کاں بود بہرِ ہمیں
تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں	(ا)ہیں کوئی حکمت نہیں ہے کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلئے ہوں

ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھو کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے اُن کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ اُن کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

[1] آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا۔ ہر کہ۔ جو اُن مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام بیں سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئیگا وہاں کاٹے گا۔

[2] ہیچ عقدے۔ جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کیلئے نہیں ہوتا ہے بلکہ اُس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لئے نہیں کرتا بلکہ اسکے پیشِ نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔

[3] واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔ صُوَر۔ یعنی کام کی محض صورت اس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اس میں کوئی مقصد مُضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو اس کا مقصد اس کے اصلی مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صُوَر۔ معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست ۔ ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست

اگر وہ (خالق) صاحب حکمت نہیں ہے تو یہ کائنات کی ترتیب کیسی ہے! ۔ اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے؟

کس نسازد نقش گرمابہ خضاب ۔ جز پئے قصد صواب و ناصواب

کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہر ۔ کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد، درست ہو یا درست نہ ہو

ہرچہ بینی در جہاں از آیتے ۔ ہست بہر معنیے و حکمتے

دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا ۔ وہ کسی معنی اور حکمت کے لئے ہے

مطالبت کردن موسیٰؑ از حضرت عزت کہ لِمَ خَلَقْتَ خَلْقاً فَاَھْلَکْتَہٗ وَاخْتَرَقْتَہٗ وجواب آمدن از حضرت عزت

حضرت موسیٰؑ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر تو اس کو اور تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰؑ اے خداوند حساب ۔ نقش کردی باز چوں کردی خراب

(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا اے حساب کے مالک ۔ تو نے صورت بنائی پھر اس کو کیوں تباہ کیا!

نر و مادہ نقش کردی جانفزا ۔ وانگہے ویراں کنی ایں را چرا

تو نے حسین نر اور مادہ بنائے ۔ پھر تو ویران کر دیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت حق دانم کہ ایں پرسش ترا ۔ نیست از انکار و غفلت و ز ہوا

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال ۔ انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے ۔ بہر ایں پرسش ترا آزردمے

ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا ۔ اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعال ما ۔ باز جوئی حکمت و سر قضا

لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں ۔ حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے

تا ازاں واقف کنی مر عام را ۔ پختہ گردانی بدیں ہر خام را

تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے ۔ اس سے ہر کچے کو پکا بنائے

قاصداً سائل شدی در کاشفی ۔ بہر عامہ ارچہ تو زاں واقفی

وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے ۔ عوام کے لئے، اگرچہ تو اس سے واقف ہے

زانکہ نیم علم آمد ایں سوال ۔ ہر برونے را نباشد ایں مجال

یہ سوال نصف علم ہے ۔ ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

---

۱ گر حکیمے ـ حکمت دان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنیوالا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ ہرچہ۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔

۲ مطالبت۔ اس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمت الٰہی کا بیان کرنا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ خداوند حساب۔ یعنی یوم حساب کے مالک۔

۳ گفت حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار اور غفلت پر مبنی نہیں ہے اس لئے میں درگذر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو اسلئے معلوم کر رہا ہے تاکہ عوام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کرے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔ زانکہ۔ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اس چیز کا آدھا علم ہے حضرت موسیٰؑ حکمتوں سے واقف تھے۔

ہم[1] سوال از علم خیزد ہم جواب — ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب

سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے — جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول

ہم ضلال از علم خیزد ہم ہُدے — ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندے

گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی — جیساکہ تَری سے تلخ اور شیریں

ز آشنائی خیزد ایں بُغض و وِلا — وز غذائے خوش بُود سُقم و شفا

یہ بُغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہر — بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے

مُستفید[2] اعجمی شد آں کلیم — تا عجمیاں را کُند زیں سرّ علیم

وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنیوالا بنانیوالے بنے — تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں

ما ہم از وَے اعجمی سازیم خویش — پاسخش آریم چوں بیگانہ پیش

ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں — بیگانوں کی طرح اُس کا جواب پیش کرتے ہیں

خر فروشاں خصم یکدیگر شُدند — تا کلیدِ قفلِ آں عقد آمدند

گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے — یہاں تک کہ اُس معاملہ کے قفل کیلئے کنجی بنگئے

پس بفرمودش خدا اے ذُولُباب — چوں بپرسیدی بیا بشنو جواب

پھر اُن سے خدا نے فرمایا اے عقلمند! — جبکہ تو نے سوال کیا ہے، آ جواب سُن

موسیا[3] تخمے بکار اندر زمیں — تاکہ تو خود وادہی انصافِ ایں

اے موسیٰؑ! زمین میں بیج بو دے — تاکہ تو خود اِس کا انصاف کرلے

چونکہ موسیٰ کِشت شد کِشتش تمام — خوشہایش یافت خوبی و نظام

جب حضرت موسیٰؑ نے کھیتی بوئی اُنکی کھیتی پوری ہو گئی — اُسکے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کرلی

داس بگرفت و مَر آں را می بُرید — پس ندا از غیب در گوشش رسید

انھوں نے درانتی لی اور اُس کو کاٹ لیا — تو اُن کے کان میں غیب سے آواز آئی

کہ چرا کشتے کُنی و پروری — چوں کمالے یافت آں را می بُری

کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟ — جب وہ مکمل ہو جاتی ہے تو اسکو کاٹتا ہے

گفت یا رب زاں کُنم ویران و پست — کہ درینجا دانہ ہست و کاہ ہست

(موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا! میں (کھیت کو) ویران اور پست کردیا ہے — کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی ہے

حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اُس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اس میں دانہ اور بھوسا تھا اور دونوں کو ملا جُلا دینا مناسب نہ تھا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔

[1] ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہو جانے کے بعد ہی اُس کے بارے میں سوال و جواب ہو سکتا ہے یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اُگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیسا کہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی، ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

[2] مُستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰؑ ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اِس لئے تجاہلِ عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اِس کے علم سے انجان بن کر اُس کو جواب دیتے ہیں۔ خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

[3] موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح اُن کی سمجھ میں آ جائے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم کھیتی بو دو اور جب کھیتی تیار ہو گئی تو انھوں نے اُس کھیتی کو کاٹ ڈالا۔ کہ چرا۔ اللہ تعالےٰ نے

دانہ لائق نیست در انبارِ کاہ — کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ
دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے — بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت ایں دو را آمیختن — فرق واجب می کند در بیختن
ان دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے — وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بناتی ہے

گفت[۱] ایں دانش تو از کہ یافتی — کہ بدانش بیدرے بر ساختی
(اللہ تعالٰی نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تونے کس سے حاصل کی؟ — کہ عقل کی وجہ سے تونے کھلیان بنایا

گفت تمیزم تو دادی اے خدا — گفت پس تمیز چوں نبود مرا
(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی — (اللہ تعالٰی نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟

در خلائق روحہائے پاک ہست — روحہائے تیرہ وگلناک ہست
مخلوق میں پاک روحیں ہیں — کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

ایں[۲] صدفہا نیست در یک مرتبہ — در یکے دُرّ ست و در دیگر شبہ
یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں — ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب ست اظہارِ ایں نیک و تباہ — ہمچناں کاظہارِ گندمہا زکاہ
نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے — جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہرِ اظہار ست ایں خلقِ جہاں — تا نماند گنجِ حکمتہا نہاں
دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے — تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کُنتُ[۳] کنزاً گفت مخفیاً شنو — جوہرِ خود گم مکن اظہار شو
سن (اللہ تعالٰی نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا — تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اس کو ظاہر کر

بیانِ آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثالِ دوغند

اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں

ورُوحِ وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغن پنہاں
اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ — ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ
تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا — جس طرح گھی کا مزا، چھاچھ کے مزے میں

میں جو موتی ہے اس کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ بیان۔ مولانا ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح مسکا چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دروغ۔ جھوٹ یعنی جسم فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔

[۱] گفت۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔ در خلائق۔ اب اللہ تعالیٰ نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔

[۲] ایں صدفہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں گنج کے پوتھ کی طرح ہے۔ واجب۔ ان روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بُری روحیں دوزخ میں۔ بہرِ اظہار۔ پہلی حکمت تو مارنے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔

[۳] کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ اَن اُعرَفَ فخلقتُ الخلقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا، مخلوقات مظہرِ صفات خداوندی ہے۔ جوہرِ خود۔ انسان کے جسم

آں دروغت ایں تنِ فانی بُوَد — راستت[1] آں جانِ ربانی بُوَد

وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے — تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا ایں دوغِ تن پیدا و فاش — روغنِ جاں اندرُو فانی ولاش

برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے — روح کا روغن اُس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد حق رسولِ بندۂ — دُوغ را در خُمرہ جُنبانندۂ

یہانتک کہ اللہ (تعالےٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے — چھاچھ کو مَشکی میں بلونے والے کو

تا بجُنباند بہنجار و بفن — تا بدانم من کہ پنہاں بُود مَن

یہانتک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوئے — تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ بندۂ کاں جُزوِ اُوست — دَر رَوَد در گوشِ آنکو وحی جُوست

یا اُس بندہ کا کلام جو اُس (نبی) کا جزو ہے — اُس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذنِ[2] مُومن وحیِ ما را واعی است — آنچناں گوشے قرینِ داعی است

مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنیوالا ہے — ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام — پُر شود ناطق شود اُو در کلام

جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے — بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد طفل را گوشِ رَشَد — گفتِ مادر نشنود گنگے شود

اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو — وہ ماں کی بات نہیں سُنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائماً ہر کرِّ اصلی گنگ بُود — ناطق آں کس شُد کہ از مادر شنُود

اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے — بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں سے (بات) سنتا ہے

وآنکہ[3] گوشِ کرّ و گنگ از آفتے ست — زانکہ در گوشش رسیدہ علّتے ست

وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کیوجہ سے — کیونکہ اُسکے کان میں کوئی بیماری پیدا ہوگئی ہے

کہ پذیرائی دَم و تعلیم نیست — لاجرم مَر نُطق را تسلیم نیست

جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنیوالی نہیں ہے — (تو) لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست — کہ صفاتِ اُو ز علّتہا جُداست

جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے — کیونکہ اُسکی صفات علّتوں سے پاک ہیں

یا چو آدمؑ کردہ تلقینش خُدا — بے حجابِ مادر و دایہ وُرا

یا آدمؑ جیسا، جس کو خدا نے پڑھایا — اُس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

[1] راستت۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے جس میں روح جسم میں گم رہتی ہے۔ لاش۔ لاشی معدوم۔ تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلوکر روح کا مسکہ اُس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مشکی۔ مَن۔ اِس کا ترجمہ مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد سے کیا ہے اس سے مراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کیلئے بمنزلہ جزو کے ہوتے ہیں۔

[2] اُذن۔ قرآنِ پاک میں ہے وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ اور اُسی وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کرلیتے ہیں۔ داعی یعنی رسول یا وہ شخص جو اُن کا جزو ہے۔ مام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سُنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائماً۔ عموماً بہرا، گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔

[3] وآنکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اُسکے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ ماں کی بات نہیں سُنتا ہے۔ تسلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات سُن کر بولنے پر ہاں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے بغیر تعلیم کے بولنے والی صرف ذاتِ خداوندی ہے۔

آدم۔ حضرت آدمؑ کے ماں باپ نہ تھے انکو تعلیم خدا نے دی۔

یا مسیحےؔ کو بہ تعلیمِ وَدود
یا مسیح کہ وہ خدا کی تعلیم سے
در ولادت ناطق آمد در وجود
پیدائش کے وقت بولنے لگے

از برای دفعِ تہمت در وِلاد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے
کہ نہ زادست از زنا و از فساد
کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

جُنبشے بایست اندر اِجتہاد
کوشش میں حرکت چاہئے
تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد
تاکہ چھاچھ مسکے کو اندر سے واپس دیدے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم
مسکا، چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے
دوغ در ہستی برآوردہ عَلَم
چھاچھ، وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے
وانکہ فانی می نماید اصل اُوست
جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

دوغِ روغن ناگرفتست و کہن
مسکا، نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ
تا نہ بگزینی بنہ خرجش مکن
جب تک تو نکال نہ لے اسکو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

ہیںؔ بگردانش بدانش دست دست
خبردار، سمجھداری سے اسکو ہاتھ سے خوب چلا
تا نماید آنچہ پنہاں کردہ است
تاکہ وہ اُس کو نمایاں کردے جو اُسنے چھپایا ہے

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است
کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے
لابۂ مستاں دلیلِ ساقی ست
مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

روغنؔ اندر دوغ پنہاں میشود
مسکا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے
ہر چہ می سازی تو اش آں میشود
تو جو اُس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہم دریں معنیٰ
دوسری مثال اسی معنیٰ میں

ہست بازیہای آں شیرِ عَلَم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود
مُخبرے از بادہای مُکتتم
چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جُنبشِ آں باد ہا
اگر اُن ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی
شیرِ مُردہ کے بجستے در ہوا
بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

۱ یا مسیحے۔ حضرت مسیحؑ بھی بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کیلئے تعلیم خداوندی سے بول پڑے۔ جُنبشے۔ جس طرح چھاچھ سے مسکا نکالنے کیلئے چھاچھ کا بلونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لئے جسم کو مجاہدات کے ذریعہ بلونا ضروری ہے۔ روغن۔ مسکا چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی ہے وہ بمنزلہ مسکے کے ہے۔ دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مسکا نہ نکالا گیا ہو اُس کو محفوظ رکھنا چاہئے تاکہ مسکا نکالا جاسکے اُس کو خرچ نہ کرنا چاہیئے۔
۲ ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح بلونا چاہیئے تاکہ وہ روح کو ظاہر کردے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اُس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اُس روحِ باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی لابۂ مستاں بست ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے
۳ روغن۔ روح جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اُس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائیگی۔ مثالِ دیگر۔ اِس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہری موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

زاں[1] شناسی باد را کہ آں صباست — یا دَبور ست ایں بیانِ آں خفاست
اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے — یا پچھوا ہے، یہ اس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بَدن مانندِ آں شیرِ عَلَم — فکر می جُنباند اُو را دم بدم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے — فکر اُس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکر کاں از مشرق آمد آں صباست — وانکہ از مغرب دَبور با وباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پُروا ہے — اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگر ست — مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سرست
تیرے فکر کی اس ہوا کی مشرق دوسری ہے — تیرے اس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے

خور[2] جماد ست و بُوَد شرقش جماد — جانِ جانِ جاں بُوَد شرقش فواد
سورج جماد ہے، اس کی مشرق جماد ہے — جان کی جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شُد باطن فروز — قشر و عکسِ آں بُوَد خورشیدِ روز
اُس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنے والا ہو — دن کا سورج اُس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بُوَد تن بے لَہَب — پیشِ اُو نے روز بنماید نہ شب
اس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے — اُس کے سامنے نہ دن رونما ہوتا ہے نہ رات

وَر نہ باشد آں چو باشد ایں تمام — بے شب و بے روز دارد انتظام
اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو — تو بغیر شب و روز، وہ منظم رہے گا

ہمچنانکہ[3] چشم می بیند بخواب — بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے — چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نومِ ما چوں شُد اخُ الموت اے فلاں — زیں برادر آں برادر را بداں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے — اِس بھائی کو اُس بھائی سے سمجھ لے

وَر بگویندت کہ ہست آں فرعِ ایں — مشنو آں را اے مقلدِ بے یقیں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اس کی فرع ہے — اے بے یقین مقلد! اُس کو نہ سُن

می بہ بیند خواب جانت وصف و حال — کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
تیری روح نیند میں اُس حالت کے اوصاف دیکھتی ہے — کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند، سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اُس کی بات نہ ماننا۔ می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔

[1] زاں۔ شیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پُروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اُس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں اُن کو صبا اور جو مغرب سے آئیں انکو دبور کہنا چاہیئے۔ مشرق۔ لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔

[2] خور۔ ہوا ایک بے روح چیز ہے اُس کا مشرق بھی بے روح ہے، روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اُس کا مشرق قلب ہے۔ شرقِ خورشیدے۔ روح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اُس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ ورنہ۔ سورج نہ ہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اُس کا کام منتظم ہوتا ہے۔

[3] ہمچنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے "اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ" نیند موت کی بہن ہے لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ ور بگویند۔ اگر کوئی یہ کہے کہ

در پئے[1] تعبیر آں تو عمرہا — میدوی سوی شہانِ بادہا
تو اُس کی تعبیر کے لئے سالوں — عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا پھرتا ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست — فرع گفتن اینچنیں سر راسگی ست
کہ بتایئے اُس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ — اس طرح کے راز کو فرع کہنا کُتا پن ہے

خوابِ عام ست ایں و خود خوابِ خواص — باشد اصلِ اجتبا و اختصاص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب — برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید تا چو خُسپد اُو ستاں — خواب بیند خطۂ ہندوستاں
ہاتھی ہونا چاہیئے تاکہ جب وہ چت سوئے — ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خر نہ[2] بیند ہیچ ہندوستاں بخواب — خر زہندوستاں نکردہ ست اغتراب
گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے — گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جان ہمچو پیل باید نیک و زفت — تا بخواب اُو ہند تاند رفت تفت
روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیئے — تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جاسکے

ذکرِ ہندستاں کند پیل از طلب — پس مُصوّر گردد آں ذکرش بشب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے — تو اُسکی یاد شب میں مُصوّر ہوجاتی ہے

اُذکُرُوا اللّٰہ کارِ ہر اوباش نیست — اِرجِعی بر پای ہر قلاش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے — مقولۂ "لوٹ جا" ہر مفلس کے پاؤں کیلئے نہیں ہے

لیک تو آیس مشو ہم پیل باش — ورنہ پیلی در پئے تبدیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن — اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را بہ بیں — بشنو از میناگراں ہر دم طنیں
آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ — ہر وقت صناعوں کی آواز سُن

نقشبندانند در جوّ فلک — کارسازانند بہرِ لی و لک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں — وہ میرے اور تیرے لئے کاریگری کررہے ہیں

گر نہ بینی خلقِ مُشکیں جیب را — بنگر اے شب کور ایں آسیب را
اگر تو مشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے — تو اے رات کے اندھے، اس اثر کو دیکھ لے

اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً۔ اپنے خدا کیطرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔ لیک۔ اگرچہ ہاتھی کیطرح آسان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیمیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر تیرے اندر تبدیلی پیدا ہوجائیگی۔ طنین۔ بھنبھناہٹ۔ نقشبندان۔ اولیاء۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اولیاء نظر نہیں آتے ہیں تو انکے آثار دیکھ لے۔

[1] در پئے۔ اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لئے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے غلط ہے۔ خواب عام۔ یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کر رہے تھے، خواص کا خواب تو اُن کو اس سے بھی زیادہ اسرارِ غیب دکھا دیتا ہے۔ پیل باید۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے، جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندوستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہوجاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اسرارِ غیبی بھی اُس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالمِ غیب سے ایسا ہی ہو جیسا کہ ہاتھی کا ہندوستان سے۔

[2] خر نہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہوجائے اُس کو یہ رُتبہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اُس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جاں۔ جو روح ہاتھی کیطرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالمِ غیب کو خواب میں دیکھے گی۔ ذکر۔ ہاتھی ہندستان کو یاد کرتا ہے تو اُس کی یاد اور مناظر خواب میں اُسکے لئے مصوّر ہوجاتے ہیں۔ اُذکروا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنا دیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ ارجعی۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ پاک روح اور نفسِ مُطمئنہ کو فرماتے ہیں اِرجِعی

ہر دمؔ[1] آسیب ست بر ادراکِ تو — نبتِ نو نو رستہ بیں از خاکِ تو
تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے — مٹی میں سے نئی گھاس کو اُگا ہوا دیکھ لے

زیں بُد ابراہیمِ ادھمؒ دید خواب — بسطِ ہندُستانِ دل را بے حجاب
یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادھمؒ نے خواب دیکھا — دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

لاجرم زنجیر ہا را بر درید — مملکت برہم زد و شد ناپدید
لامحالہ انھوں نے زنجیریں توڑ دیں — سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ دیدِ ہندستاں بُود — کہ جہد از خواب و دیوانہ شود
یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے — کہ وہ نیند سے اُٹھے اور دیوانہ بن جائے

میؔ[2] فشاند خاک بر تدبیر ہا — می دراند حلقہ و زنجیر ہا
تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے — حلقہ اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد مُلکِ دنیا سر بسر — جملگی برہم زند بے دردِ سر
دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے — بغیر دردِ سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

آنچناں کہ گفت پیغمبر ز نُور — کہ نشانش آں بُود اندر صُدُور
جیسا کہ پیغمبرؐ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے — کہ سینوں میں اُس کی علامت یہ ہوتی ہے

کہ تجافی جُوید از دار الغُرور — ہم انابت آرد از دار السُّرور
کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے — آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے

بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰؐ — داستانے بشنو اے یارِ صفا
آنحضورؐ کی اس حدیث کی تشریح میں — اے مخلص یار! ایک قصہ سُن لے

حکایتِ[3] آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہی حقیقی بوے رُو نمود و یَوم
اُس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آ گئی "اور جس دن

یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نقدِ وقتِ او
انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے" اُس کے سامنے آ گیا

شد بادشاہیِ ایں خاکِ تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام
اِس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعہ فتح کرنا کہتے

کُنند آں کودکے کہ چیرہ آید بر سرِ خاکِ تودہ بر آید و لاف زند کہ
ہیں وہ بچہ جو غالب آ جائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

---

[1] ہر دم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں۔ حضرت ابراہیمؒ کی روح ہاتھی بنی انھوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا.... ہندوستان یعنی روح۔ اصلی وطن عالمِ غیب۔ آں نشاں۔ عالمِ غیب کے مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اُٹھتا ہے۔

[2] می فشاند۔ جو عالمِ غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں حضورؐ نے فرمایا دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ دارالغرور۔ دھوکے کا گھر، دنیا۔ دارالسرور۔ خوشی کا گھر، عالمِ آخرت۔ بہرِ ایں۔ اس مضمون کی تشریح کے لئے حسبِ ذیل قصہ سُن لو۔

[3] حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اُس کے سامنے آ گیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا۔ بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں۔ جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اُس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اُس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔

قلعہ مراست کو دکانِ دیگر بروے رشک بندکہ التّرابُ ربیعُ

قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار

الصّبیان آں بادشاہزادہ چوں از قیدِ رنگہا برست گفت

ہے وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں

من ایں خاکہای رنگیں را ہماں تودہ خاکِ دوں میگویم و زرو

اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور

اطلسؑ و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رستم و بیک سُو

اطلس اور اکسوں نہیں کہتا ہوں میں اس راہزن اکسوں سے نجات پا گیا اور ایک دم

جستم و اٰتینٰہ الحکم صبیاً ارشادِ حق را مُرورِ سالہا حاجت نیست

کود گیا اور ہم نے اس کو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کے لئے سالوں

در قدرتِ کُن فیکُون کس سخنِ قابلیت نگوید

کی ضرورت نہیں ہے "ہو جا پس ہو گیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے

بادشاہے داشت یک نیبا پسر — ظاہر و باطن مزیّن از ہُنر

ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا — جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خوابؑ دید او کاں پسر ناگاہ بمُرد — صافیِ عالم بر آں شہ گشت دُرد

اس نے خواب دیکھا کہ اس کا لڑکا اچانک مر گیا ہے — اس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی

خشک شد از تابِ آتش مشکِ او — کہ نماند از تفِ آتش اشکِ او

آگ کی گرمی سے اس کی مَشک (آنکھ) خشک ہو گئی — آگ کی سوزش سے اس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُر شد ز دودِ درد شاہ — کہ نمی یابید درو راہ آہ

بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پُر ہو گیا — کہ اس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواستؑ مُردن قالبش بیکار شد — عمر ماندہ بود شہ بیدار شد

وہ مرنے لگا اُس کا جسم بیکار ہو گیا — کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہو گیا

شادیے آمد ز بیداریش پیش — کو ندیدہ بود اندر عمرِ خویش

بیداری سے اس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی — کہ اس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شُدن — پس مُطوّق آمد ایں جاں با بدن

وہ خوشی سے مرنے کو تھا — (لیکن) یہ جان بدن سے لپٹی رہی

۱؎ اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسوں۔ کالا دیبا۔ و بیک سُو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ یک وقت عروج حاصل ہو جاتا ہے۔

۲؎ خواب۔ اُس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اُس کا وہ حسین لڑکا مر گیا۔ آتش یعنی غم کی آگ۔ مَشکِ اُو یعنی اُس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اُس میں طاقت نہ رہی۔

۳؎ خواست۔ اُس خواب بادشاہ مرنے کے قریب ہو گیا اور جسم بیکار ہو گیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہو گیا۔ شادیے۔ بیدار ہو کر اُس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ ز شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ پس۔ لیکن جسم روح کے لئے طوق بن گیا اور اُس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوّق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔

از دمِ غم می بمیرد ایں[1] چراغ
یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے
وز دمِ شادی بمیرد اینت لاغ
اور خوشی کی پھونک سے (بھی) بجھتا ہے یہ کھیل ہے

درمیانِ ایں دو مرگ او زندہ است[2]
وہ اِن دو موتوں کے درمیان زندہ ہے
ایں مطوق شکل جای خندہ است
یہ طوق بنی ہوئی شکل، ہنسنے کا مقام ہے

شاہ با خود گفت شادی را سبب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب
آنچناں غم بود از تسبیب رب
ایسا غم، اللہ (تعالےٰ) کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جزو از یک روی مرگ
یہ تعجب ہے، ایک جزو ایک حیثیت سے موت ہے
واں زیک روی دگر احیا و برگ
وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں[2] یکے نسبت بداں حالت ہلاک
ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے
باز ہم از سوی دیگر امتساک
پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادیِ تن سوی دنیاوی کمال
جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے
سوی روزِ عاقبت نقص و زوال
آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں
خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے
گریہ گوید با دریغ و اندہاں
افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح
خواب میں رونے کی، خوشی اور مسرت
ہست در تعبیر اے صاحب مرح
تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[3] اندیشید کایں غم خود گذشت
شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا
لیک جاں از جنسِ ایں بد ظن بگشت
لیکن اِس جیسی چیز سے جان بدگمان ہوگئی ہے

ور رسد خارے چنیں اندر قدم
اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے
گر رود گل، یادگارے بایدم
اگر پھول جاتا ہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہئے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود
خدا کرے اِس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے
یادگارے بایدم گر او رود
اگر وہ مرجائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہئے

چوں فنا را شد سبب بے منتہا
جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں
پس کداミں راہ را بندیم ما
تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے؟

لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہرحال اِحتیاط کا تقاضا ہے کہ اُس کی یادگار کا بندوبست کرلینا چاہئیے۔ چوں۔ موت کے سینکڑوں اسباب ہیں اُن پر قابو پانا مشکل ہے۔

[1] ایں چراغ۔ یہ عجب تماشہ ہے کہ چراغِ زندگی غم سے بھی بجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیان۔ موت کے اِن دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اِس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اِس قدر خوشی کا سبب بنے۔ یہ سبب بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔

[2] آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔ شادیِ تن۔ جسمانی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

[3] شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہوگئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اُس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیئے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار یعنی اُس کی یاد دلانے والا اُس کا لڑکا۔ چشم زخمے۔ خدا کرے

صد دریچہ و در سوی مرگِ لدیغ[۱]
ڈسنے والی موت کیلئے سیکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں
می کند اندر گشادن ژیغ ژیغ
جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژیغ ژیغِ تلخ آں درہای مرگ
موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں
نشنود گوشِ حریص از حرصِ برگ
سازوسامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سوی تن دردہا بانگِ در ست[۲]
جسم کی جانب سے درد، دروازے کی آواز ہیں
وز سوی خصماں جفا بانگِ در ست
مخالفوں کی جانب سے ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں برو برخواں کتابِ طب را
خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ
تا شمارِ ریگ بینی رنجہا
تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

اے پسر برخواں دمے فہرستِ طب
اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے
نارِ علتہا نظر کن ملتہب
بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است
اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے
ہر دو گامے پر ز کژدمہا چہ است
ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تند است و چراغم ابترے
ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے
زو بگیرانم چراغِ دیگرے
میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کر لوں

تا بود[۳] کز ہر دو یک وافی شود
تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے
گر بباد آں یک چراغ از جا رود
اگر ہوا سے، ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارف کز تنِ ناقص چراغ
جیسا کہ عارف (باشد) نے جسم کے ناقص چراغ سے
شمعِ دل افروخت از بہرِ فراغ
فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کرلی ہے

تاکہ روزے کایں بمیرد ناگہاں
تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مرجائے
پیشِ چشمِ خود نہد او شمعِ جاں
وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

او نکرد ایں فہم پس داد از غرر
وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دیدیا
شمعِ فانی را بفانیِ دگر
فنا ہونیوالی شمع کو دوسری فنا ہونیوالی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے
اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے
گفتِ با خود نیست بیروں رفتنے
خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر از خوفِ انقطاعِ نسل

نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کیلئے دلہن کا چاہنا

۱ صد دریچہ۔ موت کے آنے کے سینکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو ان کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژیغ۔ ان کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔

۲ از سوی تن۔ جسم کے درد اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازوں کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمارِ ریگ۔ یعنی لاتعداد۔ ملتہب شعلہ زن۔ زاں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔

۳ تا بود۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔ او نکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لئے اس کی گفتگو مصیبت سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔ عروس۔ دلہن۔

پس عروسے خواست باید بہرِ او — تا بماند زیں تزوّج[1] نسلِ او
اُس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہئے — تاکہ اِس نکاح سے اُس کی نسل باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں باز باز — فرخِ او گردد ز بعدِ باز باز
اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے، پھر — اُس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زینجا رود — معنیِ او در ولد باقی بود
اِس باز کی صورت اگر اِس جگہ سے چلی جائے — اُس کی معنویت بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ — مصطفیٰؐ کہ الولد سرُّ ابیہ
اِسی لئے فرمایا، اُس شریف شاہ — مصطفیٰؐ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

بہرِ ایں معنیٰ ہمہ خلق از شغف — می بیاموزند طفلاں را حرف
اِسی لئے تمام لوگ شوق سے — بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں — چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں — جب اُن کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرصِ شاں دادست جد — بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مستعد
اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے اُنکو حرص اور کوشش عطا — ہر صاحبِ استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے

من[2] ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش — جفت خواہم پورِ خود را خوب کیش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے — اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی لاؤں گا

دخترے خواہم ز نسلِ صالحے — نے ز نسلِ بادشاہے طالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا — نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ او — نے اسیرِ حرصِ فرج ست و گلوست
بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے — نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہو

مر اسیراں[3] را لقب کردند شاہ — عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے — بالعکس، جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام — نیک بخت آں پیس را گویند عام
خونخوار جنگل کا نام مفازہ بنا — کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

[1] تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرند کا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ معنیِ او۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرِ ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خو بو ہوتی ہے اِس لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیْہِ ”بچہ باپ کا راز ہے“... حرف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اُس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے والدین میں یہ جذبہ اِسی لئے رکھا ہے کہ اُنکے ہنر اُن کے بعد بھی باقی رہیں۔

[2] من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے اپنے لڑکے کی شادی کردوں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیئے دنیادار تو شرمگاہ اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[3] اسیراں۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہے عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں۔ حبشی کالا ہوتا ہے کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنی ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیس۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

هر اسیرِ شہوت و حرص و امل
ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو
بر نوشتہ میر یا صدرِ اجل[1]
میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اسیرانِ اجل را عام داد
اُن موت کے قیدیوں کو عام نے دیدیا ہے
نامِ میرانِ اجل اندر بلاد
شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صفِّ نعال
اُس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں
جانِ اُو بستہ است یعنی جاہ و مال
جان بندھی ہے، یعنی جاہ و مال میں

اختیار کردنِ پادشاہ دخترِ زاہد را از جہتِ پسر و اعتراض کردنِ اہلِ بیت و ننگ داشتنِ ایشاں از پیوندِ درویشاں

بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خوش بہفت
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، بیوی مانگ لی
بہرِ پورِ خویشتن شاہ از نہفت
بادشاہ نے چپکے چپکے اپنے لڑکے کیلئے

شاہ چوں با زاہدے خویشی گزید
بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا
ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید
یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل
عقل کی کمی کیوجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا
شرطِ کفویت بود در عقل و نقل
عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شُحِّ[2] و بخل خواہی و ز دہا
تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے
تا بہ بندی پورِ ما را بر گدا
کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست
اُس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے
کو غنیُّ القلب از دادِ خداست
کیونکہ وہ خدا کی دین سے، دل کا مالدار ہے

در قناعت[3] میگریزد از تقیٰ
پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے
نز لئیمی و کسل ہمچوں گدا
نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے

قلّتے کاں از قناعت وز تقاست
وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کیوجہ سے ہے
آں ز فقر و قلتِ دُوناں جداست
وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جُدا گانہ ہے

حبّہ آں گر بیابد سر نہد
وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے
ویں ز گنجِ زر بہمت مے جہد
یہ سونے کے خزانے سے ہمت کیوجہ سے بھاگتا ہے

---

[1] اجل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنی میں ہے، دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رُتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشا نے لڑکے کی دُلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کیا بیوی نے اُس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ پور۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیئے۔

[2] شح۔ سخت قسم کا بخل۔ دہا۔ مکر یعنی تو خرچ سے ڈر کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے

[3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اُس کو گدا نہیں کہا جاسکتا۔ حبہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لئے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

شہ[1] کہ او از حرص قصدِ ہر حرام | میکند او را گدا گوید ہمام
وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ | کرتا ہے، اُس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کو شہر و قلاع او را جہیز | یا نثارِ گوہر و دینار ریز
اُسنے کہا شہر اور قلعے اسکے پاس جہیز میں دینے کو کہاں ہیں؟ | یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کیلئے موتی اور دینار (کہاں ہیں؟)

گفت رو ہر کو غمِ دیں برگزید | باقی غمہا خدا ازوے برید
اُسنے کہا، جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا | باقی غموں کو خدا نے اُس سے جُدا کر دیا ہے

غالب[2] آمد شاہ و پسندید دخترے | از نژادِ صالحے خوش جوہرے
بادشاہ غالب آگیا اور اُس نے ایک لڑکی پسند | عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

در ملاحت خود نظیرِ خود نداشت | چہرہ اش تاباں تر از خورشیدِ چاشت
کر لی حُسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی | چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی

حُسنِ دختر ایں خصالش آنچناں | کز نکوئی می نگنجد در بیاں
لڑکی کا حُسن (اور) اُس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں | کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہوسکتی ہیں

صیدِ دیں کن تا رسد اندر تبع | حُسن و مال و جاہ و بختِ منتفع
دین کا شکار کر، تاکہ تابع بن کر آئے | حُسن اور مال اور رُتبہ اور نفع کے قابل نصیب

آخرت[3] قطارِ اُشتر داں عمو | در تبع دنیاش ہمچوں پشک و مُو
اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ | اُس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شتر نبود ترا | ور بود اُشتر چہ قیمت پشم را
اگر تو اُون پسند کریگا، اونٹ تیرے نہ ہونگے | اور اگر اونٹ ہیں تو اُون کی کیا قیمت؟

جادوئی کردن کمپیرِ کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں بر آمد ایں نکاح آں شاہ را | با نژادِ صالحان و اولیا
جب اُس شہزادے کا نکاح ہوگیا | نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرکِ جادو کہ بود | عاشقِ شہزادہ با حُسنِ وُدود
قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی | حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجوزِ کابلی | کہ بَرد زاں رشک سحرِ بابلی
اُس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا | کہ (جادو) بابل کا جادو (بھی) اُس پر رشک کرے

---

[1] شہ۔ جو بادشاہ کمانے میں حلال حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اُس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملکہ نے کہا اُن لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دینگے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لئے زر و جواہر ہیں.... گفت رو۔ شاہ نے ملکہ سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔

[2] غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملکہ کی باتیں نہ سُنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو نہایت حسین تھی جس کا حُسن بیان سے باہر ہے۔ صیدِ دیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیئے دوسری چیزیں اُس کے تابع ہیں وہ اصل مقصود نہ ہونی چاہئیں۔

[3] آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال اُن کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگزینی۔ اگر تو محض اُنکے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئیگی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا وہ بڑھیا اُسپر عاشق ہوگئی تھی اور اُسکو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ بابلی۔ بابل کا جادو مشہور تھا۔

شہ بچہ شد عاشقِ کمپیرِ[1] زشت ۔۔۔ تا عروس و آں عروسی را بہشت
شہزادہ بدصورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا ۔۔۔ یہاں تک کہ اس نے دلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے ۔۔۔ گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت ۔۔۔ اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار ۔۔۔ گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
اس کلموئی، خبیث نابکار کی وجہ سے ۔۔۔ شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

آں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر ۔۔۔ نے خرد ہشت آں مَلِک را نے ضمیر
اس نوے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے ۔۔۔ اس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل

تا بسالے[2] بود شہزادہ اسیر ۔۔۔ بوسہ جایش نعلِ کفشِ گندہ پیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا ۔۔۔ بڑھیا کی جوتی کا تلا اس کی بوسہ گاہ تھی

صحبتِ کمپیر او را می ربود ۔۔۔ تا زکاہش نیم جانے ماندہ بود
بڑھیا کی صحبت اس کو تباہ کر رہی تھی ۔۔۔ یہاں تک کہ گھلنے کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سر ۔۔۔ او ز سُکرِ سحر از خود بے خبر
دوسرے اس کی کمزوری سے دردِ سر میں تھے ۔۔۔ وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ ۔۔۔ ویں پسر بر گریہ شاں خنداں شدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی ۔۔۔ یہ لڑکا اُن کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ[3] بس بیچارہ شد در بُرد و مات ۔۔۔ روز و شب می کرد قربان و زکات
اس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا ۔۔۔ دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر ۔۔۔ عشقِ کمپیرک ہمی شد بیشتر
باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا ۔۔۔ بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس یقیں گشتش کہ مطلق آں سرست ۔۔۔ چارہ او را بعد ازیں لابہ گریست
تو اسکو یقین ہو گیا کہ یہ مطلقاً اس (اللہ) کیجانب سے ہے ۔۔۔ اسکے بعد اس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے

سجدہ می کرد او کہ ہم فرماں ترا ست ۔۔۔ غیرِ حق بر مُلکِ حق فرماں کرا ست
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود ۔۔۔ دست گیرش اے رحیم و اے ودود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے ۔۔۔ اے رحم کرنیوالے! اے محبوب! اسکی دستگیری کر

ف[1] کمپیر۔ بڑھیا، بوڑھا، کابلی۔ کابلی۔ زاں۔ شہزادہ اُس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہو گیا۔ گندہ پیر بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ مَلِک یعنی شہزادہ۔ ضمیر۔ دل۔

ف[2] تا بسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اُسکی قید میں رہا اور اُس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صحبت۔ یعنی اُس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ دیگراں۔ دوسرے اُس کی لاغری کو دیکھ کر دردِ سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔ ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اُس کے رونے پر ہنستا تھا۔

ف[3] شاہ۔ بادشاہ اُس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اُس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگر وہ اُس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا۔ پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اُسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیئے لہٰذا اُسنے اللہ کی عبادت اور دُعائیں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بیشک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری فرما۔

مُستجاب[1] شُدن دعای بادشاه در خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دعا قبول ہونا

تا ز یارب یارب و افغانِ شاه
یہانتک کہ بادشاہ کی یارب یارب فریاد کی وجہ سے
ساحرے اُستاد پیش آمد ز راه
ایک اُستاد جادوگر، سفر سے سامنے آگیا

اُو شنیده بُود از دور ایں خبر
اُس نے دُور سے یہ بات سُنی تھی
کہ اسیرِ پیره زن شُد آں پسر
کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجوزه بُود اندر جادوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں
بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دست[2] بر بالای دستست اے فتیٰ
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے
در فن و در زور تا ذاتِ خدا
ہُنر اور طاقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات تک

مُنتہای دستہا دستِ خداست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے
بحر بیشک مُنتہای جوہاست
یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہم ازو گیرند مایہ ابرہا
ابر اُسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں
ہم بدو باشد نہایت سَیل را
اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفت شاہش کایں پسر از دست رفت
بادشاہ نے اُس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا
گفت اینک آمدم درمانِ رفت
اُسنے کہا اب میں زبردست علاج آگیا ہوں

نیست[3] ہمتا زال را ایں ساحراں
اِن جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے
جز منِ داہی رسیده زاں کراں
سوائے مجھ ہوشیار کے جو اس جانب سے آگیا ہو

چوں کفِ موسیٰ بہ امرِ کردگار
اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی طرح
نک برآرم من ز سحرِ او دمار
اب میں اُس کے جادو کی تباہی مچادوں گا

کہ مرا ایں علم آمد زاں طرف
کیونکہ میرا یہ علم اُس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے آیا ہے
نے ز شاگردیِ سحرِ مُستخف
ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا بر کُشایم سحرِ او
میں آیا ہوں تاکہ اُس کا جادو کھول دوں
تا نماند شاہزاده زرد رُو
تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سُوئے گورستاں برو وقتِ سحور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا
پہلوی دیوار ہست اسپید گور
ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

[1] مُستجاب۔ قبول شُدہ۔ تازیارب۔ بادشاہ کے یارب یارب سے ایک جادوگر سفر کرکے آگیا۔ او شنیده۔ اُس جادوگر نے سُن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے۔ کاں عجوزه کیونکہ اُس بڑھیا جادوگرنی کی بہت شہرت تھی۔

[2] دست۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہُنرمند ہے تمام ہُنرمندیاں خدا پر جاکر ختم ہوتی ہیں۔ بحر۔ تمام دریا سمندر میں جاکر گرتے ہیں۔ ہم ازو۔ سمندر کے ابخرات بادل بنکر برستے ہیں۔ گفت۔ بادشاہ نے اُس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ آمدم۔ اس جادوگر نے کہا میں اُس کا علاج بن کر آیا ہوں۔

[3] نیست۔ اُس جادوگر نے کہا اُس بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کفِ موسیٰ جس طرح حضرت موسیٰؑ کے ید بیضا کے مُعجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اُس کا مقابلہ کرکے اُس کے جادو کو تباہ کردوں گا۔ کہ مرا۔ میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مُستخف۔ ذلیل۔ سحری۔ جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔

سوئے[1] قبلہ باز کاو آں جائے را ‖ تا بہ بینی قدرت و صنع خدا

اُس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود ‖ تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

پس دراز ست ایں حکایت تو ملول ‖ زبدہ را گوئیم رہا کردم فضول

یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے ‖ خلاصہ بتاتا ہوں، زائد کو چھوڑتا ہوں

سوئے گورستان رفت آں شاہ زود ‖ گور را آں شاہ آں دم بر کشود

وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا ‖ بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادوی بہا دید پنہاں اندرو ‖ صد گرہ بر بستہ بر یک تار مو

بڑا جادو اُس میں دبا ہوا دیکھا ‖ ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

واں[2] گرہ ہائے گراں را بر گشاد ‖ پس ز محنت پور شہ را راہ داد

اُس (جادوگر) نے اُن مضبوط گرہوں کو کھولا ‖ شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر با خویش آمد شد دواں ‖ سوئے تخت شاہ با صد امتحاں

وہ شہزادہ ہوش میں آگیا (اور) دوڑا ‖ بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن ‖ در بغل کردہ پسر تیغ و کفن

سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی ‖ لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لئے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہل شہر شاد ‖ واں عروس ناامید و بے مراد

شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہوگئے ‖ اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالم از سر زندہ گشت و با فروز ‖ اے[3] عجب آں روز روز و امروز روز

دنیا از سر نو زندہ اور پُر رونق ہوگئی ‖ تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عروسی کرد شاہ او را چناں ‖ کہ جلاب و قند بد پیش سگاں

بادشاہ نے اُس کی شادی کی دعوت ایسی کی ‖ کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوی کمپیر از غصہ بمرد ‖ روی و خوئے زشت با مالک سپرد

جادوگرنی بڑھیا رنج سے مرگئی ‖ چہرہ اور بُری عادت مالک کے سپرد کردی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز ‖ راز گفتے با خدائے کارساز

شاہ نے جشن منایا اور نیازمندی اختیار کی ‖ خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بود ‖ کز من او عقل و نظر چوں در ربود

شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا ‖ کہ وہ بڑھیا، میری عقل و نظر کس طرح اُچک لے گئی

---

[1] سوئے قبلہ۔ اُس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اُس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آجائیگی۔ زبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زائد چیز۔ جادوی بہا۔ اُس بڑھیا نے ایک بال میں سینکڑوں گرہیں لگاکر جادو کیا تھا وہ اُس قبر میں سے نکلا۔

[2] واں۔ بادشاہ اُس بال کو اُس جادوگر کے پاس لے آیا تو اُس نے اُس کی گرہیں کھولدیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دیدی۔ آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ در بغل۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئیں بست۔ جشن منایا۔

[3] اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جارہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عروسی یعنی ولیمہ۔ جلاب۔ گلاب۔ پیش سگاں۔ یعنی اُس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ مالک۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالٰے سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہوگیا تو اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

نو عُروسے دید ہمچوں ماہِ حُسن ۔۔ کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حُسن
اُس نے حُسن کا چاند جیسی دُلہن دیکھی ۔۔ جو حسینوں پر حُسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و برُو اندر فتاد ۔۔ تا سہ روز از صدرِ اُو گم شد فواد
وہ بیہوش ہو گیا اور مُنھ کے بل گر پڑا ۔۔ تین دن تک اُس کا دل سینے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز اُو بیہوش گشت ۔۔ تا کہ خلق از غشیِ اُو پُر جوش گشت
تین دن رات وہ بے ہوش رہا ۔۔ یہاں تک کہ مخلوق اُس کی بیہوشی سے مضطرب ہو گئی

از گلاب و از علاج آمد بخُود ۔۔ اندک اندک فہم گشتش نیک و بد
وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا ۔۔ رفتہ رفتہ وہ اچھے بُرے کو سمجھنے لگا

بعد سالے شاہ گفتش در سخُن ۔۔ کاے پسر یاد آر ازاں یارِ کہُن
ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اُس سے کہا ۔۔ کہ اے بیٹا! پُرانے دوست کو (بھی) یاد کر لیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش ۔۔ تا بدیں حد بیوفا و مُر مباش
اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر ۔۔ اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رَو من یافتم دارُ السُّرور ۔۔ وا رہیدم از چَہِ دارُ الغُرور
اُس نے کہا جائیے میں نے خوشی کا گھر پا لیا ۔۔ میں دھوکے کے گھر کے کنوئیں سے نجات پا گیا

ہمچناں باشد چو مُومن راہ یافت ۔۔ سُوئے نورِ حق ز ظلمت رُوئے تافت
ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پا لیا ۔۔ اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اُس نے تاریکی سے منہ موڑا

مُخلصِ ایں قصہ بر گفتم تمام ۔۔ تا بدانی مقصدِ خود والسّلام
میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا ۔۔ تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسّلام

دَر بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدمؑ صفی خلیفۂ حق مسجودِ ملائکہ و آں کمپیرِ کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیبِ تدارک کنندہ اند

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مُراد) ہے اور اُس (شہزادے) کا باپ حضرت آدم برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے آدم کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنیوالے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی ۔۔ در جہانِ کہنہ زادہ از نوی
اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے ۔۔ پُرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

---

۱ نو عروسے۔ اب اپنی دُلہن کے پاس گیا تو اُس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اُس کا حُسن دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور تین دن تک بیہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بیہوشی کا علاج ہوا تب اُس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

۲ بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دورانِ گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دارُ السُّرور۔ جنت یعنی دُلہن۔ دارُ الغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

۳ ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اُس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اُس کو نورِ خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمتکدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اے برادر۔ ہم نے اس قصّہ میں جو شہزادہ کہا ہے اُس سے ہر آدم زاد (انسان) مُراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مُراد دنیا ہے جس نے بنی آدمؑ پر جادو کر رکھا ہے۔

کابلی جادو این دنیاست کو ۔۔۔ کرده مردان را اسیر رنگ و بو

کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے ۔۔۔ انسانوں کو (اپنے) رنگ و بو کا قیدی بنا لیا ہے

چون در افگندت درین آلوده وذ[۱] ۔۔۔ دم بدم میخوان و میدم قل اعوذ

جبکہ اُس نے فوراً تجھے اِس گندگی میں ڈالدیا ہے ۔۔۔ ہر وقت قُلْ اَعُوْذُ پڑھ اور دَم کرتا رہ

تا رہی زین جادوئی وزین قلق ۔۔۔ استعانت خواہ از ربّ الفلق

تاکہ اِس جادو اور پریشانی سے نجات پائے ۔۔۔ صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زان نبیؐ دنیات را سحّاره خواند ۔۔۔ کو بافسون خلق را در چہ نشاند

اسی لئے نبیؐ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے ۔۔۔ کیونکہ اُسنے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنوئیں میں ڈالدیا ہے

ہین فسون گرم دارد گنده پیر ۔۔۔ کرده شاہان را دم گرمش اسیر

خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے ۔۔۔ بادشاہوں کو اُسکے گرم دَم نے قیدی بنا لیا ہے

در درون سینہ نفّاثات[۲] اوست ۔۔۔ عقدہای سحر را اثبات اوست

وہ سینہ میں (منتر پڑھ کر) پھونکیں مارنیوالی ہے ۔۔۔ وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانا زنی ست ۔۔۔ حلّ سحر او بپائے عامہ نیست

جادوگرنی دنیا بہت عقلمند عورت ہے ۔۔۔ اُس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

ور گشادے عقدہ اُو را عقلہا ۔۔۔ انبیا را کے فرستادے خدا

اگر عقلیں اُس کی گرہیں کھول سکتیں تو ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہین طلب کن خوش دمے عقدہ گشا ۔۔۔ راز دانِ یفعل اللہ ما یشا

آگاہ! گرہ کھولنے والا اچھا دم کرنیوالا تلاش کرلے ۔۔۔ جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کا رازداں ہو

ہمچو ماہی[۳] بستہ استت او بشست ۔۔۔ شاہزادہ ماندہ سالے و تو شصت

اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے ۔۔۔ شہزادہ (ایک سال پھنسا) رہا تو ساٹھ سال

شصت سال از شستِ او در محنتی ۔۔۔ نے خوشی نے بر طریقِ سنّتی

تو ساٹھ سال سے اُسکے کانٹے میں مصیبت میں ہے ۔۔۔ تو نہ خوش ہے، نہ سنت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب ۔۔۔ نے رہیدہ از وبال و از ذنوب

تو بدبخت، فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے ۔۔۔ نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

نفخِ او این عقدہا را سخت کرد ۔۔۔ پس طلب کن نفخۂ خلّاقِ فرد

اُس کے پھونکنے نے اِن گرہوں کو مضبوط کر دیا ہے ۔۔۔ خالقِ اَحد کی پھونک کا طلبگار بن

۱ه وذ۔ اگر دال سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قُلْ اَعُوْذُ۔ آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لئے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو رَبّ الْفَلَقْ یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ زان۔ آنحضورؐ نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنوئیں میں بند کر دیتی ہے۔ سحّارہ۔ جادوگرنی۔ فسونِ گرم۔ تیز جادو۔

۲ه نفّاثات۔ منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔ حلِّ سحر۔ دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ ور گشادے۔ دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یعنی مقربانِ خداوندی۔

۳ه ہمچو ماہی۔ شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی۔ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔ نفخ او۔ دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے ہی کھل سکے گی۔

تا نفخت فیہِ من روحی ترا[۱]
تاکہ "نفخت فیہ من روحی" تجھے
وارہاند زیں و گوید برتر آ
اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آجا

جز بنفخِ حق نسوزد نفخِ سحر
جادو کی پھونک، اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے
نفخِ قہرست ایں و آں دم نفخِ مہر
یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمتِ او سابق ست از قہرِ او
اُس کی رحمت اُس کے قہر سے پہلے ہے
سابقی خواہی برو سابق بجو
تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رسی اندر نفوسِ زوجت
تاکہ تو "زوجت" والے نفسوں میں داخل ہوجائے
کاے شہِ مسحور اینک مخرجت
کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے یہ تیرے بچنے کی جگہ ہے

باوجودِ[۲] زال ناید انحلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادو کی گرہ کا) کھلنا حاصل نہ ہوگا
در شبیکہ در بر آں پیرِ دلال
(اور) وہ نازوں بھری جال اور بغل میں (نہ آئیگی)

نے کہ فرمود آں سراجِ امتاں
کیا اُمتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا
اینجہان و آنجہان را ضرتاں
اِس دنیا اور اُس جہان کو دو سوتیں

پس وصالِ ایں فراقِ آں بود
تو اِس کا وصال اُس کا فراق ہے
صحتِ ایں تن سقامِ جاں بود
اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراقِ ایں ممر
اِس گذرگاہ کی جدائی سخت لگتی ہے
پس فراقِ آں مقر داں سخت تر
تو اُس قیامگاہ کی جدائی زیادہ سخت ہے

چوں[۳] فراقِ نقش سخت آید ترا
جب تجھے نقش کی جدائی سخت لگتی ہے
تا چہ سخت آید ز نقاشش جدا
تو اُس کے نقاش کی جدائی کسقدر سخت ہوگی؟

اے کہ صبرت نیست از دنیای دوں
اے وہ کہ تجھے اس کمینی دنیا سے صبر میسر نہیں
چونت صبرست از خدا اے دوست چوں
اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کس طرح صبر آگیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آبِ سیاہ
جبکہ اِس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے
چوں صبوری داری از چشمہ الٰہ
خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

چونکہ بے ایں شرب کم داری سکوں
جبکہ اِس کو پئے بغیر تجھے سکون نہیں ہے
چوں ز ابراری جدا وز یشربون
تو یشربون اور نیکیوں سے کیسے جُدا ہے

---

۱ نفخت فیہ من روحی۔ میں نے اُس میں اپنی روح پھونک دی۔ یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آجائے۔ جز۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے جلے گی۔ رحمتِ او۔ حدیث قدسی ہے۔ سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے۔ زوجت۔ قرآن پاک میں ہے اذا النفوس زوجت جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔

۲ باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اُس کا جادو ٹوٹیگا نہ شہزادے کی طرح دُلہن یعنی آخرت اُس کے پہلو میں آئے گی۔ ضرتاں۔ حدیث شریف ہے۔ الدنیا والآخرۃ ضرتان ان رضیت احدھما سخطت الاخری دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوجاتی ہے۔ پس اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت۔

۳ چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اِس نقشِ دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔ آبِ سیاہ۔ یعنی دنیا۔ چشمہ الخ۔ یعنی آخرت۔ زابراری۔ قرآن پاک میں ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا۔ نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔

گر[1] بہ بینی یک نفس حُسنِ وَدُود — اَندر آتش افگنی جان و وُجُود
اگر تو ایک لمحہ کے لئے خدا کا حُسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

جیفہ بینی بعد ازاں ایں شُرب را — چوں بہ بینی کرّ و فرّ و قُرب را
اس کے بعد تو اس پینے کو مُردار سمجھے گا — جب تو (خدا کی) شان و شوکت اور قُرب کو دیکھ لیگا

ہمچو شہزادہ رسی در یارِ خویش — پس بُروں آری زپا تو خارِ خویش
تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے

جہد کُن در بیخودی خود را بیاب — زُود تر واللہ اَعلم بالصّواب
اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر[2] زمانے ہیں مشو باخویش جفت — ہر زماں چوں خر در آب و گِل مَیفت
ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو — ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر

از قصورِ چشم باشد آں عثُور — کہ نہ بیند شیب و بالا راز دُور
وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دُور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہے

بُوئے پیراہانِ یوسف کُن سَنَد — زانکہ بُویش چشم روشن می کُند
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ — کیونکہ اُس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ پنہان و آں نُورِ جبیں — کردہ چشمِ انبیا را دُور بیں
پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نُور نے — نبیوں کی آنکھ کو دُور بین بنا دیا ہے

نورِ[3] آں رُخسار برہاند ز نار — ہیں مشو قانع بنورِ مُستعار
اُس رُخسار کا نُور، نار سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشم را ایں نورِ حالی بیں کُند — چشمِ عقل و رُوح را گرگیں کُند
یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے — روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

صورتش نورست و در تحقیق نار — گر ضیا خواہی دو دست از ایں بدار
اس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے — اگر حقیقی روشنی چاہتا ہے اس سے دستبردار ہو جا

دمبدم در رُو فتد ہر جا رَوَد — دیدہ و جانے کہ حالی بیں بُوَد
جس جگہ جاتی ہے لمحہ بہ لمحہ اوندھی گرتی ہے — وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دُور بیند دُور بینِ بے ہُنر — ہمچُناں کہ دور دیدن خواب در
بے ہنر دُور بین ایسا ہی دُور بین ہے — جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

[1] گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو اپنے جسم اور روح کو قربان کر ڈالے۔ جیفہ۔ مردار۔ قُرب یعنی خداوندی قُرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دُلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینکے۔ جہد کُن۔ اِس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کرلے۔

[2] ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہو جائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کریگا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائیگا۔ از قصور۔ جب نگاہ و بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بُوئے۔ حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہو گئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ کر نظر روشن ہو جائیگی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔ صورت۔ انبیاء کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔

[3] نور۔ اِس نور کا مشاہدہ نارِ شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور۔ یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرتِ عقل کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔ دمبدم۔ عارضی نور والا ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ دُور بیند۔ اِس نور والے کی دُور بینی ایسی ہی ہے جیسے کہ سوئے ہوئے انسان کی دور بینی ہوتی ہے۔

خفتہ[۱] باشی بر لبِ جُو خشک لب — می دَوی سوئے سراب اندر طلب

تو دریا کے کنارے خُشک ہونٹ سویا ہوا ہے — جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

دُور می بینی سراب و می دَوی — عاشقِ آں بینشِ خود می شوی

تو سراب کو دُور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے — اپنے اِس دیکھنے کا تو عاشق بنتا ہے

میزنی در خواب با یاراں تو لاف — کہ منم بینا دل و پَردہ شگاف

تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے — کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

نِک بدآں سُو آب دیدم ہیں شتاب — تا رویم آنجا و آں باشد سراب

یہ میں نے اُس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو — تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے

ہر[۲] قدم زیں آب تازی دُور تر — دَو دَواں سوئے سراب با غَرَر

تو ہر قدم پر اُسی پانی سے زیادہ دُور بھاگتا ہے — دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

عینِ آں عزمت حجابِ آں شُدہ — کہ بتو پیوستہ است و آمدہ

تیرا پختہ ارادہ خود اُس کا حجاب بن گیا — جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

بس کسا عزمے بجائے می کُند — از مقامے کاں غرض در وے بود

بہت سے لوگ ہیں جن کا ارادہ (دوسری) جگہ لیجاتا ہے — اُس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

دید و لاف خُفتہ می ناید بکار — جز خیالے نیست دست از وے بدار

سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے — وہ صرف خیال ہے اُس سے دستبردار ہوجا

خوابنا کی[۳] لیک ہم بَر راہ خُسپ — اللہ اللہ بر رہِ اللہ خُسپ

تو نیند کا ستوالا ہے، پھر بھی راستہ پر سو — خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو

تا بُوَد کہ سالکے بَر تو زند — از خیالاتِ نعاست بر کَند

ہوسکتا ہے کوئی راہرو تجھ سے بھڑ جائے — نیند کے خیالات سے تجھے جدا کردے

خُفتہ را گر فکر گردد ہمچو مُوی — اُو ازاں دِقت نیابد راہِ کُوی

سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو — وہ اُس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پاسکتا

فکرِ خُفتہ گر دُوتا و گر سہ تا است — ہم خطا اندر خطا اندر خطاست

سوئے ہوئے کا فکر خواہ دُہرا ہو یا تہرا — غلط در غلط در غلط ہی ہے

گرچہ چشمش تیز بین و با ضیاست — ہم ہَبا اندر ہَبا اندر ہَباست

اگرچہ اُس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو — خاک، در خاک، در خاک ہی ہے

ل[۱] خُفتہ۔ سوئے ہوئے کی دُور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آرہا ہے۔ عاشق۔ اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دُور بین ہوں دُور سے پانی دیکھ لیا ہے۔ میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دُور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نِک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دُور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔

ل[۲] ہر قدم۔ نہر کو چھوڑ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اُسی قدر دُور ہو رہا ہے۔ عین۔ سراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اُس پانی کا حجاب بن رہا ہے جو اُسکے قریب تھا۔ بس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم اُن کو مقصود کی اصل جگہ سے دُور کر دیتا ہے۔ خُفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔

ل[۳] خوابناکی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سرِ راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دُور کردے۔ خُفتہ جبکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر کو راہ یاب نہ ہوگا کسی باخدا کا ہاتھ پکڑ لے۔

موج[۱] بر وے می زند بے احتراز — خفتہ پویاں در بیابانِ دراز

بغیر بچاؤ کے موج اُس پر پڑ رہی ہے — سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ می بیند عطشہائے شدید — آب اَقرب مِنہُ مِن حَبلِ الوَرِید

سویا ہوا سخت پیاس محسوس کرتا ہے — پانی اُس کی شہ رگ سے زیادہ اُس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بُود با مُفلسی و بسیاری عیال و خلق می مُردند از گرسنگی، باؤ گفتند کہ ہنگامِ تعزیت ست نہ شادی گفت مرا باکے نیست

اُس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مُفلسی اور بہت عیالداری کے مُسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اُس سے کہا کہ تعزیت کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اُس نے کہا مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے

ہمچناں[۲] کاں زاہد اندر سالِ قحط — بُود اُو خنداں و گریاں جملہ رہط

اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال — مُسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جای خندہ است — قحط بیخِ مومناں برکندہ است

تو لوگوں نے اُس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ — قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ است — ز آفتابِ تیز صحرا سوختہ است

رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں — تیز سورج سے، جنگل جل گیا ہے

کشت و باغ و رز سیہ افتادہ است — در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست

کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں — زمین میں نمی نہیں ہے، نہ اوپر نہ نیچے

خلق می میرند زیں قحط و عذاب — ده ده[۳] و صد صد چو ماہی دور ز آب

اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں — دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم — مومناں خویشند یک تن شحم و لحم

تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا — (حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنجِ یک جزوے ز تن رنجِ ہمہ است — گر دمِ صُلح ست یا خود ملحمہ است

جسم کے ایک جزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے — خواہ صُلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں — پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں

اُس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے — میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

---

۱ موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تب بھی سراب کیلئے دوڑتا ہے۔ خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کر رہا ہوتا ہے اور پانی بالکل اُس کے قریب ہوتا ہے یہی حال اہلِ دنیا کا ہے کہ ذاتِ حق اُن کے قریب تر ہے لیکن وہ اُس تک نہیں پہنچ پاتے۔

۲ ہمچناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی اُن لوگوں کی حالت ہے جو اُس درویش پر معترض ہوئے۔ رہط۔ قبیلہ۔ رز۔ انگور کی بیل۔

۳ دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ لحم۔ گوشت۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اُس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔

من همی بینم بهر دشت و مکاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں

خوشہا (1) انبہ رسیدہ تا میاں
بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا در موج از بادِ صبا
بالیں پُروا ہوا سے لہلہا رہی ہیں

پُر بیاباں سبز تر از گندنا
جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

زآزموں من دست بروے میزنم
آزمانے کے لئے میں اُن کو چھوتا ہوں

دست و چشمِ خویش را چوں بر کنم
اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں
اے کمینہ قوم تم فرعونی جسم کے یار ہو

زاں نماید مر شما را نیل خوں
اس لئے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیِّ خرد گردید زود
جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ

تا نماند خون و بینید آبِ رُود
تا کہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از پدر (2) بر تو جفائے چوں رود
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو

آں پدر در چشمِ تو سگ می شود
وہ باپ تیری نگاہ میں کُتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست
باپ کُتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے

کہ چُناں رحمت نظر را سگ نماست
کہ ایسی رحمت، نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دید ند یوسف را بچشم
(حضرت) یوسفؑ کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا

چوں کہ اِخواں را حسودی بود و خشم
چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

با پدر چوں صُلح کردی خشم رفت
جب تو نے باپ سے صلح کر لی غصہ ختم ہوا

آں سگی شد گشت بابا یارِ زفت
وہ کُتا پن (بھی) ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

دربیانِ آنکہ مجموعہ عالم صورتِ عقلِ کُل است چوں با عقلِ کُل بکژ روی جفا (3) کردی صورتِ عالم ترا غم فزاید اغلبِ احوال چنانکہ با پدر بد کردی صورتِ پدر ترا غم فزاید و نتوانی اُورا دیدن اگرچہ پیش ازاں نورِ دیدہ بودہ باشد و راحتِ جاں

اِس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقلِ کُل کی صورت ہے جب تو عقلِ کُل کیساتھ ٹیڑھا چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائیگی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے بُرائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اُسکو دیکھ نہ سکیگا، اگرچہ اُس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

(1) خوشہا۔ میں ہر جگہ اپنی اونچی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کمر ہے۔ خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ زآزموں۔ آزمانے کے لئے میں اُس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جھٹلا دوں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آرہا ہے۔ خرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰؑ کے ہے اُس کے یار بنو تو حقیقتِ حال واضح ہوگی۔

(2) از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اُس کو کُتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔ با پدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔

(3) جفا۔ تمام عالم حضرتِ حق کا مظہر اور اُس کا پیدا کیا ہوا ہے اِس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اُس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

کُلِ عالم صورتِ عقلِ کُل ست ۵۱ — کوست بابای ہر آں کاہلِ قُل ست

پورا عالم عقلِ کُل کی صورت ہے — وہ ہر اُس شخص کا باپ ہے جو قول والا ہے

چوں کسے با عقلِ کُل کُفراں فزود — صورتِ کُل پیشِ اُو ہم سگ نمود

جب کوئی عقلِ کُل کی نافرمانی کرے — کُل کی صورت اُس کو کتا نظر آتی ہے

صُلح کُن با ایں پدر عاقی بہل — تا کہ فرشِ رز نماید آب و گل

اِس باپ سے صلح کرلے، نافرمانی کو چھوڑ دے — تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بُود — پیشِ تو چرخ و زمیں مُبدّل شود

پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو — تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں

منکہ صلحم دائماً با ایں پدر — ایں جہاں چوں جنّتستم در نظر

میری ہمیشہ اِس باپ سے صلح ہے — یہ دنیا میری نگاہ میں جنّت کی طرح ہے

ہر زماں ۵۲ نو صورتے و نو جمال — تاز نو دیدن فرو میرد ملال

ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حُسن ہے — حتیٰ کہ نئے مشاہدے سے غم زائل ہو جاتا ہے

من ہمی بینم جہاں را پُر نعیم — آبہا از چشمہا جوشاں مقیم

میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں — چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من — مست می گردد ضمیر و ہوشِ من

پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے — میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں

شاخہا رقصاں شدہ چوں تائباں — برگہا کف زن مثالِ مُطرباں

شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں — پتے گویوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

برقِ آئینہ است لامع از نمد — گر نماید آئینہ تا چوں بُود

آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے — اگر آئینہ نظر آجائے تو کیا ہوگا؟

از ہزاراں ۵۳ من نمی گویم یکے — زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے

میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں — کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مُژدہ دادن ست — عقل گوید مُژدہ چہ نقدِ من ست

وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے — عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری حالت ہے

ہیں۔ پیشِ وہم۔ جن کی عقلیں ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلہ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں ———

۵۱ عقلِ کُل۔ مولانا عقلِ کُل کا بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالیٰ مراد ہے۔ اہلِ قُل۔ یعنی وہ روحیں جنہوں نے ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلیٰ کا قول کیا تھا۔ جو حق ہے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کفر جمتا ہے تو اُس کو سارا جہان بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کُل۔ یعنی جہان۔ عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تاکہ۔ تمام زمین انگوروں کی بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیے جائیں گے۔ منکہ۔ اس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالم جنّت نظر آتا ہے۔

۵۲ ہر زماں۔ لمحہ بلمحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ مقیم۔ دائم۔ ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتّوں کا بجنا گویوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برقِ آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اور ناسوت کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہِ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔

۵۳ از ہزاراں میں ہزاروں حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتا رہا ہوں کیونکہ سننے والے اہل نہیں

قصہ[1] فرزندانِ عُزیر علیہ السلام کہ از پدر احوالِ پدر می پُرسیدند

(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی)، باپ کے اَحوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش

باپ نے کہا ہاں میں نے اُس کو دیکھا ہے، پیچھے آرہا ہے۔ جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش

ہوگئے اور جنھوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اُس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست و ایں حالت

دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پوران[2] عُزیرؑ اندر گذر — آمدہ پُرساں ز احوالِ پدر

(حضرت) عزیرؑ کی اولاد کی طرح راستہ میں — آکر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جواں — پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں

وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور اُن کے والد جوان تھے — تو اُنکے والد اچانک سامنے آگئے

پس بپرسیدند ازو کاے رہگذر — از عُزیرِ ما عجب داری خبر

تو اُنھوں نے اُن سے دریافت کیا اے مسافر! — ہمارے عجیب عزیر کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سَنَد — بعدِ نومیدی ز بیروں می رسد

کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا — مایوسی کے بعد باہر سے آجائے گا

گفت[3] آرے بعدِ من خواہد رسید — آں یکے خوش شد چو ایں مژدہ شنید

اُن (عزیرؑ) نے کہا میرے بعد وہ آئے گا — اُنمیں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سُنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مبشر باش شاد — واں دگر بشناخت بیہوش اوفتاد

شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ — دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہوکر گر گیا

کہ چہ جای مژدہ است اے خیرہ سر — کہ در افتادیم در کانِ شکر

کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟ — ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وہم را مژدہ است پیشِ عقل نقد — زانکہ چشمِ وہم شد محجوبِ فقد

وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ — کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہر

ہے وہ کانِ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔ وَہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کرسکتی ہے، عقلِ کامل کے لئے وہ مشاہدہ ہے۔

[1] قصہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں محجوبین کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لئے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیرؑ ایک سَو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو آنکی اولاد نے سُنا کہ ہمارے باپ زندہ ہوکر آرہے ہیں وہ آنکی جستجو کے لئے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیرؑ شہر میں آرہے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد آنکو نہ پہچانی اور اُس نے انہی سے اُن کی خبر معلوم کرنی چاہی اُنھوں نے فرمایا کہ وہ ابھی آئیں گے یہ خبر اس اولاد کے لئے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے اُن کو پہچان لیا تو اُن کیلئے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بیہوش ہوگئے۔

[2] پوراں۔ اولاد۔ پدر یعنی حضرت عزیرؑ۔ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہوگئی تھی حضرت عزیرؑ تغیراتِ زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے بسند یعنی حضرت عزیرؑ۔

[3] گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انھوں نے اُن پر طنز کیا اور فرمایا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اُس نے انہی کو اِس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے اُن کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہوگئی۔ کہ چہ جای۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی

کافراں را درد و مومن را بشیر[1] — لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر
کافروں کے لئے درد اور مومن کیلئے خوشخبری دینے والی — لیکن بینا کی آنکھ میں نقدِ حال ہے

زانکہ عاشق در دمِ نقد ست مست — لاجرم از کفر و ایماں برترست
کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے — لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست — کوست مغز و کفر و دیں اُو را دو پوست
کفر اور ایمان دونوں اُس کے دربان ہیں — کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اُسکے دو چھلکے ہیں

کفر قشرِ خشک رُو بر تافتہ — باز ایماں قشرِ لذت یافتہ
کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے — پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشرہای خشک را جا آتش ست[2] — قشرِ پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست
خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے — چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مغز خود از مرتبہ خوش برترست — برترست از خوش کہ لذت گسترست
مغز اچھے مرتبہ کی وجہ سے بالا ہے — (بلکہ) اچھے سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا بر آرد موسیم از بحر گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد — از سخن باقیِ آں بنہفتہ شد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا — اس کی بقیہ بات پوشیدہ کردی گئی ہے

زرِ عقلت[3] ریزہ است اے متہم — بر قراضہ مہرِ سکہ چوں نہم
اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے — بُرادے پر سکے کی مُہر کیسے لگاؤں؟

عقلِ تو قسمت شدہ بر صد مہم — بر ہزاراں آرزوی و طِم و رِم
تیری عقل سینکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے — ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اجزا را بعشق — تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق
عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیئے — تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع کردی اشتباہ — پس تواں زد سکہ بر تو بادشاہ
وہم کو اگر جَو جَو کرکے تو جمع کرے — تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

وَالطِّمِّ وَالرِّمِّ یعنی وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا۔ بعشق۔ عشقِ خداوندی عقلِ انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔ سمرقند۔ سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطہ دمشق اور سُغد سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کریگا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائینگے۔

[1] کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کیلئے درد ہے مومن کیلئے خوشخبری اور عاشق کے لئے مشاہدہ۔ عاشق۔ مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کافر اور رسمی مومن سے بالاتر ہے۔ کفر و ایماں۔ کفر اور رسمی ایمان اُس عاشق کے گھر کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اُسکے چھلکے ہیں۔ کفر۔ اِن دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔

[2] قشرہای خشک۔ کفر کا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے۔ مغز۔ عشقِ الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔ ایں سخن یعنی اِس نیک شخص کی باتیں۔ موسیم میرا موسیٰ، موسیٰ سے مراد یہاں ذاتِ حق ہے۔ از بحر یعنی بحرِ معارف کا پورا بیان۔ در خورِ عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔

[3] زرِ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے بُرادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جاسکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکیگا کہ عقل مجتمع ہو جائے گی۔ عقل۔ انسان اپنی عقل کو سینکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طِمّ و رِمّ۔ عربی کا محاورہ ہے جاءَ بالطِّم

ورز[1] مثقالے شوی افزوں تو خام — از تو سازد شہ یکے زرینہ جام

اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا — تو بادشاہ تیرا زریں جام بنالے گا

پس برو ہم نام و ہم القاب شاہ — باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ

تو اس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی — ہوگا، اور اس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند!

تا کہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب — ہم چراغ و شاہد و نقل و شراب

تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو — چراغ بھی اور شاہد بھی نقل اور شراب بھی

جمع کن خود را جماعت رحمت است — تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست

اپنے آپ کو جمع کرلے، جماعت رحمت ہے — تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے وہ کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برائے باوری ست — جان شرک از باوری حق بری ست

اس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے — شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

جان[2] قسمت گشتہ در حو فلک — در میان شصت سودا مشترک

شرک کی، جان، آسمان کی فضا میں تقسیم ہو گئی ہے — بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد او را ثبوت — پس جواب احمقاں آمد سکوت

خاموشی اس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے — احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم ولے مستی تن — می گشاید بے مراد من دہن

یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی — بغیر ارادے کے میرا منھ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ واز خامیاز — ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز

جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے — تیرے ارادے کے بغیر منھ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث اِنّی[3] لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی فِی کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً

حدیث کی تفسیر کرمیں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبر ز گفت واز نثار — توبہ آرم روز من ہفتاد بار

پیغمبر کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے — میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بود توبہ شکن — منسی ست ایں مستی تن جامہ کن

لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے — یہ کپڑے چاک کرنیوالی جسم کی مستی بھلا دینے والی ہے

حکمت اظہار تاریخ دراز — مستی انداخت بر دانای راز

دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت — ایک رازداں پر مستی طاری کردیتی ہے

---

[1] ورز مثقالے۔ اور اگر اسکو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کرے گا تو پھر اس کا زریں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کردی جاتی تھی۔ تاکہ۔ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرت حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ سننے والے کو اس کا یقین آجائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

[2] جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذات خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سینکڑوں معاملوں میں منقسم ہے۔ پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی مدعا کے ثبوت کے لئے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستی تن۔ یعنی روحانی مستی بعض نسخوں میں مستی من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منھ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منھ بے ساختہ کھل جاتا ہے۔

[3] اِنّی لَاَسْتَغْفِرُ۔ آنحضورؐ کا یہ استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہوجاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرار معرفت کو سنانا۔ آں مستی۔ یہ روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والا۔ حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم [illegible] ظاہر کر دیں۔

رازِ[1] پنہاں با چنیں طبل و علم — آب جوشاں گشتہ از جَفَّ القلم

پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کیساتھ — جَفَّ القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد روانہ ہر زماں — خفتہ آید از درکِ آں اے مرد ماں

لامحدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے — اے انسانو! تم اُس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خفتہ خورد از جُوی آب — خفتہ اندر آب جویای سراب

سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے — پانی میں سویا ہوا سراب کا جویاں ہے

میرود آنجای بُوی آب ہست — زیں تفکر راہ را بر خویش بست

وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی اُمید ہے — اس خیال سے اُس نے اپنا راستہ مسدود کردیا

چونکہ[2] آنجا گفت زینجا دور شد — بر خیالے اُو ز حق مہجور شد

جبکہ اُس نے اُس جگہ کی سوچی اِس جگہ سے دُور ہوگیا — ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دُور ہوگیا

دور بینا نند و بس خفتہ رواں — رحمتے آرید شاں اے رہرواں

سوئی ہوئی روح والے فقط دُور بیں ہیں — اے سالکو! اُن پر رحم کرو

مَن ندیدم تشنگی خواب آورد — خواب آرد تشنگیِ بے خرد

میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سُلائے — بے عقل کی پیاس سُلاتی ہے

خود خرد آنست کو از حق چرید — نے خرد کاں را عطارد آورید

عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے فیضیاب ہو — نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیان آنکہ عقلِ[3] جزوی تا بگور پیش نہ بیند و در باقی مُقلّد انبیا و اولیاست

اس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خرد تا گور بُود — واں صاحبدل بنفخِ صُور بُود

اِس عقل کی دور بینی قبر تک ہے — صاحبدل کی بصیرت صور پھونکنے تک ہے

ایں خرد از گور و خاکے نگذرد — ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد

یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے — یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم زیں عقل رو بیزار شو — چشمِ غیبی جُوی و بر خوردار شو

اس قدم اور اس عقل سے ہٹ، جا بیزار ہوجا — غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اُٹھا

---

[1] رازِ پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اسقدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ اُبلنے لگا ہے۔ جَفَّ القلم۔ یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہوچکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامہ۔ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اُسپر گرتی ہیں اور اُس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اُس دریا سے اور دور کردیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے اِدھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دُور بین ہیں۔ رہبر رواں یعنی سالکین راہِ معرفت۔ مَن ندیدم پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اُسکو مزید سُلا دیتی ہے۔ بے خرد عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشوونما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اِس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بنتا ہے۔

[3] عقل جزوی۔ دنیاوی عقل جو عطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اُسکی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اُسکے بعد کے احوال اُسکے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیاء اور اولیاء بتاسکتے ہیں جن کو عقلِ خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے احوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصہ عجائب یعنی حشر کا میدان۔ زیں قدم۔ یعنی قدم اور عقل ناقص بیکار ہے غیب میں

عقل و بصر تشنیدہ

ہمچو موسیٰؑ نور کے یابد ز جیب — سُخرۂ استاد و شاگردِ کتیب

(حضرت) موسیٰؑ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟ — اُستاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زیں[1] نظر ویں عقل ناید جز دُوار — پس نظر بگذار و بگزیں اِنتظار

اِس غور و فکر اور اِس عقل سے سوائے دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا — تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع — مُنتظِر را بہ ز گفتن اِستماع

باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو — منتظر کے لئے کہنے سے، سُننا بہتر ہے

منصبِ تعلیم نوعے شہوت ست — ہر خیالے شہوتی در رہ بُت ست

تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہشِ نفسانی ہے — نفسانی ہر خیال راستہ کا بُت ہے

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول — کے فرستادے خدا چندیں رسول

اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پا لیتا — تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ[2] جزوی ہمچو برق ست و دُرخش — در درخشی کے تواں شُد سوئے وخش

ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے — چمک میں وخش تک کہاں جایا جا سکتا ہے

نیست نورِ برق بہر رہبری — بلکہ امر ست ابر را کہ می گری

بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کیلئے نہیں ہے — بلکہ وہ اَبر کو حکم ہے کہ تو رُو

برقِ عقلِ ما برائے گریہ است — تا بگرید نیستی در شوقِ ہست

ہماری عقل کی چمک رونے کیلئے ہے — تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ[3] کودک گفت بر کُتّاب تَن — لیک نتواند بخود آموختن

بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا — لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوئے طبیب — لیک نبود در دوا عقلش مُصیب

بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے — لیکن دوا تجویز کرنے میں اُس کی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

نک شیاطیں سوئے گردوں می شدند — گوش بر اَسرارِ بالا می زدند

یہ شیطان آسمان کی جانب گئے — (عالَم) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می ربودند اندکے زاں رازہا — تا شہُب می راندشاں زود از سما

اُن رازوں میں سے کچھ اُچک لے گئے — تو شہابوں نے فوراً انھیں آسمان سے بھگا دیا

ہے لیکن اُس کے لئے دوا تجویز نہیں کر سکتی اِسی طرح عوام کی عقل اُنکو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اُسی نبی اور ولی کا کام ہے۔ نک۔ شیاطین براہِ راست اَسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اُن کو شہابِ ثاقب مار گراتے ہیں اور انکو حکم ملتا ہے کہ اَسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔

[1] زیں نظر۔ اِس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کر تاکہ تجھے نورِ موسوی میسّر آجائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اُس کے لئے بولنا مفید نہیں، سننا مفید ہے۔ منصبِ تعلیم۔ علومِ ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رُتبہ ہے جو خواہشِ نفس ہے اور خواہشِ نفس کو پورا کرنا راہِ طریقت میں بُت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد پر اَسرارِ معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔

[2] عقلِ جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ وخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست۔ بجلی کی کوند راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے وہ تو اَبر کو یہ حکم دینے کے لئے ہے کہ رُو! یعنی آنسو برسا۔ برقِ عقل۔ عقلِ انسانی کی کوند بھی اِسی لئے ہے کہ انسان عشقِ الٰہی میں روئے۔ اِسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

[3] عقلِ کودک۔ عقلِ ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اُس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقلِ رنجور۔ بیمار کی عقل اُس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی

که روید آنجا رسولے آمده است
کہ جاؤ وہاں ایک رسول آگیا ہے

هر چه می خواهید ازو آید بدست
تم جو چاہتے ہو اس سے ہاتھ آئے گا

گر همی جوئید دُرِّ[1] بے بہا
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو

اُدْخُلُوا الْاَبْيَاتَ مِنْ اَبْوَابِهَا
گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

می زن آں حلقهٔ در و برباب الست
دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر

کز سوئے بامِ فلک تاں راه نیست
اسلئے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لئے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راهِ دراز
اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے

خاکئے را داده ایم اسرارِ راز
ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دیئے ہیں

پیشِ او آئید اگر خائن نہ اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اُس کے سامنے آؤ

نیشکر گردید ازو گرچه نے اید
اُس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو

سبزه[2] رویاند ز خاکت آں دلیل
وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگادے گا

نیست کم از سُمِّ اسپ جبرئیل
وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے

سبزه گردی تازه گردی از نُوی
تو از سرِ نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائیگا

گر تو خاکِ اسپِ جبرئیلے شوی
اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بنجائیگا

سبزهٔ جان بخش کاں را سامری
جان عطا کرنے والا سبزہ، جس کو سامری نے

کرد در گوساله تا شُد گوهری
بچھڑے میں رکھ دیا یہانتک کہ وہ جوہر والا ہوگیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزه او
اُس سبزہ سے وہ جاندار ہوگیا اور بولنے لگا

آنچناں بانگے که شُد فتنهٔ عدو
اِس طرح بولا، کہ وہ دشمن کے لئے فتنہ بن گیا

گر[3] آمیں آئید سوئے اہلِ راز
اگر تم راز دار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے

وا رهید از سر کله مانندِ باز
تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پاجاؤ گے

سر کلاه چشم بند و گوش بند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہو

کاز و باز ست مسکین و نژند
جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں کله بر چشم باز اول شُدست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر اسلئے آئی ہے

که همه میلش سوئے جنسِ خود ست
کہ اُس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنسِ باشه گشت یار
جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہوگیا

بر گشاید چشم او را باز وار
تو باز کی طرح اُس کی آنکھیں کھولدے گا

[1] دُرِّ بے بہا۔ یعنی اسرارِ معرفت۔ ابوابہا۔ اسرار حاصل کرنیکا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے۔ می زن۔ دروازہ سے داخل ہونیکا مطلب یہ ہے کہ دروازہ پر جاکر کنڈی بجا اور ٹھہر ارہ جب اجازت ہو تو اندر جا۔ نیست۔ اُنسے کہہ دیا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتا دیئے ہیں اُس سے جاکر سیکھو تم نرکل ہو اُس کی محبت سے گنا بن جاؤ گے۔

[2] سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اُگا دیگا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے۔ حضرت جبرئیلؑ جب اسرائیلیوں کی مدد کیلئے آئے تو انکے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اُس کے قدم کی مٹی اٹھا کر گئو سالے میں ڈالی جس سے اُس میں زندگی کے اثرات پیدا ہوگئے۔ قوم اُس وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہوگئے تھے۔

[3] گر آمیں۔ اگر تم اولیاء کی صحبت دیانتداری سے اختیار کروگے تو وہ پردہ ہٹ جائیگا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ سر کلہ۔ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اُسکے سر پر ایک ٹوپی اِس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اُسکی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اِسلئے اُڑھائی جاتی ہے کہ اسکا میلان مالک کیطرف نہیں ہوتا اور دوسرے بازوں کیطرف ہوتا ہے۔ چوں برید۔ جب انسان کا دنیاوی چیزوں کیطرف میلان ختم ہو جاتا ہے اُسکا پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جیسے کہ باز ہم جنس سے کٹ کر مالک کیطرف مائل ہو جاتا ہے تو اُسکے سر کی ٹوپی ہٹا دیجاتی ہے۔

راندہ[1] دیواں را حق از مرصادِ خویش
عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش
اللہ (تعالیٰ) نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا
ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)

کہ سری کم کن نہ تو مستبد
بلکہ شاگردِ ولی و مستعد
کہ خود سری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے
بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحبِ استعداد ہے

زو برِ دل رو کہ تو جزو ولی
ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی
جلد دل کے پاس جا کیونکہ تو ولی کا جز ہے
خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگی[2] او بہ از سلطانی است
کہ انا خیر دمِ شیطانی است
اُس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے
"میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرق بین و برگزیں تو اے حبیس
بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس
اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر
آدمؑ کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے

گفت آنکہ ہست خورشیدِ رہ او
حرفِ طوبیٰ ہر کہ ذلت نفسہٗ
جو راہ کا سورج ہے اُس نے کہا ہے
طوبیٰ کا لفظ ہر اُس شخص کیلئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا

سایۂ طوبیٰ ببین و خوش بخسپ
سر بنہ در سایہ سرکش بخسپ
طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو
سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظلِ[3] ذلت نفسہٗ خوش مضجعے ست
مستعدانِ صفا را مہجعے ست
"ذلت نفسہٗ" کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے
صفائی کی استعداد رکھنے والوں کیلئے خوابگاہ ہے

گر ازیں سایہ روی سوئے منی
زود طاغی گردی و رہ گم کنی
اگر تو اس سایہ سے خودی کیطرف جائے گا
فوراً سرکش بن جائیگا اور راستہ گم کر دے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ

آیت کریمہ کا بیان اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست

حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی ز اُمت باش
چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
جب تو نبی نہیں ہے، اُمتی بن
جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے رعیت بن

پس رو خامشاں و خامش باش
وز خودی رای زحمتی متراش
تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن
اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار کر

[1] راندہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو گھات سے مار کر اس لئے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیئے اور خودسری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیئے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیئے۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔ دل۔ یعنی صاحبِ دل۔ ہیں۔ ناقص عقل والے کو شیخِ کامل کا غلام بننا چاہیئے۔

[2] بندگی۔ اُس کے لئے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ انا خیر۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اُن سے افضل قرار دیا تھا۔ فرق بین۔ آدمؑ نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے کیا نتیجہ نکلا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے طوبیٰ۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، خوشخبری۔

[3] ظل۔ سایہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ مہجع۔ خوابگاہ۔ منی۔ خودی۔ از حکیم۔ یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

پس ۱ روی خاموش باش از انقیاد
تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چپ رہ
زیر ظلِّ امرِ شیخ و اُوستاد
اُستاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس روِ صامت شو و خاموش باش
تو پیرو ہے، چپ ہوجا اور خاموش رہ
از وجودِ خویش والی کم تراش
اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ور نہ گرچہ مُستعدی و قابلی
ورنہ، اگرچہ تو صاحبِ استعداد و قابلیت ہے
مسخ گردی تو ز لافِ کاملی
تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہوجائیگا

ہم زِ استعداد وا مانی اگر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر
سرکشی ز اُستاد رادِ باخبر
تو عقلمند، باخبر اُستاد سے سرکشی کرے گا

صبر ۲ کن در موزہ دوزی و بسوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر
ور شوی بے صبر مانی پارہ دوز
اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگانیوالا رہجائیگا

کہنہ دوزاں گر بُدے شاں صبر و حلم
پُرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بُردباری حاصل ہوتی
جملہ نو دوزاں شدندے ہم بعلم
ہُنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بنجاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر
خود بخود گوئی کہ العقلُ عقال
خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچو آں مردِ مُفلسِف روزِ مرگ
اُس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن
عقل را می دید بس بے بال و برگ
عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بے ۳ غرض می کرد آندم اعتراف
اُس وقت اس نے اِخلاص سے اقرار کیا
کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف
کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سر کشیدم از رجال
میں نے تکبر کی وجہ سے (باخدا) لوگوں سے سرکشی کی
آشنا کردیم در بحرِ خیال
خیال کے سمندر میں تیراکی کی

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ روح
روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے
نیست آنجا چارہ جز کشتیِ نوحؑ
وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے کو آشنا نا موختے
کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا
تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
تاکہ تمنّا کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کرلیتا

اینچنیں فرمود آں شاہِ رُسل
رسولوں کے شاہ نے اسی لئے فرمایا ہے
کہ منم کشتی دریں دریای کُل
کہ اس عظیم دریا میں کشتی، میں ہوں

۱ پس روی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے مُرید کا کام چُپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھاریگا تو اگرچہ صاحبِ استعداد ہو تیری وہ استعداد برباد ہوجائیگی۔

۲ صبر کُن۔ پورا موچی اُس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتہ گانٹھنے والا بنکر رہ جاتا ہے۔ کہنہ دوز۔ جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر اُستاد سے سیکھتے تو ہُنر مند بن کر موچی بن جاتے۔ اَلعقلُ عِقال۔ عقل رسّی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لئے مانع بن گئی۔ مُتفلسِف۔ اِس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے

۳ بے غرض۔ شیخ بوعلی سینا۔ نے موت کے وقت جب عالمِ آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ اِن معاملات میں عقلی گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری۔ علم کے غرور نے ابن اللہ تک نہ پہنچنے دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگا تا رہا۔ آشنا۔ مولانا فرماتے ہیں روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوحؑ والی کشتی ضروری ہے۔ کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقلی گھوڑے دوڑاتا نہ جاتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اینچنیں۔ آنحضورؐ نے اِسی لئے ارشاد فرمایا ہے کہ میں دریائے روح کی کشتی ہوں اسکو میرے ذریعہ پار کرسکوگے۔

ﻟﮧ یا کسے کو در بصیرتہای من | شد خلیفہ راستیں بر جای من

یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں | میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتیِ نوحیم در دریا کہ تا | رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ

میں دریا میں نوحؑ والی کشتی ہوں، ہرگز | اے نوجوان! تو کشتی سے روگردانی نہ کر

ہمچو کنعاں سوی ہر کوہے مرو | از نبی لَاعَاصِمَ الْیَوْمَ شنو

کنعان کی طرح ہر پہاڑ کی جانب نہ جا | قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

ﻟﮧ می نماید پست ایں کشتی ز بند | می نماید کوہِ فکرت بس بلند

بند ہونے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے | تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را | بنگر آں فضلِ خدا پیوست را

خبردار خبردار! اس نیچی کشتی، کو نیچا نہ سمجھ | خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوہِ فکرت کم نگر | کہ یکے موجش کند زیر و زبر

اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ | کیونکہ اس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی

گر تو کنعانی نداری باورم | گر دو صد چندیں نصیحت آورم

اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کریگا | خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام | کہ برو مُہرِ خدا ایست و ختام

اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟ | کیونکہ اس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے

کے گذارد موعظت بر مُہرِ حق | کے بگرداند حدث حکمِ سبق

نصیحت (اللہ تعالیٰ) کی مہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟ | نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

ﻟﮧ لیک می گویم حدیثِ خوش پئی | بر امیدِ آنکہ تو کنعاں نۂ

لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں | اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں | ہم ز اوّل روزِ آخر را ببیں

خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا | پہلے ہی دن سے انجام ہی بن جا

می توانی دید آخر را مکن | چشمِ آخر بینت را کور و کہن

تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا | اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور پرانا

ہر کہ آخر بیں بود مسعود وار | نبودش ہر دم بَرہ رفتن عثار

جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے | اس کو راستہ چلنے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

ﻟﮧ یا کسے۔ یعنی صحابہ کرامؓ جو آنحضورؐ کی بصیرتوں کے نتیجہ تھے کشتیِ نوحیم۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہؓ اس دریائے معرفت کیلئے بمنزلہ نوحؑ کی کشتی کے ہیں۔ کنعان۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کروں گا۔ از نبی۔ قرآن پاک میں اس کو جواب دیا گیا۔ لاعاصم الیوم آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

ﻟﮧ می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اسلئے اولیاء کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے فضلِ خدا۔ جبکہ فضل خداوندی اس کے شامل حال ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھ کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے تو میری نصیحت کو نہ سنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مہر خداوندی لگی ہوتی ہے ختام مہر۔ کے گذارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے گذر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امر نو پیدا یعنی نصیحت۔ حکمِ سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مہر لگ جانیکا حکم۔

ﻟﮧ لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونیکا اقرار کرنا پڑیگا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے

می توانی۔ اگر تو چشم بصیرت سے کام لیگا تو انجام کو دیکھ سکتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص انجام بین ہوتا ہے وہ ٹھوکر نہیں کھاتا اگر تو بھی یہ چاہتا ہے تو اہل اللہ کے قدم کی خاک کو سرمہ بنا لے پھر سر کے بل گرنے سے بچ جائیگا۔

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز — کن ز خاکِ پایِ مردے چشم تیز

اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا — کسی مردِ خدا کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کرے

کحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را — تا نیندازی سرِ اوباش را

اُس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سُرمہ بنالے — تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹھکرائے

کہ[1] ازیں شاگردی وزیں افتقار — سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار

کیونکہ اِس شاگردی اور اُس احتیاج سے — اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائیگا

سُرمہ کُن تو خاکِ ہر بگزیدہ را — ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را

ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنالے — وہ لگتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی (بھی) ہے

چشم روشن کن ز خاکِ اولیا — تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا

اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرلے — تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشم اُشتر زاں بُوَد بس نور بار — کو خورد از بہرِ نورِ چشم خار

اونٹ کی آنکھ اسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے — کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے

خار[2] خور تا گُل بروید اند تُرا — چشمِ تو روشن شود جاں باصفا

کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اُگائے — تیری آنکھ روشن اور روح صاف ہو جائیگی

خار را از چشمِ دل گر بر کنی — چشمِ جاں را حق ببخشد روشنی

اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکال دے گا — اللہ (تعالیٰ) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرمادیگا

قصہ[3] شکایتِ استر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُو می اُفتم در راہ رفتن

خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو کم می اُفتی چون است و جواب گفتنِ شتر مر استر را

اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشترے را دید روزے استرے — چونکہ با اُو جمع شُد در آخرے

ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا — جبکہ وہ ایک اصطبل میں اُسکے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می اُفتم برو — در گریوہ و در راہ و در بازار و کُو

اُس نے کہا میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں — ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

کز چہ در رُو می فتم بسیار من — در رہِ ہموار و ناہموار من

میں مُنہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں! — ہموار اور ناہموار راستہ میں

[1] کہ ازیں۔ اہل اللہ کے اِتباع سے تھوڑی سی استعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذُوالفقار، حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہوگئیں۔

[2] خار خور۔ شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گل اور بوٹے اُگیں گے آنکھوں میں روشنی دل میں صفائی پیدا ہو جائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکال دو گے تو نورِ بصیرت حاصل ہو جائیگا۔

[3] قصہ۔ اِس قصہ سے مولانا نے دُور بینی کے فوائد اور دُور بیں کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ اُشتر۔ خچر۔ آخُر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

خاصہ[۱] از بالای کُہ تا زیرِ کوہ — در سر آیم ہر زمانے از شکوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک — ہر وقت خوف سے میں مُنھ کے بل گر جاتا ہوں

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہرِ چیست — یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
کیا سبب ہے ؟ تو مُنھ کے بل نہیں گرتا ہے — شاید تیری پاک جان (غیبی) مالامال ہے

در سر آیم ہر دم و زانو زنم — پوز و زانو زاں خطا پُرخوں کنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں — اُس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کژ شود پالاں و رختم بر سرم — وز مُکاری ہر زماں زخمے خورم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر اُلٹا ہو جاتا ہے — اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

ہمچو کم عقلے کہ از عقلِ تباہ — بشکند توبہ بہر دم از گُناہ
اُس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے — گناہ کر کے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سُخرۂ[۲] ابلیس گردد در زمن — از ضعیفی رایِ آں توبہ شکن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتی ہے — کمزوری کی وجہ سے اُس توبہ شکن کی رائے

در سر آید ہر زماں چوں اسپ لنگ — کہ بُود بارش گران و راہ سنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت مُنھ کے بل گرتا ہے — جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورد از غیب بر سر زخم اُو — از شکستِ توبہ آں ادبار خو
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے — وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

باز توبہ می کُند بارایِ سُست — دیو یک تُف کرد توبہ را شکست
پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے — شیطان نے ایک پھونک ماری، توبہ کو توڑ دیا

ضعف اندر ضعف و کبرش آنچناں — کہ بخواری بنگرد در واصلاں
کمزوری در کمزوری اور اس کا تکبر اس قدر — کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے[۳] شُتر کہ تو مثالِ مومنی — کم فتی در رُو و کم بینی زنی
اے اونٹ ! تو مومن کی طرح ہے — مُنھ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

تو چہ داری کہ چنیں بے آفتی — بے عِثاری و کم اندر رُو فتی
تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے — بغیر لغزش کے ہے اور مُنھ کے بل نہیں گرتا ہے

گفت گرچہ ہر سعادت از خدا ست — در میانِ ما و تو بس فرقہاست
اس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ہے — ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

---

۱ خاصہ - عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں - پوز تھوتھنی - کژ شود منھ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آجاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے - ہمچو - مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اسی گدھے کی سی ہے -

۲ سخرہ - یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر منھ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو - باز - توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اُس کی توبہ توڑ دیتا ہے - ضعف - خود تو اس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے -

۳ اے شتر - پھر خچر کی بات شروع کی ہے - خچر نے اونٹ سے کہا کہ تیری مثال مومن کی سی ہے جو نہ منھ کے بل گرے اور نہ پٹے - گفت - اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سر بلند اور میری آنکھیں دور بیں ہیں -

سر بلندم من دو چشمِ من بلند ‏ بینشِ عالی امان ست از گزند

میرا سر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں ‏ بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن کا سبب ہے

از سرِ کہ من بہ بینم پای کوہ ‏ ہر گو[1] ہموارہ را من توہ توہ

میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں ‏ تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچناں کہ دید آں صدرِ اجل ‏ پیش کارِ خویش تا روزِ اجل

جس طرح اُس بزرگ نے دیکھ لیا ‏ پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

انچہ خواہد بود بعدِ بست سال ‏ داند اندر حال آں نیکو خصال

جو بات بیس سال بعد ہوگی ‏ وہ نیک خصلت اُس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندید آں متقی ‏ بلکہ حالِ مغربی و مشرقی

اُس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا ‏ بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نور[2] در چشم و دلش سازد سکن ‏ بہرِ چہ سازد؟ پَے حُبُّ الوطن

نور، اُسکی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے ‏ کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسف کو بدید اول بخواب ‏ کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب

جس طرح (حضرت) یوسفؑ کو انھوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا ‏ کہ اُن کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر ‏ انچہ یوسف دیدہ بُد بر کرد سر

دس سال کے بعد بلکہ اُس سے بھی زیادہ میں ‏ جو کچھ یوسفؑ نے دیکھا تھا وہ ظاہر ہوا

نیست[3] آں ینظر بنورِ اللہ گزاف ‏ نورِ ربانی بود گردوں شگاف

"وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" لغو نہیں ہے ‏ خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نورِ رَو ‏ ہستی اندر حسِ حیوانی گرو

جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے ‏ تو حیوانی حس میں پھنسا ہے

تو ز ضعفِ چشم بینی پیشِ پا ‏ تو ضعیف و ہم ضعیفت پیشوا

تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے صرف پاؤں کے آگے دیکھتا ہے ‏ تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیشوا چشم ست دست و پای را ‏ کو بہ بیند جای را نا جای را

ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے ‏ کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من روشن ترست ‏ دیگر آنکہ خلقتِ من اطہرست

علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے ‏ علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

[1] گو۔ گڑھا۔ توہ توہ۔ تہ بہ تہ۔ ہمچناں۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامیؒ ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مطلق ولی مُراد ہے۔ انچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیاء سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ انچہ۔ بعض مستقبل میں ہونیوالے واقعات مُنکشف ہو جاتے ہیں

[2] نور۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اُس کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالمِ غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اُس عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسفؑ۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور دس سال بعد ہوا جبکہ اُن کے بھائی اُن کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔

[3] نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لئے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لئے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ تو ضعیف۔ عام انسان حسی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے انسان خود بھی کمزور ہے اور اُسکا پیشوا یعنی حسی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اُسکو صرف سامنے کا اور تھوڑی دُور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے تیسری بات یہ ہے کہ [illegible]

زانکہ ہستم من ز اولادِ حلال
کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں
نے ز اولادِ زنا و اہلِ ضلال
نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو ز اولادِ زنائی بے گماں[1]
تو یقیناً زنا کی اولاد ہے
تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں
تیر ٹیڑھا اڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردنِ اُستر جوابہای اُشتر را و اقرار آوردن بفضلِ اُو
خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اُس کی بڑائی کا اقرار کرنا

بر خود و از وِ استعانت خواستن و بدو پناہ گرفتن بصدق و نواختنِ
اور اُس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اُس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا

شتر اُو را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ
اُس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اُس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت[2] اُستر راست گفتی اے شتر
خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا
ایں بگفت و کرد چشم از اشک پُر
یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

ساعتے بگریست در پایش فتاد
تھوڑی دیر رویا، اُس کے پاؤں پڑا
گفت اے بگزیدۂ ربُّ العباد
کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی
کیا نقصان ہوگا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے
در پذیری تو مرا در بندگی
تو مجھے غلامی میں قبول کرے؟

فضلِ تو بر من فزونست از شمار
تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے
ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار
اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کرلے

گفت[3] چوں اقرار کردی پیشِ من
اُس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کرلیا
رو کہ رَستی تو ز آفاتِ زمن
جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پا گیا

دادی انصاف و رہیدی از بلا
تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا
تو عدو بودی شدی ز اہلِ وِلا
تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہو گیا

خوی بد در ذاتِ تو اصلی نبود
تیری ذات میں بد عادت اصلی نہ تھی
کز بدِ اصلی نیاید جز جحود
کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آں بدِ عاریتی باشد کہ اُو
وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو
آرد اقرار و شود او توبہ جو
(خطا کا) اقرار کرے اور توبہ کی جستجو کرے

---

[1] تو ز اولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اڑتا ہے۔

[2] گفت استر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کر دیجئے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کر لیجئے۔

[3] گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کر لیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پا گیا ہے۔ خوی بد۔ تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد توبہ کر لیتا ہے۔

ہمچو[1] آدمؑ زلتش عاریہ بود
جیسے کہ (حضرت) آدمؑ اُن کی لغزش عارضی تھی

لاجرم اندر زماں توبہ نمود
لامحالہ (انھوں نے) فوراً توبہ کر لی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس
چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی

رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس
(اسلئے) عمدہ توبہ کی طرف اُس کا راستہ نہ تھا

رو کہ رستی از خودی واز خوی بد
جا کہ تو خودی اور بد عادت سے نجات پا گیا

وز زبانہ نار وز دندانِ دد
آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رو کہ اکنوں دست در دولت زدی
جا کہ اب دولت تیرے ہاتھ آگئی ہے

در فگندی خود بہ بختِ سرمدی
تونے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کر دیا ہے

اُدْخُلِی چوں فِی عِبَادِی یافتی
جب تونے "میرے بندوں میں داخل ہو جا" کو پا لیا

اُدْخُلِی فِی جَنَّتِی دریافتی
تونے "داخل ہو جا میری جنت میں" کو حاصل کر لیا ہے

در عبادش[2] راہ کردی خویش را
(جب) تونے اپنا راستہ اُس کے بندوں میں بنا لیا ہے

رفتی اندر خُلد از راہِ خفا
تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِهْدِنَا گفتی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْم
تونے ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے" کہا

دستِ تو بگرفت بُردت تا نعیم
اُس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بودی نور گشتی اے عزیز
اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا

غورہ بودی گشتی انگور و مویز
تو کچا خوشہ تھا، انگور اور منقیٰ بن گیا

اختر بودی شدی تو آفتاب
تو تارا تھا سورج بن گیا

شاد باش وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے ضیاء[3] الحق حسام الدیں بگیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے

شہدِ خویش اندر فگن در جوی شیر
اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملا دے

تا رہد آں شیر از تغییرِ طعم
تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہو جائے

یابد از بحرِ مزہ تکثیرِ طعم
اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

متصل گردد بداں بحرِ اَلَسْت
وہ "الست" کے سمندر سے مل جائے گا

چونکہ شد دریا ز ہر تغییر رست
جب وہ دریا بن جائیگا ہر تغیر سے بچ جائیگا

ملا دو تاکہ اُس میں تغیر نہ آسکے اور وہ اور مزیدار ہو جائیں۔ متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجود کل میں داخل ہو جائے گا تو اُس کو بقا اور دوام حاصل ہو جائے گا۔

---

[1] ہمچو۔ حضرت آدمؑ کی لغزش عارضی تھی اُنھوں نے توبہ کر لی شیطان کی خطا فطری تھی اُسکو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ رَو۔ او نے کہا اب جبکہ تونے توبہ کر لی تو خودی اور بد عادت سے نجات پا گیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔ در دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تونے جنت حاصل کر لی ہے۔ اُدْخُلِی۔ قرآنِ پاک میں ہے فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی یعنی اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہو جانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

[2] در عبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اُس وقت بنتا ہو جبکہ اُس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ ——— وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اِهْدِنَا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہو اور کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی کر دے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کر دیتا ہے نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

[3] اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد

منفذے یابد دراں بحرِ عسل[۱] — آفتے رانبود اندر وے عمل
اس شہد کے دریا میں راستہ پائے گا — اس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غرّہ کن شیر وار اے شیرِ حق — تا رود آں غرّہ بر ہفتم طبق
اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غرّا — تاکہ وہ ڈڑدک ساتویں آسمان پر پہنچے

چہ خبر جانِ ملولِ سیر را — کے شناسد موش غرّہ شیر را
کاہل شکست کی جان کو کیا خبر؟ — چوہا شیر کی ڈڑدک کو کہاں پہچانتا ہے؟

بر نویس احوالِ خود با آبِ زر — بہر ہر دریا دلے نیکو گہر
اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دیجے — ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے

آبِ نیل ست ایں حدیثِ جانفزا — یاربش در چشمِ قبطی خوں نما
یہ روح کو بڑھانے والی بات دریائے نیل کا پانی ہے — اے خدا! اُسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

لابہ کردنِ قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیّتِ خویش از نیل پُر[۲] کن و بر لبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری سبو کہ شما سبطیاں بہرِ خود پُر می کنید از نیل آبِ صاف ست و سبو کہ ما قبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست

ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر دے اور دوستی اور بھائی بندی کی بنا پر میرے منہ سے لگا دے تاکہ میں پی لوں وہ ڈھلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ڈھلیا کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے۔

من شنیدم کہ در آمد قبطیے — از عطش اندر وثاقِ سبطیے
میں نے سنا ہے کہ ایک قبطی آیا — پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یار و خویشاوندِ تو — گشتہ ام امروز حاجتمندِ تو
کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں — میں آج تیرا محتاج ہوں

زانکہ موسیٰ جادوئی کرد و فسوں[۳] — تا کہ آبِ نیل ما را کرد خوں
کیونکہ موسیٰ نے جادو ٹونا کر دیا ہے — یہاں تک کہ اس نے ہمارے لئے دریائے نیل کو خون بنا دیا

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند — پیشِ قبطی خوں شد آب از چشم بند
سبطی اسی سے صاف پانی پیتے ہیں — نظر بندی کی وجہ سے قبطی کیلئے خون بن گیا ہے

---

۱ عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔ غرّہ کن اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غرّایئے اور حقائق کو بیان کیجیے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی ڈڑدک کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اس کو سمجھتے ہیں۔ بر نویس۔ اپنے احوال بشکل مثنوی لکھ ڈالیے۔ ایں حدیث یعنی ضیاء الحق کے احوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کے سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔

۲ لابہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانیکا قصہ ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی یعنی حضرت موسیٰؑ کے پیرو۔ عطش پیاس۔ وثاق گھر۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔

۳ زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لئے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لئے خون بن گیا ہے۔

قبطیاں نک می مُردند از تشنگی — از پئے[1] اِدبارِ خود یا بدرگی

اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں — اپنی نحوست یا بدفطرتی کی وجہ سے

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کُن — تا خورد از آبت ایں یارِ کہن

ایک طشلا اپنے لئے پانی سے بھرلے — تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پُرانا دوست پی لے

چوں برایِ خود کنی ایں طاس پُر — خوں نباشد آب باشد پاک و حُر

جب تو یہ طشلا اپنے لئے بھرے گا — وہ خون نہ ہوگا، پاک وصاف پانی ہوگا

من طُفیلِ تو بنوشم آب ہم — کہ طفیلی در تبع بجہد زغم

میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا — کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

گفت[2] اے جانِ جہاں خدمت کُنم — پاس دارم اے دو چشمِ روشنم

اُس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا — اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی! میں لحاظ برتوں گا

بر مُرادِ تو روم شادی کُنم — بندۂ تو باشم و آزادی کُنم

تیری مُراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا — تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

طاس را از نیل اُو پر آب کرد — بر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد

اُس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا — مُنھ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را کثر کرد سُوی آب خواہ — کہ بخور تو ہم شُد آں خونِ سیاہ

طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا — کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سُو کرد کژ خوں آب شُد — قبطی اندر خشم و اندر تاب شُد

پھر اُس طرف جھکایا، خون پانی بن گیا — قبطی غصہ اور (پیچ و) تاب میں پڑ گیا

ساعتے[3] بنشست تا خشمش برفت — بعد ازاں گفتش کہ اے صمصامِ زفت

تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اُس کا غصہ جاتا رہا — اُس کے بعد اُس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست — گفت ایں را آں خورد کو متقی ست

اے بھائی! اِس عقدہ کا کیا حل ہے؟ — اُس نے کہا اُس کو وہ پیتا ہے جو پرہیز گار ہے

مُتقی آنست کو بیزار شُد — از رہِ فرعون و موسیٰ وار شُد

پرہیز گار وہ ہے جو بیزار ہوا — فرعون کے راستے سے، اور موسیٰؑ جیسا بن گیا

قومِ موسیٰؑ شو بخور ایں آب را — صُلح کُن با مہ ببیں مہتاب را

موسیٰؑ کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے — چاند سے صلح کر لے، چاندنی دیکھ لے

[1] از پئے۔ یہ خون تمہاری بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰؑ بدفطرتی ہے۔ بہرِ خود۔ تو یہ کر کہ اپنے لئے پانی بھرلے میں بھی اُس میں سے پی لوں گا تو اپنے لئے بھریگا تو وہ پانی پاک وصاف رہے گا خون نہ بنے گا۔ من طفیلِ تو۔ میں تیرا طفیلی بن کر پانی پی لوں گا طفیلی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[2] گفت۔ اُس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کرکے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اُس سبطی نے طشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس۔ خود پانی پی کر سبطی نے طشلا قبطی کی طرف جُھکایا تو اُس طشلے میں پانی کی بجائے کالا خون تھا پھر اُس سبطی نے اپنی طرف کو جھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

[3] ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اُس نے سبطی سے کہا کہ یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت۔ سبطی نے کہا یہ پانی متقی پی سکتا ہے۔ مُتقی۔ متقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰؑ کی بات مان لے۔ قومِ۔ تو موسیٰؑ کی اُمت میں داخل ہو کر متقی بنجا، پانی پی لے گا۔

صد[۱] ہزاراں ظلمت ست از خشمِ تو
لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے
بر عباد اللہ اندر چشمِ تو
اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر، تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو
غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا
عبرت از یاراں بگیر اُستاد شو
دوستوں سے عبرت پکڑ، اُستاد بن جا

کے طفیل مَن شوی در اغتراف
پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟
چوں تُرا کفر یست ہمچوں کوہِ قاف
جبکہ تیرا کفر کوہِ قاف کی طرح ہے

کوہ[۲] در سوراخِ سوزن کے رَوَد
پہاڑ، سوئی کے ناکے میں کہاں گھس سکتا ہے؟
جُز مگر آں کوہ برگے کَہ شود
سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

کوہ را کَہ کُن باستغفارِ خوش
عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے
جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش
بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں
تو اِس دھوکے بازی سے اُسکو کیسے پی سکتا ہے؟
چوں حرامش کرد حق بر کافراں
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ تُرا
چالبازی کا خالق تیری چالبازی
کے خرد اے مُفتری مُفتریٰ
میں کب آسکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰؑ شو کہ حیلت سُود نیست
موسیٰؑ کی اُمت بن کیونکہ چالبازی کا فائدہ نہیں ہے
حیلہ اَت بادِ تہی پیمود نیست
تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہیں

زَہرہ[۳] دارد آب کز امرِ صَمد
پانی کا پتّہ ہے، کہ خدا کے حکم سے
گرد دو با کافراں آبی کُند
رُو گردانی کرے اور کافروں کیلئے پانی کا کام کرے!

یا تو پنداری کہ توناں می خوری
یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟
زہرِ مار و کاہشِ جاں می خوری
سانپ کا زہر اور جان کا گھٹاؤ کھا رہا ہے

ناں کجا اصلاحِ آں جانے کُند
روٹی اُس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟
کو دل از فرمانِ ناں دِہ بر کَند
جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اُکھاڑے

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی
یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف
چوں بخوانی رائگانش بشنوی
جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکیگا!

یا کلامِ حکمت و سِرِّ نہاں
یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز
اندر آید سہل در گوشِ کہاں
آسانی سے ناقصوں کے کان میں آجائیگا

[۱] صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اغتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہِ قاف یعنی عظیم۔

[۲] کوہ۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔ کَہ کُن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے پھر سبطیوں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی، چالبازی۔ مُفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مُفتریٰ۔ اسم مفعول ہے جھوٹ۔ آلِ موسیٰ یعنی موسیٰؑ کی اُمت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کریں اپنے لئے پانی بھروں اور تو اُس میں سے پی لے۔

[۳] زَہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ قبطی کے لئے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ یا تو پنداری۔ کافر کے لئے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی ہے بلکہ اُلٹا اثر دکھاتی ہے۔ یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اُس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکیگا۔ کلامِ حکمت۔ کیسی ہی دانائی کی

بات ہو وہ ناقص انسان کے کان میں نہیں پہنچتی ہے آسانی سے لیکن ... کم رتبہ۔

اندر[1] آید لیک چوں افسانہا
اندر آتا ہے لیکن افسانوں کی طرح
پوست بنماید نہ مغز و دانہا
چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے

در سر و رُو در کشیدہ چادرے
سر اور منہ پر چادر تانے ہوئے
رُو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تُو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے
ہمچناں باشد کہ قرآں از عُتُو
ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے

فرق[2] آنگہ باشد از حق و مجاز
حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے
کہ کند کحلِ عنایت چشم باز
کہ مہربانی کا سرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پشک و مُشک پیشِ اَخشمے
ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مشک
ہر دو یکسانست چوں نبوَد شمے
جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہر دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از ملال
تھکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا
باشدش قصد از کلامِ ذوالجلال
اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اس کا مقصد ہوتا ہے

کاتشِ وسواس را و غصہ را
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو
زاں سخن بنشاند و سازد دوا
اس کلام سے بجھائے اور علاج کرے

بہرِ[3] ایں مقدار آتش شاندن
آگ کی اس مقدار کو بجھانے کے لئے
آبِ پاک و بول یکساں شد بفن
پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہو گئے

آتشِ وسواس را ایں بول و آب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی
ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آبِ پاک
لیکن اگر تو اس پاک پانی سے واقف ہو جائے
کہ کلامِ ایزدست و رُوحناک
کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کلی زجاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے
دل بیابد رہ بسُوی گلستاں
اور دل گلستان کا راستہ پالے

زانکہ در باغے و در جُوئے پرد
کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے
ہر کہ از سِرِّ صُحُف بُوئے برد
جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے

---

[1] اندر۔ وہ محض اس کو افسانہ سمجھے گا اس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ در سر۔ اس شخص کے لئے مغز کی یہ حالت ہوگی جیسے کوئی معشوق سر اور منہ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر ہیں اس کے حسن کو نہ دیکھ سکے گا۔ شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ۔ عُتو۔ منکر اپنے تکبر کی وجہ سے اِن سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

[2] فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اس کو بصیرت حاصل ہو۔ اَخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق سے محروم رکھتا ہے۔ کاتش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن پڑھے تو اس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔

[3] بہرِ ایں۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔ آب پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں وسوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغِ جنت کا راستہ مل جائے۔ زانکہ۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صُحُف۔ صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔

یا ۱ تو پنداری کہ رُوئے اولیا
آنچنانکہ ہست می بینیم ما

یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ
جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں
چوں نمی بینند رُویم مومناں

پیغمبر اس سے تعجب میں تھے
کہ ایمان لانیوالے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

چوں نمی بینند نورِ رُوم خلق
کہ سبق بُردست بر خورشیدِ شرق

لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟
جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست
تاکہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست

اگر دیکھتے ہیں، تو یہ حیرت کیوں ہے؟
یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سُوئے ۲ تو ماہ است و سُوئے خلق ابر
تا نہ بینند رائگاں رُوئے تو گبر

آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کیجانب ابر ہے
تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سُوئے تو دانہ است و سُوئے خلق دام
تا ننوشد زیں شرابِ خاص عام

آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کیجانب جال
تاکہ اس خاص شراب کو عوام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ
نقشِ حمام اند ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ

خدا نے فرمایا کہ تو انکے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں
وہ تو حمام کی تصویریں ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست
کاں دو چشمِ مُردہ اُو ناظر ست

اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے
کہ اس کی دو مُردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ ۳ چشمِ نقش می آری ادب
کہ چرا پاسم نمی دارد عجب

تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجالاتا ہے
تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پا سخست ایں نقشِ نیک
کہ نمی گوید سلامم را علیک

یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے
کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجنباند سر و سبلت زجُود
پاس آنکہ کردمش من صد سجُود

مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہے
اس لحاظ سے کہ میں نے اسکو سَو سجدے کئے ہیں

حق اگرچہ سر نجنباند برُوں
پاسِ آں ذوقے دہد در اندروں

اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے
اسکے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

---

۱ یا تو - جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اسی طرح وہ نبیؐ کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منور ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں اس پر آنحضورؐ کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند اُنسے پوشیدہ ہے۔

۲ سُوئے تو - آپ کے چہرۂ انور کی شان بدلی کے چاند کی طرح ہے آپکی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اُس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ اُس سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے تو اُن کو دیدار سے محروم کردیا گیا ہے۔ گفت - قرآن میں بُتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔ یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید - بُت پرست، بُت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

۳ پیشِ چشم - بُت پرست اُسکی آنکھ کے سامنے اُس کی تعظیم بجالاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بُت میرا کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ - یہ بُت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔ می نجنباند - میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دیدے۔ حق - مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے

کہ دو صد جنبیدنِ سر ارزد آں
کہ دو سو سر ہلانا اُس کی قیمت ہے

سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں
عقل اور جان اِس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کُنی در اجتہاد
تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے

پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد
عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہے

حق نجنباند بظاہر سر ترا
اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے

لیک سازد بر سراں سرور ترا
لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

[1] مر ترا چیزے دہد یزداں نہاں
خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے

کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں
کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر
جیسا کہ اُس نے پتھر کو وہ ہنر عطا کر دیا

تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر
کہ وہ لوگوں کا پیارا ہوگیا یعنی سونا

[2] قطرۂ آبے بیابد لطفِ حق
پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے

گوہرے گردد برد از زر سبق
موتی بنجاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاک ست و چو حق تابش داد
وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اُسے چمک دیدی

در جہانگیری چو مہ شد اوستاد
دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح اُستاد ہوگیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مردہ است
خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے

احمقاں را چشمش از رہ بردہ است
اُسکی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید او کہ چشمے می زند
وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے

ابلہاں سازیدہ اند آں را سند
بیوقوفوں نے اُس کو دلیل بنایا ہے

[3] درخواستنِ قبطی دُعای خیر و ہدایت از سبطی و دُعا کردنِ سبطی

قبطی کا سبطی سے دُعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لئے

قبطی را بخیر و مستجاب شدنِ آں دعا از اکرم الاکرمین حق تعالیٰ

دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اُس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دُعای کُن کہ من
قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں

از سیاہی دل ندارم آں دہن
دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ منہ نہیں رکھتا ہوں

تا بود کہ قفلِ ایں دل وا شود
ہو سکتا ہے کہ اِس دل کا قفل کھل جائے

زشت را در بزم خوباں جا شود
بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

---

[1] مر ترا۔ اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اُس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ عبادتگذار کو خدا ایسا ہی کُندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

[2] قطرہ۔ اللہ تعالیٰ ماہِ نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جسم خاک۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اِس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں۔ یہ پھر بُت اور بُت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید۔ بُت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بُت کی چشم وابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا اور اجنتا کے بُتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[3] درخواستن۔ قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لئے ہدایت کی دعا کر دے اُس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ از سیاہی۔ چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا منہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تا بود۔ ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔

[1] از تو مسخے صاحبِ خوبی شود — یا بلیسے باز کرّوبی شود

تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے — یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

یا بفرِ دستِ مریمؑ بوئ مُشک — یابد و تری و میوہ شاخِ خشک

یا (حضرت) مریم کے (جیسے) ہاتھ سے مُشک کی خوشبو — اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کرسکتی ہے

سبطی آن دم در سجود افتاد و گفت — کاے خدای عالمِ جہر و نہفت

سبطی اُس وقت سجدے میں گرگیا اور کہا — کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا!

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تو اند — عاجزِ امرِ تو اند و مُستمند

سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں — تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

[2] جز تو پیشِ کہ برآرد بندہ دست — ہم دعا و ہم اجابت از تو است

تیرے سِوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اُٹھائے؟ — دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہے)

ہم ز اوّل تو دہی میلِ دعا — تو دہی آخر دعاہا را جزا

ابتداءً تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے — بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اوّل و آخر توئی ما در میاں — ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں

اوّل و آخر تو ہی ہے، ہم درمیان میں — ایسے ناچیز ہیں کہ بیان نہیں ہوسکتا

اینچنیں می گفت تا افتاد طشت — از سرِ بام و دلش بیہوش گشت

وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا — بالاخانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہوگیا

باز آمد او بہوش اندر دعا — لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

پھر وہ ہوش میں آکر دعا میں مصروف ہوگیا — نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہی جسکی اُسنے کوشش کی

[3] در دعا بُود او و ناگہ نعرۂ — از دلِ قبطی بجست و غرّۂ

وہ دعا میں مصروف تھا یہانتک کہ ایک نعرہ — اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ ہلا بشتاب و ایماں عرضہ کُن — تا ببرّم زود زنّارِ کُہن

کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر — تاکہ پُرانا زنّار، جلد کاٹ دوں

آتشے در جانِ من انداختند — مر بلیسے را بجاں بنواختند

اُنھوں نے میری جان میں آگ لگادی ہے — (مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

دوستیِ تو ز حُبّ ناشگفت — حمدُ للہ عاقبت دستم گرفت

تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ (غنچہ) سے — اَلحمدُ للہ انجام کار میری دستگیری کی

[1] از تو۔ قبطی نے اپنے آپکو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ یا بفرِ سبطی کے ہاتھ کو حضرت مریمؑ کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھلدار ہوگئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سربسجود ہوگیا اور دُعائیں کرنے لگا۔ مستمند۔ محتاج، ضرورتمند۔

[2] جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دستِ دُعا دراز کرسکتا ہے دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے

نہ کس می دہاند نہ کس می دہد
خدا می دہاند خدا می دہد

افتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنیٰ میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہوجانے کے معنیٰ میں استعمال فرمایا ہے۔ لیس یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، سبطی کی دُعا قبول ہوگئی۔

[3] در دعا۔ سبطی تو دُعا میں مصروف تھا اُس کی قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کر تاکہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنانِ قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہے۔ دوستی۔ تیری

کیمیای[1] بود صحبتہای تو — کم مباد از خانۂ دل پای تو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں — خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بدی از نخلِ خلد — چوں گرفتم او مرا تا خلد برد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا — جب میں نے اسکو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لیگئی

سیل بود آنکہ تنم را در ربود — برد سیلم تا لبِ دریای جود
بہاؤ تھا، جو میرے جسم کو بہا لے گیا — مجھے بہاؤ، سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من بہ بوی آب رفتم سوی سیل — بحر دیدم در گرفتم کیل کیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا — میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لئے

طاس[2] آوردش کہ اکنوں آبگیر — گفت رو شد آبہا پیشم حقیر
وہ (سبطی)، اس کے پاس طشت لایا کہ اب پانی لے — اس نے کہا جا یئے، پانی میرے لئے حقیر ہو گئے ہیں

شربتے خوردم ز اَللهُ اشْتَرىٰ — تا بہ محشر تشنگی نابد مرا
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے — قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جوی و چشمہا را آب داد — چشمۂ اندر درونِ من گشاد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے — اس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر کہ بود گرم و آب خوار — گشت پیشِ ہمّتِ او آب خوار
یہ جگر، جو گرم اور پیاسا تھا — اس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہو گیا

کافِ[3] کافی آمدہ بہرِ عباد — صدقِ وعدہ کٓھٰیٰعٓصٓ
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے — کٓھٰیٰعٓصٓ کا سچا وعدہ (آیا ہے)

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر — بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
میں کافی ہوں، میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں — بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطے کے بغیر

کافیم بے ناں ترا سیری دہم — بے سپاہ و لشکرت میری دہم
میں کافی ہوں، روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں — بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

کافیم بے داروئیت درماں کنم — کوہ را و چاہ را میداں کنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں — پہاڑ کو اور کنوئیں کو میدان بنا دیتا ہوں

تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے جسمیں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔ کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر استاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔

لے کیمیای۔ قبطی نے سبطی سے کہا تیری صحبتیں میرے لئے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ دریای جود۔ دریائے حقیقت اللہ تعالیٰ۔ کیل کیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

لے طاس۔ سبطی اس قبطی کے پاس پانی کا طشت لایا اور کہا اب پانی پی لے، اس نے کہا اب مجھے اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اشتریٰ۔ قرآن پاک کی آیت ہے اِنَّ اللهَ اشْتَرىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ۔ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اس کے لئے ناچیز ہے۔

لے کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کٓھٰیٰعٓصٓ فرمایا ہے جسکے معنی ہیں کَافٍ هُوَ لَكُمْ يَا عِبَادَ اللهِ صِدْقًا یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اے اللہ کے بندو! یقیناً یہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے

بے بہارت نرگس و نسریں دِہم — بے کتاب و اُوستا تلقیں دِہم

بغیر (موسم) بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں — بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیٰ[1] را دل دہم با یک عصا — تا زند بر عالمے شمشیرہا

میں موسیٰؑ کو دل مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں — تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلا دیں

دستِ موسیٰؑ را دِہم یک نور و تاب — کہ طپانچہ میزند بر آفتاب

میں موسیٰؑ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں — جو سورج کے طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کُنم من ہفت سر — کہ نہ زاید مادہ مار اُورا نہ نر

میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں — جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آبِ نیل من — خود کُنم خوں عینِ آبش را بفن

میں (دریائے) نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں — میں حکمت سے بعینہٖ اُسکے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کُنم چوں آبِ نیل — کہ نیابی سُوئے شادیہا سبیل

نیل کے پانی کیطرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں — کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی — باز از فرعون بیزاری کُنی

پھر جب تو ایمان از سرِ نو لے آتا ہے — پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیٔ رحمت بہ بینی آمدہ — نیلِ خوں بینی از و آبے شُدہ

تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰؑ آگیا ہے — خون کا (دریائے) نیل اُس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری درُوں — نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں

تو جب (ہمارے تعلق کا) سر رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے — تیرے ذوق کا (دریائے) نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من[3] گماں بُردم کہ ایماں آورم — تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم

میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں — تاکہ خون کے اِس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کُند — در نہادِ من مرا نیلے کُند

مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا — میرے اندر، مجھے (دریائی) نیل بنا دے گا

سُوئے چشمِ خود یکے نیلم رَواں — بر قرارم پیشِ چشمِ دیگراں

(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں — دوسرے کی نگاہ میں (پہلی حالت پر) برقرار ہوں

ہمچنانکہ ایں جہاں پیشِ نبیؐ — غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما اَبی

جس طرح کہ یہ دنیا نبیؐ کے سامنے — تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

[1] موسیٰ — حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ دست — حضرت موسیٰؑ کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا حضرت موسیٰؑ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔

[2] خوں — دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت — اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اُس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

[3] من گماں — میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کر دے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا ہمچنانکہ — ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضورؐ ان کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔

پیشِ[1] چشمش ایں جہاں پُر عشق و داد — پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ، جماد

اُسکی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہو — دوسرے کی نگاہ کے سامنے مُردہ اور جماد ہو

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رو — از کلوخ و سنگ اُو نکتہ شنو

نشیب و فراز اُس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے — وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ — زیں عجب تر من ندیدم پردہ

عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں — میں نے اِس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گورہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما — رَوضہ و حُفرہ بہ پیشِ اولیا

ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں — اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر تُرش — از چہ گشتہ است و شدُ ست اُو ذوق کُش

عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ — کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کر دینے والے (بنگئے) ہیں

خاصہ[2] گفتندے کہ پیشِ چشمِ تاں — می نماید اُو تُرش اے اُمّتاں

خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں — اے اُمت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا — خندہا بینید اندر هَلْ اَتیٰ

تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آجاؤ تاکہ — هَلْ اَتیٰ کے اندر مُسکراہٹیں دیکھو

از سرِ اَمرود بُن بنماید آں — مُنعکس صورت بزیر آ اے جواں

امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے — اُلٹی صورت اے جوان! نیچے اُتر آ

آں درختِ ہستیت اَمرود بُن — تا برآنجائی نماید نو کہن

تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے — جب تک تو وہاں ہے، نیا پُرانا نظر آتا ہو

تا برآنجائی[3] بہ بینی خار زار — پُر ز کژدمہائی خشم و پُر زمار

جبتک تو اُس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا — غصہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں — یک جہاں پُر گلرخان و دایگاں

جب تو نیچے اُتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں — ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید ترا — در دروں اسرارِ فیضِ کبریا

جب تو نیچے اُتر آئے گا، اُتر آئیں گے تیرے — اندر اللہ (تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

[3] تا برآنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنیوالے کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔
چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خار زار سے مراد دنیاوی اشیاء ہیں اور گلرخاں اور دایگاں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربی ہیں۔

[1] پیش۔ آنحضورؐ کی نظر میں تمام کائنات عشقِ الٰہی سے پُر تھی دوسرے اُس کو مُردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضورؐ کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضورؐ کے سامنے آرہا تھا وہ آنحضورؐ کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ۔ یعنی جنت کا باغیچہ جو نیکوں کی جگہ ہے۔ حفرہ۔ یعنی جہنم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضورؐ کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضورؐ ترش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوقِ خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

[2] خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے انکو دیکھو تو ان میں مُسکراہٹیں دیکھو گے۔ هَلْ اَتیٰ۔ یعنی وہ ذات جس پر هَلْ اَتیٰ نازل ہوئی یا هَلْ اَتیٰ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے آنجناب آنحضورؐ کی مسکراہٹیں۔ از سر امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں اُلٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اُسکو فنا نہیں کریگا تجھے نئی چیز پُرانی نظر آئیگی۔

حکایت آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سرِ امرود بُن می نماید چشمِ آدمی را، از سرِ امرود بُن فرود آتا آں خیالات بر رود

اُس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اُتر آ تاکہ وہ خیالات دُور ہو جائیں

اگر کسے[1] گوید کہ آنچہ مرد می دید خیال نبود جواب آنست کہ ایں مثال است نہ مثل، در مثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بر سرِ امرود بُن نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مول[2] خود — بر زند در پیشِ شوئ گولِ خود

ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے — ملے، اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیکبخت — من بر آیم میوہ چیدن بر درخت

تو بیوی نے خوہر سے کہا کہ اے نیک بخت! — میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں بر آمد بر درخت آں زن گریست — چوں ز بالا سوئے شوہر بنگریست

جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی — جب اس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابونِ رد — کیست آں لوطی[3] کہ بر تو می فتد

شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود! — یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

تو بزیرِ او چو زن بغنودہ — اے بغا تو خود مخنث بودہ

تو اس کے نیچے عورت کی طرح اونگھ رہا ہے — اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گوئی بگشت — ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت

شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر چکرا رہا ہے — ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہے

زن مکرر کرد کاے با برطلہ — کیست بر پشتت فرو خفتہ ہلہ

عورت نے مکرر کہا اے اُلٹی ٹوپی والے! — خبردار! تیری پُشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرو آ از درخت — کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت

اُس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آجا — کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہوگئی ہے

---

[1] کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اِس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اُس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اُس میں بہت فرق ہے، ہستی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً اُلٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اُترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

[2] مول۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن یعنی امرود توڑنے کے لئے۔ مابون۔ وہ شخص جس کو اُبنہ کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔

[3] لوطی۔ وہ شخص جو قوم لوطؑ والا کام کرے۔ بغا۔ ہیجڑہ مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ برطلہ۔ ٹوپی، اُلٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خرف۔ بے عقل بوڑھا۔

چوں فرود آمد بر آمد شوہرش
جب وہ نیچے آگئی اُس کا شوہر چڑھ گیا
زن کشید آں مُول را اندر برش
عورت نے اُس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں اے روسپی[۱]
شوہر نے کہا او ! رنڈی ! یہ کون ہے ؟
کہ بہ بالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیرِ من
عورت نے کہا نہیں ، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے
ہیں سرت برگشتہ شد ہرزہ متن
خبردار ! تیرا سر چکرا رہا ہے ، بکواس نہ کر

اُو مکرر کرد بر زن آں سخن
اُس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی
گفت زن ایں ست از اَمرود بُن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کے اثر سے ہے

از سرِ اَمرود بُن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی
کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
اُلٹا دیکھا جیسا کہ تو نے ، اے دیوث !

پس فرود آتا بہ بینی ہیچ نیست
نیچے اُتر آ تاکہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے
ایں ہمہ تخییل از اَمرودُنے ست
یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے

ہزل تعلیم ست آں را جد شنو
سکھانے کیلئے مذاق ہے تو اُسکو حقیقت سمجھ
تو مشو بر ظاہرِ ہزلش گرو
تو اُس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہر جدے[۲] ہزل ست پیشِ ہازلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے
ہزلہا جد ست پیشِ عاقلاں
عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہلاں اَمرودِ بُن جویند لیک
سُست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن
تا بداں اَمرود بُن راہیست نیک
اُس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

نقل کُن از اَمرودِ بُن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اَب چلا جا
گشتہ تو خیرہ چشم و خیرہ رُو
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

ایں منی[۳] و ہستیِ اوّل بُوَد
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے
کہ ازو دیدہ کژ و اَحوَل بُوَد
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

چوں فرود آئی ازیں اَمرودِ بُن
جب تو اِس امرود کے درخت سے نیچے اترآئیگا
کژ نماند فکرت و چشم و سخن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

یک درختِ سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بنگیا ہے
شاخِ اُو بر آسمانِ ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

---

[۱] روسپی - زانیہ عورت ، رنڈی - کپی - بندر - ہرزہ متن - بکواس نہ کر - گفت - عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اُس پر سے غلط نظر آتا ہے - قلتباں - دیوث - ہزل - یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کے لئے سُنا دیا ہے تم اِس کے ظاہر کو نہ دیکھو اِس سے جو نصیحت مقصود ہے اُس پر نظر کرو -

[۲] ہر جدے - جو لوگ ہزل کے عادی ہیں اُن کو ہر جد بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں - کاہلاں - کاہل لوگ اُس امرود کے درخت کو تلاش کرتے ہیں جو اُن کو صحیح دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے - نقل کُن - پہلے اِس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہوگا اِس ہستی کے ہر ہوتے ہوئے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا -

[۳] ایں منی - یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اُس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے - چوں فرود - جب تو خودی کے درخت سے اُتر آئے گا تو پھر تیرا خیال آنکھ اور گفتگو سیدھی ہو جائیگی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اُسکا پھیلاؤ بہت تھا -

چوں فرود آئی ازو گردی جدا ۔۔۔ مُبدلش[1] گرداند از رحمت خدا

جب تو نیچے اُتر آئے گا اُس سے علیحدہ ہو جائیگا ۔۔۔ خدا رحمت سے اُس کو بدل دیگا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا ۔۔۔ راست بینی بخشد آں چشمِ تُرا

اِس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اُتر آئیگا، خدا ۔۔۔ تیری اُس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرمادیگا

راست بینی گر بُدے آساں چنیں ۔۔۔ مُصطفیٰؐ کے خواستے از ربِّ دیں

صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا ۔۔۔ تو دین کے رب سے آنحضورؐ کب دعا مانگتے؟

گفت بنما جُزو جُز از فوق و پست ۔۔۔ آنچنانکہ پیشِ تو آں جُزو ہست

کہا، اوپر اور نیچے سے جُزو جُزو کو دکھا ۔۔۔ جیسا کہ وہ جُز تیرے سامنے ہے

بعد ازاں[2] بر رو بر آں امرود بُن ۔۔۔ کہ مُبدّل گشت و سبز از امرِ کُن

اُس کے بعد اُس امرود کے درخت پر چڑھ جا ۔۔۔ کیونکہ کُن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت ۔۔۔ چوں سُوئے موسیٰؑ کشانیدی تو رخت

جب وہ درخت (حضرت) موسیٰؑ والا درخت بنگیا ۔۔۔ جب تو نے موسیٰؑ کی جانب سفر اختیار کر لیا

آتش اُو را سبز و خرّم می کُند ۔۔۔ شاخِ اُو اِنّیْ اَنَا اللہ می زند

آگ، اُس کو سبز اور بھلا بنائے گی ۔۔۔ اُس کی شاخ، اِنّی انا اللہ کا نعرہ لگائے گی

زیرِ ظلّش جملہ حاجات روا ۔۔۔ ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا

تیری ساری حاجتیں اُسکے سایہ کے نیچے پوری ہونگی ۔۔۔ خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

آں منی[3] و ہستیت باشد حلال ۔۔۔ کہ درو بینی صفاتِ ذوالجلال

تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے ۔۔۔ جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوّم حق نما ۔۔۔ اَصلُہٗ ثابتٌ وَّفرعُہٗ فِی السَّمَا

ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا ۔۔۔ اُسکی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مُہم ۔۔۔ کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم

اُن (موسیٰؑ) کو بہتم بالشان وحی کے ذریعے پیغام آیا ۔۔۔ کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

موسیٰؑ کو جو فاستقم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اِس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈالدیا اب اُسکے جلوے نظر آئے اِسی طرح تیرا یہ فانی جسم عصائے موسیٰؑ ہے اُسکو ترک کردے پھر جو جسم حاصل ہوگا اُس کے جلوے دیکھنا۔

[1] مُبدلش۔ خودی چھوڑ دیگا تو پھر اللہ تعالیٰ اُس درخت کو تبدیل کر دیگا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبل نے کی تھی۔ راست بینی حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضورؐ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ اے خدا ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں۔ دعا نہ مانگتے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر ہر جُز اُسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔

[2] بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آجائیگی اُس کو اختیار کرلے۔ چوں۔ آب یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰؑ کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اُس پر اُلٹا اثر دکھائیگی اور اُس کی شاخ اِنّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسیٰؑ کو درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔ زیرِ ظلش۔ اب اُس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہونگی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔

[3] آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اُس میں خدائی صفات نظر آئینگی۔ باقی قصہ۔ مولانا کجی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اِسی مناسبت سے حضرت

ایں درختِ تن عصای موسی است
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰؑ کی لاٹھی ہے
کارش آمد کہ بیندازش ز دست
اِس کا موقع آگیا کہ تو اُس کو ہاتھ سے زمین پر ڈالدے

تا بہ بینی خیرِ او و شرِ او
تاکہ تو اُس کی بھلائی اور اُسکی بُرائی دیکھ لے
بعد ازاں برگیر او را از امرِ ہُو[1]
پھر اُس کو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

پیش ز افگندن نبود او غیرِ چوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی
چوں بامرش برگرفتی شد جذوب
جب تو نے اُس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی

اوّل او بُد برگ افشاں برہ را
پہلے وہ بکری کے بچہ کے لئے پتّے جھاڑنے والی تھی
گشت معجز آں گروہِ غرہ را
وہ غافل جماعت کے لئے معجزہ بن گئی

گشت[2] حاکم بر سرِ فرعونیاں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی
آبِ شاں خوں کرد کفِ سر زناں
سَر پیٹنے والوں پر اُس کا پانی خون بنا دیا

از مزارع شاں برآمد قحط و مرگ
اُن کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہوگئی
از ملخہای کہ آں خوردند برگ
اُن ٹڈیوں کی وجہ سے جنہوں نے پتّے کھائے

تا برآمد بیخود از موسیٰ دُعا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰؑ سے دُعا نکلی
چوں نظر افتادش اندر منتہا
جبکہ اُن کی نظر انجام پر پڑی

ایں ہمہ اعجاز و کوشیدن چراست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟
چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست
جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر[3] آمد کاتباعِ نوح کن
حکم ہوا کہ (حضرت) نوحؑ کی پیروی کر
ترکِ پایاں بینی و تشریح کن
انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منگر آخر کہ تو داعیِ رہی
تم انجام کو نہ دیکھو اسلئے کہ تم راہِ (حق) کیطرف بلانے والے ہو
امرِ بلّغ ہست نبود آں تہی
بلّغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

کمتریں حکمت کزیں الحاحِ تو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اِس اصرار سے
جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
وہ جھگڑالو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائیگی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق
یہاں تک کہ اللہ (تعالےٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا
فاش گردد بر ہمہ اہلِ فِرق
تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

چونکہ مقصود از وجود اظہار بود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا
بایدش از پند و اغوا آزمود
تو اُسکو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہئے

[1] امرِ ہُو - امرِ خداوندی - پیش. حضرت موسیٰؑ کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اُسکو پھر اُٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدھا تھا - اوّل - شروع میں وہ صرف بکریوں کے پتّے جھاڑنے کیلئے تھی اب وہ کافروں کے لئے معجزہ بن گئی -

[2] گشت - اب جبکہ امرِ خداوندی سے اُس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا اُن سر پٹخنے والوں کے لئے اُس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا - از مزارع - فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا - اندر منتہیٰ - حضرت موسیٰؑ نے یہ خیال کیا کہ اُن کا انجام لامحالہ بُرا ہے لہٰذا اُن کو معجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے -

[3] امر آمد - حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ نوحؑ کی طرح اُن کے انجام سے قطع نظر کر کے تم بھی تبلیغ کئے جاؤ تم فرمانبردار داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہے خواہ وہ ایمان نہ لائیں کم تر ین - ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے اُن کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی - چونکہ - مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہی اسلئے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور بہکانے سے آزمائے تاکہ مخفی حالات ظاہر ہو جائیں -

۱ۓ دیو اِلحاحِ غوایت می کُند | شیخ اِلحاحِ ہدایت می کُند

شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے | شیخ ہدایت پر اِصرار کرتا ہے

باز گرد و قصۂ قبطی بگو | گردِ کُفر از باطنِ خود زُود شو

واپس لوٹ، اور قبطی کا قصہ کہہ | اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شحوں | نیل می آمد سراسر جملہ خوں

جب قوی حکم پے در پے ہوا | (دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدنِ کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰؑ

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسٰیؑ سے سفارش چاہنا

۲ۓ تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش | لابہ می کرد و دوتا گشتہ قدش

یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود اُن کے پاس آیا | خوشامد کرتا تھا اور اُس کا قد دُہرا ہو گیا تھا

آنچہ ما کردیم اے سلطاں مکُن | نیست ما را رُوی ایراد سخن

اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے | ہمارا مُنہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کردمت فرماں پذیر | من بعزت خُو گرم سختم مگیر

میں نے (بدن کے) ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنا لیا ہے | میں عزت کا عادی ہوں میری سختی پکڑ نہ کیجئے

ہیں بجُنباں لَبِ رحمت اے امیں | تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں

آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کیلئے ہونٹ ہلائیے | تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

۳ۓ گفت یارب می فریبد اُو مرا | می فریبد اُو فریبیدہ تُرا

(حضرت موسٰیؑ نے) کہا اے خدا! وہ مجھے فریب کر رہا ہے | (آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم یا من دہم ہم خدعہ اش | تا بداند اصل را آں فرع کش

میں مان جاؤں، یا میں بھی اُس کو دھوکا دیدوں | تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکرے و حیلت پیشِ ماست | ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست

ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے | جو کچھ زمین پر ہے اُس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم باں | پیشِ سگ انداز از دُور استخواں

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کُتا اِسکے بھی لائق نہیں ہے | کُتے کے سامنے دُور سے ہڈی ڈال دے

اُن کی اصل وہی خدا ہے۔ گفتِ حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اِس قابل بھی نہیں ہے کہ اُس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اُس کُتے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیدا وار اُگل دیگی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

۱ۓ دیو۔ شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے اور شیخِ طریقت ہدایت پر اِصرار کرتا ہے۔ اِلحاح۔ اِصرار۔ شحوں۔ قوی۔ یعنی جب حضرت موسٰیؑ کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔

۲ۓ تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذاتِ خود حضرت موسٰیؑ کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دُہرا ہو رہا تھا۔ آنچہ۔ ہم نے جو کیا وہ بُرا تھا آپ بُرائی کا بدلہ برائی سے نہ دیجئے۔ نیست۔ ہمارا مُنھ تو اِس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصّہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایں دہاں۔ یعنی عذابِ الٰہی کا دہانہ۔

۳ۓ گفت یارب۔ حضرت موسٰیؑ نے عرض کیا اے خدا مجھ آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔ بشنوم۔ اب بتائیں اِس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اِس کو کوئی دھوکا دیدوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے۔۔۔ کاصل۔ حضرت موسٰیؑ نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی ہیں

ہیں بجُنباں آں عصا تا خاکہا　　وَادِہد ہر چہ ملخ کردش فنا

ہاں وہ عصا ہلادے، تاکہ زمینیں　　وہ واپس کردیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

وآں ملخہا در زماں گردد تباہ　　تا بہ بیند خلق تبدیلِ اِلٰہ

وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی　　تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدل دینے کو دیکھ لیں

کہ سببہا نیست حاجت مر مرا　　آں سبب بہرِ حجابست و عطا

کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے　　یہ سبب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے

تا طبیبے خویش بر دارو زند　　تا منجم رُو باستارہ کُند

تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کردے　　تاکہ نجومی ستاروں کی جانب منھ کرے

تا منافق از حریفی بامداد　　سُوی بازار آید از بیم کساد

تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح　　بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

بندگی ناکردہ وناشُستہ رُو　　لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جُو

عبادت کئے بغیر اور منھ دھوئے بغیر　　لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام　　ہمچو آں برہ چرندہ از حطام

عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا (بھی) ہے　　اُس بکری کے بچے کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چرد آں برہ و قصاب شاد　　کہ برای ما چرد برگِ مُراد

وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے　　کہ مقصد کے پتے ہمارے لئے چر رہا ہے

کارِ دوزخ میکُنی در خوردنی　　بہرِ اُو خود را تو فربہ میکنی

تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے　　تو اپنے آپ کو اُس کے لئے موٹا کر رہا ہے

کارِ خود کُن روزیِ حکمت بچر　　تا شود فربہ دلِ با کرّ و فر

اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا　　تاکہ شان وشوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانعِ ایں خوردنست　　جاں چو بازرگان و تن چوں رہزنست

جسم کا کھانا اِس کھانے سے مانع ہے　　جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمعِ تاجر آنگہ ہست افروختہ　　کہ بُود رہزن چو ہیزم سوختہ

تاجر کی شمع اُس وقت روشن ہے　　جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو

تاجر سمجھو اور جسم کو ڈاکو۔ تاجر کا مال ڈاکو اُڑا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اُس وقت پُررونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔

۱ے وآں ملخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی مرجائنگی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ اسبابہا اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک پردہ ہیں طبیب دوا کو لپٹا ہوا ہے اور منجم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذات خداوندی ہے منافق یعنی دنیادار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھ رہا ہے۔

۲ے بندگی۔ یہ دنیادار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منھ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لئے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیادار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اس بکری کے بچہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے چر رہا ہے۔ یہی حال دنیادار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لئے پال رہا ہے۔

۳ے کارِ خود۔ انسان کی اصل خوراک تو معارفِ الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اس کی شان وشوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لئے مانع ہے، روح کو

خویشتن[1] را گم مکن یاوہ مکوش ‌‌ کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش

اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر ‌‌ کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش پہ چھپا دینے والے ہیں

دانکہ ہر شہوت چو خمر ست و چو بنگ ‌‌ پردۂ ہوش ست و عاقل زوست دنگ

سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کی طرح ہر ‌‌ ہوش کے لئے پردہ ہے اور عقلمند اس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سرمستی ہوش ‌‌ ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش

شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے ‌‌ جو چیز بھی نفسانی ہے وہ آنکھ اور کان کو بند کرتی ہے

ترک شہوت کن اگر خواہی تو ہوش ‌‌ دانکہ شہوت بندد ہم چشم و گوش

اگر تو ہوش چاہتا ہے شہوت کو ترک کردے ‌‌ سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دیگی

آں ابلیس از خمر خوردن دور بود ‌‌ مست بود او از تکبر و ز جحود

وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا ‌‌ وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست[2] آں باشد کہ آں بیند کہ نیست ‌‌ زر نماید آنچہ مس و آہنیست

مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے ‌‌ سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا ‌‌ لب بجنباں تا بروں آید گیا

اے موسیٰؑ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ‌‌ ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اُگ آئے

دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن کشت زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آجانا

ہمچناں[3] کرد و ہم اندر دم زمیں ‌‌ سبز گشت از سنبل و حب ثمیں

انھوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً ‌‌ سنبل اور قیمتی غلہ سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر ‌‌ قحط دیدہ مردہ از جوع البقر

لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ ‌‌ جو قحط زدہ جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا ‌‌ آں دمی و آدمی و چار پا

عطاء (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا ‌‌ پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پر گشت و بر نعمت زدند ‌‌ واں ضرورت رفت پس طاغی شدند

جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی ‌‌ وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفس فرعونیست ہاں سیرش مکن ‌‌ تا نیارد یاد زاں کفر کہن

نفس فرعون ہے، خبردار! اس کا پیٹ نہ بھر ‌‌ تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

---

[1] خویشتن۔ انسان کی ذات، اس کا ہوش اور جسمانی لذتیں انکے ہوش گم کر نیوالی ہیں۔ دانکہ۔ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بیہوشی کا سبب نہ سمجھ بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔ آں ابلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا اور تکبر کے نشے سے مدہوش تھا۔

[2] مست۔ مست تو اُسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر واقعی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بد مست تھا۔ ایں سخن۔ مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ تم دعا کردو تاکہ گھاس وغیرہ اُگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔

[3] ہمچناں۔ حضرت موسیٰؑ نے وہی کیا جس کا اُن کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کردی۔ حب ثمیں۔ قیمتی غلہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اُس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یعنی پرند۔ چرند۔ اُن فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اُسکا پیٹ بھرا اور وہ سرکش بنا۔

بے تفِ آتش[1] نگردد نفس خوب
آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے
تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب
خبردار! جبتک لوہا انگارے کی طرح نہ ہوجائے اسکو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن جنبش کنان
بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے
آہنِ سرد است میکوبی بدان
ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار
اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے
او نخواہد شد مسلماں ہوشدار
وہ مسلمان نہ ہوگا، سمجھ لے

او چو فرعون ست در قحط آنچنان
وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے
پیشِ موسیٰ سر نہد لابہ کنان
(جو) موسیٰ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد او طاغی شود
جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے
خر چو بار انداخت اِسکیزہ زند
گدھے نے جب بوجھ اُتار دیا، دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں رفت پیش
پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے
کارِ او از آہ و زاریہای خویش
اُس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا[2] مردے کہ در شہرے بود
سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے
یک زماں کش چشم در خوابے شود
تھوڑی دیر جب اُس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر بیند او پُر نیک و بد
وہ دوسرا شہر بھلے اور بُرے سے بھرا دیکھے گا
ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود
اُس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہرِ نو
میں وہاں رہا ہوں، یہ نیا شہر
نیست آنِ من درینجا ام گرو
میرا نہیں ہے، میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او
بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اُس سے وابستہ ہے
ہم دریں شہرش بُد ابداع و خو
اِسی شہر میں اُس کی پیدائش اور (رہائش کی) عادت تھی

چہ عجب[3] گر روح موطنہای خویش
کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو
کہ بُدستش مسکن و میلاد پیش
جو پہلے اُس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب
یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے
می فرو پوشد چو اختر را سحاب
(اسکو) ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را
تو نے نیند کو کئی بار آزمایا ہے
خوابِ دنیا را ہماں بیں زابتلا
آزمائش سے دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

---

[1] آتش۔ یعنی مجاہدات کی گرمی۔ مجاعت۔ بھوک۔ آہن سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ گر بگرید۔ نفس کی آہ و زاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیئے۔ لابہ کناں۔ بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر۔ نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اُس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔

[2] سالہا۔ نفس کو بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیامگاہ کو بُھلا دیتا ہے۔ شہرِ دیگر۔ خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ بل۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ سے اسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اس پر تعجب نہ کرو۔ ایں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہے اور خواب اصلی وطن کو بُھلا دیتی ہے۔ چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اسی پر دنیا کو قیاس کر لو۔

خاصہ[1] چندیں شہرہا را کوفتہ — گردہا از درگہ او نا روفتہ
خصوصاً (جبکہ اس نے) بہت شہروں کو روندا ہو — اُسکے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا — دل شود صافی و بیند ماجرا
سخت کوشش نہ کئے ہوئے ہے کہ — دل صاف ہو جائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

سر بروں آرد دلش از بحرِ راز — اوّل و آخر بہ بیند چشمِ باز
راز کے سمندر سے اُس کا دل سر اُبھارے — کُھلی آنکھ اوّل اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی از ابتدائے خلقت
ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد — وز جمادی در نباتی اُوفتاد
پہلے وہ (درجہ) جماد کی اقلیم میں آئی — اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آئی

سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز جمادی یاد ناورد از نبرد
سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی — اور سرکشی کیوجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلا دیا

وز نباتی[2] چوں بحیوانی فتاد — نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد
اور نباتی (اقلیم) جب حیوانی (اقلیم) میں آئی — اُس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں — خاصہ در وقتِ بہار و ضیمراں
سوائے اُس میلان کے جو اس کی جانب ہے — خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں — سرِّ میلِ خود نداند در لباں
جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان — کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مفرطِ ہر نو مرید — سوئے آں پیرِ جوانِ بختِ مجید
جیسا کہ ہر نئے مرید کا بڑھا ہوا میلان — بزرگ جواں نصیبہ والے پیر کی جانب

جزوِ[3] عقلِ ایں از آں عقلِ کل ست — جنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل ست
اِسکی جزوی عقل اُسی کُلی عقل سے ہے — اس سایہ کی حرکت اُسی پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو — پس بداند سرِّ میل و جستجو
اُس کا سایہ بالآخر اُسمیں فنا ہو جاتا ہے — تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

ل خاصہ۔ روح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کئے ہیں اور وہ اِس کے شہر میں رہے ہیں۔ گردہا۔ پھر تم نے اپنے قلب کو صفا نہیں رکھا اگر اسکو مجاہدات کے ذریعہ مُصفّٰی کر لیتے تو وہ روح کے پرانے واقعات تمھیں دکھا دیتا۔ سر بروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اُس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔... وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی رہا کیا۔ عرصہ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اُسکو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

ل۲ وز نباتی۔ پھر روح جب نبات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اسکو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہماں۔ ہاں صرف اِس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور ناز بو کے پھولنے کے وقت اُسکی طرف میلان کرتی ہے یہ اُس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہمچو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اُس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میل مفرط۔ نئے مرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے لیکن وہ اُس میلان کا سبب نہیں سمجھتا ہے ——

ل۳ مجزو۔ اب مرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہوا اور شیخ شاخِ گل ہو۔ سایہ اش۔ ایک وقت وہ آئیگا کہ یہ مرید فنافی الشیخ کا مقام حاصل کریگا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

سایۂ¹ شاخِ درخت اے نیک بخت — کے بجنبد گر نجنبد این درخت

اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ — کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

باز از حیواں سوی انسانیش — می کشد آں خالقے کہ دانیش

پھر اُسکو حیوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب — وہ اللہ (تعالیٰ) اُس کو کھینچتا ہے جس کو تو واقف ہے

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت — تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت

وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک چلتی رہی — یہاں تک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہوگئی

عقلہای اولیش یاد نیست — ہم ازیں عقلش تحول کردنیست

اُس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں — اِس عقل سے بھی اُس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد زیں عقلِ پُر حرص و طلب² — صد ہزاراں عقل بیند بو العجب

تاکہ اِس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے — وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خفتہ گشت و شد ناسی ز پیش — کے گذارندش دراں نسیانِ خویش

اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے — وہ اُس کو اُس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند — تا کند بر حالتِ خود ریشخند

اُس کو پھر اُس کی نیند سے بیدار کر دینگے — تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اُڑائے

گرچہ غم بود آنکہ می خوردم بخواب — چوں فراموشم شد احوالِ صواب

اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اُٹھایا — مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال — فعلِ خواب است و فریب است و خیال

میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار رہونا؟ — خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں³ دنیا کہ حلمِ نائم ست — خفتہ پندارد کہ ایں خود دائم ست

اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونیوالے کا خواب ہے — سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا بر آید ناگہاں صبحِ اجل — وارہد از ظلمتِ ظن و دغل

یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آجاتی ہے — اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اش گیرد ازیں غمہای خویش — چوں بہ بیند مستقر و جای خویش

اُس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے — جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہر چہ اندر خواب بینی نیک و بد — روزِ محشر یک بیک پیدا شود

تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور بُرا دیکھتا ہے — قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہوجائیگا

---

¹ سایہ۔ اگر درخت کی شاخ حرکت نہ کرے تو سایہ حرکت نہیں کر سکتا۔ باز از حیواں۔ اللہ تعالیٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہمچنیں۔ غرضیکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اِس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحبِ عقل ہوگئی ہے۔ عقلہای۔ روح اپنی گذشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اُس کی اِس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہوگی۔

² تا رہد۔ روح کو اِس دُنیاوی حریص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے تب اُس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہوجائیں گی۔ گرچہ۔ اگرچہ انسان خواب کی حالت میں اپنے واقعات بھول جاتا ہے لیکن وہ لامحالہ بیدار ہوتا ہے اور پھر خواب کے واقعات کی ہنسی اُڑاتا ہے۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اُس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

³ ہمچنیں۔ دنیادار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی دراصل زندگی ہے۔ تا بر آید۔ جب موت آتی ہے تو اُس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہر چہ۔ دنیا کی زندگی میں جو بُرائی یا اچھائی کی ہے وہ قیامت میں سامنے

آنچہ کردی اندریں خوابِ جہاں
تونے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے

گرددت ہنگام[1] بیداری عیاں
تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہوجائیگا

تا نہ پنداری کہ ایں بد کردنیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بد کرداری

اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی

روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنیوالے!

گریہ و درد و غم و زاریِ خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو

شادمانی داں بہ بیداریِ خود
اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!

گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اُٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خوہائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر

می دراننداز غضب اعضائے تو
غصہ سے تیرے اعضاء کو پھاڑے گی

خوں نخسپد بعدِ مرگت در قصاص
قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون سو نہ جائیگا

تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سازیست
یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے

پیشِ زخمِ آں قصاص ایں بازیست
اُس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب خواندست دنیا را خدا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے

کایں جزا لعبست پیشِ آں جزا
کیونکہ یہ بدلہ اُس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں جزا[3] تسکینِ جنگ و فتنہ است
یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے

آں چو اخصا ست و ایں چوں ختنہ است
وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہو

ایں سخن پایاں ندارد موشیا
اے موشی! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ہیں رہا کن آں خراں را در گیا
ہاں اِن گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند
تاکہ سب اُس عمدہ گھاس سے موٹے ہوجائیں

ہیں کہ گرگانند ما را خشم مند
خبردار! ہمارے بھیڑیئے غصہ میں ہیں

[1] ہنگامِ بیداری یعنی قیامت کے وقت۔ تا نہ پنداری۔ انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس دنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اسکی تعبیر قیامت میں سامنے آجائیگی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہوگی تو آخرت میں اُس کی تعبیر خوشی ہوگی، خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائیگا وہ آخرت میں بھیڑیا بنکر اُٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بُری عادتیں آخرت میں بھیڑیئے بنیں گی اور خود اُس کے اعضاء کو پھاڑیں گی۔ خون۔ اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئیگا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔ ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملیگی بلکہ دنیا والا بدلہ اُس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔ زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا اِنتقام آخرت کے اِنتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔

[3] ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ و فساد فرو کرنے کے لئے لیا گیا ہے۔ اِس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونوں کو دنیا کے مزے اُڑا لینے دو۔ تاہمہ۔ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیئے بھوک سے غصہ میں ہیں تو ان کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اند و نالاں اند و از حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہو

کہ روزیہای ما را فربہ گرداں زود بما رساں کہ ما را صبر نماند

کہ ہماری خوراک کو موٹا بنادے اور جلد ہمارے پاس پہنچادے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہوگیا ہے

نالۂ گرگانِ خود را مُوقنیم ۔۔۔ ایں خراں را طعمۂ ایشاں کنیم

ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے ۔۔۔ ہم اِن گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں را کیمیای خوش دمی ۔۔۔ از لبِ تو خواست کردن آدمی

اِن گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے ۔۔۔ تیرے ہونٹ سے، اُن کو آدمی بنانا چاہا

تو بسے کردی بدعوت لُطف و جُود ۔۔۔ آں خراں را طالع و روزی نبود

تو نے دعوت (دینے) میں بہت مہربانی اور سخاوت کی ۔۔۔ اُن گدھوں کا نصیبہ اور مقدر نہ تھا

پس فرو پوشاں لحافِ نعمتی ۔۔۔ تا بَرد شاں زود خوابِ غفلتی

تو اُن کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھادے ۔۔۔ تاکہ غفلت کی نیند اُن کو جلد سُلادے

تا چو بجہند از چنیں خواب ایں رَدہ ۔۔۔ شمع مُردہ باشد و ساقی شُدہ

تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہو ۔۔۔ شمع گُل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو

داشت طُغیاں شاں تُرا در حیرتے ۔۔۔ پس بنوشند از جزا ہم حسرتے

اُن کی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کردیا ہے ۔۔۔ تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تاکہ عدلِ ما قدم بیروں نہد ۔۔۔ در جزا ہر زشت را درخور دہد

تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہوجائے ۔۔۔ ہر بُرے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندیدندش فاش ۔۔۔ بُود با ایشاں نہاں اندر معاش

کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے ۔۔۔ وہ زندگی میں اُن کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں خرد با تُست مُشرف بر تنت ۔۔۔ گرچہ زو قاصر بُود ایں دیدنت

جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہو ۔۔۔ اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اُس سے عاجز ہے

نیست قاصر دیدنِ او اے فلاں ۔۔۔ از سکون و جُنبشت در امتحاں

اے فلاں! اُس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے ۔۔۔ تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز ۔۔۔ با تُو باشد در سکون و نقل نیز

تو تعجب کیا ہے؟ اگر اُس عقل کا پیدا کرنے والا بھی ۔۔۔ تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

۱ـہ نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیئے بھوک سے فریاد کررہے ہیں مجھے اِن کو اُن کی خوراک بنانا ہے۔ ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے اُنکو آدمی بنانا چاہا لیکن اُن کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا۔ پس فرو۔ اُن پر نعمت کا لحاف اُڑھادو تاکہ یہ غفلت کی نیند سوجائیں۔

۲ـہ تا چو۔ جب اِس غفلت سے بیدار ہونگے تو مجلس ختم ہوچکی ہوگی نہ شمع ہوگی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اُٹھانے کا وقت نہ رہیگا۔ داشت۔ اُن کی سرکشی تمہارے لئے حیران کُن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ۔ ہمارے انصاف کا تقاضہ ہوگا کہ ہم اُن کو اُنکے بُرے اعمال کی بُری سزا دیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا اُن کے ساتھ تھا۔

۳ـہ چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہو اور وہ اُس کے ساتھ ہوتی ہیں، انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔ نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے چہ عجب۔ جب نظر نہ آنیوالی عقل تیرے ساتھ ہے تو اگر اسیطرح اسکا خالق خدا بھی ساتھ ہو تو کیا تعجب ہے۔

از خرد[1] غافل شود بر بد تند
عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے
بعد ازاں عقلش ملامت میکند
اُس کے بعد اُس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شُدی غافل ز عقلت عقل نے
تو اپنی عقل سے غافل بنا، عقل نہ بنی
کز حضورستش ملامت کردنے
کیونکہ اُس کا ملامت کرنا اُسکی موجودگی کی دلیل ہے

گر نبودے حاضر و غافل بُدے
اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی
در ملامت کے ترا سیلی زدے
ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور ازو غافل نبودے نفسِ تو
اگر تیرا نفس اُس سے غافل نہ ہوتا
کے چناں کردے جنون و نفسِ تو
تو تیرا پاگل پن اور گرمی کب ایسا کرتی؟

پس ترا[2] عقلت چو اصطرلاب بود
تو تیری عقل اصطرلاب کی طرح ہے
زاں بدانی قربِ خورشیدِ وجود
تو اُس سے، وجود کے سورج کی نزدیکی جانی لے

قربِ بیچون ست عقلت را بتو
تیری عقل کا تجھ سے قرب، بے کیف ہے
نیست از پیش و پس و سفل و علو
جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قربِ بیچون چوں نباشد شاہ را
تو شاہ کا قرب، بے کیف کیوں نہ ہوگا؟
کہ نیابد بحثِ عقل آں راہ را
کیونکہ عقل کی بحث اُس کا راستہ نہیں پاتی ہو

نیست آں جنبش کہ در اصبع ترا ست
وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے
پیشِ اصبع یا پسش یا چپ و راست
انگلی کے آگے یا اُسکے پیچھے یا بائیں اور دائیں ہے

وقتِ خواب[3] و مرگ ازوے میرود
موت اور نیند کے وقت وہ اُس سے چلی جاتی ہو
وقتِ بیداری قرینش می شود
بیداری کے وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے

از چہ رہ می آید اندر اصبعت
وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟
کاصبعت بے اُو ندارد منفعت
کیونکہ تیری انگلی اُس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہو

نورِ چشم و مردمک در دیدہ ات
آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں
از چہ رہ آمد بغیرِ شش جہت
بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آتا ہے

عالمِ خلق ست [illegible] جہات
[illegible] جہا[illegible]
عالمِ خلق جانب اور جہتوں والا ہے
بے جہت داں عالمِ امر و صفات
عالمِ امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

[1] از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اُس کو ملامت کرتی ہے۔ کز حضور۔ عقل کا ملامت کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ور۔ اس غلط کا کرنا اس کی دلیل ہے کہ تو اس وقت عقل سے بیگانہ نہ تھا۔

[2] پس ترا۔ تیری عقل، حضرت حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اُس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشیدِ وجود۔ حق تعالیٰ۔ بیچون۔ یعنی بے کم و کیف، عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قربِ بیچون۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے اُس کا قرب بھی ان کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف و کم کے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں انگلی کی حرکت کو انگلی سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔

[3] وقتِ خواب۔ انسان کے سونے میں اُس [illegible] انگلی [illegible] کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت آجاتی ہو۔ از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت انگلی میں کونسی طرف سے آتی ہے۔ نورِ چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم ہو جو مادی اور زمانی ہو وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالمِ امر وہ عالم ہو جسکی پیدائش لفظ کُن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالمِ امر مادہ اور جہت سے منزہ ہے تو آمر یعنی حضرت حق تعالیٰ جنہوں نے وہ کلمہ کُن فرمایا ہو بدرجہ اولیٰ جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔

بے جہت داں عالمِ امر اے صنم
بے جہت ہم باشد آمر لاجرم

اے صنم! عالمِ امر کو بے جہت سمجھ
لامحالہ امر کرنے والا بھی بے جہت ہوگا

بے جہت بُد عقلِ۱ و علام البیاں
عقل تر از عقل و جان تر ہم ز جاں

عقل بے جہت تھی اور بیان کا جان کار
عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

بے تعلق نیست مخلوقے بدو
آں تعلق ہست بیچوں اے عمو

کوئی مخلوق اُس سے بے تعلق نہیں ہے
اے بچا! وہ تعلق بلا کیف ہے

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں
غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں

کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے
گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

غیرِ فصل و وصل پے بُرد از دلیل
لیک پے بُردن نہ بشناسد علیل

دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا
لیکن پتہ لگانا، بیمار نہیں جانتا

پے۲ پیاپے می بَرد از دوریٔ اصل
تا رگِ مردیت آرد سوئے وصل

پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا
تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

ایں تعلق را خرد چوں پے بَرد
بستۂ فصل است و وصل است ایں خرد

عقل اِس تعلق کا کیسے پتہ لگائے؟
یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

زیں وصیت کرد ما را مصطفیٰؐ
بحث کم جوئید در ذاتِ خدا

اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے ہمیں وصیت کی ہے
کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

آنکہ در ذاتش تفکر کردنیست
در حقیقت آں نظر در ذات نیست

جو غور و فکر اُس کی ذات میں کرتا ہے
حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

ہست۳ آں پندارِ او زیرا براہ
صد ہزاراں پردہ آمد از الٰہ

یہ (محض) اُس کا خیال ہے، کیونکہ راستہ میں
خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

ہر یکے در پردہ موصول جوست
وہم او آنست کاں عینِ خود اوست

ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے
اُس کا خیال یہ ہے کہ وہ اُس کا عین ہے

پس پیمبر دفع کرد ایں وہم ازو
تا نباشد در غلط سودا پزِ او

تو پیغمبرؐ نے اُس سے اِس وہم کو دفع کر دیا
تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانیوالا نہ بنے

۱ے عقل۔ عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیسے جہت سے پاک نہ ہوگا۔ بے تعلق۔ مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال و گمان وصل اور فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔ غیرِ فصل۔ ہماری بیان کردہ دلیل سے پتہ لگالے کہ اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتہ نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بنشاند غلیل" ہے اسکے معنی یہ ہونگے محض پتہ لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جبکہ مشاہدہ حاصل ہو جائے گا۔

۲ے پے پیاپے۔ اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذاتِ خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اسکو وصل کی طرف لے جائیگی۔ ایں تعلق۔ جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتہ نہیں لگا سکتی۔ زیں۔ چونکہ عقل اسکو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی اللّٰہِ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو۔ آنکہ۔ کیونکہ ذات کا تصور ناممکن ہے لہٰذا اسمیں تفکر بھی ناممکن ہے ——— ۳ے ہست۔ ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں۔ ہر یکے۔ ذات میں غور کرنیوالا کسی پردے سے وابستہ ہوگیا ہے اور اسی کو اللہ کی ذات کا عین سمجھ لیا ہے۔

[۱] زانکہ اندر وہمِ اُو ترکِ ادب — بے ادب را سرنگونی داد رب

کیونکہ اُس کے وہم میں (پڑنا) ادب کو چھوڑنا ہے — (اور) اللہ تعالےٰ نے بے ادب کو اوندھا پن دیا ہے

سرنگونی آں بُود کو سوئے زیر — می رود پندارد اُو کو ہست چیر

اوندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو — جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہو کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِ مست باشد ایں چُنیں — کُو نداند آسماں را از زمیں

کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے — کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کرسکتا ہے

در عجبہائش بفکر اندر روید — از عظیمی وز مہابت گم شوید

اُس کے عجائب میں غور کرو — عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کُنید — حدِ خود دانید آنگہ تن زنید

جب تم اُس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے — اپنا مرتبہ جان لوگے (اور) اُسوقت خاموش ہو جاؤ گے

[۲] جز کہ لا احصی نگوید اُو ز جاں — کز شمار و حد بیرون ست آں

وہ دل سے سوائے اِسکے کچھ نہ کہیگا کہ میں شمار نہیں کرسکتا — کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے

چوں بیانش بیحد ست اے بوالہوس — بحث کم کُن پیش ازیں کم زن نفس

اے بوالہوس! چونکہ اُس کا بیان لا محدود ہے — بحث نہ کر اُس سے آگے سانس نہ لے

[۳] رفتنِ ذو القرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے قاف از عظمتِ صفاتِ حق تعالیٰ شمہ با ما بگو و جواب او کہ صفتِ عظمتِ حق تعالےٰ بہ تقریر در نیاید و لا بہ کردنِ ذو القرنین کہ ازانچہ تواں گفت و بخاطر داری شمہ بگو

حضرت ذو القرنین کا کوہِ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف! اللہ تعالےٰ کی صفات کی عظمت کچھ تھوڑی سی ہمیں بتا دے اور اُس کا جواب دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آسکتی اور ذو القرنین کی خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جاسکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتا دے

رفت ذو القرنین سوئے کوہِ قاف — دید کہ را کز زمرد بُود صاف

ذو القرنین کوہ قاف کی جانب گئے — انھوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے (زیادہ) صاف تھا

[۱] دانکہ۔ ذاتِ خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی۔ اوندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حدِ مست۔ مست کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کرسکتا۔ در عجبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیئے اور اُس کی عظمت اور ہیبت میں گم ہو جانا چاہیئے۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کُھل جائیگی اور خاموشی اختیار کرو گے۔

[۲] جز کہ۔ اب تم یہ کہو گے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ چوں بیانش۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ اُسکی تعریف کا بیان ختم نہ ہونیوالا ہے لہٰذا اِس میں بحث ختم کردینی چاہیئے اور خاموشی اختیار کرلینی چاہیئے۔

[۳] رفتن۔ حضرت ذو القرنین اور کوہ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصافِ باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذو القرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام سکندر تھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گزرا ہے۔ کوہ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے فرضی افسانے مذکور ہیں۔

گردِ عالم حلقہ گشتہ آں محیط[۱] — ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط

وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہے — اُس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگر ہا چیستند — کہ بہ پیشِ عظمِ تو بازایستند

اُنھوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟ — کہ تیری بڑائی کے سامنے جیسے

گفت رگہای من اند آں کوہہا — مثلِ من نبوند در حُسن و بہا

اُس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں — وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہر شہرے رگے دارم نہاں — بر عُروقم بستہ اطرافِ جہاں

ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے — دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

[۲]حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا — امر فرماید کہ جنباں عرق را

جب اللہ تعالےٰ کسی شہر میں زلزلہ لانا چاہتا ہے تو مجھے — حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے

پس بجنبانم من آں رگ را بقہر — کہ بداں رگ متصل گشتست شہر

میں غصہ سے اُس رگ کو ہلا دیتا ہوں — جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

چوں بگوید بس، شود ساکن رگم — ساکنم وز روی فعل اندر تگم

جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہوجاتی ہے — میں بظاہر ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے مصروف ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن — چوں خرد ساکن وز و جنباں سخن

جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگذار ہے — جیسے کہ عقل ساکن ہے اور بات اسکی وجہ سے حرکت

[۳]نزدِ آں کس کہ نداند عقلش ایں — زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں

جس کی عقل اِس کو نہیں سمجھتی ہے اُسکے نزدیک — زلزلہ، زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبود بداں — زامرِ حق ست و ازاں کوہِ گراں

سمجھ نے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں — اللہ (تعالےٰ) کے حکم اور اُس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ آنکہ مورے بر کاغذی رفت نوشتنِ قلم دید قلم را ستودن

اِس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اُس نے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بیں بود گفت ستایشِ انگشتاں

کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اُس نے کہا انگلیوں کی

راکن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشمِ او

تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر اُن کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

۱؎ محیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ گفت۔ ذوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں اُن پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے رگہا۔ کوہ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جڑ اور اصل یکساں نہیں ہوتی اسلئے تم اُن کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔ بہر شہرے۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔

۲؎ حق۔ جب اللہ تعالےٰ کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیدیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اُس شہر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب مجھے رُکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہوجاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام میں میری تگ و دو جاری ہے۔ ہمچو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔

۳؎ نزدِ آں کس۔ جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہِ قاف ہے۔ بداں۔ اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کہ عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔

تیز تر بود گفت من ستایشِ بازو کنم کہ انگشتاں فرعِ وے اند

تیز نہیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اُس کی فرع ہیں

مورکے[۱] بر کاغذے دید اُو قلم　　**گفت با مورِ دگر ایں راز ہم**

ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا　　اُس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کِلک کرد　　**ہمچو ریحان و چو سوسن زار و ورد**

کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں　　جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور　　**ویں قلم در فعل فرع ست و اثر**

اُس چیونٹی نے کہا، اُنگلی کارگذار ہے　　یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مورِ سوم[۲] کز بازو است　　**کاصبعِ لاغر نہ زورش نقش بست**

تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے　　کیونکہ کمزور اُنگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے　　**مہترِ موراں فطن بود اندکے**

(بات) اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ　　چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی

گفت کز صورت مبینید ایں ہنر　　**کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر**

اُس نے کہا اِس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو　　کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا　　**جز بعقل و جاں نجُنبد نقشہا**

جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے　　عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بود اُو کہ آں عقل و فواد　　**بے ز تقلیبِ خدا باشد جماد**

وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل　　خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں

یک زماں[۳] از وے عنایت بر کند　　**عقلِ زیرک ابلہیہا می کند**

تھوڑی دیر کیلئے وہ اُس پر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے　　ذہین عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

باز التماس کردنِ ذوالقرنین از کوہِ قاف و بیانِ عجائبِ ثنای حق

ذوالقرنین کا دوبارہ کوہِ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہِ قاف دُرِ نطقِ سُفت　　**چونکش گویا یافت ذوالقرنین گفت**

جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرو دیا　　چونکہ ذوالقرنین نے اُس کو بولتا پایا تو کہا

کاے سخنگوی خبیر راز داں　　**از صفاتِ حق بکن با من بیاں**

اے بولنے والے، باخبر، راز داں!　　اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کرے

---

۱ مورکے۔ مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ راز۔ یعنی قلمکاری دیکھنا۔ کِلک۔ قلم۔ ریحان۔ نازبو، ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے۔ وَرد۔ گلاب۔ اِصبع۔ اِس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔

۲ مورِ سوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فَطِن۔ سمجھدار۔ صورت۔ اِس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں، رُوح ہے۔ صورت۔ جسم، روح کا ایک لباس اور آلہ ہے نقش، عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اِس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔

۳ یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کے لئے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقل کے کام کرنے لگتی ہے۔ چونکہ، جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اُس سے درخواست کی۔ کاے۔ اے کوہِ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اُس کی صفات سے آگاہ کر دے۔

گفت[۱] رَو کاں وصف زاں ہا برتر ست | کہ بیاں بَروے تواند بُرد دست
اُس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اِس سے بالاتر ہے | کہ بیان اُس پر قابو پا سکے

یا قلم را زہرہ باشد کہ بسر | بر نویسد بر صحائف زاں خبر
یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے | وہ صحیفوں میں اُس کی بابت لکھ دے

گفت کمتر داستانے باز گو | از عجبہای حق اے حبر نکو
اُنھوں نے کہا تھوڑی سی داستان سُنا دے | اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالِم!

گفت اینک دشتِ سیصد سالہ راہ | کوہہای برف پُر کردہ ست شاہ
اُس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل | شاہ نے اُس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ[۲] بر کہ بے شمار و بے عدد | میرسد در ہر زماں برفش مدد
پہاڑ بالائے پہاڑ، بے شمار اور اَن گنت | ہر وقت اُن کو برف کی مدد پہنچتی ہے

کوہ برفے می زند بر دیگرے | می رساند برف سردی تا ثرے
برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے | برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ برفے می زند بر کوہِ برف | دمبدم زانبارِ بیحد و شگرف
برف کا پہاڑ، برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے | ہر وقت بے حد اور عجب بوجھ سے

گر نبودے اینچنیں وادی شہا | تَفِّ دوزخ محو کردے مَر مرا
اے بادشاہ! اگر اِس طرح کا جنگل نہ ہوتا | دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہای برف داں | تا نسوزد پردہای عاقلاں
غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ | تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پُھنک جائیں

گر نبودے عکسِ[۳] جہلِ برف باف | سوختے از نارِ شوق آں کوہِ قاف
اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا | تو عشق کی آگ سے وہ کوہِ قاف جل جاتا

آتش از قہرِ خدا خود ذرہ ایست | بہرِ تہدیدِ لئیماں دِرہ ایست
(جہنم کی) آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرّہ ہے | وہ لیموں کو ڈرانے کے لئے دُرّہ ہے

باچنیں قہرے کہ زفت و فائق ست | بردِ لطفش بیں کہ بروے سابق ست
ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود | اُسکے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اُس سے آگے ہے

سبقِ بیچون و چگونہ معنوی | سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
یہ آگے ہونا بغیر کیف اور کیفیت کے معنوی ہے | تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونیوالا اور پیچھے رہجانے والا دیکھا

۱ گفت۔ کوہِ قاف نے کہا اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ نہ قلم میں یہ طاقت ہے کہ اُن کو تحریر کر سکے۔ حبر۔ بڑا عالِم۔ گفت۔ کوہِ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے اِس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اُس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔

۲ کوہ۔ اِس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے برف کے پہاڑ جمع کر دیئے ہیں۔ گر نبودے۔ اِس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اِس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق اُن کو جلا ڈالتا۔

۳ عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہِ قاف کے لئے کر رہے ہیں۔ آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اسقدر بیان ہوا اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرہ ہے۔ باچنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اِس حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سبق۔ رحمت کی غضب پر حسّی سبقت نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ

یعنی ارادات باری تعالیٰ کے متعلقات سابق اور مسبوق ہونا یہ سب حق کی صفت ہے

گر ندیدی آں بُود از فہمِ پست — کہ عقولِ خلق زاں کان یک جوست
اگر تو نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے — کیونکہ مخلوق کی عقلیں اُس کان (میں) ایک جَو کے برابر ہیں

عیب بر خود نہ نہ بر آیاتِ دیں — کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں
اپنا عیب سمجھ، نہ دین کی آیتوں کا — دین کے آسمان پر یہ مٹی میں سنا پرندہ کب پہنچ سکتا ہے؟

مرغ را جولاں گہِ عالی ہواست — زانکہ نشو او ز شہوت وز ہواست
(تیرے) پرندکی بلند پروازگاہ، فضا ہے — کیونکہ اُس کا نشو (ونما) شہوت اور نفسانی خواہش ہے

پس تو حیراں باش بے لا و بلے — تا ز رحمت پیش آید محملے
بس تو حیران رہ، بغیر "نہیں" اور "ہاں" کے — تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آ جائے

چوں ز فہم ایں عجائب کودنی — گر بلے گوئی تکلف می کنی
جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے — اگر تو "ہاں" کہے، تکلف برتے گا

ور بگوئی نے زند نے گردنت — قہر بر بندد بداں نے روزنت
اگر تو "نہیں" کہیگا "نہیں" تیری گردن کاٹ دیگی — اس "نہیں" سے قہر تیرا روزن بند کر دے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس — تا درآید نصرِ حق از پیش و پس
تو اسی طرح بس حیران اور سرگشتہ رہ اور بس — تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی مدد آگے اور پیچھے سے آ جائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا — با زبانِ حال گفتی اِہدِنَا
جبکہ تو حیران ہوگا اور ناچیز اور فنا — زبانِ حال سے تو "ہمیں ہدایت دے" کہے گا

زفت زفت ست و چو لرزاں می شوی — می شود آں زفت نرم و مستوی
بُرا بُرا ہی ہے اور جب تو لرز گیا — وہ بڑا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ شکلِ زفت بہرِ منکرست — چونکہ عاجز آمدی لطف و برست
کیونکہ بُری شکل منکر کے لئے ہے — جبکہ تو عاجز ہو گیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودنِ جبرئیلؑ خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیلؑ کا اپنے آپ کو اپنی اصلی صورت پر

وازہفتصد پرِ او چوں یک پر ظاہر شد اُفق را بگرفت و

ظاہر کرنا اور اُن کے سات سَو پَروں میں سے جب ایک پَر ظاہر ہوا اُس نے

آفتاب محجوب شد

آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

لہ گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اُنکی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ مرغ۔ پرندکی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے۔ پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اُس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمتِ خداوندی دستگیری کریگی۔ گر بلی۔ اگر بے سمجھے بوجھے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔

لہ ور بگوئی۔ اگر انکار کریگا تو تجھ پر قہرِ خداوندی نازل ہوگا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آ جائیگی۔ چونکہ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرما دے۔ زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آ جاتے ہیں۔

لہ زانکہ کسی حقیقت کی بُری صورت منکر کیلئے ہوتی ہے چونکہ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بُری صورت بھلی بنجاتی ہے۔ نمودن۔ اس قصہ سے

مصطفیٰؐ می گفت پیشِ جبرئیل — کہ چنانکہ صورتِ تُست اے خلیل

مصطفیٰؐ نے جبرئیلؑ سے کہا — اے دوست! جیسی تیری اصلی صورت ہے

[1] مر مرا بنمای محسوس آشکار — تا بہ بینم مر ترا نظّارہ وار

مجھے واضح (اور محسوس کرکے) دکھا دیجئے — تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنیوالے کی طرح دیکھ لوں

گفت نتوانی و طاقت نبوَدت — حس ضعیف ست و تُنُک سخت آیدت

انہوں نے کہا آپ دیکھ سکیں گے اور آپ کو تاب نہ ہوگی — حس (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے، آپکو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند این جسد — تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد

آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ جسم دیکھے — کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی راہست حسِ تن سقیم — لیک در باطن یکے خلقِ عظیم

آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے — لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

[2] بر مثالِ سنگ و آہن این تنہ — لیک ہست اُو در صفت آتش زنہ

یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے — لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار — زاد آتش زیں دُو والد قہر بار

پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے — قہر ڈھانے والی آگ ان دُو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش دستکارِ وصفِ تن — ہست قاہر بر تنِ اُو شعلہ زن

پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہے — وہ شعلہ زنی سے اس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلۂ ابراہیم وار — کہ ازو مقہور گردد برجِ نار

پھر بدن میں (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح شعلہ ہے — کہ اس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر برآری از درونت آتشے — آتشت گردد مطیع و دلخوشے

اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے — آگ تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

[3] لاجرم گفت آں رسولِ ذو فنون — رمزِ نحنُ الآخِرُونَ السّابِقُون

لامحالہ اس صاحبِ کمالات رسولؐ نے فرمایا — اشارہ، ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہر آیں دو بسندانے زبوں — در صفت از کانِ آہنہا فزوں

بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں — صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھکر ہیں

---

[1] مر مرا۔ آنحضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ اپنی اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اس کا نظارہ کروں۔ گفت۔ انہوں نے کہا کہ جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اس نظارہ کی تاب نہ لاسکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ این جسد۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روحِ انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔

[2] بر مثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہے جو قہر ڈھا دیتی ہے۔ باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسمِ انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اس آگ کے کرے پر غالب آجاتی ہے۔

[3] لاجرم۔ آنحضورؐ نے اپنی امت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اس سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے اس کو ان سے سابق بتایا۔ ظاہر۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن ان سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گلا دیتی ہے۔

پس بصورت آدمی فرعِ جہاں — در صفت اصلِ جہاں ایں را بداں
پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے — صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

ظاہرش را پشۂ آرد بچرخ — باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ
اس کے ظاہر کو ایک مچھر بچھا دیتا ہے — اس کا باطن ساتوں آسمانوں کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے — ہیئتے کہ کُہ شود زاں مندکے
جب انھوں نے اصرار کیا انھوں نے دکھادی تھوڑی سی — وہ ہیئت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہوجائے

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را — از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰؐ
ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا — مصطفیٰؐ خوف سے بے ہوش ہو گئے

چوں زبیم و ترس بیہوشش بدید — جبرئیلؑ آمد در آغوشش کشید
جب انھوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا — جبرئیلؑ آئے ان کو بغل میں لیا

آں مہابت قسمتِ بیگانگاں — واں تجشّم دوستاں را رائگاں
وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے — اور وہ محبت، شفقت دوستوں کیلئے ہے

ہست شاہاں را زمانے برنشست — ہولِ سرہنگاں و صارم ہا بدست
جلوس کے وقت بادشاہوں کے لئے ہے — سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دُور باش و نیزہ و شمشیر ہا — کہ بلرزند از مہابت شیرہا
دوشاخہ اور نیزہ اور تلواریں — کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاووشاں و آں چوگان ہا — کہ شود سست از نہیبش جانہا
نقیبوں کی آواز اور ڈنڈے — کہ ان کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عامِ رہگذر — کہ کنند شاں از شہنشاہی خبر
یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے — تاکہ ان کو شہنشاہی سے آگاہ کردے

از برائے عام باشد ایں شکوہ — تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ
یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے — تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تا منی و ماہای ایشاں بشکند — نفسِ خود بیں فتنہ و شر کم کند
تاکہ ان کی خودی اور انانیت کو توڑ دے — متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہر زاں ایمن شود کاں شہریار — دارد اندر قہر زخم و گیر و دار
شہر اسی سے پرامن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ — غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

---

۱ پس۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہاں کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے۔ ظاہرش۔ انسان کا ظاہری جسم مچھر سے عاجز آجاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیر لیتی ہے۔ چونکہ۔ آنحضورؐ کے اصرار پر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت پر نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار۔ مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے۔ حضرت جبرئیلؑ کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔

۲ آں مہابت۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لئے ہوتی ہے۔ تجشّم۔ اظہار محبت۔ رائگاں۔ یعنی بغیر محنت کے۔ ہست۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں، خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔ برنشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ دو نیزہ جو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے عوام راستہ سے دور ہو جائیں۔ نہیب۔ خوف۔ ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ راستے کے عوام و خواص کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔

۳ تا منی و ما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خود بیں۔ متکبر۔ دارد۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس ہیبتِ شہ مانع آید زاں نحوس[1]

تو نفسوں میں ہوسیں مر جاتی ہیں اُس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

باز چوں آید بسوئے بزمِ خاص کے بُود آنجا مہابت یا قصاص

پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حلم بر حلم ست و رحمتہا بجوش نشنوی از غیر چنگ و نے خروش

بُردباری پر بُردباری ہوا اور شفقتیں جوش پر ہیں تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنیگا

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ

طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے خواص کیساتھ عیش کے وقت سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوانِ مُحاسب عام را واں پریرویاں گرفتہ جام را

بوجھ بجھ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا ویں شراب و نُقل در بزمِ صفا

زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں ہوتی ہے شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں (ہوتا ہے)

جوشن[2] واں خودِ مر چالیش راست ویں حریر و وردِ مر تعریش راست

زرہ اور خود، خاص جنگ کے لئے ہے اور ریشمین کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کیلئے ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد ختم کن واللہ اعلم بالرشاد

اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمدؐ آں حسے کاں غارب ست خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثرب ست

احمدؐ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانیوالی ہے اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست بے تغیر مقعدِ صدق اندر ست

وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

قابلِ[3] تغیر اوصافِ تن ست روحِ باقی آفتابِ روشن ست

تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں باقی رہنے والی روح روشن سورج کی طرح ہے

بے ز تغیرے کہ لا شرقیۃ بے ز تبدیلی کہ لا غربیۃ

(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ مشرقی ہے (وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

آفتاب از ذرہ کے بیہوش شد شمع از پروانہ کے بیہوش شد

سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟ شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟

[1] نحوس یعنی تکبر کی نحوست۔ باز۔ جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ حلم یعنی خاص مجلس میں بُردباری ہی بُردباری ہوتی ہے۔ طبل یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لئے ہے عیش و عشرت کی مجلس میں چنگ و رباب ہوتا ہے۔ ہست۔ محاسبہ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ سامانِ جنگ کے لئے ہوتا ہے عیش و عشرت کی مجلس میں نُقل و شراب چلتی ہے

[2] جوشن۔ زرہ۔ خود جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔ ایں سخن یعنی قہر و رحمت کی شان کا ذکر۔ اندر۔ اب پھر آنحضورؐ کی بیہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غارب۔ غروب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ۔ عظیم الخلق۔ یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ صفدر۔ صف شکن۔ مقعدِ صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔

[3] قابلِ تغیر۔ جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔ لا شرقیۃ۔ شرق و غرب عالمِ خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ آفتاب۔ آنحضورؐ مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیلؑ مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔

جسمِ احمدؐ را تعلق بُد بداں[1]
اس بے ہوشی سے احمدؐ کے جسم کا تعلق تھا
ایں تغیّر آن تن باشد بداں
سمجھ لے! تغیّر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد
جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد
جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد
روح ان باتوں سے پاک اور جُدا ہے

خود نتانم ور بگویم وصفِ جاں
میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف (بیان کروں)
زلزلہ اُفتد دریں کون و مکاں
تو کون و مکان میں زلزلہ آجائے

روبہش گر یک دمے آشفتہ بُود
اُنکی لومڑی اگر تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہو گئی تھی
شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بُود
یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بُود آں شیر کز خوابست پاک
وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے
اینت شیرِ نرم ساز و سہمناک
عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ سازد شیر خود را آنچناں
شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے
کہ تماشش مُردہ دانند ایں سگاں
کہ سب کُتّے اُس کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے
ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی
کو رُبودے از ضعیفے تر بُدے
کہ وہ کمزور سے تر بد بھی چھین سکتا

نقشِ[2] احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت
احمدؐ کا جسم اُس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا
بحرِ اُو از مہرِ کف پُر جوش گشت
اُنکا سمندر (روح) ید اللہ کی محبت میں پُر جوش ہو گیا

مہ ہمہ کف ہست مُعطی نور پاش
چاند عطا کرنیوالا، نور چھڑکنے والا مجسّم ہاتھ ہے
ماہ را گر کف نباشد گو مباش
اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کچھ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بکشاید آں پرِّ جلیل
احمدؐ اگر وہ عظیم پَر کھول دیں
تا ابد بیہوش ماند جبرئیل
تو جبرئیلؑ ہمیشہ کے لئے بیہوش ہو جائیں

چوں[3] گذشت احمدؐ ز سِدرہ و مَرصدش
جب احمدؐ سدرۃ (المنتہیٰ) اور اُسکی جگہ سے گذرے
از مقامِ جبرئیل و از حدش
جبرئیلؑ کے مقام اور اُنکی حد سے گزرے،

گفت اُو را کز پیَم آ و مایست
اُن (احمدؐ) نے اُن (جبرئیل) کو کہا میرے پیچھے آجاؤ اور نہ ٹھہرو
گفت رَو رَو زیں پس مرا دستور نیست
انھوں نے کہا جائیے اِسکے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

---

[1] جسم۔ آنحضورؐ کی یہ جسمانی بیہوشی تھی، رنجور۔ بیماری اور درد و رنج کا تعلق بھی جسم سے ہے۔ خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کئے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لاسکتا۔ روبہش یعنی آنحضورؐ کا جسم مبارک، شیرِ جاں۔ یعنی آنحضورؐ کی رُوحِ مبارک۔ خُفتہ بود۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے تنامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنامُ قَلْبِی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے، تو روحِ مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اُس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا خفتہ سازد۔ آنحضورؐ کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ تُرّبد۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مُراد ہے

[2] نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضورؐ کے جسم سے تھا اُ روح کا تغافل اِس وجہ سے تھا کہ وہ ید اللہ کی محبت میں پُر جوش تھی۔ مہ۔ اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسّم ہاتھ ہو کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اُنکی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ۔ حضرت جبرئیلؑ کے پَر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیلؑ آنحضورؐ سے افضل ہیں اسلئے کہ آنحضورؐ تو تھوڑی دیر کیلئے بیہوش ہوئے لیکن اگر وہ اپنے روحانی پَروں کو پھیلا دیں تو جبرئیلؑ ہمیشہ کیلئے بیہوش ہو جائیں ——

[3] چوں گذشت۔ اب آنحضورؐ کی حضرت جبرئیلؑ سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضورؐ کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃُ المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ اگر آگے بڑھوں گا تو میرے پَر تجلّی سے جل جائیں گے اور آنحضورؐ کی سیر اُس سے آگے تک ہوئی۔

گفت اُو را ہیں بپر اندر پیَم — گفت رَو رَو من حریفِ تو نیَم

انھوں نے اُن سے کہا ہاں میرے پیچھے اُڑ آیئے — انھوں نے کہا جایئے جایئے میں آپکا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت اُو را بیا اے پردہ سوز — من باوجِ خود نرفتستم ہنوز

انھوں نے اُن سے پھر کہا، اے پردہ سوز! آ جا — میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیرون زیں حد اے خوش فرِّ من — گر زنم پرّے بسوزد پرِّ من

انھوں نے کہا اے میرے اقبالمند! اس حد سے باہر — اگر میں پَر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرتؔ[1] اندر حیرت آمد زیں قصص — بیہُشیِ خاصگاں اندر اخص

اِن قصوں سے حیرت ہی حیرت ہے — خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہُشیہا جملہ اینجا بازی است — چند جانداری کہ جانؔ داری است

یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں — آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہو

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز — تو نہ پروانہ و نے شمع نیز

اے جبرئیلؑ! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے — تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کُند وقتِ فروز — جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز

شمع جب روشن ہونے کے وقت بُلائے — پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

ایںؔ[2] حدیثِ مُنقلب را گور کُن — شیر را بر عکس صیدِ گور کُن

اِس اُلٹی بات کو دفن کر دیجئے — شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کُن مُشکِ سخن پاشیت را — وا مکن انبانِ قلماشیت را

اپنی گفتگو کی مُشک پاشی کو بند کر دیجئے — "تو جو چاہے کہو" کے تھیلے کو نہ کھولیئے

آنکہؔ[3] بر نگذشت اجزاش از زمیں — پیشِ اُو معکوس قلماشیت ایں

جس شخص کے اجزاء زمین سے نہیں گزرے ہیں — "تو جو چاہے کہو" اُس کے لئے اُلٹا ہے

لَا تُخَالِفْهُمْ حَبِیْبِیْ دَارِهِمْ — یَا غَرِیْبًا نَازِلًا فِیْ دَارِهِمْ

اے میرے پیارے! مخالفت کر اُن کی مدارات کر — اے مسافر! جو اُن کے گھر مہمان ہے

اَعْطِ مَا شَاؤُا وَ رَامُوْا وَارْضِهِمْ — یَا ظَعِیْنًا سَاكِنًا فِیْ اَرْضِهِمْ

دے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں، اُنکو راضی رکھ — اے مسافر! اُن کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شہ و در نازِ خوش — رازیا بامرغزی می ساز خوش

جبتک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے — اے رے کے رہنے والے! مرغز کے رہنے والے سے اچھی نباہ

---

[1] حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اِس پر حیرت ہے۔ خاصگاں یعنی حضرت جبرئیلؑ وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضورؐ۔ جبرئیلا حضرت جبرئیلؑ کو خطاب ہے کہ تم شمعِ محمدیؐ کے پروانہ نہ تھے ورنہ اُن کے بُلانے پر پَر جل جانے کا عذر نہ کرتے مولانا کی رائے میں سدرۃُ المنتہیٰ حضرت جبرئیلؑ کی حدِ پرواز خود اُن کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضورؐ کے بُلانے پر ان کو آگے جانا چاہیئے تھا خواہ اُنکے پَر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ ناسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

[2] ایں حدیث۔ اے مولانا حسام الدین کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں اُلٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں انکو اُلٹی معلوم ہونگی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپکو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں، گورخر جو عوام ہیں اُن کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں اُنکے تابع بنجایئے۔ پاشیت۔ یعنی مُشک سخن پاشی تو۔ قلماشیت۔ کہہ تو جو چاہے۔

[3] آنکہ۔ آپکے فنا کی باتیں عوام کو اُلٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لَا تُخَالِفْهُمْ آپ اُنہیں عارضی طور پر ہیں اُنکی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیئے۔ تا رسی۔ آپ کا وطن عالمِ آخرت ہے۔ رازیا۔ علاقہ رے کا رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق

موسیا[1] در پیشِ فرعونِ زمن | نرم باید گفت قولاً لیّنا
اے موسیٰؑ ! زمانے کے فرعون کے سامنے | نرم بات، نرمی سے کہنی چاہئیے

آب اگر در روغنِ جوشاں کُنی | دیگدان و دیگ را ویراں کُنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا | چولھے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب | وسوسہ مفروش در لینُ الخطاب
نرم بات کہئیے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہئیے | خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلائیے

وقتِ عصر آمد سخن کوتاہ کُن | آنکہ عصرت عصر را آگاہ کُن
عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کر دیجئے | اے وہ کہ تیرا کاندہ ہر زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو تو مر گِل خوارہ را کہ قند بہ | نرمیٔ فاسد مکُن طینش مدہ
آپ مٹی کھانے والے سے کہیئے کہ شکر بہتر ہے | غلط نرمی نہ برتیئے، اُس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ جاں[2] را روضۂ جانیستی | کز حروف و صوت مُستغنیستی
آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں | کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر در میانِ قند زار | اے بسا کس را کہ بنہاد ست خار
اِس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں | بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھدیئے ہیں

ظن ببُرد از دور کایں آنست و بس | چوں قجِ مغلوب وامی رفت پس
دُور سے اُنھوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا | مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خر داں یقیں | در رزِ معنیٰ و فردوسِ بریں
حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھئے | معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے ضیاء الحق[3] حسام الدیں بر آر | ایں سرِ خر را ازیں بطیخ زار
اے ضیاء الحق حُسام الدین نکال دیجئے | اِس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سرِ خر چوں بمُرد از مسلخہ | نشوِ دیگر بخشدش آں مبطخہ
تاکہ جب گدھے کا سر مذبح کی وجہ سے مرجائیگا | وہ فالیز اُس کو دوسرا نشو و نما بخشدے گا

ہیں زما صورتگری و جاں زتو | نے غلط ہم ایں زتو ہم آں زتو
خبر دار! ہماری جانب سے صورت بنانا ہے اور روح تیری | نہیں، غلط ہے یہ بھی آپ کی جانب ہے وہ بھی آپ کی جانب ہے

تا سرِ خر۔ یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب دُنیا کی آلائش سے صاف ہو جائینگے تب یہ فالیز یعنی مثنوی اُنکو مفید ہو گی۔ مبطخہ۔ یعنی فالیز ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدین میں اسلئے یہ نصیحتیں کر رہا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ نے۔ یہ بھی میری غلطی ہو بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے عطا کردہ ہیں فرضیکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔

---

[1] موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ اُبل پڑے گا دیگ اور چولھا بھی خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم۔ بات نرمی سے کیجئے لیکن صحیح کیجئے اُن کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہئیے۔ وقتِ عصر عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اِس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔

[2] نطقِ جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سرِ خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کیلئے مردہ گدھے یا اور کسی وحشتناک چیز کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہو جاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی اُن کیلئے سرِ خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ قج۔ مینڈھا۔

[3] اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں اُنمیں وہ باتیں نہ کرو جو عوام کیلئے سرِ خر بنیں

مثنوی صورت بُود جانش توئی
مثنوی صورت ہے اس کی جان آپ ہیں

ہم جہت ہم نور و ارکانش توئی
اسکی جہت بھی آپ اُس کا نور اور اسکے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک[1] محمودی اے خورشید فاش
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں

بر زمیں ہم تا ابد محمود باش
(خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی با سمائی بلند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ

یک دل و یک قبلہ و یک خو شوند
ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہوجائیں

تفرقہ بر خیزد و شرک و دوئی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہوجائے

وحدت است اندر وجودِ معنوی
روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں[2] شناسد جانِ من جانِ ترا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے

یاد دارند اتحاد و ماجرا
تو وہ اتحاد اور گزشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہاروںؑ شوند اندر زمیں
(تب) وہ زمین میں موسیٰؑ اور ہارونؑ بن جاتی ہیں

مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں
عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہو

منکری اش پردۂ ساتر شود
اُس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

پس شناسائے بگرداند رُو
تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے

خشم کرد آں مہ ز ناشکریٔ او
وہ چاند اسکی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں[3] سبب جانِ نبیؐ را جانِ بد
اسی وجہ سے بری روح، نبیؐ کی روح کو

ناشناسا گشت و پُشتِ پای زد
نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فروخواں لم یکن
یہ تونے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے

تا بدانی لجِ آں گبرِ کہن
تاکہ پرانے کافر کا جھگڑا سمجھ جائے

در بیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ پیش از بعثت در شانِ جنابِ حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام و نامِ اُو را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بودن

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان اور اُن کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور اُن کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش[4] ازانکہ نقشِ احمدؐ فر نمود
اس سے پہلے کہ احمدؐ کی صورت شان دکھائے

نعتِ اُو ہر گبر را تعویذ بود
اُن کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

---

[1] برفلک۔ آپ عنداللہ محمود ہیں خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمینی۔ ناسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں۔ تفرقہ۔ جب تک اُن میں ناسوتیت ہے دوئی ہے جب روحانی بن جائیں گے دوئی ختم ہوجائیگی۔

[2] چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ موسیٰؑ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ پس شناسا۔ یعنی مُربّی کی روح۔ اس کی ناشکری کی وجہ سے اُس سے منھ موڑ لیتی ہے

[3] زیں سبب اسی وجہ منکروں کی روح نے آنحضورؐ کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورہ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہوجائے گی کہ وہ اولاً پہچانتے تھے پھر منکر ہوگئے۔ لج۔ جھگڑا۔

[4] پیش۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے قبل آنحضورؐ کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخر الزماں ضرور آئے گا اور آنحضورؐ کے تصور سے اُن کے دل تڑپتے تھے۔

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید — از خیالِ روش دل شاں می طپید

کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آئیگا — اُن کے چہرے کے خیال سے اُن کا دل تڑپتا تھا

سجدہ می کردند کاے ربِّ بشر — در عیاں آریش ہر چہ زود تر

وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب! — جس قدر جلد ہو سکے اُن کو ظاہر کر دے

تا بنامِ احمدؐ از یستفتحون — باغیاں شاں می شُدندے سرنگوں

حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنے کی وجہ سے — اُن سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے

ہر کجا حربِ مہولے آمدے — عونِ شاں کرّاریِ احمدؐ بُدے

جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی — آنحضورؐ کی حملہ آوری اُن کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماریِ مزمن بُدے — یادِ اُوشاں داروے شافی بُدے

جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی — اُن کا اُن کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

نقشِ اُو می گشت اندر راہِ شاں — در دل و در گوش و در افواہِ شاں

اُن کی تصویر اُنکے راستوں میں گشت کرتی تھی — دل اور کان میں اور اُن کے مونھوں میں

نقشِ اُو را کے بیابد ہر شغال — بلکہ فرعِ نقشِ اُو یعنی خیال

ہر گیدڑ اُن کی صورت کہاں پاسکتا ہے؟ — بلکہ اُن کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)

نقشِ اُو بر رُوی دیوار افتد — از دلِ دیوار خونِ دل چکد

اُن کا نقش اگر دیوار پر پڑے — تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فرخ بُود نقشش برو — کہ رہد در حال دیوار از دو رُو

اُس پر اُن کا نقش ایسا مبارک ہو گا — کہ دیوار فوراً دو رُخی سے نجات پالے گی

گشتہ با یک روئی اہلِ صفا — آں دو روئی عیب مر دیوار را

اہلِ باطن کی یک رُخی والی بن جائے گی — دو رُخی دیوار کے لئے (بھی)، عیب ہے

ایں ہمہ انکار و کفراں زادشاں — چوں درآمد سیدِ آخر زماں

اُن کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گیا — جب سیدِ آخر الزماں تشریف لائے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد — چوں بدیدندش بصورت بُرد باد

یہ سب تعظیم اور اعزاز اور محبت — جب اُنھوں نے آپ کی صورت دیکھی برباد ہو گئی

قلبِ آتش دید در دم شد سیاہ — قلب را در قلب کے بُودست راہ

کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا — کھوٹے کے لئے، دل میں کب راستہ ہے؟

۱۔ سجدہ۔ اللہ تعالیٰ سے آنحضورؐ کی جلد بعثت کی دعائیں مانگتے تھے۔ یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وَکَانُوا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِینَ کَفَرُوا یعنی یہود بعثت سے پہلے آپ کی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مہول۔ ہولناک۔ عون۔ مدد۔ کراریِ احمدؐ۔ احمدؐ کا حملہ یعنی آپ کے نام کی برکت۔

۲۔ مزمن۔ دیرینہ، کہنہ۔ نقش۔ آنحضورؐ کا تصور ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ خیال۔ آنحضورؐ کا صحیح نقش اور تصویر اُن جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ اُن کی (آنحضورؐ کی)، ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دو رُخی اُس کا عیب ہے اگر آنحضورؐ کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دو رُخی چھوڑ دے گی۔

۳۔ ایں ہمہ۔ قرآنِ پاک میں ہے فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا کَفَرُوا بِهِ جب وہ چیز اُن کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اُس کا کفر کرنے لگے۔ بصورت۔ یعنی آنحضورؐ کی بعثت ہو گئی اور اصل صورت کے ساتھ اُنکے سامنے آ گئے۔

۴۔ قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اُس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہو گیا۔ در قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اصل کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

قُلبؔ[1] می زد لافِ اَشواقِ مِحک — تا مُریداں را در اَندازد بشک
کھوٹا سکہ، کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا — تاکہ مُریدوں کو شک میں ڈال دے

اُفتد اندر دامِ فکرش ناکسے — ایں گماں سر بر زند از ہر خسے
نالائق ہی اُس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے — یہ خیال ہر کمینہ سے اُبھرتا ہے

کایں اگر نہ نقدِ پاکیزہ بُدے — کے بسنگِ امتحاں راغب شُدے
کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے — تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے

ہیچ از لافِ مِحک دیدن زدے — یا بسنگِ امتحاں شوقش بُدے
کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا — یا اُس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

اُو[2] مِحک می خواہد اَمّا آنچناں — کہ نگردد قلبیِ اُو زاں عیاں
وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی — کہ اُس کا کھوٹ اُس سے ظاہر نہ ہو

گر بگویم تا قیامت زیں کلام — صد قیامت بگذرد ایں ناتمام
اگر میں قیامت تک (بھی) یہ بات کروں گا — سو قیامتیں گذر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی

آں مِحک کہ اُو نہاں دارد صفت — نے مِحک باشد نہ نورِ معرفت
وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے — نہ وہ کسوٹی ہوگی، نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ[3] کُو عیبِ رُو دارد نہاں — از برایِ خاطرِ ہر قلتباں
وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے — ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبُود منافق باشد اُو — ایں چنیں آئینہ را ہرگز مجو
وہ آئینہ نہ ہوگا، منافق ہوگا — ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جُو راست گوئے بے نفاق — ختم کُن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالوِفَاق
سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر — ختم کر دے اور اللہ احسن، اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تاکہ عینِ آئینہ اَت سازد خدا — کہ نماید عرش را ہمچوں سما
تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنا دے — کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھائے

عرش چہ و چرخ چہ اے ذُولباب — فہم کُن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالصَّواب
اے عقلمند! عرش کیا اور آسمان کیا؟ — سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

قد تم الدفتر الرابع من الکتاب المثنوی المعنوی المولوی المعنوی

۱ قُلب می زد۔ کھوٹا کسوٹی کا شوق اس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کر دے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نااہل مبتلا ہوتے ہیں۔

۲ اُو محک۔ ان نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اُس کا عیب ظاہر ہو سکے۔ گر بگویم۔ یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیئے۔ آں مِحک۔ بہرحال اتنی بات اور سن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اُس میں پہچاننے کا نور ہے۔

۳ آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔ راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کرو جو چہرہ صحیح دکھا دے تاکہ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنا دیگا کہ اس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی۔ سمجھ لے۔

فہرستِ مثنوی مولانا روم رح دفترِ چہارم

تمت

حامد اینڈ کمپنی

۳۸ اردو بازار لاہور